مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

جلد 1

دور رسالت مآب ﷺ
و
خلافت راشدہ

تکمیل و ترتیب
حسن جعفر زیدی
خالد محبوب

چوہدری

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

(جلد:1)

دور رسالتمآبؐ و خلافت راشدہ

زاہد چوہدری

تکمیل و ترتیب:
حسن جعفر زیدی
خالد محبوب

ادارہ مطالعہ تاریخ
میاں چیمبرز، 3 ٹیمپل روڈ، لاہور
فون نمبر: 6362412

Marfat.com

297.91

© جملہ حقوق بحق مرتبین محفوظ ہیں

سن اشاعت: 2001ء

ناشر: مصطفیٰ وحید

مطبع: المطبعۃ العربیہ، لاہور

کمپوزنگ: آرٹک پبلشنگ سسٹمز، لاہور

سول ڈسٹری بیوٹر: **نگارشات**

میاں چیمبرز، 3 ٹیمپل روڈ، لاہور

قیمت: 300/- روپے

Marfat.com

فہرست

	دیباچہ	5
	مقدمہ مرتب: عقیدہ اور تاریخ	13
باب 1:	پہلی اسلامی ریاست میں قبائلی عصبیت کی باقیات	27
باب 2:	جزیرہ نماء عرب کے قبائلی اختلافات کا تاریخی پس منظر	64
باب 3:	رسالت مابؐ کی وفات اور مسئلہ خلافت پر مسلمان گروہوں کی سیاسی کشمکش	78
باب 4:	مسئلہ خلافت پر سیاسی تنازعہ کے دور رس مذہبی اثرات	110
باب 5:	فتنہ ارتداد' جھوٹے دعویداران نبوت اور قبائلی عصبیت	125
باب 6:	عجم کے خلاف عرب کی فقید المثال کامیابی' عرب کی ثروت و خوشحالی کا سرچشمہ	149
باب 7:	بیرونی فتوحات ---- طبقاتی تقسیم کا شاخسانہ ایران کی ہزیمت اور شیعیت کا پیش خیمہ	186
باب 8:	شہادت عمرؓ اور جانشینی پر اختلاف	205
باب 9:	اقربا پروری' جاگیرداری نظام اور طبقاتی کشمکش کی ابتداء	219
باب 10:	نئے طبقہ امراء کے خلاف طبقاتی' قبائلی اور قومیتی تضادات	252
باب 11:	عثمانؓ کے خلاف علیؓ اور دیگر صحابہ کبار کا شدید تضاد	266
باب 12:	جملہ تضادات کی شدت میں اضافہ' بلوہ عام اور شہادت عثمانؓ	279
باب 13:	مسئلہ قصاص عثمانؓ' نئی صف بندی اور جنگ جمل	299

Marfat.com

باب 14:	قبائلی سادگی اور جاگیردارانہ عیاری کی جنگ' جنگ صفین	321
باب 15:	عمرو بن العاصؓ کا سیاسی پس منظر	336
باب 16:	قبائلی سادگی کی پسپائی۔ ملوکیت کا عروج اور شہادت علیؓ	346
	ترتیب وار ادوار: رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین	369
	تقویم: عہد رسالت و عہد ہائے خلافت کے اہم واقعات (1ھ تا 41ھ)	373
	حوالہ جات	383
	کتابیات	399
	اشاریہ	405

Marfat.com

دیباچہ

آج کل مسلمان اپنی تاریخ کو "اسلامی تاریخ" یا "تاریخ اسلام" کے نام سے موسوم کرتے ہیں جبکہ قرون وسطیٰ کے تمام مستند مسلمان مورخین کبھی ایسا نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ عقیدے اور سیاسی کشمکش کی تاریخ کو الگ رکھتے تھے۔ عقیدہ اور تاریخ کے موضوع پر سیر حاصل بحث اس تحقیقی سلسلہ کے مقدمہ میں اگلے صفحات میں کی گئی ہے۔ تاہم اگر کسی اعتبار سے لفظ "اسلامی تاریخ یا" تاریخ اسلام" صادق آتا ہے تو وہ صرف آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ یا سیرۃ النبیؐ پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لمحہ اسلامی تعلیمات کی عکاسی کرتا تھا اور احکام خداوندی کا عملی نمونہ پیش کرتا تھا۔ آپؐ کے علاوہ ہر شخص خواہ وہ آپؐ کے کتنا ہی قریب کیوں نہ تھا، تقاضائے بشریت سے ماورئی نہ تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا آغاز کرتے ہوئے زیر نظر جلد میں عہد رسالت اور خلافت راشدہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ساتویں صدی عیسوی کا آغاز دنیا میں ایک بہت بڑے عالمی مذہب کی نمود سے ہوا۔ یہ اسلام تھا جس کا پیغام آنحضرت محمد ﷺ نے 610ء میں پہلی بار مکہ میں دیا اور پھر قریباً 13 سال تک مکہ اور اس کے نواح میں اس کی تبلیغ فرماتے رہے۔ مکہ کے قریش اور مشرکین نے حضورؐ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو وہ 622ء میں مکہ سے مدینہ ہجرت فرما گئے اور ان کے ہمراہ وہ لوگ بھی ہجرت کر گئے جو مکہ میں ایمان لا چکے تھے۔ مدینہ کی اکثریت آپؐ پر ایمان لے آئی تھی۔ اس وقت تک جزیرہ نمائے عرب میں کوئی باقاعدہ ریاستی ڈھانچہ یا مملکت کا وجود نہ تھا۔ قبائل کے سردار اور معتبر افراد اپنے اپنے قبیلے کے افراد کے معاملات کو طے کرتے تھے۔ قبائل کے باہمی معاملات باہمی مشاورت، باہمی معاہدوں یا باہم لڑ کر طے ہوتے تھے۔ صدیوں سے چلا آ رہا یہ قبائلی نظام اب ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار تھا اور انہیں منضبط کئے جانے کی شدید ضرورت پیدا ہو چکی تھی۔ یہ ضرورت اسلام نے پوری کی۔ مدینہ کو پہلی مسلم ریاست کہا جا سکتا ہے جس کا دائرہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح تک محدود تھا جس میں آباد مسلموں اور غیر مسلموں کے ذاتی، خاندانی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کو آنحضورؐ خود حل فرماتے تھے۔ آبادی بہت کم تھی، کسی لمبے چوڑے ریاستی ڈھانچے کی ضروت نہ تھی۔ قبائلی معاشرت کے رسوم و رواج کو اسلامی تعلیمات کے سانچے مین ڈھال کر اس نوخیز اسلامی ریاست کا انتظام و انصرام چلایا جاتا تھا۔ اس کے لئے حضورؐ مہاجر و انصار صحابہ کرام سے مشورہ بھی

Marfat.com

فرماتے تھے۔ جب 12 ربیع الاول 11ھ (632ء) کو حضورؐ نے انتقال فرمایا تو کم و بیش سارے جزیرہ نما عرب کے قبائل حضورؐ پر ایمان لا چکے تھے۔ حضورؐ نے ذی الحجہ 10ھ میں مکہ میں حج ادا کیا اور حجتہ الوداع کے مشہور خطبہ میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ اسلام میں حسب نسب، آقا و غلام، امیر غریب کا فرق یا امتیاز موجود نہیں ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر کسی ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہو گا۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں یہ تعلیم سنہرے حروف سے لکھی گئی ہے۔

جزیرہ نما عرب کے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے باوصف جن قبائلی عصبیتوں اور قبائلی رویوں کو صدیوں سے اپنائے ہوئے تھے وہ پیغمبرؐ کی مذکورہ تعلیم کے باوجود ان میں باقی و بر قرار رہیں۔ حسب نسب، قبائلی اور خاندانی تعلق کی اہمیت ان کے ہر معاملے میں موجود رہی۔ غزوات میں مال غنیمت کی تقسیم پر اسی مناسبت سے جھگڑے ہوئے جن پر قرآن پاک میں سورتیں بھی نازل ہوئیں اور حضورؐ کی مداخلت کی وجہ سے جھگڑے نمٹائے گئے۔ سب سے بڑا سیاسی تنازعہ پیغمبرؐ کی جانشینی کا تھا جو ان کی وفات کے فوراً بعد پیدا ہوا۔ قبائلی سیاست میں موروثی جانشینی نہیں تھی بلکہ رواج یہ تھا کہ ایسے موقع پر سربر آوردہ لوگ کسی موزوں شخصیت کو اپنا رہبر یا سردار چن کر اس کی بیعت کر لیتے تھے اور پھر عام بیعت ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ تاہم عرب قبائل کے اندرونی تضادات کا کھل کر مظاہرہ ہوا۔ تقویٰ کے بجائے حسب نسب رسولؐ سے قرابت و رشتہ داری، ان سے دوستی اور ان کی مدد و اعانت کی بنیاد پر دعویٰ خلافت کیا گیا۔ چنانچہ انصار و مہاجرین کے مابین، قریش اور غیر قریش کے درمیان، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان، اوس اور خزرج کے مابین، اہل بیت اور اہل سقیفہ بنی ساعدہ کے درمیان تضادات شدت سے ابھر کر سامنے آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کی جانشینی کو بعض روایات کے مطابق زبردستی منوایا گیا۔ آگے چل کر مسئلہ خلافت کی بنیاد پر مسلمانوں میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ اگرچہ یہ ایک سراسر سیاسی تنازعہ تھا اور اس کے فریقین نے اس کو عقیدہ کی بنیاد بنا کر خود کوئی فرقہ سازی نہیں کی تھی۔

پیغمبرؐ اسلام جب 11ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے تو عربوں میں جن سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور معاشی تضادات سے فتنے پیدا ہو سکتے تھے، وہ کچھ یوں تھے: یمنی اور حجازی قبائل میں دیرینہ عداوت تھی، ان قبائل میں مضریوں اور حمیریوں میں تضاد زیادہ شدید تھا، انصار و مہاجرین میں تضاد تھا، مدینہ میں اوس و خزرج کے مابین تضاد تھا، حجازی قبائل میں ربیعہ اور مضر کے درمیان تضاد تھا، اہل مکہ اور اہل مدینہ میں تضاد تھا۔ بداوت اور حضارت (یعنی دیہاتی اور شہری) کا تضاد تھا۔ مکہ اور مدینہ میں قریش کے اشراف و امراء اور دوسرے قبائل کے غرباء و مساکین کے درمیان تضاد تھا، قریش مکہ میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان شدید تضاد تھا۔ امہات المومنین کے مابین تضاد

Marfat.com

تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان تضاد تھا۔ علاوہ ازیں منافقین اور مسلمین کے مابین تضاد تھا۔ یہ تضادات ہر معاملے اور ہر موڑ پر سامنے آجاتے تھے۔ اسلامی اخوت و مساوات اور بھائی چارہ کا جو پیغام آنحضرتؐ نے دیا تھا، اس کا مظاہرہ چند راسخ العقیدہ حضرات کے سوا شاذ ہی نظر آتا تھا۔

عہد حضرت ابو بکرؓ کے دوران فتنہ ارتداد، جھوٹے دعویداران نبوت اور ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کے مسائل پیدا ہوئے اور مذکورہ تضادات بار بار ابھر کر سامنے آئے۔ قریش، ثقیف اور انصار مدینہ کے علاوہ بیشتر قبائل کلیتاً یا جزوی طور پر مرتد ہو گئے۔ ابن خلدون عرب قبائل کی عصبیت کے علاوہ ان میں مال غنیمت کی طمع کے جذبے کو بھی کسی مہم یا لڑائی میں حصہ لینے کی ترغیب قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اگرچہ ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں نے مرتدین کو کئی لڑائیوں میں شکست دی اور انہیں اطاعت پر مجبور کیا لیکن جب شام اور عراق کی مہمات شروع ہوئیں تو مرتد قبائل جوق در جوق واپس اسلام میں لوٹ آئے اور ان مہمات میں شریک ہوئے۔ عراق میں حیرہ کا سرسبز و شاداب علاقہ فتح ہوا اور معرکہ یرموک میں رومیوں کی شکست سے شام فتح ہوا تو پھر جزیرہ نما عرب میں ارتداد اور جھوٹے نبیوں کے دعووں کا سلسلہ ختم ہوا۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا اس لیے 13ھ میں ان کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہو گئے۔ چونکہ شام و عراق کی مہمات جاری تھیں اور بیشتر قبائلی، خاندانی اور ذاتی تضادات ان مہمات کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اس لیے حضرت عمرؓ کی بیعت عام بلا کسی حیل و حجت کے ہو گئی۔ عہد فاروقی فتوحات اور پھیلاؤ کا دور ہے۔ عرب بادیہ نشین شام، فلسطین، عراق، ایران، خراسان، مصر اور شمالی افریقہ تک کے وسیع، سرسبز و شاداب اور دولت سے مالا مال علاقوں تک پھیل گئے۔ ایک جانب اسلام کی ترویج ہوئی لیکن دوسری جانب عربوں کو اتنی بے پناہ دولت حاصل ہوئی جس کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سلطنت روم اور ایران کے تخت و تاج، نوادرات اور زر و جواہرات سے لبریز محلات ان کی دسترس میں آئے۔ اس فقید المثال توسیع کے دوران ہی قبائلی عصبیتوں اور تضادات کے مظاہرے ہوئے لیکن دنیا کی فراوانی اور چکا چوند کی بدولت تھوڑا عرصہ ماند پڑے رہے۔ تاہم کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد ہوئے تو ان کے محلے قبائلی بنیادوں پر استوار ہوئے۔ اسی عہد میں عربوں کی عجمیوں پر بالادستی کی بدولت عرب و عجم کے ایسے لافانی تضاد نے جنم لیا کہ اس کے اثرات مسلمانوں کی سینکڑوں سال کی تاریخ پر مرتب ہوئے۔

23ھ میں ایک عجمی غلام کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو جانشینی کا مسئلہ ایک چھ رکنی مجلس شوریٰ کے سپرد ہوا۔ عبد الرحمن بن عوفؓ اس کے سربراہ تھے۔ اس کے دوارکان حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ امیدوار ان خلافت تھے۔ عبد الرحمن بن عوفؓ نے سربر آوردہ قبائل کے سرداروں سے مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ حضرت عثمانؓ کے حق میں دے دیا اور ان کی بیعت کر

Marfat.com

لی۔ حضرت علیؓ نے اس فیصلہ پر ناگواری کا اظہار کیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے دیرینہ تضاد نے سر اٹھالیا کہ علیؓ بنو ہاشم سے اور عثمانؓ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ تضاد پھر کبھی ماند نہ پڑا۔

عہد فاروقی میں عربوں کو جن وسیع و عریض عجمی علاقوں پر دسترس حاصل ہوئی تھی ان میں شام، فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ سینکڑوں سال سے رومی بازنطینی سلطنت کے زیر نگیں تھے۔ قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) بازنطینی فرمانرواؤں کا گرمائی دارالحکومت تھا جبکہ دمشق ان کا سرمائی دارالحکومت تھا۔ ان سے پیشتر ان علاقون پر یونانی، اسیری (Assyrian) اور مصری سلطنتوں کی قدیم تاریخ موجود تھی۔ اسی طرح عراق اور ایران پر قابض ہوئے جہاں ایرانی شہنشاہیت کی تاریخ بھی گزشتہ سینکڑوں سال پر محیط تھی۔ چنانچہ جب عرب ان علاقوں پر غالب آئے تو جلد ہی عربوں کے جہاندیدہ عناصر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اگر انہوں نے جلد ہی اپنا قبائلی سادگی کا طرز بودوباش ترک کر کے رومیوں اور ایرانیوں جیسا شاہی طرز بودوباش اختیار نہ کیا تو وہ مقامی لوگوں سے اطاعت نہ کروا سکیں گے۔ ان عناصر میں اکثریت بنو امیہ سے تعلق رکھتی تھی اور امیر شام معاویہ ان سب میں زیرک تھا۔ چنانچہ اس نے دمشق میں ہرقل روم کے محلات کو اپنا مستقر بنایا اور وہی بودوباش اختیار کر لی جو بازنطینی یا رومی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ اس طرح اہل شام اس کے مطیع و فرمابنردار ہو گئے اور یہاں کے زیادہ منظم اور ترقی یافتہ لشکر شام نے آگے چل کر اس کے لئے اور اس کے جانشینوں کے لئے بے پناہ خدمات انجام دیں۔

عہد عثمانی میں قبائلی سادگی ترک کر کے ملوکیت کی راہ اختیار کرنے والا طبقہ امراء دبا میں مروجہ سلطنتوں کے شاہی استبدادی نظام کے دستور پر عمل پیرا ہو گیا۔ جبکہ عربوں کا وہ طبقہ جو جزیرہ نما عرب کے قبائل سادگی کے طرز بودوباش اور معاشرت پر عمل پیرا رہا اور اس کو جاری و ساری رکھنے پر مصر رہا، وہ اول الذکر طبقہ ملوکیت کے سخت خلاف ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان دونوں طبقوں کے مابین تضاد اور ٹکراؤ اپنی انتہا تک پہنچ گیا۔ حضرت عثمانؓ کا جھکاؤ بنو امیہ کے طبقہ ملوکیت کی جانب تھا اس لیے ان کے عہد میں ملوکیت اور جاگیرداری کی جڑیں مضبوط ہو گئیں علاوہ ازیں ملوکیت کا حامی طبقہ امراء اپنے زیر نگیں علاقے کا اپنی جگہ بادشاہ بن چکا تھا اور وہ قبائلی سادگی پر عمل پیرا لشکریوں سے قبائلی برابری کے بجائے شاہی سطوت کا فاصلہ قائم کرنے کی راہ اختیار کر چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ اس تضاد کو حل نہ کر سکے کہ وہ خود بھی طبقہ ملوکیت کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے۔ چنانچہ 35ھ میں قبائلی لشکریوں نے کھلم کھلا بغاوت کر کے مصر و عراق سے آ کر مدینہ پر بلوہ کر دیا اور حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کر کے ان کو شہید کر ڈالا۔

حضرت علیؓ کا جھکاؤ قبائلی سادگی اور برابری و مساوات کی جانب تھا اس لئے بلوائی لشکریوں نے ان کو اپنے انکار کے باوجود خلیفہ منتخب کر کے ان کی بیعت کر لی۔ قبائلی سادگی کے نظام اور کیت

Marfat.com

کے نظام کے مابین ٹکراؤ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے۔ ان کے مابین بنو ہاشم اور بنو امیہ کا دیرینہ تضاد اس کے علاوہ تھا۔ حضرت علیؓ سے تضاد رکھنے کی وجہ سے ام المومنین حضرت عائشہؓ اور نئے نظام ملوکیت کے حامی حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ کا امیر معاویہ کے ساتھ حضرت علیؓ کے خلاف متحدہ محاذ بن گیا اور انہوں نے قصاص خون عثمانؓ کو بنیاد بنا کر ان سے لڑائی چھیڑ دی۔ ان کے مابین جنگ جمل اور جنگ صفین دراصل نئے نظام ملوکیت اور پرانے قبائلی سادگی کے نظام کے مابین جنگیں تھیں۔ اگرچہ بقیہ قبائلی تضادات جس میں حجازی اور یمنی قبائل کا تضاد نمایاں تھا، وہ بھی کار فرما تھے۔ حجازی جو زیادہ تر بصرہ میں آباد تھے بنو امیہ کی حمایت میں نظام ملوکیت کے حامی بن گئے تھے جبکہ یمنی جو زیادہ تر کوفہ میں آباد تھے، حجازیوں کی مخالفت میں پرانے قبائلی نظام کو حمایت دے رہے تھے۔ حضرت علیؓ دونوں نظاموں کے مابین اس تضاد کو حل کرنے میں قبائلی سادگی اور مساوات کے نظام کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے اور ان کے حامیوں کی تعداد اگرچہ اکثریت میں تھی لیکن وہ غیر منظم اور بے مہار قبائلیوں پر مشتمل تھی جبکہ امیر معاویہ کا لشکر شام اور دمشق کا ریاستی ڈھانچہ، رومیوں کے شاہی فوجی نظم وضبط کی روایات کا پابند تھا۔ جب دونوں نظاموں کے مابین تین سالہ خانہ جنگی کسی انجام کو نہ پہنچی تو ثالثی ٹریبونل یا حکمین کے ذریعے اس تضاد کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

امیر معاویہ کے نظام ملوکیت میں حیلہ سازی اور مکروفریب کو جائز سمجھا جاتا تھا چنانچہ اس کے ثالث عمرو بن العاصؓ نے حیلہ کے ذریعہ حضرت علیؓ کے ثالث ابو موسیٰ اشعریؓ کو مات دے دی۔ حضرت علیؓ کے حامی بے مہار قبائلی لشکریوں کے انتہا پسند گروہ نے ثالثی کی راہ اختیار کرنے پر حضرت علیؓ کے خلاف بھی بغاوت کر دی۔ اس گروہ کو خوارج یا خارجی کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کو خارجیوں کی سرکوبی کے لئے نہروان کے مقام پر جنگ کرنا پڑی۔ گویا حضرت علیؓ کو بیک وقت قبائلی انتہا پسندوں یعنی خوارج اور ملوکیت پسندوں یعنی امیر معاویہ کے خلاف دو محاذوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ قبائلی نظام اور شاہی نظام کے مابین تضاد کو حل نہ کروا سکے یہاں تک کہ **41**ھ میں ایک خارجی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آپ کے شیعوں نے آپ کے فرزند امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ انہوں نے چند ماہ تک امیر معاویہ کے خلاف مزاحمت کی لیکن وہ بے مہار قبائلیوں پر مشتمل لشکر کو منظم کر کے شام کے منظم لشکر کا توڑ نہ کر سکے اور بالآخر امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو کر صلح کی شرائط طے کر کے مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ ملوکیت کی فتح ہوئی اور قبائلی سادگی کا نظام مات کھا گیا۔

خراسان سے شمالی افریقہ تک بنو امیہ کی جاگیردارانہ موروثی شہنشاہیت قائم ہو گئی۔ اس وقت ساری دنیا میں وسیع وعریض سلطنتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے یہی جاگیری شہنشاہی نظام

Marfat.com

حکومت وسیاست جاری وساری تھا اور اس نظام کا کسی مذہب یا دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گزشتہ کم وبیش ڈیڑھ دو ہزار سال سے مصر، یونان، روم، ایران، ہندوستان اور چین میں بڑی بڑی سلطنتیں اسی نظام پر قائم رہ چکی تھیں۔ اور اس دوران دنیا کے ان علاقوں میں بڑے بڑے مذاہب یعنی یہودیت، عیسائیت زرتشتیت، ہندومت اور بدھ مت کا دور دورہ رہا تھا۔ جس طرح یہ مذاہب نظام سیاست وحکومت میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے اسی طرح اسلام کے آنے کے بعد بھی سوائے اس کے کوئی تبدیلی نہ آئی کہ اس نظام پر عمل کرنے والے مسلمان تھے۔ سوائے ابتدائی چند برسوں کے کہ جب مسلمان جزیرہ نما عرب کو مرکز حکومت بنائے رہے اور وہاں کے قبائلی سادگی کے نظام پر عمل پیرا رہے۔

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کی جلد اول میں بانی اسلام پیغمبر آخر الزمان آنحضرت محمدؐ اور ان کے راشد خلفاء کے دور کا احاطہ کیا گیا ہے اور یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں حضورؐ نے جو پہلی اسلامی ریاست قائم کی تھی، تب سے 41ھ تک جب مرکز اقتدار مدینہ سے دمشق منتقل ہو گیا تو قبائلی سادگی سے ملوکیت کے اس سفر یا Transformation میں مختلف داخلی وخارجی تضادات نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ یہ تبدیلی یا Transformation دنیاوی یا سیکولر تقاضوں کے تحت رکھ کر دیکھی جائے تو سمجھ میں آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ طے کرنا کہ کونسا نظام حکومت یا سیاست اختیار کیا جائے، دین یا عقیدہ کا موضوع نہیں ہے بلکہ ہم عصر عہد کے مادی تقاضے اس کا تعین کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ خلافت کو بنیاد بنا کر جو فرقے بعد میں ظہور پذیر ہوئے، ان فرقوں سے تعلق رکھنے والوں نے جو حکومتیں قائم کیں وہ بھی موروثی جاگیری سلطنتیں تھیں۔ شیعان علیؑ میں سے مصر وشمالی افریقہ میں جو دولت فاطمیہ قائم ہوئی وہ موروثی جاگیری سلطنت تھی۔ اسی طرح اثنا عشری ایران میں برسر اقتدار آئے تو صفویوں، قاچاریوں، زند اور پہلوی سب نے موروثی جاگیری شنشاہی نظام سلطنت کو اختیار کیا۔ حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ کی سادگی کو تصوف سے جوڑ دیا گیا۔ وہ قبائلی جمہوریت اور مساوات کے جس نظام کی خاطر آخر تک لڑتے رہے، شاہان دولت فاطمیہ اور شاہان ایران نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ اسی طرح اہل سنت میں اموی، عباسی، اندلسی اموی، سلجوقی، غزنوی، غوری، خوارزمی زنگی، ایوبی، ممالیک مصر، سلاطین دہلی۔ مغل اور عثمانی ترک سب نے موروثی جاگیری شہنشاہی نظام سلطنت کو اختیار کیا۔ کسی نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی سادگی، قبائلی جمہوریت اور مساوات کے نظام کو نہیں اپنایا۔ اس وقت کے شیعہ مجتہدین یا سنی علماء وفقہا محدثین میں بھی کسی نے یہ فتویٰ نہ دیا کہ موروثی جاگیری شہنشاہی نظام سلطنت غیر اسلامی ہے۔ یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد دنیا میں ملوکیت کو زوال ہو گیا اور بورژوا جمہوری نظام ایک جدید نظام کے طور پر ابھرا۔ پرانے تصورات کا خاتمہ ہوا، نئے مادی تقاضے اور افکار جدیدہ نے جنم لیا۔ لیکن اسلامی احیاء پسند ماضی پرستی کے عارضہ یاد ایام میں مبتلا ہیں اور شاندار ماضی کی بنیاد د

Marfat.com

یداری کو قرار دیتے ہیں جبکہ وہ شاندار ماضی دینداری میں نہیں بلکہ اس عہد کے مادی تقاضوں سے عہدہ بر آہونے میں مضمر تھا۔ دینداروں کی مسلمانوں میں آج بھی کمی نہیں ہے لیکن اصل مسئلہ دنیاوی تقاضوں سے عہدہ بر آہونے کا ہے، جدت فکر اور عصر جدید سے خود کو ہم آہنگ کرنے کا ہے۔ دقیانوسیت، ملائیت اور فرقہ واریت سے نجات حاصل کرنے کا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا مذہبی لٹریچر کے بجائے سیاسی تاریخ کے طور پر مطالعہ کرنے کا یہی مقصد ہے۔

زیر نظر جلد چونکہ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ سے شروع ہے اس لیے سیرت پر سب سے مستند اور ابتدائی مآخذ سیرۃ ابن ہشام سے استفادہ کیا گیا ہے جو دراصل ابن اسحٰق کی تصنیف پر مبنی ہے اور جسے سیرت پر سب سے اولین مآخذ گردانا جاتا ہے۔ اس کے اردو ترجمہ کے علاوہ اوریجنل عربی متن کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اس کے بعد سیرت اور خلافت راشدہ کے ادوار کا احاطہ کرنے کے لیے قرون وسطیٰ کی مستند ترین تواریخ میں محمد بن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے، عبدالرحمٰن ابن خلدون کا مقدمہ اور تاریخ، بلاذری کی فتوح البلدان، ابن اثیر کی تاریخ کامل اور ابن سعد کی طبقات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے اور ان کے اردو تراجم کے ساتھ ساتھ اوریجنل عرب متن بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ بالخصوص افراد، قبائل اور مقامات کے ناموں کی عربی متن سے تصیح کی گئی ہے اور واقعات میں بھی جہاں کہیں ترجمہ میں زیادہ بڑا انحراف محسوس ہوا ہے وہاں اس کی بھی تصیح کر دی گئی ہے۔ جدید دور کے مآخذوں میں مصر کے علامہ احمد امین کی فجر الاسلام، ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی الفتنۃ الکبریٰ، سید امیر علی کی History of Saracens اور روح اسلام (Spirit of Islam) اور اسلم جیراج پوری کی تاریخ الامت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ سرسید احمد خان کے مقالات سے بھی رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔ شیعہ مکتب فکر کی ترجمانی کے لیے آغا محمد سلطان مرزا کی دہلوی کی ابلاغ، المبین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید کے چند حوالوں کے لیے، سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ترجمہ و تفسیر تفہیم القرآن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ لائبریریوں کے تعاون کے لیے میں پنجاب پبلک لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور دیال سنگھ کالج لائبریری کا ممنون ہوں۔

Nizshaw

جس طرح پاکستان کی سیاسی تاریخ کے بارہ جلدوں پر مشتمل سلسلۂ اشاعت میں خالد محبوب میرے دست راست رہے، ویسے ہی مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے اس ضخیم سلسلہ اشاعت میں بھی وہ میرے دست راست ہیں اور ان کے تعاون کے بغیر یہ سلسلہ تکمیل و ترتیب کے مراحل پورے نہیں کر سکتا تھا۔ گزشتہ کی طرح سمیع اللہ ظفر صاحب کی اس سلسلہ اشاعت کے ساتھ بھی دلی اور جذباتی وابستگی میرے شامل حال رہی ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مبشر حسن صاحب، جسٹس (ر) میاں دلاور محمود صاحب شیخ منظور حسین صاحب، صدیق درانی صاحب، خورشید عالم صاحب، حسین

Marfat.com

نقی صاحب، ڈاکٹر مہدی حسن صاحب اور قمر عباس صاحب کی اخلاقی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بھی ہمیشہ کی طرح ہمارے جذبہ اور لگن کو قائم رکھنے میں ممد و معاون رہی ہے۔ ہمارے گزشتہ سلسلہ اشاعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے ذمہ دار جناب مصطفیٰ وحید صاحب اس دوران ہمیں داغ مفارقت دے گئے، لیکن ان کے برادر خورد جناب آصف محمود صاحب اسی جذبے اور لگن سے اس سلسلہ اشاعت کی طباعت اور ترسیل کے مراحل سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں جو مرحوم مصطفیٰ وحید صاحب کا ہوا کرتا تھا۔ کمپوزنگ اور تزئین کے لیے نعیم احسن صاحب بھی گزشتہ سلسلہ اشاعت کی طرح ہمارے قدم بہ قدم شریک سفر ہیں اور اسی ذوق و شوق سے یہ کام انجام دے رہے ہیں جیسے پہلے دیتے آئے ہیں۔ سرورق جناب خواجہ افضل نے اپنی پوری تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تیار کیا ہے۔ میں ان حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

مجھے اپنے قارئین سے بھی اسی پذیرائی کی توقع ہے جو انہوں نے پاکستان کی سیاسی تاریخ کی بارہ جلدوں کو عطا کی ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے سلسلے کی پہلی جلد کو پیش کرتے ہوئے میں اس میں رہ گئی کوتاہیوں، خامیوں اور تقصیروں کو اپنی ذمہ داری قرار دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ قارئین اپنے تبصروں اور خیالات سے آگاہ کرتے رہیں گے۔

حسن جعفر زیدی

لاہور

جولائی 2000ء

مقدمہ

حسن جعفر زیدی

عقیدہ اور تاریخ

آج کل مسلمان اپنی تاریخ کو مذہبی لٹریچر کے طور پر پڑھتے اور لکھتے ہیں اور اپنی تاریخ کو "اسلامی تاریخ" یا "تاریخ اسلام" کہتے ہیں۔ جبکہ نہ تو یورپ اور امریکہ کی تاریخ کو "مسیحیت کی تاریخ" اور نہ ہندوستان کی تاریخ کو "ہندو تاریخ" اور نہ ہی چین، جاپان اور مشرق بعید کی تاریخ کو "بدھ مت کی تاریخ" کہا جاتا ہے۔ کسی عقیدہ یا مذہب یا دین سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں یا بادشاہوں کی تاریخ کو اس دین، مذہب یا عقیدے کی تاریخ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ تاریخ مختلف گروہوں کے مابین اقتدار کی سیاسی کشمکش اور حکومتوں کے بننے اور بگڑنے کی داستان بیان کرتی ہے اور عام طور سے اسے اس خطے یا گروہ کی تاریخ کہا جاتا ہے۔ ایک ہی عقیدے یا مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد جب آپس میں اقتدار کی کشمکش یا ذاتی مفاد کی لڑائی میں ملوث ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی بربادی کا سامان کرتے ہیں تو واقعات کے اس تسلسل کو اس عقیدے یا مذہب کی تاریخ نہیں کہا جا سکتا، اسے اس عقیدے کے پیروکار گروہوں کی سیاسی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ مذہب یا دین بالخصوص اسلام ایک الوہی معاملہ ہے اور لافانی ہے جبکہ سیاست، سیاسی نظام اور سیاسی کشمکش ہر دور، ہر علاقے اور سماجی ترقی کے ہر لمحے کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

قرون وسطیٰ میں ساری دنیا ایک ہی سیاسی نظام سے واقف تھی اور یہ تھا خاندانی موروثی شہنشاہیت کا نظام۔ جو قبیلہ یا گروہ کسی علاقے میں بزور قوت قبضہ حاصل کر لیتا تھا اس کی سلطنت قائم ہو جاتی تھی اور پھر اس کے بانی کے خاندان میں دو چار یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پشتوں تک یہ موروثی سلطنت جاری رہ کر زوال کا شکار ہو جاتی تھی اور کوئی اور گروہ یا قبیلہ اس زوال پذیر سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت تعمیر کر لیتا تھا اس سیاسی نظام کو قرون وسطیٰ کا استبدادی نظام (Medeival Despotism) کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد کھلم کھلا استبداد، فوجی قوت، عسکری غلبہ اور رعب و دبدبہ پر ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ہر حکمران اسی

Marfat.com

استبدادی نظام پر عمل پیرا ہوتا تھا خواہ اس کا تعلق کسی بھی عقیدہ، مذہب یا دین سے ہوتا تھا ۔ عقیدہ، مذہب اور دین کا موضوع سیاسی نظام نہیں ہوتا تھا۔ بنی نوع انسان کی ہزاروں سال کی تاریخ میں سے تین چار ہزار سال پر محیط اس موروثی جاگیری نظام کے اس دور میں کئی بڑے عالمی مذاہب ظہور میں آئے جن میں ہندومت، بدھ مت، یہودیت، نصرانیت اور آخر میں اسلام نے دنیا کے قابل ذکر حصے کو حلقہ بگوش کیا۔ لیکن سلطنت کا قیام، عروج وزوال اور حکمرانوں کا اقتدار وانحطاط ایک ہی مروجہ نظام سیاست کا مرہون رہا اور وہ یہی استبدادی موروثی جاگیری بادشاہی نظام تھا۔ یہ نظام دنیا کی بڑی دریائی وادیوں کے زرعی معاشروں سے حاصل ہونے والی وافر دولت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، چنانچہ اس کے مراکز وادی نیل، وادی دجلہ و فرات، (بابل و نینوا)، وادی ڈینیوب، وادی جیحوں و آمو دریا، وادی سندھ، وادی گنگا و جمنا، وادی برہم پترا، وادی کرشنا اور گوداوری (جنوبی ہند)، وادی میکانگ (ہند چینی)، وادی دریائے چانگ ژیانگ (چین) وغیرہ شامل رہی ہیں ۔ فراعین مصر کی سلطنت، یونان کی سلطنت، روم کی سلطنت، اسیری سلطنت (شام و عراق) ایران کی شہنشاہیت، ہندوستان میں اشوک اور اس کے سابقین کی سلطنت، چین کے شاہی خاندانوں کی سلطنتیں۔ ورود اسلام سے قبل ڈھائی تین ہزار سال کے عرصے میں قائم رہ چکی تھیں اور بنی نوع انسان کے پاس موروثی جاگیری نظام حکومت کا وسیع تجربہ اور پس منظر موجود تھا۔ اور یہ اس وقت دنیا کا سب سے ترقی یافتہ نظام تھا جو کہ دنیا کے ترقی یافتہ زرعی معاشروں کی تہذیبوں میں رچ بس گیا تھا۔

دنیا کے جو دشت وصحرا ترقی یافتہ زرعی انقلاب سے دوچار نہ ہوئے تھے اور قلت آب اور دیگر قدرتی وسائل کی کمی کی وجہ سے پیداواری پس ماندگی کا شکار تھے، وہاں کا معاشرہ پس ماندہ قبائلی معاشرت میں رہ رہا تھا۔ اس کا سماجی اور سیاسی نظام بھی قبائلی تھا۔ وہاں موروثی جاگیردارانہ سلطنت کا رواج نہ تھا۔ قبیلہ کے لوگ ایک سردار کے مرنے پر باہمی مشاورت سے نیا سردار منتخب کر لیتے تھے۔ بعض اوقات بہت سے قبائل مل کر اپنا ایک مشترکہ سردار چن لیتے تھے اور اس کی تائید یا بیعت کر کے اس کی اطاعت کر لیتے تھے ۔ اسے قبائلی کنفیڈریسی کا نظام کہا جاتا ہے ۔ یہ نظام بھی بلا لحاظ عقیدہ و مذہب دنیا کے سارے قبائلی معاشروں میں تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ جاری وساری رہا۔ خواہ وہ جزیرہ نما عرب کے قبائل ہوں یا صحرائے گوبی (منگولیا) کے تاتار اور منگول ہوں خواہ صحرائے اعظم کے بربر

Marfat.com

ہوں۔ خوشحال زرعی معاشروں کی سلطنتوں کے بادشاہ ان بے آباد صحراؤں کا رخ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ البتہ یہ صحرانورد کبھی کبھار خوشحال دریائی وادیوں کی سرحدوں میں گھس آتے اور لوٹ مار کرکے مال و اسباب لے جاتے تھے۔ چنانچہ ان خوشحال سلطنتوں کے بادشاہ یا شہنشاہ اپنے سرحدی گورنروں کے ذریعے ان قبائل کی سرکوبی کرتے تھے۔ تاہم ان صحرائی علاقوں کو بادشاہوں یا شہنشاہوں نے براہ راست اپنی سلطنت کا حصہ بنا کر یہاں اپنا سیاسی و معاشرتی نظام نافذ نہیں کیا ہوتا تھا۔ اس لئے باوجودیکہ دنیا کے بیشتر علاقے بڑی بڑی سلطنتوں کے زیر نگیں تھے لیکن کم پیداوار کے وسیع دشت و صحرا کے باشندے قبائلی سیاست و معاشرت میں بے مہار یا آزادانہ رہ رہے تھے۔ ان سے کوئی بادشاہ یا شہنشاہ تعرض نہیں کرتا تھا نہ کوئی بیرونی حملہ آور یہاں آتا تھا، چنانچہ یہاں کوئی منضبط ریاست یا حکومت کا نظام نہیں ہوتا تھا جیسا کہ سلطنتوں میں قائم تھا، قبائل اپنے باہمی معاملات لڑ کر یا باہمی معاہدوں کے ذریعے طے کرتے تھے، قبیلے کے اندرونی معاملات قبیلہ کا سردار اور دوسرے بااثر افراد باہمی مشاورت سے طے کرتے تھے، یہ نظام ان کا مروجہ سیاسی نظام تھا۔ جزیرہ نما عرب کے عربوں، منگولیا کے منگولوں اور صحرائے اعظم کے بربروں کے علاوہ وہ علاقے جہاں ابھی مہذب دنیا کی پہنچ نہیں ہوئی تھی مثلاً وسطی اور جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ وہاں بھی کم و بیش اس سے ملتی جلتی قبائلی معاشرت و سیاست کا دور دورہ تھا۔

بعثت اسلام کے بعد عربوں پر اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا اس حد تک تو اثر ہوا کہ شرک اور کفر کا خاتمہ ہوا، بت پرستی موقوف ہوگئی، عہد جہالت کے بہت سے رسوم و رواج ختم کر دیئے گئے، سنت ابراہیمی کا احیاء ہوا اور اسلام بطور دین یا مذہب ان کے سینوں میں جاگزیں ہوا، تاہم سیاسی امور طے کرنے کے بارے میں ان کا دستور تقریباً وہی رہا جو مروجہ قبائلی تہذیب میں چلا آ رہا تھا۔ اگرچہ حضور ﷺ نے بزرگی و برتری کی بنیاد تقویٰ، نیکی اور دینداری کو ٹھہرایا تھا اور حسب نسب، رنگ و نسل، آقا و غلام، امیر و غریب، طاقتور و کمزور کی تفریق ختم کرنے کا درس دیا تھا لیکن ان کی اس تعلیم کا عرب قبائل نے بہت کم اثر قبول کیا تھا۔ وہ سینکڑوں ہزاروں سال کے بنے ہوئے اپنے سماجی رویوں سے بیک جنبش لب کہ کلمہ پڑھا اور آزاد ہو جاتے، نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے۔ اور نہ ہی اس کی توقع ان سے کی

Marfat.com

جانی چاہیے تھی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی اور پھر بقیہ خلفائے راشدہ کے تقرر کے موقع پر بھی مروجہ قبائلی سیاسی دستور اختیار کیا گیا۔ حسب نسب، قرابت رسول ﷺ، انصار و مہاجر، قریش اور غیر قریش اور دیگر قبائلی عصبیتوں کو بنیاد بنایا گیا۔ جو بر سر اقتدار آئے انہوں نے بھی انہی حوالوں سے جواز بنایا اور جو اقتدار میں نہ آسکے انہوں نے بھی انہی بنیادوں پر اپنا حق جتایا۔ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد دین اور سیاست یکجانہ ہو سکے اور نہ ہو سکتے تھے۔

خلفائے راشدین کے عہد میں عرب، جزیرہ نما عرب سے نکل کر مصر اور شام، عراق اور ایران پر قابض ہوئے جو گزشتہ سینکڑوں برس سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے زیر نگیں رہ چکے تھے۔ اور وہاں موروثی جاگیری شہنشاہیت کا نظام سینکڑوں برس سے قائم تھا۔ مصر و شام اسوقت بازنطینی سلطنت روم اور عراق و ایران ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت تھے۔ یہاں کے لوگ صدیوں سے اسی نظام کے عادی تھے اور حکمران کے بارے میں ان کا تصور موروثی جاگیری بادشاہ یا شہنشاہ ہوتا تھا چنانچہ وہ نئے عرب حکمرانوں کی اطاعت اسی صورت میں کر سکتے تھے کہ یہ بھی ملوکیت کے نظام پر عمل پیرا ہوتے جس میں جاہ و جلال اور شاہانہ شان و شوکت اور رعب اور دبدبہ ایک وسیع و عریض علاقے میں نظم و نسق برقرار رکھنے کے لئے لازمی عناصر ہوتے تھے۔ اس لئے بنو امیہ نے بہت جلد یہ نظام اختیار کر لیا اور شمالی افریقہ سے وسط ایشیا تک پھیلی ہوئی وسیع سلطنت پر حکمرانی کی۔ اقتدار کا مرکز بھی مدینہ سے دمشق منتقل ہو گیا جو کہ بازنطینی سلطنت روم کا سرمائی دارالحکومت تھا۔ اور پھر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، غرناطہ، خوارزم، اصفہان، شیراز، مشہد، بخارا، سمرقند، کابل، ھرات اور دہلی ان کے پایہ تخت بنے۔ جہاں مسلمان فرمانرواؤں نے اسی موروثی استبدادی نظام و سیاست کو اختیار کیا جس پر ان کے ہم عصر عیسائی، ہندو، اور بدھ مذاہب سے تعلق رکھنے والے یورپ، ہندوستان اور چین کے حکمران عمل کرتے تھے اور جس پر گزشتہ ڈھائی تین ہزار سال سے دنیا بھر کے فرمانروا بلا لحاظ مذہب و ملت عمل کر رہے تھے۔ تقریباً 1300 سال یعنی ۲۰ ویں صدی عیسوی کے اوائل تک مسلمانوں نے سپین (اندلس) سے ملائیشیا و انڈونیشیا تک بے شمار چھوٹی بڑی سلطنتیں بنائیں اور گرائیں مگر دستور سیاست وہی موروثی جاگیری شہنشاہیت یا ملوکیت کا رہا۔ یعنی عقیدہ الگ رہا اور نظام سیاست و حکومت الگ رہا۔ دین الگ رہا اور دنیا الگ رہی۔ مسلمان

Marfat.com

حکمرانوں نے نہ صرف دنیا کے مروجہ تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کیا بلکہ اس مروجہ استبدادی دستور کو اس قدر بڑھ چڑھ کر اپنایا اور اسے اس کمال مستعدی سے بروئے کار لائے کہ صدیوں تک عروج اور غلبہ حاصل کئے رکھا۔ اگر ان کے اعمال وافعال اور کردار کو دیکھیں تو اس میں دینداری آٹے میں نمک کے برابر نظر آئے گی۔ چند استثنیات کو چھوڑ کر بیشتر بادشاہ ، شہنشاہ اور سلاطین کسی نہ کسی شرعی عیب کا شکار ضرور رہے ہیں۔ بیشتر شراب نوشی کرتے تھے۔ رقص وسرور کی محفلیں جماتے تھے۔ کنیزوں اور لونڈیوں سے حرم بھرے رکھتے تھے ۔ بعض کو لواطت کی لت بھی تھی۔ ان تمام ذاتی شرعی عیوب کے باوجود علمائے دین ان حکمرانوں کا نام خطبہ میں پڑھتے تھے اور ان کی اطاعت اور احترام کو واجب گردانتے تھے۔ بادشاہ ان کو وظیفے، تنخواہیں اور انعامات دیتے تھے۔ عدلیہ اور درس و تدریس کے شعبے انہی علمائے دین کے پاس ہوتے تھے اور یوں وہ اس مروجہ استبدادی موروثی حکومتی ڈھانچے میں ایک کل پرزے کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ کبھی کسی نے اس دستور حکومت کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا تھا اور نہ ہی ''اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات'' کے نفاذ کی کوئی تحریک کسی نے چلائی تھی۔ ذاتی عیوب سے درکنار وہ حکمران جس استبدادی نظام پر عمل پیرا تھے اس میں اپنے سیاسی حریف کو بد سے بدتر سزا دے کر مروا دینا، شیر خوار بچوں تک کو بے دردی سے مروا ڈالنا، حاملہ عورتوں تک کو معاف نہ کرنا، قتل وغارت گری اور ظلم وستم کر کے شہر کے شہر اجاڑ دینا ایک ایسا دستور تھا جسے رائج الوقت دستور کی حیثیت سے سب تسلیم کرتے تھے۔ ہوس اقتدار کے سامنے دین ومذہب کا رشتہ اور خون کا رشتہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ مادی مفادات کے تقاضے بھی تجریدی تصور یا عقیدے پر حاوی ہوتے تھے یہاں تک کہ آج بھی حاوی ہوتے ہیں۔ مروجہ استبدادی سیاسی اخلاقیات کے ذریعے حصول اقتدار کی خاطر اٹھایا جانے والا ہر ظلم واستبداد جائز و روا سمجھا جاتا تھا۔ دنیا اس کے علاوہ کسی اور نظام سیاست و حکومت سے واقف نہیں تھی۔

قرون وسطیٰ کے استبدادی سیاسی نظام کا زوال یورپ کے بورژوا صنعتی انقلاب بالخصوص انقلاب فرانس سے شروع ہوا اور دنیا میں جمہوری قدروں، جمہوری اداروں، منتخب حکمرانوں، جمہوری سیاسی جماعتوں، عوام کے بنیادی انسانی حقوق، عورتوں کی آزادی وغیرہ کی بنیاد پڑی۔ اس انقلاب کی بنیاد یورپ میں تحریک احیائے علوم تھی جس نے صدیوں پرانے

Marfat.com

جامد نظریات کا خاتمہ کر کے نئے سائنسی تصورات پیش کئے اور جدید سائنس و ٹیکنالوجی کا آغاز ہوا۔ یورپ اس ترقی یافتہ نظام کی بدولت ایشیاء کی زوال پذیر جاگیری سلطنتوں پر غلبہ پانے میں کامیاب ہوا۔ مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتیں یورپی اقوام کے اس ترقی یافتہ نظام کا مقابلہ نہ کر سکیں اور نہ کر سکتی تھیں، چنانچہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ مغل سلطنت، ایران کی بادشاہت اور سلطنت عثمانیہ دیمک زدہ، کرم خوردہ بوسیدہ دیوار کی طرح گر گئیں۔ کروڑوں مسلمان عوام یورپ کے غلام بن گئے۔ اس کی وجہ ہرگز یہ نہ تھی کہ مسلمان فرمانروا اسلام کی تعلیمات سے دور ہو گئے تھے اور قرون وسطیٰ کے بادشاہوں کا "اسلامی دستور" ترک کر چکے تھے بلکہ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نئے سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کو اختیار نہ کیا اور جدید جمہوری نظام اور اس کے ادارے قائم نہ کئے۔ جبکہ انہی ایشیائی جاگیری سلطنتوں میں جاپان نے وقت کے بدلتے تقاضے کو قبول کیا اور سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید نظام کو سینے سے لگا کر دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو گیا۔

19ویں اور 20ویں صدی میں مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے دوران اور اس کے بعد اسلامی احیاء کی تحریکوں نے جنم لیا اور یہ کہا جانے لگا کہ ماضی میں مسلمانوں کا عروج اس وجہ سے تھا کہ اس وقت کے مسلمان حکمران اور ان کے درباری اور ان کی مسلمان رعایا سب اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا تھے، اسلامی نظام کا دور دورہ تھا، اسلامی اتحاد و بھائی چارہ ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ وہ علاقائی، لسانی، قبائلی اور رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر تھے، اور وہ لالچ، طمع، ہوس اقتدار اور ہوس مال و زر سے مبرا تھے۔ وہ عیش پرستی، لہو و لعب، جھوٹ، مکر و فریب، دھوکہ دہی اور ریاکاری اور دیگر گناہوں سے بہت دور تھے۔ ان کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ تھیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اب جب مسلمان اسلامی تعلیمات، اسلامی نظام، اسلامی اتحاد سے دور ہو گئے اور علاقائی، لسانی، قبائلی تفریق و امتیاز کا شکار ہو گئے، عیش پرستی لہو و لعب اور گناہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تو زوال نے ان کو آلیا اور یہ دنیا میں پست اور کمزور ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی احیا کے علمبردار مذہبی رہنماؤں نے یہ منطق اس لئے پیش کی کہ موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ہی ملاؤں کا بھی زوال ہو گیا تھا جو ان سلطنتوں میں ایک کل پرزے کی حیثیت سے

Marfat.com

اقتدار میں شریک رہے تھے وہ اب اسلامی احیاء کے نام پر اپنے اس اقتدار کی بحالی چاہتے تھے اور اپنی لیڈری چمکا کر کاروبار زندگی چلانے کا بندوبست کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مادی مفاد کی خاطر تاریخ کو مذہبی عقیدہ کے ساتھ جوڑ دیا اور دور عروج کا نقشہ مذہب کی بنیاد پر استوار کر کے پیش کیا۔

اسلامی احیاء پسندوں نے تاریخ نویسی کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کیا جو ماضی کے مؤرخین سے قطعی مختلف تھا۔ انہوں نے دور عروج کی اس تاریخ کو ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' کا نام دے دیا۔ 19ویں اور 20 ویں صدی میں ملاؤں نے تاریخ پر یہ ملمع کاری کی اور اسے مذہبی لٹریچر بنا دیا۔ زوال پذیر جاگیر دار طبقہ نے ان کی سرپرستی کی اور پھر جہاں کہیں اس کے مفاد میں تھا مغربی سامراج نے بھی ان کی سرپرستی کی۔ ان احیاء پسندوں نے قرون وسطیٰ کے بادشاہوں اور سپہ سالاروں کو اسلامی ہیرو بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے نیم تعلیم یافتہ درمیانے طبقے کے نوجوانوں کو عارضۂ یاد ایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا اور ماضی پرستی میں تقدس اور تحریم کے پہلوؤں کو بھی شامل کر دیا۔ برصغیر میں انیسویں صدی کے وسط میں احیاء پسندوں کے مراکز ندوہ اور دیوبند سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد سے ہوتا ہوا سید ابوالاعلیٰ مودودی تک پہنچا۔ پھر اس ''اسلامی تاریخ'' کے نام پر ناول نگاری نے ملمع کاری کی اور ''اسلامی تاریخی ناول'' لکھے گئے جن کا سلسلہ رئیس احمد جعفری، نسیم حجازی، ایم۔ اسلم وغیرہ تک پہنچا۔ انہوں نے عارضہ یاد ایام میں مذہبی جنون کی آمیزش کی اور عام سادہ لوح نیم پڑھا لکھا مسلمان ان ''اسلامی ہیروز'' کو مذہبی دیوتا سمجھنے لگا۔ احیاء پسند مسلمان شاعر بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہے بالخصوص علامہ اقبال نے ماضی پرستی اور اسلامی احیاء کے حوالے سے ایسی مؤثر شاعری کی کہ کئی نسلوں کو عارضہ یاد ایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا۔ غالباً برصغیر میں ہندو۔ مسلم تضاد کی شدت اس کی متقاضی تھی۔ ہندو احیاء پسند جس طریقے سے برصغیر کی تاریخ کو مذہب سے وابستہ کر کے یہاں کے ازمنہ قدیم اور قرون وسطیٰ کے راجاؤں کو مذہبی تقدس دے کر مذہبی ہیرو اور نیشنل ہیرو بنا کر پیش کر رہے تھے، اس کے جواب میں مسلمان بھی ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن ماضی پرستی کی یہ لہر برصغیر کے مسلمان عوام الناس کے مسائل حل نہ کر سکی۔ ان کے مسائل جدت پسندی کی لہر نے حل کیے جس کا آغاز سر سید احمد خاں، سید امیر علی اور نواب

Marfat.com

لطیف نے کیا اور محمد علی جناح نے انجام تک پہنچایا۔ علی گڑھ تحریک اور جدت پسندی کی دوسری تحریکوں نے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑی ماضی کی بوجھل بیڑیاں کاٹنے کی کوشش کی اور انہیں عہد حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے اور مستقبل میں زقند لگانے کا راستہ دکھایا۔ سر سید نے موروثی جاگیری حکمرانوں پر کڑی تنقید کی۔ سید امیر علی نے مسلمانوں کے دور عروج کی تاریخ لکھی مگر اس کا نام "اسلامی تاریخ" یا "تاریخ اسلام" رکھنے کے بجائے "سر سانیوں کی تاریخ" (History of Saracens) رکھا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف "دربار اکبری" میں اکبر کے سنہرے دور پر احیاء پسندوں کی جانب سے کئے گئے حملوں کا بھرپور جواب دیا اور تاریخ کو عقیدہ سے جدا کر کے پیش کیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین جنہوں نے اپنے عہد میں تاریخ نویسی کے علم اور فن کو بے لاگ حقائق نویسی کے کمال تک پہنچا دیا اور ہیروڈوٹس اور جوزفس کی تاریخ نویسی کی قدیم روایت کو بام عروج تک پہنچایا، انہوں نے تاریخ کو عقیدے، مذہب یا دین سے کبھی وابستہ نہیں کیا۔ وہ خلیفوں، بادشاہوں، وزیروں اور سپہ سالاروں کو مروجہ موروثی جاگیری نظام سیاست اور قرون وسطیٰ کی تسلیم شدہ مروجہ اخلاقیات کی عینک سے دیکھتے تھے، عقیدہ اور مذہب کا محدب عدسہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ کسی نے بھی اپنی تصنیف کو "تاریخ اسلام" یا "اسلامی تاریخ" نہیں کہا۔ امام المورخین علامہ محمد ابن جریر طبری نے اپنی تصنیف کا نام "تاريخ الامم و الملوك" یعنی "قوموں اور بادشاہوں کی تاریخ" رکھا۔ بلاذری نے صرف فتوحات کا حال قلمبند کیا اور نام "فتوح البلدان" یعنی "ملکوں کی فتوحات" رکھا۔ "اسلامی فتوحات" نہیں رکھا۔ مسعودی نے اپنی تصنیف کا نام "مروج الذهب و معادن الجوهر فى التاريخ" یعنی "تاریخ میں سونے کے ذخائر کے میدان اور جواہر کی کان" رکھا۔ ابن اثیر نے اپنی ضخیم تصنیف کا نام "الكامل فى التاريخ" یعنی "مکمل تاریخ" رکھا ہے۔ ابن خلدون کی تاریخ کا نام "العبر والديوان المبتداء والخبر فى ايام العرب والعجم والبربر" یعنی "عرب و عجم و بربر کے حالات پر مجموعہ نصیحت و عبرت اور دیوان مبتدا و خبر" رکھا ہے۔ ابوالفدا ابن کثیر کی تاریخ کی کتاب کا نام "البدايه و النهايه" یعنی "آغاز و انجام" ہے۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف کا نام "تاريخ الخلفا" رکھا۔ علامہ شہرستانی کی کتاب کا نام "ملل و

Marfat.com

النحل" تمام فرقوں کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ اندلس اور مراکش کے مؤرخ علامہ مقری کی کتاب کا نام "نفح الطیب" یعنی "خوشبو کی لپٹ" ہے۔ محمد ابن سعد، جو معروف مورخ واقدی کا کاتب تھا، کی تصنیف کا نام "طبقات الکبیر" یا "الطبقات الکبری" ہے جو عام طور سے "طبقات ابن سعد" کہلاتی ہے۔ واقدی کی اپنی کتاب "المغازی النبویہ" یعنی "غزوات نبوی" کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ احمد بن علی الخطیب کی کتاب "تاریخ بغداد" کے نام سے موسوم ہے جب کہ ابن عساکر کی کتاب "تاریخ الکبیر" یا "تاریخ دمشق الکبیر" کہلاتی ہے۔ ابن مسکویہ نے اپنی تصنیف کا نام "تجاریب الامم" یعنی "قوموں کے تجربات" رکھا۔ ابن خلکان کی مشہور تصنیف "وفیات الاعیان" کے نام سے موسوم ہے جس کا مفہوم ہے "مشاہیر کے سوانحی خاکے"۔ یہ صرف چند اہم تصانیف کے نام ہیں جو قرون وسطیٰ کے مسلمان حکمرانوں کے بارے میں مستند ترین مآخذ کی حیثیت سے متفق علیہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ جتنی بھی معروف تواریخ قرون وسطیٰ میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تاریخ کے نام کے ساتھ "اسلام" یا "اسلامی" کی اضافت نہیں لگائی گئی۔ اس لئے کہ وہ مؤرخین بجا طور پر تاریخ کو عقیدہ یا دین سے الگ سمجھتے تھے کیونکہ واقعتاً ایسا ہی تھا۔ وہ کسی حاکم یا وزیر یا امیر یا سپہ سالار کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش نہ کرتے تھے۔ البتہ جو شخصیات حقیقتاً تقوی و پرہیز گاری اور دینداری میں شہرت کی حامل ہوتی تھیں تو ان کا تذکرہ اس حوالہ سے ضرور کیا جاتا تھا۔ لیکن شاذ ہی کسی حاکم یا بااقتدار شخص کا دین کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔

قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین نے مسلمان حکمران طبقوں کی باہمی سیاسی کشمکش، سیاسی رقابت، قتل و غارت اور استبدادیت، عیاشی، شراب نوشی، لواطت و دیگر شرعی عیوب بے لاگ ہو کر لکھ ڈالے ہیں اور کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے اسلام کے عہد زریں پر کیچڑ اچھالا یا کردار کشی کی ہے یا ان کی تحریریں خلاف اسلام ہیں۔ انہوں نے دراصل بے لاگ سیاسی تاریخ لکھی ہے اور جو کچھ ہوا وہ بلا روک ٹوک لکھ دیا۔ چونکہ ہم عصر سیاست میں اس وقت وہ سب کچھ جائز اور روا سمجھا جاتا تھا جو استبداد کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے کیا جاتا تھا، اس لئے یہ مؤرخین ان حقائق کے بیان پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ بھی اختیار نہیں کرتے۔ دنیا کی مروجہ اخلاقیات کسی دوسرے سیاسی یا

Marfat.com

اخلاقی نظام سے واقف ہی نہیں تھی۔ آج مسلمان احیاء پسند مؤرخین کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تاریخ کا وہ بہت بڑا حصہ بیان ہی نہ کیا جائے جسے آج کے زمانے میں Rationalise نہیں کہا جا سکتا یا پھر وہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر کے توجیہات بیان کرتے ہیں۔ وہ صرف چند ایسے واقعات کو پھیلا کر بیان کرتے ہیں جن سے وہ حکمران فرشتہ سیرت ثابت ہو سکیں اور یا پھر غیر مسلموں پر ان کے غلبے اور فتوحات کی تفصیل میں مذہبی جوش و جنون شامل کر کے بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی ان کا مقصد تھا نہ ملک گیری، وہ تو بس اسلام اور دین کی سربلندی کی خاطر حملہ آور ہوئے اور اپنی اسلامی سیرت و کردار کی بدولت فتحیاب ہوئے اور انہوں نے غلبہ پانے کے بعد مفتوح غیر مسلموں پر کوئی ظلم نہیں کیا، انہیں تاخت و تاراج نہیں کیا، ان کا مال و اسباب نہیں لوٹا، ان کے عورتیں اور بچے لونڈی غلام نہیں بنائے وغیرہ وغیرہ۔ قرون وسطیٰ کا کوئی مورخ ان حکمرانوں کو اس انداز میں پیش نہیں کرتا اور نہ ان کے سیرت و کردار کو اسلامی بنا کر بیان کرتا ہے اور نہ ہی غیر مسلم مفتوحین پر ان کے ظلم و جور پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس وقت کی مروجہ استبدادی سیاست میں جائز و روا سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان مفتوحین کے ساتھ بھی استبدادیت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جاتی تھی۔

اسلامی احیاء پسند دنیا میں صنعتی انقلاب کے بعد گزشتہ ڈیڑھ دو سو سال میں آنے والی عظیم سیاسی و معاشی و اخلاقی تبدیلیوں سے چشم پوشی کر کے اپنے خوابوں میں قرون وسطیٰ کی اسی استبدادیت کی دنیا میں واپس لوٹنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو دنیا پر پھر سے چھا جانے کا وہی راستہ سجھاتا ہے جس پر وہ لوگ اس وقت چل رہے تھے۔ وہ ایک تصوراتی مرد مومن کا احیاء چاہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ "لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا"۔ وہ دین کو سیاست سے الگ کرنے کو چنگیزی قرار دیتا ہے جبکہ قرون وسطیٰ میں صرف چنگیز خاں ہی نہیں بلکہ تمام مسلم و غیر مسلم فرمانروا اسی ہم عصر استبدادی سیاست پر عمل پیرا تھے جس میں دین سیاست سے الگ تھا۔ ان میں سے کوئی فرمانروا دین کو بنیاد بنا کر سیاست یا حکومت نہیں کرتا تھا۔ اسلامی احیاء پسند ماضی کے استبدادی فرسودہ اور مردہ نظام کو جو آج اپنی Relevance قطعی طور پر کھو چکا ہے، قرون وسطیٰ سے چھلانگ لگوا کر آج کے دور میں لاگو کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کا ناممکن العمل ہونا کئی بار ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں تک دینداری کا تعلق

۹۳۴۵۷

Marfat.com

ہے تو قرون وسطیٰ میں جس قدر دیندار اور پرہیز گار لوگ موجود تھے، اس حساب سے آج بھی ان کی کمی نہیں ہے۔ عروج کا تعلق دینداری کے ساتھ اور زوال کا تعلق بے دینی کے ساتھ نہ تھا اور نہ ہے۔ ہم گزشتہ ڈیڑھ دو سو برس سے اسلامی احیاء پسندوں کے عارضہ ء یاد ایام میں مبتلا ہو کر اپنے کردار و عمل کو اسلامی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن دوسری اقوام کے مقابلے میں ہماری حالت زار میں بہتری کے بجائے بدتری پیدا ہوئی ہے۔ جو تھوڑی بہت بہتری پیدا بھی ہوئی وہ ماضی پرستی اور احیا پسندی کے بجائے جدت پسندوں کی عہد حاضر سے ہم آہنگی کی تحریک کی بدولت ہوئی ہے۔ برصغیر کے کیس میں سرسید کی علی گڑھ تحریک اور پھر محمد علی جناح کی قیام پاکستان کی تحریک جدت پسندی کی تحریکیں تھیں جن کا برصغیر کے مسلم عوام الناس کو بے حد فائدہ پہنچا۔ بعد ازاں پاکستان کے حکمرانوں نے اپنے استبدادی اقتدار کے قیام، دوام اور استحکام کی خاطر اسلامی احیاء پسندی کا سہارا لیا جس سے یہ ملک تنزل کا شکار ہوا اور بدستور روبہ تنزل ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ بطور انسانی تاریخ کیا جائے اور جو حکمران یا طبقات یا امراء، وزراء اور خلفاء اقتدار کی رسہ کشی میں ملوث رہے ان کو انسان سمجھا جائے جیسا کہ قرون وسطیٰ کے مورخین انہیں سمجھتے تھے تو پھر آج کے مسلمان اپنا قبلہ درست کر سکتے ہیں۔ وہ ایک تصوراتی ماضی کی سمت دیکھنے کے بجائے اپنے حال اور مستقبل کی ٹھوس حقیقت پر توجہ دیں گے۔ ایک تصوراتی ھیولے کے پیچھے دوڑنے کے بجائے کسی حقیقی منزل کا تعین کر سکیں گے۔ ہم عارضہ ء یاد ایام سے نجات حاصل کر کے عہد حاضر کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو سکیں گے۔ قرون وسطیٰ کے حکمران اپنے ہم عصر مادی تقاضوں پر جس خوبی اور عمدگی سے عمل پیرا ہوتے تھے اسی کمال کے ساتھ ان کا عروج بھی قائم ہوتا تھا۔ وہ دین اور سیاست کو باہم ملوث کئے بغیر ہم عصر مروجہ استبدادی نظام حکومت پر بغیر کسی "اسلامی" یا "غیر اسلامی" کی بحث میں الجھے بغیر عمل کرتے تھے۔ ہم آج اپنے مادی عصری تقاضوں سے نمٹنے بلکہ انہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ملاؤں نے دین اور سیاست کو اور عقیدہ اور تاریخ کو باہم ملوث کر کے معاشرے میں وحشت ناک فرقہ واریت کا زہر گھول دیا ہے۔ آج جبکہ یورپ کے صنعتی انقلاب نے دنیا میں قرون وسطیٰ کی تمام اقدار بدل کر رکھ دی ہیں، ہمیں قرون وسطیٰ کی جاگیردارانہ موروثی سیاست کے خاتمے، طبقاتی سماج، معاشرتی

Marfat.com

ناہمواری اور جاگیر دارانہ قدروں کے خاتمے، دقیانوسیت اور کٹھ ملائیت کے شکنجے سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ عصر جدید کے جمہوری تقاضوں کی تکمیل، سرکاری و غیر سرکاری ہر سطح پر جمہوری اداروں کی تشکیل نو، بنیادی انسانی حقوق اور فکری آزادی کی ضمانت، جدت فکر اور ذہنوں پر مسلط عقیدوں کے شکنجوں سے آزادی، سائنسی افکار اور جدید علوم و فنون کے ہر شعبہ زندگی میں اطلاق کا نصب العین ہی 21 ویں صدی کی دنیا میں ہمارے لئے ترقی کی گنجائش پیدا کر سکتا ہے۔ انہی بنیادوں پر نئے ریاستی، سیاسی و حکومتی ڈھانچے کی تنظیم نو کی جا سکتی ہے اور Governance کے جدید طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

قرون وسطیٰ کے خلیفہ، بادشاہ، امراء، وزراء، سپہ سالار اور مجاہدین کے دور کا احیاء ہمیں مزید پس ماندگی اور ذلت کی جانب دھکیل دے گا۔ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ ایک جانب ہمیں قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سیاسی نظام، اصل واقعات و حالات اور اُس عصر کی حقیقی روح سے آگاہی بہم پہنچائے گا تو دوسری جانب ماضی پرستی اور عارضہ ءیاد ایام سے نجات دلانے میں ہماری مدد کرے گا جس سے حال کی بہتری اور ایک روشن مستقبل کی سمت کا تعین ہو سکے گا۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عہد رسالت مآب ؐ

Marfat.com

Marfat.com

باب: 1

پہلی اسلامی ریاست میں قبائلی عصبیت کی باقیات

مسلمانوں کی پہلی ریاست مدینہ میں اس وقت وجود میں آئی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت اختیار کی اور اہل مدینہ کی اکثریت نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس ریاست کی بنیاد اس نظریے اور عقیدے میں پنہاں تھی کہ اسلامی اخوت رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالا تر ہے اور اسلام جس خدا پر ایمان لانے کی تعلیم دیتا ہے اس کی نگاہ میں سب انسان یکساں ہیں۔ وہ انسانوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کے عقائد و اعمال کی بنا پر کرتا ہے۔ اگرچہ قرآن کی بیشتر آیات میں عربوں کو خطاب کیا گیا ہے تاہم اس میں خدا کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان کے مطابق مختصراً" یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی قبیلہ کا خدا نہیں ہے نہ ہی تنہا قوم عرب کا خدا ہے۔ وہ صرف نوع انسانی ہی کا خدا نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کا خدا ہے۔ وہ تمام جہانوں کا خدا ہے۔ ہر موجود چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس کے امر کے سامنے سربسجود ہے۔ پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی کی ملکیت ہے۔ بظاہر کائنات کی ہر چیز اس سے صادر ہوئی ہے۔ اس رب العالمین نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جس دین اسلام کی تبلیغ کی ہے وہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ یہ وہی دین ہے جسے شروع کے تمام انبیاء پیش کرتے رہے ہیں۔ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ پہلے نبی ہیں جن کو اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ اہل عرب حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتے تھے اور حضرت محمدؐ کا ظہور بھی سرزمین عرب میں ہوا' اس لئے اسلام کو دین ابراہیمی کہا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا دین بھی اسلام ہی تھا لیکن ان کے پیروکاروں نے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا ہے۔ حضرت محمدؐ کی وساطت سے جس اسلام

Marfat.com

کی تبلیغ ہوئی ہے وہ صحیح اور حقیقی اسلام ہے۔ یہ اسلام رنگ و نسل کے امتیازات کو روا نہیں رکھتا۔ اس اسلام نے قبائلی وحدت اور نسبی وحدت کو منہدم کر دیا ہے اور اس نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں وہ ایک جسم واحد بن جاتے ہیں بلاشبہ تمام مومن لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمام لوگوں میں سے زیادہ شریف وہی ہے جو اپنے آپ کو قوانین خداوندی سے زیادہ ہم آہنگ رکھتا ہے۔ اس کا فرمان ہے "اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے اور جب وہ ساعت برپا ہو گی اس دن مجرم ھکے بکے رہ جائیں گے۔ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ان کا سفارشی نہ ہو گا اور وہ اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ جس روز وہ ساعت برپا ہو گی اس دن (سب انسان) الگ الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کئے وہ باغ میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے اور جنھوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے[1]"

ابوالاعلی مودودی کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ الروم کی جن آیات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں قومیت کے بارے میں اسلام کے تصور کی عکاسی ہوتی ہے۔ مودودی ان آیات کی ترجمانی اس طرح کرتا ہے کہ "دنیا کی وہ تمام جمع بندیاں جو آج قوم، نسل، وطن، زبان، قبیلہ و برادری اور معاشی و سیاسی مفادات کی بنیاد پر بنی ہوئی ہیں اس روز ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے اور اخلاق و کردار کی بنیاد پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہو گی ۔۔۔ اسلام کہتا ہے کہ انسانوں کو کاٹنے اور جوڑنے والی اصل چیز عقیدہ اور اخلاق ہے۔ ایمان والے اور خدائی ہدایت پر نظام زندگی کی بنیاد رکھنے والے ایک امت ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے سے تعلق رکھتے ہوں اور کفر و فسق کی راہ اختیار کرنے والے ایک دوسری امت ہیں خواہ ان کا تعلق کسی نسل و وطن سے ہو۔ ان دونوں کی قومیت ایک نہیں ہو سکتی۔ یہ نہ دنیا میں ایک مشترک راہ زندگی بنا کر ایک ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ آخرت میں ان کا انجام ایک ہو سکتا ہے۔ دنیا سے آخرت تک ان کی راہ اور منزل ایک دوسرے سے الگ ہے[2]" مودودی نے اپنی اس ترجمانی میں اسلام کے تصور قومیت کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ صرف اسلام تک ہی محدود نہیں بلکہ اس رائے کا

Marfat.com

اطلاق دوسرے عالمی مذاہب کے تصور قومیت پر بھی ہوتا ہے۔ بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت کے راسخ العقیدہ پیروکار بلا لحاظ نسل و وطن، نظریاتی طور پر اپنے آپ کو ایک امت یا ایک قوم ہی تصور کرتے ہیں۔ 1096ء سے لے کر 1463ء تک پاپائے روم کی زیر ہدایت صلیبی جنگیں اسی تصور کے تحت ہوئی تھیں اور 1948ء میں اسرائیل کی مملکت کا قیام یہودیوں کے اسی تصور کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا۔

قرآنی آیات میں مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر قسم کے امتیازات سے بالاتر ہو کر باہمی اتحاد و اتفاق قائم کرو ---- "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور باہم تفرقہ نہ ڈالو" ---- "اگر کسی مومن کو عمداً" قتل کرو گے تو تمہارا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہو گا" ---- "آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی" ---- "ان مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے۔ پیغمبرؐ کا ان لوگوں سے کچھ واسطہ نہیں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے" ---- "ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔" مفسرین نے ان آیات کی یہ تعبیر کی ہے کہ اسلام نسل، رنگ، زبان، وطن، قبیلہ اور قومیت کے تعصبات کے خلاف ہے۔ اسلام کی رو سے انسان اور انسان کے درمیان فضیلت و برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور ہو سکتی ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہر قسم کے امتیازات سے بالاتر ہو کر باہمی اتحاد و اتفاق قائم رکھنا چاہئے۔

یہی حقائق جو قرآن کی مختلف آیات میں بیان کئے گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے مختلف خطبات اور ارشادات میں زیادہ کھول کر بیان فرمایا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ کے بعد آپ نے جو تقریر فرمائی تھی، اس میں فرمایا "شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا۔ لوگو، تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک نیک اور پرہیز گار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے

Marfat.com

دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے۔ ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا"۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے وسط میں آپ نے ایک تقریر کی اور اس میں فرمایا"لوگو خبردار رہو۔ تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ کے اعتبار سے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بتاؤ میں نے تمہیں بات پہنچا دی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ۔ فرمایا' اچھا تو جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں۔" اسی طرح متعدد احادیث میں بھی ایسے ہی ارشادات ملتے ہیں۔ مثلاً "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے" ---- "اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو" ---- "اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے" ---- "سارے آدمی ایسے ہی برابر ہیں جیسے کنگھی کے دندانے۔ کسی عربی آدمی کو کسی عجمی آدمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت محض تقویٰ کی وجہ سے ہے" ---- "وہ آدمی ہم میں سے (مسلمانوں میں سے) نہیں ہے جو لوگوں کو کسی عصبیت کی طرف دعوت دے رہا ہو یا کسی عصبیت کی خاطر جنگ آزما ہو۔ اسلام نے اطاعت کو صرف خدا کے لئے' خدا کے رسول کے لئے اور امت کے اولوالامر کے لئے حتمی قرار دیا ہے۔ امیر کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ خدا کے احکام کی اطاعت کرے" ---- "خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور امراء ملت کی اطاعت کرو۔"

رسول اللہ نے صرف اپنے ارشادات و خطبات میں ہی یہ واضح نہیں کیا تھا کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور مسلمانوں کو رنگ و نسل' ملک و قوم اور دوسرے سارے امتیازات سے بالاتر ہو کر باہمی اتحاد و اتفاق قائم کرنا چاہئے بلکہ انہوں نے اپنے عمل سے بھی اسلام کی عالمگیریت کا ثبوت مہیا کیا تھا۔ انہوں نے چھ سن ہجری کے ماہ ذوالحج میں مصر' روم' حبشہ' ایران' یمن' بحرین اور عمان کے فرمانرواؤں کے نام خطوط بھیج کر انہیں اسلام کی

Marfat.com

دعوت دی۔ یزید بن ابی حبیب المصری کی روایت کے مطابق ان خطوط کا مفہوم یہ تھا کہ "میں تمام عالم کے لئے بلا استثناء رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ تم میری دعوت کو تمام عالم میں پہنچاؤ"۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا گیا تھا۔ حاطب نے رسول اللہ صلعم کا خط اسے جا کر دیا۔ مقوقس نے چار باندیاں آپ کو نذر بھیجیں۔ ان میں حضرت ماریہ' ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی ماں بھی تھیں۔ قیصر روم کے نام جو خط بھیجا گیا تھا اس میں لکھا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل قیصر روم کے نام بھیجا جاتا ہے۔ جس نے راہ راست اختیار کی وہ سلامت رہا' امابعد۔ اسلام لاؤ' سلامت رہو گے۔ اسلام لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا دو مرتبہ اجر دے گا۔ اور اگر میری اس دعوت سے اعراض کرو گے تو تمہاری اس تمام ناواقف رعایا کی گمراہی کا وبال بھی تم پر ہو گا"۔ اس زمانہ میں قیصر نے ایرانیوں پر فتح پائی تھی اور صلیب مقدس اس کو واپس ملی تھی۔ وہ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ملک شام میں آیا ہوا تھا۔ وہ شہر حمص سے بیت المقدس پیدل گیا تھا اور رسول اللہ کا خط اسے وہیں ملا تھا۔ دمشق کی غسانی ریاست کے فرمانروا منذر بن الحارث کے پاس رسول اللہ کا خط شجاع بن وہب نے پہنچایا تھا۔ اس میں لکھا تھا "اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست کی اتباع کی اور اسے تسلیم کیا۔ میں تم کو اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تمہاری ریاست تمہارے قبضہ میں رہے گی"۔ شاہ حبشہ کے نام رسول اللہ کے خط کا نفس مضمون یہ تھا کہ "میری پیروی کرو اور میری رسالت کو مانو کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔" شاہ فارس کے نام خط یہ تھا کہ "یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام بھیجا جاتا ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے راہ راست کی اتباع کی' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس بات کی شہادت دی کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں جو تمام اہل عرب کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں تاکہ وہ جو زندہ ہیں ان کو آخرت سے ڈرائیں۔ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے اور اگر اس سے انکار کرو گے تو تمام مجوسیوں کا وبال تم پر ہو گا۔[۳]" رسول اللہ کے ان خطوط سے بعض مخالفین اسلام کے اس موقف کی پوری تردید ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام کا پیغام دراصل ان کے ہم عصر اہل عرب ہی کی اصلاح کے لئے تھا اور یہ کہ بعض لوگوں نے زبردستی کھینچ تان کر اسے تمام انسانوں کے

Marfat.com

لئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہدایت نامہ قرار دے دیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کے ارشادات اور اعمال میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ان کے مطابق عمل کرتے تو اسلام کی تاریخ میں قبائلی و قومی عصبیتوں' فرقہ بندیوں اور خانہ جنگیوں کا نام و نشان نہ ملتا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ ساری تاریخ ان آلودگیوں سے بھرپور دکھائی دیتی ہے۔ مسلمانوں کی قبائلی' نسلی' قومی' لسانی اور وطنی عصبیت اور مذہبی' سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور معاشی جتھہ بندی کی بہت سی خونی مثالیں تو ایسی ہیں کہ جنہیں پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ جو لوگ نظریاتی طور پر عالمگیر اخوت و مساوات' اتحاد اتفاق اور عدل و انصاف کے زریں اصولوں کے علمبردار تھے وہ عملی طور پر کس قدر عداوت و مخاصمت' انتشار و افتراق اور ظلم و تعدی کے مرتکب ہوئے تھے۔ ان کی سیاست بھی دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں کی سیاست کی طرح حصول اقتدار اور مفادات کی جنگ کے گرد گھومتی تھی۔ ان کے پس پشت محرکات و عوامل کا بالوضاحت ذکر کیا گیا تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ مختصراً" یوں کہا جا سکتا ہے کہ سرزمین عرب اور غیر عرب ممالک میں مختلف سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور معاشی تضادات کی کارفرمائی کی وجہ سے عربوں اور عجمیوں دونوں ہی کے حکمران طبقوں کے بیشتر عناصر نے متذکرہ اسلامی تعلیمات کو محض تجریداً" قبول کیا تھا۔ وہ بوجوہ ان پر عمل کرنے سے قاصر رہے۔ ان عناصر کی عصبیت' موقع پرستی' مفاد پرستی اور خود غرضی کی انتہا یہ تھی کہ ان کے ان غیر اسلامی رجحانات کے عہد رسالت میں بھی مظاہرے ہوئے۔ اگرچہ آنحضورؐ کی قیادت میں قائم مثالی اسلامی ریاست میں بیشتر مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نظر آتے ہیں بلکہ بعض تو حضور کی سیرت کا عملی نمونہ نظر آتے ہیں۔ اور ریاست میں عدل و انصاف اور مساوات پر مبنی نظام حکومت کارفرما نظر آتا ہے لیکن ماقبل اسلام سے چلے آرہے رجحانات بھی ابھر کر سامنے آتے رہے جن کا آنحضورؐ کو مسلسل مقابلہ کرنا پڑا۔ چونکہ انہی رجحانات نے آنحضورؐ کے بعد مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے خدوخال مرتب کئے' اس لئے عہد رسالت میں جہاں جہاں ان رجحانات کا مظاہرہ ہوا ان کا اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے۔

Marfat.com

یہ مظاہرے صرف قدامت پرست قبائلی بدوؤں نے ہی نہیں کئے تھے بلکہ ان میں مدینہ کے متعدد ضعیف الایمان انصار و مہاجرین بھی شامل تھے۔ بدوؤں کی جہالت' قبائلی عصبیت اور انتشار انگیزی کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں ان کی مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ توبہ کی ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ "اعرابی لوگ کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ اللہ کی ان حدود کو نہ جان سکیں جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" اور سورۃ الحجرات کی ایک آیت میں ارشاد ہے کہ "یہ اعرابی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ "ہم مطیع ہو گئے۔" اسی طرح سورۃ انفال' سورۃ آل عمران' سورۃ منافقین اور بعض دوسری سورتوں میں مدینہ کے بعض لوگوں کی خود غرضی' مفاد پرستی اور اخلاقی گراوٹ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مدینہ کے بعض لوگ اگرچہ اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے تھے لیکن اپنے معاملات کے تصفیہ کے لئے جاہلی طریقے پر ہی اصرار کرتے تھے۔ ایک انصاری آدمی کا جس کا نام قیس تھا کسی معاملہ میں ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا معاملہ بڑھا تو دونوں مدینہ کے ایک کاہن کی طرف فیصلہ لینے کے لئے چلے اور نبی اکرم صلعم کے پاس نہیں آئے۔ یہودی برابر تقاضا کر رہا تھا کہ نبی اکرم صلعم کے پاس چلو کیونکہ اسے یقین تھا کہ آپ اس پر زیادتی نہیں فرمائیں گے لیکن انصاری اس کی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ انصاری اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر فیصلہ کے لئے یہودی کو کاہن کے پاس لے جانے پر مصر تھا۔ آخر اس سلسلے میں آیات نازل ہوئیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اے پیغمبر اسلام! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو کہتے تو یہ ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائے۔ جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان غیر خدائی طاقتوں کا انکار کریں۔ دراصل شیطان چاہتا یہ ہے کہ انہیں بڑی دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے - - - ہمیں تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں جب تک اپنے تمام اخلاقی معاملات میں تمہیں حکم نہ بنائیں اور آپ کے فیصلوں سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر تسلیم خم نہ کر دیں - - - کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان و یقین کی دولت رکھتے ہوں اللہ سے بہتر کون فیصلہ کرنے والا

Marfat.com

ہے“۔

ابن ہشام نے اسلام کے ابتدائی دور میں انصار کی قبائلی عصبیت کا ابن اسحاق کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ”شاس بن قیس بہت بوڑھا اور کفر کا سرگروہ تھا۔ مسلمانوں سے سخت کینہ و حسد رکھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک مجلس سے اس کا گزر ہوا جس میں اوس اور خزرج کے لوگ ایک جگہ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں ان کے درمیان سخت عداوت تھی۔ اب اسلام کی برکت سے ان میں محبت و الفت اور خوشگواری ء تعلقات دیکھی تو جل گیا اور کہا بنی قیلہ کے سردار ان شہروں میں اکٹھے ہو گئے ہیں واللہ ان کے سرداروں کے اس مقام پر اجتماع سے ہمیں تو چین نہ آئے گا! یہود کے ایک کم سن نوجوان کو حکم دیا اور کہا: ذرا ان کی طرف توجہ کر‘ ان سے مل جل کر بیٹھ‘ جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے واقعات کا تذکرہ ان سے کیا کر اور انہیں وہ اشعار سنا جو انہوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں کہے تھے۔ جنگ بعاث وہ جنگ تھی جس میں اوس اور خزرج ایک دوسرے سے لڑے تھے اور اس میں خزرج پر اوس کو فتح ہوئی تھی۔ اس زمانے میں اوس کا سردار حضیر سماک الاشہلی‘ ابو اسید بن حضیر تھا اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان البیاضی تھا۔ یہ دونوں مارے گئے تھے ---- اس یہودی نوجوان نے ایسا ہی کیا۔ اسی وقت ان لوگوں میں تو تو میں میں ہونے لگی۔ کشمکش شروع ہو گئی۔ فخر و مباہات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اوس میں سے بنی حارثہ بن الحارث کا اوس بن قیظی نامی اور خزرج میں سے بنی سلمہ میں سے جبار بن صخر نامی دونوں ایک دوسرے سے الجھنے لگے پھر ان میں سے ایک نے اپنے مقابل والے سے کہا: اگر تم چاہو تو ابھی اس جنگ کی پھر ابتدا کریں۔ غرض دونوں جماعتیں غصے میں بھڑکیں اور انہوں نے کہا‘ اچھا تمہارے اپنے مقابلے کے لئے یہ سیاہ پتھریلا مقام (الحرہ) ہم نے مقرر کر دیا۔ ہتھیار لاؤ‘ ہتھیار لاؤ کا شور مچ گیا اور وہ سب کے سب اس میدان کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے اپنے ساتھ کے مہاجرین صحابہؓ کو لیا اور ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ مسلمین! خدا سے ڈرو‘ خوف خدا کرو‘ کیا جاہلیت کے دعوؤں پر لڑے پڑتے ہو؟ حالانکہ میں تم میں موجود ہوں؟ تمہیں اللہ نے اسلام کی ہدایت دی‘ عزت بخشی اور اس اسلام کے ذریعے سے جاہلیت کی باتیں تم سے

Marfat.com

الگ کر دیں اور اس کے ذریعے سے تمہیں کفر سے نجات دلائی اور تمہارے دلوں کے درمیان الفت پیدا کر دی۔ پس ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ ایک شیطانی جھگڑا تھا' دشمن کی ایک چال تھی' وہ رو پڑے اور اوس اور خزرج کے افراد ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اطاعت کی اور آپ کے ہمراہ وہاں سے واپس چلے آئے۔ اللہ کے دشمن شاس بن قیس کی چال سے جو آگ بھڑک اٹھی تھی اس کو اللہ نے بجھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی چالبازی کے متعلق اس مفہوم کی آئتیں نازل فرمائیں: (اے محمد) کہہ دے' اے اہل کتاب! اللہ کی آئتوں کا تم کیوں انکار کر رہے ہو۔ اے اہل کتاب! جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں اللہ کے راستے سے کیوں پھیرتے ہو؟ اور انہیں ٹیڑھا چلانا چاہتے ہو۔ حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں' جو تم کر رہے ہو[5]" مدینہ کے مسلمانوں کی قبائلی عصبیت کے مظاہرے کے اس واقعہ سے جہاں یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ کے فرمودات میں بے انتہا اثر تھا اور انصاری مسلمان ان کی فرمانبرداری کرتے تھے وہاں یہ بات بھی عیاں ہے کہ رسول اللہ کی مدینہ میں تبلیغ کے باوجود اسلامی تعلیمات وہاں کے بہت سے مسلمانوں کے حلق سے نیچے نہیں اتری تھیں۔ اس کی تاریخی' سیاسی' معاشرتی اور معاشی وجوہ تھیں اور یہی وجوہ بعد میں مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا باعث بنتی رہیں۔

مدینہ کے مسلمانوں کی قبائلی عصبیت' خود غرضی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ مارچ 624ء میں بدر کے مقام پر مسلمانوں کی پہلی شاندار فتح کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کے سوال پر تنازعہ کی صورت میں ہوا۔ ابن ہشام اس واقعہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "بدر میں فتح کے بعد رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ لشکر میں جو مال غنیمت ہے وہ اکٹھا کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہونے لگا۔ جن لوگوں نے وہ مال جمع کیا تھا انہوں نے کہا' یہ ہمارا ہے' جو لوگ دشمن سے برسر مقابلہ تھے اور دشمن کی تلاش میں نکل گئے تھے انہوں نے کہا: واللہ' اگر ہم نہ ہوتے تو تم اس مال تک کہاں پہنچ سکتے تھے؟ ہم نے ان لوگوں کو اپنی جانب مشغول رکھا اور تمہاری طرف نہ آنے دیا اور تم نے یہ سب کچھ پایا۔ جو لوگ اس خوف سے رسول اللہؐ کی حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں دشمن راستہ کاٹ کر آپ کی طرف نہ آ جائے۔ انہوں نے کہا: "واللہ! تم لوگ ہم سے

Marfat.com

زیادہ حقدار نہیں۔ ہم نے دشمنوں کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ اللہ نے اس کی مشکیں ہمیں دے دی تھیں اور ہم قتل کر سکتے تھے۔ واللہ! ہم نے مال لوٹنے کے ایسے موقعے بھی دیکھے کہ اس کے لینے سے منع کرنے والا کوئی نہیں تھا لیکن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمن کے حملے کا خوف تھا اور ہم آپ کی حفاظت ہی میں لگے رہے لہٰذا ہم سے زیادہ تم اس مال کے حقدار نہیں --- عبادہ بن الصامت کی روایت ہے کہ سورۃ انفال ہم بدر والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ جب مال غنیمت کے متعلق ہم میں اختلاف ہونے لگا اور اس سلسلے میں ہمارے اخلاق بگڑنے لگے تو اللہ نے یہ معاملہ ہمارے اختیار سے نکال لیا اور اسے اپنے رسول کے اختیار میں دے دیا۔ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کے درمیان مساوی تقسیم فرما دی[6]۔" طبری مسلمانوں کی اخلاقی کمزوری کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بدر میں فتح کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ دشمن کی فرودگاہ میں جو کچھ ہے اسے جمع کر لیا جائے۔ اسے جمع کیا گیا۔ اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ جنہوں نے جمع کیا تھا وہ مدعی ہوئے کہ خود ہی سب لے لیں کیونکہ پہلے ہی رسول اللہ صلعم نے مال غنیمت کے متعلق فرما دیا تھا کہ جو جسے دستیاب ہو وہ اس کا ہے مگر اس پر ان لوگوں نے جو دشمن سے لڑ رہے تھے اور اسے تلاش کر کے قید کر رہے تھے کہا کہ اگر ہم نہ ہوتے تو یہ مال تمہارے قبضہ میں آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ہم نے دشمن کو اپنے سے مصروف پیکار کر کے تم کو یہ موقع دیا ہے کہ تم نے غنیمت حاصل کی ہے۔ پھر ان لوگوں نے جو دشمن کی یورش کے خوف سے اس اثنا میں رسول اللہ کی نگہبانی کرتے رہے تھے کہا کہ اس مال کا ہمارے مقابلے میں تم میں سے کوئی زیادہ مستحق نہیں ہے۔ جب اللہ نے ہم کو فتح دی اور انہوں نے ہماری طرف پشت پھیر دی یہ بات ہمارے بالکل قبضہ میں تھی کہ چونکہ کوئی اس کا بچانے والا نہ رہا تھا ہم آسانی سے اس سب پر قبضہ کر لیتے مگر اس اندیشہ سے کہ کہیں دشمن رسول اللہؐ پر نہ پلٹ پڑے ہم آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے پاس ٹھہرے رہے اس لئے تم میں کوئی ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق نہیں --- عبادہ بن الصامت کا بیان یہ ہے کہ سورۃ انفال ہم اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی جب غنیمت کے متعلق ہم میں سخت اختلاف ہو گیا اور نوبت بد اخلاقی تک پہنچ گئی۔ اللہ نے اسے ہم سے چھین کر رسول اللہ صلعم کو دے دیا۔ رسول اللہ صلعم نے اسے تمام مسلمانوں میں علی السویہ تقسیم کر دیا

Marfat.com

اور اس میں اللہ کا تقویٰ' اس کے رسول کی فرمانبرداری اور آپس کے تعلقات کی اصلاح تھی۔" بعد ازاں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا کہ "اور (یہ) جان لو کہ جو کچھ تم نے غنیمت میں حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اللہ کا ہے اور قربت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر امتیاز کے روز اتاری ہے' جس دن دو جماعتیں ایک دوسرے سے بھڑ گئی تھیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

غزوہ بدر کے تقریباً ایک سال بعد 625ء میں جب مدینہ کے مسلمانوں کو احد کے مقام پر مکہ کے مشرکین سے جنگ در پیش ہوئی تو اس موقعہ پر بھی انتشار و افتراق اور مفاد پرستی و خود غرضی کے مظاہرے ہوئے۔ رسول اللہؐ ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ احد کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ ان میں سے تقریباً تین سو آدمیوں نے عبداللہ بن ابی کی زیر قیادت راستہ میں ہی ساتھ چھوڑ دیا اور پھر جب جنگ ہوئی تو بعض مسلمانوں نے محض غنیمت کے لالچ کے تحت رسول اللہؐ کی حکم عدولی کرتے ہوئے ایک مورچہ کو چھوڑ دیا اور اس طرح وہ مسلمانوں کی ہزیمت کا باعث بنے۔ طبری کے بیان کے مطابق "جنگ احد میں جب رسول اللہ صلعم کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا' آپ نے عبداللہ بن جبیر کی امارت میں چند آدمیوں کو تیر اندازوں کے سامنے بٹھا دیا اور فرمایا کہ تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا چاہے تم ہم کو دشمن پر کامیاب ہوتا ہوا دیکھو یا ان کو ہم پر غلبہ پاتا ہوا دیکھو تب بھی ہماری مدد کے لئے بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' مگر جب مقابلہ ہوا۔ مشرکین بھاگے یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے فرار کے لئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا کہ ان کے پازیب دکھائی دینے لگے۔ ان لوگوں نے شور مچایا غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر نے ان کو ڈانٹا کہ ٹھہرو۔ کیا تم کو رسول اللہ کا فرمان یاد نہیں رہا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ سنی اور لوٹنے کے لئے چلے گئے۔ اللہ نے اس پاداش میں خود ان کے منہ لڑائی سے موڑ دیئے اور ستر مسلمان کام آئے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کچھ آدمی اپنے عقب میں بھیج کر ان کو ہدایت کی تھی کہ وہ وہیں ٹھہریں۔ کسی حال میں وہاں سے حرکت نہ کریں۔ اگر ہمارا کوئی آدمی بھاگ کر جاتا ہو اسے روک کر پلٹا دیں اور کسی دشمن کو عقب سے یورش نہ کرنے دیں۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلعم اور صحابہؓ نے کفار کو مار بھگایا۔ جو لوگ آپ کے عقب میں حفاظت کے لئے متعین کئے گئے تھے انہوں نے مشرکین کی عورتوں کو پہاڑ پر چڑھتا اور دوسرے مال غنیمت کو پڑا ہوا دیکھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ کے پاس چلو اور قبل اس کے کہ دوسرے آکر اس پر قبضہ کریں تم اسے اپنے قبضہ میں کرو---- ابن مسعود کہا کرتے تھے کہ اس روز کے واقعہ سے پہلے مجھے اس بات کا خیال بھی نہیں آیا تھا کہ صحابہ رسول اللہ میں سے کوئی بھی دنیا اور متاع دنیا کا طالب ہو گا۔

"سدی سے مروی ہے کہ احد میں رسول اللہ صلعم مشرکین کے مقابلہ پر برآمد ہوئے۔ آپ کے حکم سے تیر انداز پہاڑ کی جڑ مشرکین کے رسالہ کے مواجھ میں کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان کو ہدایت کی کہ تمہیں اپنی جگہ سے کسی وقت نہ ہٹنا' چاہے تم ہم کو ان پر فتحیاب ہوتا دیکھو کیونکہ جب تک تم اپنی جگہ کھڑے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ آپ نے خوات بن جبیر کے بھائی عبداللہ بن جبیر کو ان تیر اندازوں کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ اب طلحہ بن عثمان مشرکوں کے علمبردار نے میدان میں نکل کر کہا: اے محمدؐ کے ساتھیو' تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے ذریعے بہت جلد دوزخ میں لے جائے گا اور تم کو ہماری تلواروں کے ذریعے فوراً جنت میں داخل کر دے گا۔ لٰہذا کوئی مرد میدان ہے جسے اللہ میری تلوار سے فوراً جنت میں لے جائے یا اس کی تلوار مجھے دوزخ دکھائے۔ علیؓ ابن ابی طالب کھڑے ہوئے اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس وقت تک تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک اپنی تلوار سے تجھے جہنم واصل نہ کر دوں یا تیری تلوار سے خود جنت میں نہ جاؤں۔ علیؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا پاؤں قطع کر دیا۔ وہ اس طرح گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ کہنے لگا اے میرے بھائی میں تم کو اللہ اور اپنی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے نہ مارو' علیؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلعم نے تکبیر کہی۔ صحابہ نے علیؓ سے پوچھا کہ تم نے کیوں اس کا کام تمام نہ کر دیا۔ کہنے لگے میرے چچیرے بھائی کی جب شرمگاہ عریاں ہو گئی۔ اس نے مجھے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا مجھے شرم آ گئی۔ پھر زبیرؓ بن العوام اور مقداد بن الاسود نے مشرکوں پر حملہ کیا اور ان کو مار بھگایا۔ رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ نے حملہ کیا اور ابو سفیان کو بھگا دیا۔ خالد بن الولید مشرکین کے افسر رسالہ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر حملہ کر دیا۔ تیر اندازوں

Marfat.com

نے تیروں سے ان کی خبر لی جس سے خالد رک گیا۔ مگر اس کے بعد جب تیر اندازوں نے رسول اللہؐ اور صحابہؓ کو مشرکین کے پڑاؤ کے عین وسط میں مال غنیمت کی لوٹ میں مشغول دیکھا وہ بھی لوٹنے دوڑے۔ مگر ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور یہاں ٹھہرتے ہیں مگر ان کا بیشتر حصہ لوٹنے کے لئے اصل فوج میں جا ملا تھا۔ خالد نے جب دیکھا کہ اب بہت کم تیر انداز رہ گئے ہیں' اس نے پھر حملہ کر کے تیر اندازوں کو قتل کر دیا اور ان سے فارغ ہو کر نبی صلعم کے صحابہ پر حملہ کیا۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ ان کا رسالہ جنگ میں مصروف ہے انہوں نے جنگ کے لئے ایک دوسرے کو للکارا' اب سب نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ان کو شکست دی اور بے دریغ قتل کیا۔[۸]"

ابن اسحاق لکھتا ہے کہ "عبداللہ سے ان کے والد زبیر نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا: خدا جانتا ہے میں نے ہند بنت عتبہ اور ساتھی عورتوں کو دامن سنبھال کر بری طرح بھاگتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ جو عورتیں پکڑی آئیں وہ بہت کم تھیں۔ لیکن جب ہم نے لشکر کفار کو تتر بتر کر دیا۔ ہمارے تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر کفار کے اس شکست خوردہ لشکر کی طرف پلٹ پڑے۔ صورت یہ ہو گئی کہ ہماری پشتیں اسپ سواروں کی طرف ہو گئیں۔ اس وقت دشمن موقع پر ہمارے پیچھے سے آ دھمکا اور دوسری طرف کسی آواز لگانے والے نے یہ آواز لگا دی سنو! سنو! محمدؐ کو قتل کر دیا گیا۔ اب ہم پلٹے تو کفار بھی پلٹ پڑے اور یہ حالت اس کے بعد پیدا ہوئی جب ہم کفار کے علمبرداروں کا خاتمہ کر چکے تھے اور ان کا ایک بھی آدمی اپنے جھنڈے کے قریب آنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ ابن اسحاق مزید لکھتا ہے کہ مسلمان تتر بتر ہو چکے تھے دشمن ان پر مصیبتوں پر مصیبتیں ڈھا رہا تھا۔ یہ بڑا سخت اور آزمائش کا وقت تھا۔ مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ جنہیں چاہتا تھا شہادت کی عزت بخش چکا تھا۔ پھر دشمن کا ریلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ ایک پہلو پر گر پڑے۔ آپ کے سامنے والا دانت ٹوٹ گیا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور لب مبارک پر بھی زخم آیا۔ جس شخص نے آپ کو زخمی کیا تھا وہ عتبہ بن ابی وقاص تھا - - - - آپ کی پیشانی مبارک کو عبداللہ بن شہاب زہری نے زخمی کیا تھا اور تیسرا شخص ابن قمیہ وہ ہے جس نے رخسار مبارک کا بالائی حصہ

Marfat.com

اس طرح زخمی کیا کہ خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ یہ گڑھے ابو عامر نامی ایک شخص نے اسی مقصد سے کھودے تھے کہ ان میں مسلمان گر گر کر ہلاک ہوتے رہیں۔ مسلمانوں کو ان گڑھوں کا پتہ نہیں لگ سکا تھا۔ علیؓ بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا۔ طلحہ بن عبیداللہ نے سہارا دے کر آپ کو اٹھایا اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ مالک بن سنان نے چہرے سے خون چوس کر نگلا۔[9]"

ابو جعفر نے لکھا ہے کہ "جب مسلمانوں کو ان کے عقب سے آ لیا گیا وہ بھاگے، مشرکین نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ اس مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کے تین حصے ہو گئے تھے۔ ایک مارا گیا ایک زخمی ہوا اور ایک حصہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خود رسول اللہ صلعم جنگ کی وجہ سے اس قدر تھک گئے تھے کہ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ خود آپ کے سامنے کے چوکے میں سے نیچے کے دانت ٹوٹ گئے۔ آپ کا منہ شق ہو گیا۔ رخسار اور بالوں کی جڑ کے پاس سے پیشانی زخمی ہوئی۔ ابن قمیہ نے آپ کے سر کے بائیں حصہ پر تلوار ماری۔ آپ کو عتبہ بن ابی وقاص نے زخمی کیا تھا ---- خون آپ کے منہ سے بہہ رہا تھا۔ آپ اسے پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس قوم نے اپنے نبی کا چہرہ اس کے خون سے رنگین کیا ہو وہ کیونکر فلاح پا سکتی ہے۔[10]"

احد کے اس المناک واقعہ سے واضح ہے کہ سن تین ہجری میں مدینہ کے انصار اور مہاجرین کے بیشتر عناصر کو اسلام سے زیادہ دنیا اور متاع دنیا عزیز تھی۔ انہوں نے بدر کی جنگ کے بعد بھی اپنی اسی طرح کی قبائلی اخلاقیات کا ثبوت دیا تھا۔ اسلامی تعلیمات نے ان میں بے لوثی و ایثار، تقویٰ و قناعت اور اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا نہیں کیا تھا۔ ان کا اہم وسیلہ معاش وہی تھا جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ یعنی وہ لوٹ مار کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں وہ دشمن قبیلہ پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے اور یہ دشمنیاں عموماً ہوتی ہی رہتی تھیں۔ ان کے اونٹ چھین لیتے تھے ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے جاتے تھے۔ دوسرا قبیلہ بھی موقعہ کا منتظر رہتا تھا۔ اور جب اس کا بس چلتا تو وہ بھی یہی کچھ کرتا تھا بلکہ جب غیروں میں سے کوئی دشمن نہیں ملتا تھا تو وہ آپس ہی میں لڑنے لگتے تھے۔ قطامی نے ان کے اس طرز زندگی کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"جسے متمدن زندگی پسند ہوتی ہو اسے چھوڑو، میں پوچھتا ہوں

Marfat.com

کہ تو ہمیں کس قسم کا بدو سمجھتا تھا۔ جو اپنے دروازے پر گدھے کے بچے باندھتا ہو ان سے گفتگو نہیں ہے۔ ہمارے یہاں تو سخت چمکدار نیزے اور حسین گھوڑے ہوتے ہیں۔ جب یہ گھوڑے لوگوں کی کسی جماعت پر لوٹ مار کر رہے ہوں اور جہاں وہ لوٹ مار کرنا چاہتے ہوں وہاں لوٹ مار کرنا مشکل ہو جائے۔ تو وہ ضباب کے پڑوسیوں پر اور خود ضبتہ پر لوٹ مار شروع کر دیتے ہیں کیونکہ بات تو یہ ہے کہ جس کا وقت قریب آ گیا اور کبھی کبھی اپنے بھائی بکر پر بھی لوٹ مار کر لیتے ہیں جبکہ اپنے بھائی کے سوا ہمیں کوئی دوسرا قبیلہ نہ ملتا ہو۔[11]"

غالباً اعرابی لوگوں کے اسی پرانے طرز زندگی کے پیش نظر رسول اللہ نے ابو سفیان کے قافلے کے آنے کی خبر سن کر مدینہ کے مسلمانوں کو بدر کی جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا تھا "یہ قریش کا قافلہ ہے اس میں ان کے (مختلف قسم کے) مال ہیں۔ پس ان کی طرف نکلو۔ شاید اللہ تمہیں اس میں سے کچھ غنیمت دلا دے۔[12]"

مدینہ کے مسلمانوں کی رسول اللہ صلعم کی زندگی ہی میں قبائلی عصبیت کا ایک اور ثبوت سن 6 ھ (628ء) میں غزوہ بنوا لمصطلق کے بعد ملا۔ "اس غزوہ میں بنی کلب بن عوف بن عامر بن لیث بن بکر کے ایک مسلمان ہشام بن صبابہ' عبادہ بن الصامت کے قبیلے کے ایک انصاری کے ہاتھ سے غلطی سے مارے گئے۔ انصاری ان کو دشمن کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ ابھی سب لوگ اس پانی پر فروکش تھے کہ ان کے جانور پانی پینے کے لئے یہاں آئے۔ جہجاہ بن سعید الغفاری جو عمرؓ بن الخطاب کا ملازم تھا' ان کا گھوڑا لے کر اسے پانی پلانے آیا۔ وہ اور بنی عوف بنی الخزرج کے حلیف سنان الجہنی بیک وقت پانی پر اترے۔ جس سے راہ رک گئی اور اب وہ دونوں لڑ پڑے۔ جہنی نے انصار سے مدد کے لئے پکارا اور جہجاہ نے مہاجرین سے مدد کے لئے آواز دی۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی بن سلول بہت برہم ہوا۔ اس وقت اس کی قوم کے کچھ لوگ جن میں زید بن ارقم بھی جو نو عمر لڑکے تھے موجود تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کیا ایسا ہوا ہے۔ بے شک پہلے ہی سے وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں اور خود ہمارے ملک میں ہم سے اینٹھتے ہیں۔ بخدا ہمارے دشمنوں اور

Marfat.com

قریش کے غلاموں کی وہی مثل ہے کہ اگر کسی درندے کی تم پرورش کرو گے وہ تمہیں کو کھائے گا۔ مدینہ چلتے ہی وہاں جو سب سے معزز شخص ہے وہ اسے جو سب سے ذلیل ہے نکال دے گا۔ پھر اس نے اپنی قوم والوں سے جو اس کے پاس موجود تھے مخاطب ہو کر کہا یہ خود تم نے اپنے ساتھ کیا ہے اگر تم ایسا نہ کرتے تو وہ کسی اور جگہ جاتے۔ زید بن ارقم نے اسے سنا۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم کو اس کی اطلاع دی۔ اس وقت تک آپ دشمن سے فارغ ہو چکے تھے۔ زید نے جب یہ بات آپ سے کہی' عمرؓ بن الخطاب آپ کے پاس تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ آپ عباد بن بشر بن وقش سے کہیں کہ وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو قتل کر دیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مگر عمرؓ یہ تو دیکھو کہ جب لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں اس کا کیا اثر پڑے گا۔ میں اس رائے کو پسند نہیں کرتا۔ مناسب یہ ہے کہ تم یہاں سے اسی وقت کوچ کا اعلان کرا دو۔ یہ وقت ایسا تھا کہ عام طور پر رسول اللہ صلعم اس وقت میں منزل سے سفر نہیں کرتے تھے۔ آپ کے اعلان کی وجہ سے سب چل کھڑے ہوئے''۔۱۳

ابن ہشام نے اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم ابھی اس چشمے (مریسیع) ہی پر تشریف فرما تھے کہ ایک واقعہ رونما ہوا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کا ایک غفاری اجیر بنام جہجاہ ابن مسعود ان کے ساتھ تھا جو ان کا گھوڑا لے کر چل رہا تھا۔ چشمے پر جہجاہ اور سنان ابن وبر جہنی' بنو عوف ابن خزرج کے حلیف' میں باہمی ٹکراؤ ہو گیا۔ دونوں لڑنے لگے۔ جہنی نے آواز دی اے انصار کے گروہ! اور جہجاہ نے بھی کہا اے مہاجرین کے گروہ! اس پر عبداللہ بن ابی بن سلول کو غصہ آیا۔ اس کے ہم قوموں کی ایک ٹولی ساتھ تھی۔ اس ٹولی میں ایک نو عمر لڑکا زید بن ارقم بھی موجود تھا۔ عبداللہ بن ابی نے کہنا شروع کیا: اچھا کیا ان لوگوں نے یہ (حوصلہ) کیا ہے۔ انہوں نے ہمارے اندر منافرت پیدا کر دی اور ہمارے ہی شہروں میں ہم پر اکثریت اور طاقت حاصل کرنی چاہی۔ خدا کی قسم' ہم ان جلابیب قریش (قلاش قریشیوں) کو اپنے برابر شمار کر کے اس کے سوا کیا کریں گے کہ پہلے لوگوں کی کہی ہوئی اس مثال کے مصداق بن جائیں کہ اپنے کتے کو موٹا کر تاکہ تجھے کھا جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ جو کتے کو پال پال کر موٹا تازہ کرتا ہے اس کا انجام اس

Marfat.com

کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ کتا اسے کھا جاتا ہے دشمن کو پالنا کتے کو پالنا ہے) ہاں' سن لو! خدا کی قسم! ہم جب واپس ہو کر مدینہ پہنچیں گے تو ان میں جو زیادہ طاقت و غلبہ والے ہیں۔ وہ اپنے سے کمزوروں کو یقینی طور پر نکال کر رہیں گے (یعنی ہم طاقتور ہیں اور یہ کمزور۔ اس لئے ہم مدینہ پہنچ کر ان مسلمانوں کو وہاں سے نکال کر رہیں گے) اس کے بعد اس کی ٹولی کے جو لوگ وہاں موجود تھے ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے انہیں بلاد میں جگہ دی اور اپنا مکان' جائیداد' مال و متاع سب کچھ تقسیم کر کے دے دیا۔ ہاں دیکھو! خدا کی قسم! کاش تم ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لو تو اپنے شہر کے سوا کسی دوسری جگہ جانے پر مجبور کر دو گے۔ زید بن ارقم نے یہ ساری تقریر سنی اور جا کر رسول اللہ صلعم کو سنا دی۔ اس وقت رسول اللہ صلعم دشمن کی طرف سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ کے پاس عمرؓ بن خطاب بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا' آپ عباد ابن بشر کو حکم دیجئے کہ جا کر اسے قتل کر دیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ عمر! کیونکر ہو سکتا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں (صحابہ) کو قتل کرتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں۔ مگر اب کوچ کا اعلان کر دو۔ ابھی رسول اللہ صلعم وہاں سے کوچ نہیں کر رہے تھے۔ اعلان ہونے کے بعد سب کوچ کے لئے تیار ہو گئے۔[۱۴]" یہ عبداللہ بن ابی وہی شخص تھا جو غزوہ احد پر سفر کے دوران اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر رسول اللہ صلعم کی جماعت سے الگ ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ غزوہ بنو المصطلق میں شامل ہوا۔ ابن اسحاق کے سلسلہ بیان کے مطابق "جب عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنے باپ کی اس حرکت کا علم ہوا۔ وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اس شکایت کی بنا پر جو آپ کو ان کی پہنچی ہے میں نے سنا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی کو قتل کر دینا چاہتے ہیں اگر ایسا ہے تو آپ خود مجھے اس کا حکم دیں میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں اور تمام خزرج اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اس تمام قبیلے میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا مطیع اور تابعدار اور کوئی نہیں ہو گا۔ اس لئے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میرے علاوہ کسی اور کو آپ اس کے قتل کا حکم دیں گے اور وہ اسے قتل کرے گا تو یہ مناسب نہ ہو گا۔ آپ میرے باپ کے قاتل کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھنے کے لئے مجھے چھوڑ دیں۔ کیونکہ میں اسے قتل کر دوں گا اور اس طرح ایک مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کر کے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں اپنا

Marfat.com

ٹھکانہ بناؤں گا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہیں ہم ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔[15]"

مسلم نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا "جس نے گمراہی کے جھنڈے تلے جنگ کی جبکہ وہ کسی عصبیت کی خاطر غضبناک ہو رہا ہو یا کسی عصبیت کی مدد کر رہا ہو اور اس حالت میں قتل ہو جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ رسول اللہ صلعم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرما دیا تھا جبکہ قدیم زمانہ سے مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان دشمنی اور عداوت چلی آتی تھی۔ لیکن رسول اللہ کی تعلیم کے باوجود عصبیت کا رجحان مٹ نہیں گیا تھا۔ جب کبھی عصبیت کو بھڑکانے والی کوئی چیز ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ عصبیت پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑی ہو جاتی تھی۔[16] ابن اثیر اس کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے "اسی سال مقیس بن صبابہ مسلمان ہو کر آیا اور ظاہر نہیں کیا اور اس نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں اور اس غرض سے آیا ہوں کہ اپنے مقتول بھائی کی دیت یعنی خون بہا حاصل کروں۔ اس کا بھائی ہشام بن صبابہ غلطی سے قتل ہو گیا تھا اور آنحضرت نے اس کے بھائی کو دیت دینے کا حکم دے دیا۔ یہ آنحضرت کے پاس چند ہی دن ٹھہرا تھا کہ ایک دن اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگا اور یہ شعر کہے:

"میرے نفس کو اس سے تسلی ہوئی کہ بھائی کا قاتل ہمیشہ کے لئے
مردہ پڑا ہے جس کی قمیض پائجامے کو گلے کی دو رگوں کے خون سے
لت پت کر دیا ہے

اور قاتل کے قتل سے پہلے میرے نفس کی فکر میں میرے دل و دماغ
پر اترتی رہتی تھیں اور مجھے نرم بستروں پر گرما دیتی تھیں یعنی جوش
دلاتی تھیں۔

اس قتل سے میں نے اپنی قسم پوری کر لی اور اپنا انتقام لے لیا اور
پھر بتوں کی پرستش میں پہلا آنے والا ہو گیا۔[17]"

غزوہ بنوالمصطلق سے واپسی پر مدینہ میں عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے قبیلہ خزرج کے

Marfat.com

بعض ارکان اور بعض دوسرے افراد نے قبائلی عصبیت، ضعیف الایمانی اور ذاتی بغض و عناد کا بدترین مظاہرہ کیا جبکہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں نہایت سنگین بہتان تراشی کی۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اس غزوے سے واپسی میں ہم سب مدینہ کے قریب آ گئے تھے کہ بہتان لگانے والوں نے میرے متعلق برا گمان کر کے مجھے بدنام کیا۔ اس بہتان تراشی کی بنیاد یہ تھی کہ "جب رسول اللہ صلعم اس سفر سے فارغ ہو کر واپس ہوئے۔ مدینہ کے قریب آ کر آپ نے ایک جگہ منزل کی۔ رات کا کچھ حصہ آپ نے وہاں بسر فرمایا۔ اس کے بعد لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیا گیا۔ جب لوگ چل کھڑے ہوئے میں قضائے حاجت کے لئے علیحدہ گئی۔ میرے گلے میں ایک ہار تھا جس میں خوشبودار مسالہ ظفار کے دانے بھی تھے۔ قضائے حاجت کے بعد وہ ہار میرے گلے میں سے گر پڑا۔ مجھے اس کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب میں اپنی سواری کے پاس آئی میں نے گردن میں اپنا ہار ٹٹولا مگر نہ پایا۔ اور سب لوگ جب منزل سے روانہ ہو چکے تھے میں الٹے پاؤں اسی جگہ آئی جہاں قضائے حاجت کے لئے گئی تھی۔ میں نے وہاں ہار تلاش کیا اور وہ مل گیا۔ میری اس غیبت میں میرے ساربان اونٹ کس کر لائے اور یہ خیال کر کے کہ میں حسب دستور اپنے میانے میں ہوں انہوں نے میانے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھا۔ اسے رسیوں سے باندھا اور اس یقین کے ساتھ کہ میں اس میں موجود ہوں وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے بنے۔ جب میں فرودگاہ میں واپس آئی تو سب لوگ جا چکے تھے۔ ایک بھی متنفس ایسا نہ تھا جو مجھے بلاتا میری آواز پر جواب دیتا۔ میں نے اچھی طرح اپنی چادر اوڑھی اور اس خیال سے کہ جب لوگ میانے میں مجھے نہ پائیں گے یہاں خود میری تلاش کرنے آئیں گے۔ اسی مقام پر جہاں میں اب آ گئی تھی لیٹ گئی میں لیٹی ہوئی تھی کہ صفوان بن المعطل السلمی میرے پاس آئے۔ یہ بھی اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اصل فوج سے پیچھے رہ گئے تھے اور اس لئے اس منزل پر انہوں نے اوروں کے ساتھ قیام ہی نہیں کیا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ کوئی لیٹا ہوا ہے وہ بڑھ کر میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے شناخت کیا کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھتے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے انا للہ وہ انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی بیوی! آپ کیوں پیچھے رہ گئیں۔ میں اپنی چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے ایک لفظ نہیں کہا۔ انہوں نے اپنا اونٹ میرے قریب کر دیا اور کہا آپ اس پر سوار ہوں اور وہ خود

Marfat.com

پیچھے ہٹ گئے۔ میں سوار ہو گئی۔ اب وہ آئے اور انہوں نے اونٹ کے نکیل آگے سے پکڑی اور تیزی کے ساتھ مجھے لے کر چلے تاکہ جماعت سے مل جائیں مگر ہم ان کو نہ پا سکے اور نہ اصل جماعت میں کسی نے میری تلاش کی' یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور جب سب اطمینان سے فروکش ہو گئے یہ صاحب میرے اونٹ کو پکڑے ہوئے برآمد ہوئے۔ اس پر بہتان لگانے والوں نے جو کچھ مجھ پر بدگمانی کی وہ سب کو معلوم ہے[۱۸]"۔

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے ابھی واقعہ کا علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم لوگوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو' ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو مجھے میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذا پہنچا رہے ہیں۔ ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ان میں نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور جس آدمی کے متعلق یہ الزام لگاتے ہیں اس میں بھی خدا کی قسم میں نے خیر ہی دیکھی ہے۔ وہ جب کبھی میرے گھر میں داخل ہوتا ہے تو میرے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کو ہوا دینے میں بڑا حصہ عبداللہ بن ابی کا تھا جو کچھ خزرجیوں کے ساتھ مل کر اس کی اشاعت میں مصروف تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ حمنہ بنت جحش کی بہن زینب بنت جحش رسول اللہ صلعم کی زوجیت میں تھیں۔ ان (زینب) کی سوا آپ کی ازواج مطہرات میں کوئی اور عورت ایسی نہ تھی جو رسول اللہؐ کے نزدیک میرے مرتبے کی برابری کرتی ہو۔ مگر ان کی دینداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ جہاں تک حمنہ بنت جحش کا تعلق تھا اس نے اس قصے کی خوب اشاعت کی۔ یہ اپنی بہن کی خاطر مجھ سے ضد رکھتی تھی۔ اس لئے وہ اس بدبختی کا شکار ہوئی۔ رسول اللہؐ نے جب یہ تقریر فرمائی تو اسید ابن حضیر نے کہا! یارسول اللہ اگر یہ لوگ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں تو ہم ان کے لئے کافی ہیں اور اگر ان کا تعلق ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو آپ اپنا حکم سنائیے۔ خدا کی قسم یہ اسی بات کے لائق ہیں کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ یہ سن کر سعد بن عبادہ' جو اچھے خاصے مرد صالح نظر آ رہے تھے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے' خدا کی قسم تم نے جھوٹ کہا' ان کی گردنیں نہیں اڑائی جا سکتیں ہاں' خدا کی قسم' یہ بات تم نے صرف اس بنا پر کہی ہے کہ تمہیں معلوم ہے یہ لوگ قبیلہ خزرج میں سے ہیں۔ اگر یہ لوگ قبیلہ اوس میں سے ہوتے تو تم یہ بات نہ کہتے۔ اسید نے جواب دیا خدا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو'

Marfat.com

کچھ نہیں، تم منافق ہو، منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اب دونوں طرف سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ ان دونوں قبیلوں میں فتنے کی آگ بھڑک اٹھتی مگر رسول اللہ صلعم سامنے آ گئے اور حضرت علیؓ نے مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ بہرحال رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اسامہؓ بن زید کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت اسامہ نے میری بہت تعریف کی اور کلمہ خیر کہا۔ پھر کیا آپ اپنے اہل خانہ کے متعلق خود ہی سمجھتے ہیں کہ ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں اور یہ جو کچھ کہا گیا کذب و باطل ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ، عورتیں بے شمار ہیں (ان کی کوئی کمی نہیں) آپ ایک کی جگہ کسی دوسری عورت کو لا سکتے ہیں اور آپ اس لڑکی سے پوچھیے۔ یہ آپ کو سچ سچ بتائیں گی۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے بریرہ کو بلایا کہ اس سے دریافت کیا جائے (جب بریرہ آ گئی) حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر اسے خوب مارا۔ مارتے وقت کہتے جاتے تھے۔ رسول اللہ سے سچ بولنا۔ بہرحال بریرہ نے یہ بیان دیا خدا کی قسم میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔ میں عائشہ پر کسی قسم کا عیب نہیں لگاؤں گی۔ البتہ یہ چیز ضرور ہے کہ میں اپنا آٹا گوندھا کرتی تھی۔ کبھی اگر عائشہ سے کہہ جاتی کہ دیکھتی رہنا تو وہ آٹے سے غافل ہو کر سو جاتیں، بکری آتی اور آٹا کھا جاتی، (اس غفلت کے سوا اور کوئی عیب نہیں)۔

"حضرت عائشہؓ مزید فرماتی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ میرے ماں باپ بھی موجود تھے اور ایک انصاری عورت بھی موجود تھی۔ میں رو رہی تھی اور میرے ساتھ انصاری عورت بھی رو رہی تھی۔ آپ آ کر بیٹھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگوں کی چہ میگوئیاں تمہیں معلوم ہو چکی ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو، اگر تم اس برائی میں پڑی ہو جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں تو اللہ سے توبہ کرو۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے ـ ـ ـ ـ جب میرے والدین میرے بارے میں چپ ہو گئے تو میرا دل بھر آیا اور میں رو پڑی پھر کہا: خدا کی قسم! جس چیز کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں تو میں کبھی اللہ سے توبہ نہ کروں گی۔ خدا کی قسم! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اگر میں لوگوں کی کہی ہوئی بات کا اقرار کروں گی اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو میں ایسی بات کہوں گی جو بالکل بے وجود ہے اور اگر میں ان کی بات کا انکار کرتی ہوں تو آپ

Marfat.com

لوگ مانیں گے نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی رسول اللہؐ اسی مجلس میں تھے کہ اللہ کی طرف سے وہی چیز ان پر نازل ہوئی جو نازل ہوا کرتی تھی۔ کپڑا ان پر ڈال دیا گیا اور سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ رکھ دیا گیا۔ جس وقت میں یہ سارا حال دیکھ رہی تھی اور نہ کسی قسم کی پروا کر رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ پھر رسول اللہؐ سے یہ کیفیت ختم ہوئی اور آپ بیٹھے۔ اگرچہ موسم سردی کا تھا مگر پسینے کے قطرے اسی طرح بہہ رہے تھے جس طرح چاندی کے ٹکڑے موتیوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ آپ پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگے اور فرمایا عائشہؓ خوشخبری سن لو' اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت نازل کر دی ہے۔ میں نے کہا۔ الحمد اللہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ پھر رسول اللہ نکل کر باہر گئے اور لوگوں کے سامنے تقریر کی اور وہ آیات پڑھ کر سنائیں جو اس سلسلے میں نازل ہوئی تھیں۔ بعدازاں آپ نے حکم دیا کہ مسطح ابن اثاثہ' حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کو حد تہمت کی سزا دی جائے۔ یہ تینوں ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس تہمت کی اشاعت کی تھی۔ انہیں حد لگائی گئی۔

"جب صفوان کو معلوم ہوا کہ حسان ابن ثابت نے ان کے بارے میں کیا کہا تو وہ تلوار لے کر سامنے آ گئے۔ حسان نے ایسے اشعار کہے تھے جن میں انہوں نے ابن معطل اور عرب ک"ے قبیلہ مضر کے مسلمانوں کے متعلق تعریضیں کی تھیں جن میں سے ایک شعر کا مفہوم یہ تھا:

"یہ قلاش لوگ باعزت ہو گئے ہیں اور اکثریت حاصل کر لی ہے اور
فریعہ کا بیٹا شہر میں منفرد ہو گیا ہے۔"

ابن اسحاق کی تحقیقات کے مطابق صفوان نے جس وقت حسان کے تلوار ماری ثابت ابن قیس بن شماس جھپٹ کر صفوان پر آئے اور رسی سے ان کے دونوں ہاتھ گلے میں باندھ دیئے پھر انہیں اسی طرح بنو حارث بن خزرج کے گھر لے گئے۔ عبداللہ بن رواحہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ثابت بن قیس نے کہا کیا تمہیں تعجب ہوا ہے۔ اس نے حسان کو تلوار ماری۔ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ اسے قتل کر دیا ہے عبداللہ بن رواحہ نے کہا یہ جو تم نے کیا ہے اس کا علم رسول اللہ صلعم کو بھی ہوا ہے۔ جواب دیا نہیں' نہیں۔ خدا کی قسم! ہرگز نہیں! عبداللہ بن رواحہ نے کہا تم نے بڑی جسارت سے کام لیا' اسے چھوڑ دو۔ ثابت نے صفوان کو چھوڑ دیا۔ پھر یہ سب رسول اللہ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہ سارا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہؐ نے حسان اور صفوان دونوں کو بلایا۔ ابن معطل (صفوان) نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ انہوں نے مجھے اذیت پہنچائی اور میری ہجو کی۔ اس لئے مجھے غصہ آگیا اور میں نے تلوار مار دی۔ رسول اللہ نے حسان سے کہا حسان! اچھا سلوک اختیار کرو۔ کیا تم نے (قلاش کہہ کر) میری قوم (قبیلہ مضر) کی قباحت و مذمت بیان کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی طرف ہدایت کی ہے۔ اس کے بعد فرمایا حسان! اس تکلیف کے معاملے میں بھی جو تمہیں پہنچی ہے بہتر سلوک کرو' حضرت حسان نے کہا' یارسول اللہؐ بسر و چشم۔ رسول اللہ نے حسان بن ثابت کو ان کے زخم کے عوض بیرحاء عنایت فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ اور ایک قبطی باندی عنایت فرمائی جس کا نام سیرین تھا۔ پھر حسان بن ثابت نے حضرت عائشہ کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کے متعلق بطور معذرت شعر کہے۔[۱۹]" اس سارے المناک واقعہ کو تاریخ میں واقعہ افک کہتے ہیں کیونکہ یہ بہتان تراشی اہل افک نے کی تھی۔ اس سے یہ حقیقت بالکل ظاہر ہوتی ہے کہ سن چھ ہجری میں مدینہ کے انصار و مہاجرین کی قبائلی عصبیت اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ انہوں نے اس عصبیت کے زور میں نہ صرف ام المومنین پر بہتان تراشی کی تھی بلکہ انہوں نے اس بنا پر تقریباً ایک ماہ تک رسول اللہؐ کو بھی پریشان کیا تھا۔ ان میں اسلامی اخوت اور اتحاد و اتفاق کا نام و نشان نہیں تھا۔

اوائل جنوری 630ء (8 ھ) میں فتح مکہ کے موقع پر اگرچہ ابوسفیان بن حرب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن جب اس فتح مکہ کے بعد اواخر جنوری 630ء میں قبیلہ ہوازن کے ساتھ حنین کی جنگ کی ابتدا میں مسلمانوں نے ہزیمت اٹھائی تو ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کی قبائلی عداوت فوراً عود کر آئی۔ چنانچہ ابو سفیان بن حرب نے اپنے کینہ اور کدورت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "ان کی طرف سے (کفار کی طرف سے) شکست پر شکست دی جائے گی اور شکست دینے کا یہ سلسلہ ختم نہ ہو گا خواہ سمندر ہی سامنے کیوں نہ آ جائے۔ اور تیر تو ہمارے پاس بھی ترکش میں موجود ہیں۔ جبلہ بن حنبل' بقول ابن ہشام کلدۃ بن حنبل نے جو اپنے بھائی صفوان بن امیہ کے ساتھ مشرک ہونے کی حالت میں میعاد مہلت گزار رہا تھا' رسول اللہ صلعم نے اسے بھی مہلت دی تھی' چیخ کر کہا' دیکھو آج جادو ٹوٹ گیا۔ اس سے صفوان نے کہا' خاموش رہ اللہ تیرا منہ پوپلا کرے۔ خدا کی قسم! یہ

Marfat.com

بات کہ ایک قریشی مجھ پر مسلط ہو جائے مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ہوازن کا کوئی آدمی میرا مالک بن جائے[20]۔ طبری کے مطابق مزید یہ ہے کہ "شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے جس کا باپ احد میں مارا گیا تھا بیان کیا ہے کہ اس وقت میرے دل میں آئی کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے میں اپنے باپ کا بدلہ لوں گا۔ میں نے رسول اللہ صلعم کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر کوئی ایسی شے نظر آئی کہ میرا دل بیٹھ گیا اور مجھے اپنے ارادہ پر قدرت نہ ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جانب سے آپ کو میری زد سے بچا لیا گیا ہے[21]"
اس واقعہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابو سفیان وغیرہ نے اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے محض مصلحت کے تحت رسول اللہ کی اطاعت قبول کی تھی۔ چنانچہ اس کے فوراً ہی بعد جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو رہی ہے تو وہ اپنے اصلی مشرکانہ اور کافرانہ روپ میں ظاہر ہونے لگے اور پھر جب مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی تو ابو سفیان پہلا شخص تھا جس نے رسول اللہ کی بیعت کی اور مال غنیمت وصول کیا۔ یہ ابو سفیان وہی تھا جس کے بیٹے معاویہ نے خلافت راشدہ کے بعد اسلام کے نام پر بنو امیہ کی خاندانی سلطنت قائم کی تھی۔

ابن اسحاق حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ " جب رسول اللہ صلعم حنین کے قیدیوں کو واپس کر کے فارغ ہوئے تو سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ آپ جا رہے تھے کہ پیچھے پیچھے لوگ چلتے ہوئے کہنے لگے : یارسول اللہ' ہمارے فیئی (مال غنیمت) کے اونٹ اور بکریوں کو ہم لوگوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک درخت کی طرف مجبور کر کے لے گئے۔ اس درخت نے آپ سے آپ کی چادر اچک لی۔ آپ نے فرمایا : میری چادر مجھے لا کر دو۔ لوگو! سنو! خدا کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ اگر تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی تمہارے اونٹ ہوتے تو میں انہیں بھی تم میں تقسیم کر دیتا۔ پھر نہ تم مجھے بخیل پاتے' نہ بزدل' نہ دروغ گو' یہ کہہ کر آپ اونٹ کے پہلو کی طرف کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس کے کوہان سے کچھ بال لئے انہیں اپنی دو انگلیوں میں دبا کر اوپر اٹھایا اور فرمایا لوگو' خدا کی قسم تمہارے مال غنیمت میں سے اور ان بالوں میں میرا حصہ بجز خمس کے اور کچھ نہیں اور یہ خمس بھی تمہیں کو واپس ہو جاتا ہے اس لئے تم لوگ تاگا اور سوئی تک جمع کرا دو۔ کیونکہ مال غنیمت میں خیانت کرنا قیامت کے دن عار' نار اور شنار

Marfat.com

(شرم، جنہم کی آگ اور ذلت) کی بات ہو گی۔ ابن اسحاق مزید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مؤلفتہ القلوب (وہ نئے مسلمان جن کی دلداری مقصود ہو) کو اموال غنیمت کا کچھ حصہ عنایت فرمایا اور یہ مؤلفتہ القلوب اشراف میں سے تھے۔ رسول اللہ صلعم ان کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کی تالیف قلب (دلداری) فرماتے تھے۔ چنانچہ ابو سفیان بن حرب کو ایک سو اونٹ اور ان کے بیٹے معاویہ کو بھی ایک سو اونٹ عطا فرمائے۔ اسی طرح حکیم ابن حزام کو اور بنو عبدالدار کے بھائی حارث بن حارث ابن کلدۃ کو بھی ایک ایک سو اونٹ دیئے۔ حارث ابن ہشام، سہیل ابن عمرو، حویطب ابن عبدالعزی ابن ابو قیس، علاء ابن جاریہ ثقفی، حلیف بنو زہرہ، عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر، اقرع بن حابس تمیمی، مالک بن عوف نضری اور صفوان بن امیہ۔ ان سب کو ایک ایک سو اونٹ آپ نے عطا فرمائے۔ پس یہ "اصحاب المئین" ہیں (یعنی وہ لوگ جنہیں ایک ایک سو اونٹ دیئے گئے) اور قریش کے کچھ آدمیوں کو ایک سو سے کم اونٹ عطا فرمائیے ۔ ۔ ۔ ۔ جب لوگوں کو مال غنیمت عطا فرما رہے تھے، بنو تمیم کا ایک شخص آیا، جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا اور آ کر رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج کے دن آپ نے جو کچھ کیا وہ میں نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے پھر کیسا دیکھا؟ اس نے جواب دیا، میں نے آپ کو عدل کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اس پر رسول اللہؐ کو غصہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا تیرا برا ہو، جب عدل میرے پاس نہیں ہو گا تو کس کے پاس ہو گا؟ اس پر عمرؓ بول اٹھے۔ یارسول اللہؐ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، اسے چھوڑ دو، عنقریب اس کی ایک جماعت ہو گی جو دین میں تعمق کیا کرے گی (دین کے معاملات میں بال کی کھال نکالا کرے گی)۔

"جب رسول اللہ صلعم نے قریش اور دیگر قبائل عرب کو اموال غنیمت عطا فرمائے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو حسانؓ ابن ثابت نے اشعار کہے۔ جن میں انصار کے جنگی کارناموں کی تعریف کی گئی تھی اور قریش کے متعلق تعریض کی گئی تھی اس کے آخری دو شعروں کا مفہوم یہ تھا۔

اور ہم احد پہاڑ کے دامن کی جنگ میں آپ کے لشکر تھے جب قبیلہ
مضر نے گھمنڈ میں مختلف جماعتوں کو اکٹھا کیا تھا۔

Marfat.com

پس نہ ہم نے کمزوری دکھائی نہ ہم سے بزدلی سرزد ہوئی اور نہ لوگوں نے ہم میں کوئی لغزش اس وقت پائی جب تمام لوگ ٹھوکریں کھا رہے تھے۔"

حسان بن ثابت نے 6ھ (628ء) میں حضرت عائشہؓ صدیقہ پر بہتان طرازی کے ہنگامے کے دوران بھی کچھ اشعار کہے تھے جن میں قبیلہ مضر کے متعلق تعریض کی گئی تھی اور اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ تم نے میری قوم کی مذمت و قباحت کی ہے۔ ابن ہشام' ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اب جنگ حنین کے بعد "جب رسول اللہ صلعم قریش اور دیگر قبائل عرب کو عطایا دے چکے اور انصار کا ان میں کوئی حصہ نہ تھا تو انصار میں سے بعض کے دلوں میں خیال پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ ان کی طرف سے باتیں ہونے لگیں اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کہنے والے نے کہا: "خدا کی قسم! رسول اللہ صلعم (یہاں آ کر) اپنی قوم سے مل گئے۔" سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! آپ نے حاصل شدہ مال غنیمت کے متعلق جو کارروائی کی اس کے متعلق انصار کا یہ گروہ اپنے دلوں میں آپ کی طرف سے کچھ خیال کر رہا ہے۔ آپ نے اپنی قوم میں اسے تقسیم کیا ہے اور بڑے بڑے عطایا قبائل عرب کو عنایت فرمائے ہیں۔ ان عطایا میں انصار کے اس گروہ کے لئے کوئی حصہ نہیں"۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: سعد! اس سلسلے میں تمہارا موقف کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ۔ میں اپنی قوم کے ساتھ ہوں۔ فرمایا اچھا تم اپنی قوم کو اس احاطے میں جمع کرو۔ سعد بن عبادہ نکل کر گئے اور انصار کو احاطے میں جمع کیا۔ یہاں کچھ مہاجرین بھی آ گئے سعد نے انہیں آنے دیا۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ بھی آئے مگر سعد نے انہیں واپس کر دیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو سعد بن عبادہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' انصار کا یہ گروہ آپ کے ارشاد کے مطابق جمع ہو گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم ان کے پاس تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد انہوں نے فرمایا' اے گروہ انصار! یہ تمہاری چہ میگوئیاں کیسی ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں اور تمہارے دل میں یہ غم و غصہ کیسا ہے جو تم نے مجھ پر کیا ہے؟ کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں ہدایت پر لگا دیا۔ تم محتاج و قلاش تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مستغنی اور مالدار کر دیا۔ باہم ایک

Marfat.com

دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ انصار بولے۔ بے شک اللہ اور رسولؐ کا احسان اور فضل و کرم سب سے بڑھ کر ہے آپ نے فرمایا' گروہ انصار! کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے۔ انصار نے کہا' یارسول اللہ! ہم آپ کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا احسان و فضل و کرم ہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں! خدا کی قسم! تم چاہتے تو جواب دیتے' پھر تم اپنی بات میں بالکل سچے ہوتے اور تمہاری سچائی کو مانا بھی جاتا کہ تو ہمارے پاس اس حالت میں آیا کہ لوگوں نے تجھے جھٹلایا تھا' ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھے لوگوں نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا' ہم نے تیری مدد کی' تجھے نکال باہر کر دیا تھا' ہم نے تجھے پناہ دی۔ مفلس و قلاش تھا' ہم نے تجھے آسودگی دی۔ گروہ انصار! کیا تم دنیا کی حقیر شے کے لئے غمگین و رنجیدہ ہو گئے۔ اس سے میں نے کچھ لوگوں کی دلداری کرنی چاہی تاکہ وہ اسلام لے آئیں۔ جبکہ تمہیں میں نے تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا' گروہ انصار! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے کجاوہ میں اللہ کے رسول کو لوٹا کر لے آؤ' پھر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے' اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا اور گر اور لوگ ایک گھاٹی میں اور انصاری دوسری گھاٹی میں چلتے تو میں انصار کی گھاٹی میں چلتا' اے خدا! انصار پر' ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر اپنا رحم فرما۔" ابو سعید خدری نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلعم کی یہ تقریر سن کر انصار اتنا روئے کہ داڑھیاں آنسوؤں سے تر کر لیں اور بولے' اس تقسیم اور حصہ رسدی میں ہم اپنے رسول اللہؐ پر راضی ہیں۔[۲۲]"

لیکن انصار کی اس رضامندی کے باوجود 9ھ (631ء) میں رسول اللہ صلعم نے غزوہ تبوک کی تیاری کا حکم صادر فرمایا تو نہ صرف منافقین نے انتشار انگیزی کی کوشش کی بلکہ بعض مخلص مسلمانوں نے بھی رسول اللہؐ کے اس فیصلے کی مخالفت کی۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرتؐ کو یہ خبر ملی تھی کہ بادشاہ روم ہرقل اور نصرانی عربوں نے مل کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ابن خلدون ابن اثیر کی تائید کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ رسول اللہؐ کی پیہم کامیابیوں کو سن کر بہ قصد حملہ تیاری کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ طبری لکھتا ہے کہ "جب آپ نے مسلمانوں کو روم سے لڑائی کی تیاری کا حکم دیا اس وقت مسلمان بہت ہی عسرت کی حالت میں تھے۔ گرمی شدید

Marfat.com

تھی، قحط سالی تھی، میوے کی فصل تیار تھی؛ ہر شخص گرمی کی وجہ سے زیر سایہ رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ اس زمانے میں جہاد کے لئے نہیں جانا چاہتے تھے بلکہ خواہش مند تھے کہ فصل سے متمتع ہوں اور گرمی راحت سے بسر کریں۔ تقریباً ہمیشہ رسول اللہ صلعم کا یہ دستور تھا کہ جب آپ جہاد کے لئے تشریف لے جاتے تو مقام کا نام ظاہر نہ کرتے بلکہ جہاں مقصود ہوتا تھا اس کے علاوہ اور کسی جگہ کا نام بتاتے تھے البتہ اس موقعہ پر آپ نے بعد سفر، قحط سالی اور حریف کی کثرت تعداد کی وجہ سے تبوک کا نام عام طور پر ظاہر کر دیا تاکہ اس سفر کی پوری تیاری کر لیں۔ اس خیال سے آپ نے لوگوں کو تیاری سفر کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ میں روم کے مقابلے پر جا رہا ہوں۔ اس لئے باوجود اس پریشان حالی کے جس میں مسلمان مبتلا تھے اور روم ایسی پر شوکت طاقت کے مقابلے جہاد کے لئے جاتے ہوئے دل میں پس و پیش کرتے تھے۔[۲۳]" ابن ہشام لکھتا ہے کہ "آپ تیاری میں مصروف تھے کہ اس دوران میں آپ نے خاندان بنو سلمہ کے ایک شخص جد ابن قیس سے کہا، اے جد! کیا بنو الاصفر (زرد فام لوگ) سے جنگ اور مقابلے کی غرض سے تمہارے لئے یہ سال مناسب ہے۔ اس نے کہا، یارسول اللہ! کیا آپ یہ کر سکتے ہیں کہ مجھے اجازت دیں اور آزمائش میں نہ ڈالیں۔ کیونکہ خدا کی قسم! میری قوم کو معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں پر فریفتہ ہونے والا کوئی آدمی نہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں بنو الاصفر (زرد فام لوگوں) کی عورتوں کو دیکھوں گا تو برداشت نہ کر سکوں گا۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا، میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ پھر جد ابن قیس کے بارے میں اس مفہوم کی آیت نازل ہوئی۔ "اور ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں مجھے اجازت دے دیجئے اور آزمائش میں نہ ڈالئے۔ کیونکہ وہ نہ آزمائش میں پڑے اور جہنم کافروں کو قطعی طور پر چاروں طرف گھیرنے والا ہے۔" یعنی اگر اسے بنوالاصفر کی عورتوں کی آزمائش میں پڑنے کا اندیشہ تھا۔ تو یہ کوئی وجہ نہ تھی۔ وہ رسول اللہ صلعم سے تخلف کر کے رغبت نفس کی وجہ سے جس آزمائش میں پڑا وہ تو اس سے بھی بڑی آزمائش تھی[۲۴]"۔ طبری لکھتا ہے کہ "اس موقع پر کسی منافق نے لوگوں کو جہاد سے روکنے اور دین الٰہی میں شک ڈالنے اور رسول اللہؐ کی بات بگاڑنے کے لئے کہا کہ تم اس گرمی میں نہ جاؤ، انہیں منافقوں کے متعلق اللہ نے اس مفہوم کی آیت نازل فرمائی: اور منافقوں نے کہا تم گرمی میں نہ جاؤ، کہہ دو کہ دوزخ

Marfat.com

کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھیں - - - - رسول اللہ صلعم نے سفر کی تیاری مکمل کر کے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ بعض مسلمانوں کی نیت آپ کے ساتھ جانے سے بدل گئی اور وہ برآمد نہ ہوئے اگرچہ ان کے ایمان میں کچھ شک نہ تھا اور وہ مخلص مسلمان تھے مگر ساتھ نہ ہوئے۔ ان میں بنی سلمہ کے کعب بن مالک بن ابی کعب' بنی عمرو بن عوف کے مرارہ بن الربیع' بنی واقف کے ہلال بن امیہ اور بنی سالم بن عوف کے ابو خیثمہ تھے یہ سچے مسلمان تھے جن کے ایمان میں کچھ شک نہ تھا۔ مدینہ سے چل کر رسول اللہ صلعم نے ثنیتہ الوداع پر منزل کی۔ عبداللہ بن اُبی سلول نے ثنیتہ الوداع کے زیریں میں آپ کے مقابل جبانہ کے کوہ ذباب پر اپنی علیحدہ چھاؤنی کی۔ اس کی جماعت کسی طرح رسول اللہؐ کی جماعت سے کم نہ تھی۔ جب آپ اس مقام سے روانہ ہوئے عبداللہ بن اُبی سلول دوسرے منافقوں کے ساتھ ارادۃً پیچھے رہ گیا اور اس نے آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ ان میں بنی عوف بن الخزرج کا عبداللہ بن ابی' بنی عمرو ابن عوف کا عبداللہ بن نبتل اور بنی قینقاع کا رفاعہ بن زید بن التابوت منافقوں کے وہ سرغنہ تھے جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ فریب اور ریا کاری کرتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق اللہ عز و جل نے اس مفہوم کی آیت نازل فرمائی: اس سے قبل وہ فتنہ برپا کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے تمام معاملات کو الٹ دیا۔[۲۵]" عوف بن الخزرج کا عبداللہ بن ابی وہی شخص تھا جو غزوہ احد کے موقع پر اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر رسول اللہؐ کے لشکر سے الگ ہو گیا تھا اور اس نے غزوہ بنو المصطلق کے بعد انصار اور مہاجرین میں لڑائی کرانے کی کوشش کی تھی۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول عائشہؓ صدیقہ کے خلاف بہتان تراشی میں بھی پیش پیش تھا۔

غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر جب آنحضرت مدینہ کے قریب پہنچے تو بذریعہ اصحاب مسجد ضرار کی آپ کو خبر دی گئی۔ وہیں سے آپ نے مالک بن و خشم کو بھیجا اور انہوں نے مسجد ضرار کو جلا دیا اور ڈھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کی آیت نازل فرمائی "اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے مسجد بنائی تھی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے۔" جنھوں نے یہ مسجد بنائی تھی وہ بارہ آدمی تھے اور ان کو آنحضرتؐ نے خذام بن خالد کے گھر سے نکالا تھا اور خذام عمرو بن عوف کے قبیلے سے تھا۔ جب رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے اور منافقین کی ایک جماعت جو

Marfat.com

تبوک جانے والی فوج سے پیچھے رہ گئی تھی۔ وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قسمیں کھانے لگے اور حیلے بہانے کرنے لگے۔ آپ نے اپنے چہرہ مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے ان عذروں کو قبول نہیں کیا۔ جنگ تبوک میں شریک ہونے سے پیچھے رہ جانے والوں میں تین آدمی اور تھے یعنی کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع۔ یہ تینوں بغیر کسی شک اور نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے سب کو ان تینوں سے بات کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ سب مسلمانوں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور پچاس رات تک یہ تینوں اسی حال میں رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول ہونے کی آیت نازل فرمائی[۳۶]۔ ایک شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ تبوک سے واپسی پر وادی عقبہ میں بعض منافقوں نے آپ کے اونٹ کو بھڑکا کر آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ یہ منافق اس جماعت سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علیؓ سے بغض و عداوت رکھتی تھی۔ اس نے فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "منافقین نے قتل رسولؐ کا قصد کیا جبکہ حضرت جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب کو وادی عقبہ میں ناقہ پر چڑھیں اس وقت آپ کو سواری سے گرا دیں۔ عمار یاسر ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور حذیفہ پیچھے سے ہنکا رہے تھے حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ مڑ کر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا دور ہو! دور ہو! اے دشمنان خدا! پس وہ بھاگ گئے[۳۷]"

عبداللہ بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم تبوک سے مدینہ واپس آئے آپ کو شاہان حمیر حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور ذی رعین، ہمدان اور معافر کے رئیس نعمان کا ان کے قاصد کے ذریعے وہ خط موصول ہوا جس میں انہوں نے اپنے اسلام لانے کا اقرار و اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد سرزمین عرب کے مختلف قبائل کے سربراہوں کا تانتا بندھ گیا اور ان سب نے یکے بعد دیگرے اسلام قبول کر لیا۔ اس مقصد کے لئے جن قبائل کے وفود نے مدینہ میں آکر رسول اللہؐ کے سامنے اسلام قبول کیا ان میں بنی بہرا، بنی بکا، بنی فزارہ، بنی تمیم، بنی سعد بن بکر، بنی الحارث بن کعب، بنی ازد، بنی طے، بنی عامر کے وفود کے علاوہ یمن کے علاقہ ہمدان اور زبید کے وفود بھی شامل تھے۔ اہل یمامہ

Marfat.com

کے بنی حنیفہ کے وفد میں ایک شخص مسیلمہ بھی تھا جس نے پہلے تو اسلام قبول کر لیا لیکن وہ یمامہ واپس جا کر مرتد ہو گیا اور اس نے خود نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہؐ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "سلام علیک' مجھے آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ ہمارے لئے آدھی سر زمین اور قریش کے لئے آدھی' مگر قریش حد سے بڑھنے والی قوم ہے۔" رسول اللہؐ نے مسیلمہ کو اس کے خط کے جواب میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہؐ کی طرف سے مسیلمہ الکذاب کے نام لکھا جاتا ہے۔ سلام ہو اس پر جس نے راہ راست کی اتباع کی۔ امابعد زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور بے شک آخرت اللہ سے ڈرنے والوں کی ہے[۲۸]"۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے سنتہ الوفود (وفود کی آمد کا سال) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "عام عرب اسلام کے بارے میں اس چیز کے منتظر تھے کہ قبیلہ قریش اور رسول اللہ صلعم کے مابین معالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ قریش سارے عرب کے امام و ہادی (پیشوا اور رہنما) تھے۔ بیت اللہ کے نگران اور ذمہ دار تھے اور بلا ریب و حجت حضرت اسماعیل ابن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے۔ ساتھ ہی عرب کے قائدین قریش کی برتری کے معترف تھے۔ پھر یہ کہ یہ قریش ہی تھے جنھوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت اور ان سے جنگ کا بیڑا اٹھایا تھا۔ لیکن جب مکہ فتح کر لیا گیا۔ قریش بھی رسول اللہ صلعم کے قریب آ گئے۔ اسلام نے انہیں زیر کر لیا اور عرب نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب ان میں رسول اللہ صلعم سے عداوت اور جنگ کی سکت باقی نہیں رہی۔ تب یہ تمام عرب چاروں طرف سے چل چل کر آئے اور اللہ کے دین میں اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی امداد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) اور (جو آثار اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق آتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے۔ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (یعنی اپنے اس دین پر اللہ کی حمد و ثنا کیجئے جس نے اسے غالب کیا ہے)۔" ابن ہشام مزید لکھتا ہے کہ بنی تمیم کا جو وفد آیا تھا اس میں ایک شخص حتات بن یزید بھی تھا۔ یہ وہ شخص ہے کہ اس کے اور معاویہ بن ابی سفیان

Marfat.com

کے درمیان رسول اللہ صلعم نے رشتہ مواخاۃ (بھائی چارے کا رشتہ) قائم کرایا تھا اور رسول اللہ صلعم نے اپنے ان چند مہاجر صحابہؓ میں رشتہ مواخاۃ قائم کرایا تھا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمانؓ بن عوف کے درمیان۔ طلحہؓ بن عبیداللہ اور زبیرؓ بن عوام کے درمیان، ابو ذر غفاریؓ اور مقداد بن عمرو بہرانی کے درمیان اور معاویہ بن ابی سفیان اور حتات بن یزید مجاشعی کے درمیان۔[۲۹]

عرب قبائل کے وفد سے فراغت پانے کے بعد رسول اللہؐ نے 10ھ (632ء) کے اوائل میں اپنی زندگی کا آخری فریضہ حج ادا کیا۔ مسلم کی روایت کے مطابق اس موقعہ پر انہوں نے اپنے خطبہ میں لوگوں کو مناسک حج بتائے اور دوسری باتوں کے علاوہ یہ فرمایا کہ لوگو! خبردار رہو! تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ حجتہ الوداع سے واپسی پر آپ نے روم، مصر، فارس، یمامہ، بحرین، عمان، یمن اور حبشہ کے فرمانرواؤں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ آنحضرتؐ آخری ذی الحجہ میں حجتہ الوداع کے بعد مدینہ واپس ہوئے تھے ماہ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینے میں آپ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور مجاہدین پر اسامہؓ بن زید بن حارث کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا "شہر بلقاء اور داروم کی طرف سے اردن تک ارض فلسطین میں اور شام کے بلاد میں کفار اور مشرکین پر جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہوں"۔ اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا گیا۔ اسامہؓ بن زیدؓ روانگی کی تیاری میں تھے کہ آنحضرت صلعم علیل ہو گئے۔ ابن ہشام کے بیان کے مطابق "رسول اللہؐ درد اور مرض میں مبتلا تھے تو آپ نے محسوس کیا کہ لشکر اسامہؓ بن زید کے سلسلے میں لوگوں نے تساہل و تاخیر کی ہے۔ اس لئے آپ سر پر پٹی باندھ کر (پھر) نکلے۔ اور منبر پر بیٹھ گئے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ لوگ اسامہ کی امارت و قیادت کے بارے میں معترض تھے وہ کہتے تھے کہ آنحضور صلعم نے بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر ایک نو عمر غلام کو امیر بنا دیا ہے۔ (منبر پر بیٹھنے کے بعد) آپ نے اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد و ثنا کی پھر فرمایا: لوگو! اسامہؓ کا لشکر جلد بھیج دو۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اسامہؓ کی امارت

Marfat.com

پر اعتراض کیا ہے تو تم اس سے پہلے ان کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو (جو بالآخر غلط ثابت ہوا) خوب سمجھ لو، اسامہؓ امارت کے قطعی اہل ہیں اور ان کے باپ بھی اس کے اہل ثابت ہو چکے ہیں"۔ راوی نے بیان کیا ادھر رسول اللہ صلعم کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ بہرحال اسامہ نکلے اور ان کا لشکر بھی نکلا اور یہ سب چل کر مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر مقام جرف میں ٹھہر گئے۔ دوسرے لوگ بھی آکر ان سے مل گئے۔ اب رسول اللہ صلعم کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ پس اسامہ اور لوگ رک گئے کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ رسول اللہ صلعم کے بارے میں کیا ہونے والا ہے۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا "اے گروہ مہاجرین! انصار سے خیر و فلاح کی نصیحت حاصل کرتے رہنا، عام طور پر لوگ (معاملات میں مبالغہ اور) زیادتی کرتے ہیں لیکن انصار جتنی بات ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اس میں زیادتی نہیں کرتے۔ یہ میرے وہ رازداں ہیں جن پر میں بھروسا کرتا ہوں، اس لئے ان کے اچھے کام کرنے والے کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کے برائی کرنے والے کی خطا کو درگزر کرو"۔ پھر رسول اللہؐ منبر سے اتر کر گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کا درد اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اس موقعہ پر آپؐ کے منہ میں دوا ڈالی گئی تو آپؐ کو ہوش آ گیا"[30]۔ شیعہ علماء اور مجتہد جیش اسامہ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "حضرت علیؑ اور بنو ہاشم میں سے کسی کو بھی جیش اسامہ میں جانے کے لئے مامور نہ کیا بلکہ حضرت علیؑ کے جو خاص دوست تھے ان کا بھی نام نظر نہیں آتا مثلاً عمارؓ بن یاسر، مقدادؓ، ابوذرؓ وغیرہ۔ برعکس اس کے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہؓ بن الجراح، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمانؓ بن عوف کے نام صریحاً "کتب تواریخ میں درج ہیں۔ وہ اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں جانے کے لئے مامور کئے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ اسامہ کی لشکری امارت کے بارے میں صحابہ نے جو اختلاف کیا وہ دوسرا اختلاف تھا جو اصحابہ رسول نے آنحضرتؐ سے کیا۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابہ رسولؐ یا یوں کہئے کہ امت محمدیہ دو بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی ایک وہ جماعت جو آنحضرتؐ کے احکام کی اطاعت میں حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل ماننے کے لئے تیار تھی۔ دوسری وہ جماعت جو آنحضرت صلعم کے احکام سے اختلاف و اعراض کر رہی تھی اور یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح خاندان نبوت سے حکومت نکل جائے۔ یہ ہے اصلی وجہ شیعہ سنی تفریق کی"[31]۔ حنفی العقیدہ

Marfat.com

عالم علامہ حکیم احمد حسین عثمانی شیعوں کے اس موقف کی تردید میں لکھتا ہے کہ "کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے اس لڑائی میں چھوٹے بڑے سب صحابہ کو روانگی کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ و عباسؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ (رضی اللہ عنہم) بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اسامہؓ بن زید کے ماتحت روانہ کئے گئے تھے۔ لیکن علالت کی وجہ سے آپ نے بہ اجازت اسامہ' علی و عباس رضی اللہ عنہما کو تیمار داری کی غرض سے اپنے پاس روک لیا۔ باقی جلیل القدر صحابہ حضرت اسامہؓ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اسامہ مدینہ سے ایک کوس چل کر جرف میں مقیم ہوئے اور وہاں سے حضرت ابوبکر' عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر آنحضرت صلعم کو دیکھنے آتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔ اس منزل سے اسامہؓ کوچ نہ کرنے پائے تھے کہ رسول اللہ صلعم کا وصال ہو گیا"۔[۳۲]

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ "جب رسول اللہ کی علالت کا معاملہ نازک ہو گیا تو آپ نے فرمایا' تم لوگ ابوبکر سے کہو کہ وہ (امامت کر کے) نماز پڑھا دیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ! ابوبکر جب قرآن پڑھتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور انہیں رونا بہت آتا ہے۔ آپ نے پھر یہی فرمایا: تم لوگ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر اپنا معروضہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا' تم یوسفؑ کی ساتھی عورتوں کی طرح ہو ان سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ مزید کہتی ہیں کہ خدا کی قسم میں یہ صرف اس لئے کہہ رہی تھی یہ معاملہ ابوبکرؓ سے ہٹا لیا جائے کیونکہ میں جانتی تھی لوگ یہ بات کبھی پسند نہ کریں گے۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے میری یہ خواہش تھی کہ یہ معاملہ ابوبکر سے ٹل جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ جب دوشنبہ کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلعم باہر نکلے تو لوگوں نے ہٹنا اور ہلنا شروع کیا۔ ابوبکرؓ سمجھے کہ لوگوں نے یہ جو کچھ کیا ہے وہ محض رسول اللہ صلعم کے لئے ہے۔ اس لئے انہوں نے نماز پڑھانے کی جگہ سے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ مگر رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا نماز پڑھاتے رہو۔ اور خود رسول اللہ صلعم ابوبکرؓ کے پہلو کی طرف بیٹھ گئے۔ پس آپ نے ابوبکر کے دائیں ہاتھ کے پاس بیٹھ کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی آواز بلند کرتے ہوئے تکلم فرمایا۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ آپ کی آواز مسجد کے دروازے سے باہر جا رہی تھی۔ آپ فرما رہے تھے لوگو! آگ بھڑکا دی گئی ہے اور تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند فتنوں نے رخ کر لیا ہے۔ خدا کی قسم! تم میرے ذمے کوئی چیز نہیں لگا سکتے۔ میں نے کوئی چیز حلال نہیں کی بجز اس کے جو قرآن نے حلال کی اور میں نے کوئی چیز حرام نہیں کی بجز اس کے جو قرآن نے حرام کی - - - - اس تقریر کے بعد آپ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اس دن جب چاشت کا وقت خاصا ہو گیا تو آپؐ کی وفات ہو گئی"۔[۳۳] دوسرے مورخین کے بیان کے مطابق آپ نے 12 ربیع الاول 11 ہجری مطابق 8 جون 632ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر 63 سال تھی۔ دس برس پہلے آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے۔ آپ کی ولادت یوم دوشنبہ کو مکہ میں 9 ربیع الاول مطابق 7 اپریل 571ء کو ہوئی اور نزول وحی 25 رمضان کو یعنی 6 اگست 610ء کو ہوئی اس وقت آپ کی عمر چالیس برس چھ مہینے سولہ دن کی تھی۔ آپ نے مدینہ میں پہنچنے کے فوراً ہی بعد ایک اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی جس کا دائرہ اختیار ابتداً" صرف مدینہ شہر تک محدود تھا مگر جب تقریباً دس سال بعد آپ نے رحلت فرمائی تو اس اسلامی مملکت کا دائرہ اختیار سرحدات ایران اور شام تک پھیلا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلعم کی یہ مثالی اسلامی مملکت سراسر ان کی ذات ستودہ صفات کی مرہون منت تھی اور اس کی تعمیر کے دوران مدینہ کے بیشتر انصار و مہاجرین کا کردار منفی رہا تھا۔ اگرچہ سر سید احمد خان اور بعض دوسرے اہل علم اسلام کے ابتدائی دور کی واقعاتی تاریخ، احادیث نبوی اور قرآنی تفاسیر کی صحت سے منکر ہیں اور اس امر کی قومی شہادتیں موجود ہیں کہ ان کے یہ انکار سراسر بے بنیاد نہیں ہے۔ تاہم اگر صرف قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ رسول اللہؐ کے مدینہ میں دس سالہ قیام کے دوران بہت سے انصار و مہاجرین نے، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور جن میں بعض جلیل القدر صحابہؓ بھی شامل تھے۔ بدر، احد، بنو المصطلق، حنین اور تبوک کے غزوات کے مواقع پر اور بعض دوسرے مواقع پر قبائلی عصبیت، مفاد پرستی اور خود غرضی کے نہایت افسوسناک مظاہرے کئے تھے۔ ان میں اسلامی اتحاد و اتفاق کا جذبہ یا تو تھا نہیں اور اگر تھا تو بہت ہی سطحی تھا۔ وہ بیشتر مواقع پر مال غنیمت کے لالچ میں یا قبائلی عصبیت کے تحت تفرقہ انگیزی کر کے رسول اللہؐ کے لئے دشواریوں اور پریشانیوں کا باعث بنے۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ انصار کے قبیلہ خزرج کے ارکان اور بعض مہاجرین نے آپؐ کی چہیتی زوجہ پر بہتان تراشی کر کے آپؐ کو تقریباً ایک ماہ تک پریشان رکھا اور پھر آپ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ کو اسامہؓ بن زید کی امارت سے متعلقہ تنازعہ کو نپٹانے کے لئے خود مسجد میں جانا پڑا۔ غزوہ حنین کے بعد آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو انصار کے گروہ نے، جس میں سعدؓ بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی تھے آپ پر بے انصافی اور قبیلہ پروری کا الزام عائد کیا۔ بایں ہمہ آپؐ ان عناصر کی قبائلی عصبیت، خود غرضی، ہوس غنیمت اور تفرقہ انگیزی کے باوجود صرف دس سال کی مدت میں سرزمین عرب میں اسلامی مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ بیک وقت رسول اللہ، سربراہ مملکت، قاضی القضاۃ اور سپہ سالار تھے۔ آپ کو نہ صرف مدینہ اور مکہ کے شہری باشندوں بلکہ صحرائے عرب کے بادیہ نشینوں کے سیاسی، معاشرتی، ثقافتی، اخلاقی اور معاشی تقاضوں کا اچھی طرح علم تھا۔ آپ نے ان تقاضوں کو نہایت خوش اسلوبی سے پورا کیا اور اس طرح سرزمین عرب میں ایک ایسا بے مثال انقلاب برپا کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے وسیع علاقوں میں پھیل گیا۔ تاریخ عالم کے اس عظیم الشان کارنامے میں عربوں کے اسلامی جذبہ اتحاد کی کارفرمائی نہیں تھی اور اگر تھی تو بہت کم تھی۔ یہ کارنامہ رسول اللہؐ کی وساطت سے دی گئی قرآنی تعلیمات کا نتیجہ تھا اور ان تعلیمات میں وہ پیغام ایک اہم جزو کی حیثیت رکھتا ہے جس میں نوع انسانی کو اخوت و مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں یہ پیغام بیشتر عربوں کے حلق سے نیچے نہیں اترا تھا کیونکہ ان کی دیرینہ معاشرت و معیشت اور عصبیت و وحشت یکایک نیست و نابود نہیں ہو سکتی تھی۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد 32-631ء میں مکہ اور عرب کے دوسرے علاقوں کے جو قبائل جوق در جوق مسلمان ہوئے تھے انہوں نے ایسا اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر نہیں کیا تھا۔ ان کے اس عمل کی بنیاد موقعہ پرستی و مفاد پرستی پر تھی۔ ان میں جاہلیت کی عادتیں اور روائتیں باقی رہی تھیں اور ان میں اسلامی تہذیب و شائستگی اتحاد و اتفاق اور اخوت و مساوات کی کوئی علامت نہیں تھی۔

اسی حقیقت کے پیش نظر ابوالاعلیٰ مودودی نے اعراب کے کفر و نفاق اور دین کی حدود سے ان کی ناواقفیت سے متعلقہ سورہ توبہ کی ایک آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا کہ مدینہ

Marfat.com

کے اطراف کے صحرائی و دیہاتی عرب اسلام کی سچائی کے قائل ہو کر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہ لوگ مدینہ میں ایک مضبوط اور منظم طاقت کو اٹھتے دیکھ کر پہلے تو مرعوب ہوئے پھر اسلام اور کفر کی آویزشوں کے دوران میں ایک مدت تک موقع شناسی اور ابن الوقتی کی روش پر چلتے رہے۔ پھر جب اسلامی حکومت کا اقتدار حجاز و نجد کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا اور مخالف قبیلوں کا زور اس کے مقابلے میں ٹوٹنے لگا تو ان لوگوں نے مصلحت وقت اس میں دیکھی کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں لیکن ان میں کم لوگ ایسے تھے جو اس دین کو دین حق سمجھ کر سچے دل سے ایمان لائے ہوں۔ اور مخلصانہ طریقے سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ ہوئے ہوں۔ بیشتر بدوؤں کے لئے قبول اسلام کی حیثیت ایمان و اعتقاد کی نہیں بلکہ محض مصلحت اور پالیسی کی تھی۔[۳۴]" عنایت اللہ مشرقی اسلامی تعلیمات کے عربوں پر اثرات کا مختصر طور پر ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا۔ مگر عرب کی جبلت اور طبیعت کو کون بدل سکتا تھا۔ وہ عادتیں اور خاصیتیں جو ان کی فطرت میں ہزار دو ہزار برس سے پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں وہ ملی اوصاف جو قرآن اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے ان کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے۔ قرآن کی قاطع الظن اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنی ظاہری عبادات و رسومات کو بدل سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات و اعتقادات کو بادی النظر میں چھوڑ سکتے تھے۔ اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علی رؤس الاشہاد محو کر سکتے تھے۔ بلاغت و فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعا" و کرہا" خیرباد کہہ سکتے تھے۔ مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے۔۔۔۔ وہ دراصل اس مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اسی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے' جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لے کر اس کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی۔"

Marfat.com

باب: 2

جزیرہ نما عرب کے قبائلی اختلافات کا تاریخی پس منظر

سرزمین عرب کے لوگوں کی دیرینہ قبائلی معاشرت و معیشت اور عصبیت و وحشت کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ عربوں کے نسب نگاروں کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ شمال میں رہنے والے عرب حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں اور جنوب کے رہنے والے یقطان یا قحطان کی نسل سے ہیں۔ اہل شمال کے رہنے والوں کو عدنانی یا نزادی یا معدی کہا جاتا ہے اور اہل جنوب کو یمنی یا قحطانی کہا جاتا ہے ظہور اسلام سے قبل اہل شمال پر بدوی معیشت یا خانہ بدوشانہ زندگی غالب تھی اور اہل جنوب کی معیشت ایک جگہ جم کر سکونت اختیار کرنے کی تھی۔ تیسری اور چوتھی صدی قبل مسیح میں جب اہل روم نے اپنی تجارتی برتری بحر احمر میں قائم کر لی تو یمن کی تجارت میں زوال آگیا اور یہاں کے بہت سے قبائل شمال کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس سے قبل اہل شمال کی ہجرت مفلسی و عسرت کے باعث جنوب کی طرف ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا عدنانیوں اور قحطانیوں کے درمیان یعنی حجازیوں اور یمنیوں کے درمیان عداوت پرانے زمانے سے چلی آتی تھی اور ان میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اس عصبیت و عداوت کی بنیاد بداوت اور حضارت کے تاریخی تضاد پر تھی۔ جو یمنی قبائل صدیوں پہلے اپنے ناسازگار حالات کی وجہ سے شمال کی جانب ہجرت کر آئے ہوئے تھے انہوں نے شمال کے قبائل سے اپنی عداوت کو قائم رکھا تھا۔ علامہ احمد امین لکھتا ہے کہ ”اس شدید عداوت کی واضح ترین مثال وہ عداوت ہے جو اہل مدینہ (اوس و خزرج)۔ جو نسب نگاروں کے بیان کے مطابق یمنی ہیں۔ اور اہل مکہ ۔ جو عدنانی ہیں۔ کے درمیان چلی آتی تھی۔ یہ مقابلہ ان کے درمیان اسلام کے بعد بھی برابر جاری رہا۔ دونوں قوموں کے درمیان یہ چپقلش اور منافرت صدیوں سے

Marfat.com

چلی آ رہی تھی۔ ہر فریق دعویدار تھا کہ وہ نصب کے اعتبار سے زیادہ شریف اور جمعیت کے لحاظ سے زیادہ معزز ہے۔ یمنی لوگ فخر کرنے میں زیادہ حق بجانب تھے کیونکہ وہ ایک پرانی تہذیب کے علمبردار اور مستحکم حکومت کے مالک تھے۔ جب نبی صلعم تشریف لائے جو عدنانی تھے اور خلافت بھی قریش میں قائم ہو گئی تو عدنانیوں کا پلڑا جھک گیا۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ اہل یمن فضل و شرف میں توازن قائم کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے اور اس کے لئے انہوں نے ہر طریقہ اختیار کیا ۔ ۔ ۔ ۔ قحطان تمام اہل یمن کے باپ تھے اور آگے چل کر ان کی نسل دو بڑی شاخوں میں بٹ گئی۔ ایک کہلان کی شاخ ہے اور دوسری حمیر کی شاخ ہے۔ کہلان کی پھر بہت سی شاخیں ہو گئیں جن میں سے مشہور تین یہ ہیں :

1۔ طئی جو دو مشہور پہاڑوں اجا اور سلمیٰ میں رہتی تھیں۔ یہ دونوں آج قوم شمر کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ قوم طئی ان دونوں پہاڑوں پر اسلام سے صدیوں پہلے سے رہتی چلی آتی تھی۔ ان کی شہرت آفاق گیر تھی حتی کہ سریانی اور ایرانی لوگ تمام عربوں ہی کو طئی کہنے لگے تھے۔

2۔ ہمدا و مذحج' زیادہ تر یمن کے باشندے تھے۔ بنو حارث جو طائف کے جنوب مشرق میں رہتے تھے اور بجیلہ جس کے اثرات عہد فاروقی میں نمایاں ملتے ہیں اسی مذحج کی طرف منسوب ہیں۔

3۔ عاملہ اور جذام' صحرائے شام میں رہتے تھے لخم جس نے فرات پر مملکت حیرہ کی بنیاد رکھی تھی اور کندہ جس نے حضر موت میں حکومت قائم کی اور جس کی سلطنت یمامہ میں بنو اسد تک پھیل گئی تھی اسی جذام کی طرف منسوب ہیں۔ کندہ کے شاہی خاندان کی طرف امرؤالقیس کی نسبت کی جاتی ہے۔

4۔ ازد' یہ بڑا پرشوکت قبیلہ تھا جس نے عمان میں حکومت قائم کی۔ انہی میں سے وہ غسانی قبیلہ ہے جنہوں نے شام کے مشرق میں اپنی مملکت کی بنیاد رکھی۔ انہی میں سے خزاعہ کا وہ قبیلہ تھا جو قریش سے پہلے مکہ میں متسلط ہو گیا تھا اور انہی میں سے یثرب (مدینہ) کے باشندے یعنی اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے تھے۔ (ان دونوں قبائل میں ظہور اسلام سے قبل طویل لڑائیاں ہوتی رہی تھیں)۔

"اس کے بعد حمیر کی شاخ کے مشہور ترین قبائل یہ ہیں :

Marfat.com

1۔ قضاعہ: حجاز کے شمال میں سکونت پذیر تھے۔

2۔ تنوخ: پرانے زمانے سے شام کے شمال میں رہتے چلے آتے تھے۔

3۔ کلب، صحرائے شام میں ان کی رہائش تھی۔

4۔ جہنیہ اور عذرہ، حجاز میں وادی اضم ان کا مسکن تھا۔ قبیلہ عذرہ والے اپنے جذبات کی رقت اور عشق و محبت کی پاکیزگی میں بڑے مشہور تھے۔

"نسب نگاروں نے عدنان کو بھی دو شاخوں میں تقسیم کیا ہے یعنی ربیعہ اور مضر۔

ربیعہ کے مشہور ترین قبائل یہ ہیں:

1۔ اسد، جو وادی رمہ کے شمال میں رہتے تھے۔

2۔ وائل، جو بکر اور تغلب میں منقسم تھے۔ جن کے درمیان کلب کے قتل کے واقعہ کے بعد طویل جنگیں ہوتی رہیں۔ جو قریب تھا کہ دونوں قبیلوں کو فنا کر ڈالتیں۔ یمامہ میں بنو حنیفہ اسی بکر بن وائل کی طرف منسوب ہیں۔

"مضر کے مشہور ترین قبائل یہ ہیں:

1۔ قیس عیلان، یہ قبیلہ اتنا مشہور تھا کہ بعض مرتبہ تمام غیر یمنیوں کو قیس ہی کہہ دیا کرتے تھے۔ قیس کی طرف ہوازن اور سلیمہ کی نسبت کی جاتی ہے جو نجد کے مغربی حصہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ان قیس کی طرف غطفان بھی منسوب ہیں پھر غطفان دو مشہور قبیلوں میں تقسیم ہو جاتا ہے عبس اور ذبیان۔ ان دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی۔ ان کی مشہور ترین جنگوں میں سے وہ جنگ ہے جو جنگ ارمس و غبراء کے نام سے مشہور ہے۔

2۔ تمیم، بصرہ کے صحرا میں رہتے تھے۔

3۔ ہذیل، مکہ کے قریبی پہاڑوں میں سکونت رکھتے تھے۔ قبیلہ ہذیل اشعار کی کثرت اور عمدگی میں شہرت رکھتا تھا۔

4۔ کنانہ، حجاز کے جنوب میں سکونت پذیر تھے۔ قبیلہ قریش انہی میں سے ہے اور یہی اس قبیلہ کا سردار تھا۔

"ربیعہ اور مضر کے درمیان سخت دشمنی تھی جو صدیوں قائم رہی اور اکثر ربیعہ یمنیوں کے ساتھ حلیف بن جاتے تھے تاکہ مضریوں سے جنگ کر سکیں۔

Marfat.com

"عرب کے مشہور قبائل اور ان کے اوطان کا یہ خلاصہ ہے۔ یہ انساب صحیح ہوں یا غلط ہوں۔ اہل عرب اس کے معتقد ہیں۔ خصوصاً متاخرین کو اس پر اصرار ہے اور اپنی اپنی عصبیتوں کی بنیاد بھی انہوں نے اس پر قائم رکھی ہے۔ ہر مملکت میں اپنے نسبی اعتقادات کے مطابق وہ فرقوں اور طائفوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ عصبیت ایک ایسی کلید بن گئی ہے جس سے ہم بہت سے تاریخی حادثات کے اسباب کے پتے لگا سکتے ہیں اور اکثر اشعار و ادبی قطعات خصوصاً غافر و مہاجی کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسلام آیا تو عربوں کا یہ اعتقاد قطعی صورت اختیار کر چکا تھا کہ وہ نسب کے اعتبار سے تین بنیادی اصولوں میں منقسم ہیں، ربیعہ، مضر اور یمن۔ اسی عقیدہ کے مطابق فخریہ اور ہجویہ شاعری ہوتی تھی[1]۔"

رسول اللہؐ کے نسب کے بارے میں ابن سعد، واثلہ بن اسقع کے حوالے سے لکھتا ہے کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے فرزندان ابراہیمؑ میں اسماعیلؑ کو، اولاد اسماعیل میں بنی کنانہ کو، بنی کنانہ میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اور شخص کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ میں قبیلہ مضر کا ایک فرد ہوں[2]۔" ابن ہشام نے آپؐ کا شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچایا ہے۔ اس کے مطابق آپؐ کا نسب یہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المغیرۃ) بن قصی (اصل نام زید) بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، (اصل نام قریش تھا جس سے قریش قبیلہ چلا)، بن مالک، بن النضر (اصل نام قیس تھا) بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ (اصل نام عامر) بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان، بن ادد، بن مقوم، بن ناحور، بن تارح، بن یعرب بن یشجب، بن نبایوت، بن اسماعیل، بن ابراہیم بن تارح (اصل آزر) بن ناحور، بن سروج، بن رعو، بن فالج، بن عابر، بن شالخ، بن ار فکشاد، بن سام، بن نوح، بن لامک، بن متوشالخ، بن اخنوخ (بعض انہی کو ہی ادریس نبی سمجھتے ہیں واللہ اعلم۔ اور یہی ادریس اولاد آدم میں پہلے شخص ہیں جنہیں نبوت عطا ہوئی اور جنہوں نے قلم سے لکھنا ایجاد کیا) بن یارد، بن مہلائیل، بن قینان، بن انوش، بن شیث بن آدم علیہ السلامؑ"۔ ابن ہشام نے یہ نسب نگاری عربوں کے اس وقت کے اعتقادات کی بنیاد پر کی ہے تاہم اس حقیقت کے بارے میں سارے مورخین متفق ہیں

Marfat.com

کہ آنحضورؐ قبیلہ قریش کے ایک متولی کعبہ عبد مناف کی آل میں سے ہیں۔ عبد مناف کے دو بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس۔ ہاشم کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالمطلب تھا اور عبد شمس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام امیہ تھا۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔ حارث' ابوطالب (اصل نام عبدمناف تھا)' عباس' حجل' المقوم' ضرار' زبیر' ابولہب (اصل نام عبدالعزیٰ تھا)' حمزہ اور عبداللہ (والد رسول اللہؐ)۔ ادھر امیہ کے دو بیٹے تھے ابوالعاص اور حرب۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کے بیٹے تھے اور ابو سفیان حرب کا بیٹا تھا۔ رسول اللہ صلعم اور ابو سفیان ہمعصر تھے اور ان دونوں کا شجرہ نسب چوتھی پشت میں عبد مناف پر ملتا تھا۔ گویا یہ دونوں آل عبد مناف میں سے تھے۔ طبری لکھتا ہے کہ "عبد مناف کے دو بیٹے ہاشم اور عبد شمس توام (یعنی جڑواں) پیدا ہوئے تھے۔ جو پہلے پیدا ہوا تھا اس کی ایک انگلی دوسرے کی پیشانی سے چمٹی ہوئی تھی۔ اس لئے اسے کاٹ کر دونوں کو علیحدہ کیا گیا۔ اس قطع سے خون بہا' اس پر یہ شگون لیا گیا کہ ان کے درمیان خونریزی ہو گی۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم کعبہ کے متولی ہوئے اور حاجیوں کے لئے پانی اور قیام کا انتظام ان کے متعلق ہوا[4]"

ابن سعد لکھتا ہے کہ "ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے (بغرض تجارت) سفر کے طریقے نکالے۔ ایک سفر تو جاڑوں میں کرتے تھے جس میں یمن و حبشہ تک جاتے تھے۔ حبشہ میں اس کے فرمانروا نجاشی کے پاس پہنچتے تھے جو ان کی بزرگذاشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔ دوسرا سفر گرمیوں کا تھا جس میں شام تک جاتے غزہ تک پہنچتے۔ کبھی کبھی انقرہ تک پہنچ جاتے۔ قیصر روم کی پیش گاہ در آتے جو ان کی بزرگذاشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔ ایک مرتبہ قریش پر چند ایسی خشک حالیاں گزریں' ایسے ایسے قحط پڑے کہ مال دولت سب کچھ جاتا رہا۔ انہیں دنوں ہاشم نے شام کا سفر کیا۔ وہاں پہنچ کر بہت سی روٹیاں پکوائیں۔ جب تیار ہو گئیں تو بوریوں اور تھیلیوں میں بھر کر اونٹوں پر بار کرا لیں۔ واپسی میں جب مکے پہنچے تو ان روٹیوں کو ہشم یعنی توڑ توڑ کر ثرید بنا لی۔ وہ اونٹ جن پر روٹیاں بار تھیں ذبح کر ڈالے۔ باورچیوں کو حکم دیا انہوں نے گوشت پکایا۔ جب تیار ہو گیا تو دیگیں صحنکوں میں الٹ دیں۔ مکے والوں کو سیر شکم کھانا کھلایا۔ قحط کے بعد جس کی مصیبت میں لوگ مبتلا تھے یہ پہلی بارش (ارزانی و فراخی) تھی۔ اسی باعث ان کا نام ہاشم ہوا"۔[5]

Marfat.com

طبری اس کہانی کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جب ہاشم نے اپنی قوم کی دعوت کی تو اس پر امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے دل میں ان کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔ یہ بھی دولتمند تھا۔ اس نے اگرچہ بڑے اہتمام سے اپنی قوم کی ایسی ہی دعوت کی مگر وہ بات نہ ہو سکی جو ہاشم سے بن آئی۔ قریش کے بعض لوگوں نے اس کا مضحکہ کیا۔ وہ سخت برہم ہوا اور ہاشم کا دشمن بن گیا اور مطالبہ کیا کہ اس کے متعلق پنچایت سے فیصلہ لیا جائے۔ ہاشم نے (جو امیہ کا تایا تھا) اپنی بزرگی اور عزت کی وجہ سے اس بات کو برا سمجھا مگر قریش نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور انہیں جوش دلا کر اس بات پر آمادہ کر دیا۔ ہاشم نے کہا میں اس شرط پر اس معاملہ کو پنچایت کے سپرد کرتا ہوں کہ تم کو سیاہ گردن کی پچاس اونٹنیاں مکہ کی تلہٹی میں ذبح کرنا پڑیں گی اور دس سال کے لئے مکہ سے ترک سکونت کرنا پڑے گی۔ امیہ نے یہ شرط مان لی اور اب دونوں نے کاہن الخزاعی کو اپنے درمیان حکم بنایا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا۔ ہاشم نے امیہ سے اونٹنیاں لے کر ان کو ذبح کیا اور حاضرین کی اس سے دعوت کی۔ امیہ شام چلا گیا۔ دس سال وہاں رہا۔ ہاشم اور امیہ میں عداوت کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم اور حرب بن امیہ نے اپنے تعلقات کے لئے نجاشی الحبشی سے کہا مگر اس نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ تب ان دونوں نے نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب کو پنچ بنایا۔ اس نے حرب سے کہا کہ اے ابو عمرو! تم اس شخص سے تنافر اور تنازعہ کرتے ہو جو تم سے قد میں بڑا ہے۔ اس کا سر تم سے بڑا ہے۔ تم سے زیادہ وجیہہ ہے۔ تم سے کم برا ہے۔ جس کی اولاد تم سے زیادہ ہے جو تم سے زیادہ سخی ہے اور زیادہ طاقتور ہے۔ یہ کہہ کر اس نے عبدالمطلب (رسول اللہؐ کے دادا) کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حرب نے کہا یہ بھی شومئی وقت ہے کہ ہم نے تجھے حکم بنایا۔ عبد مناف کے بیٹوں میں سے سب سے پہلے ہاشم نے شام کے شہر غزہ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد عبد شمس نے مکہ میں انتقال کیا۔ پھر عبد المطلب نے یمن کے مقام پر رومان میں انتقال کیا۔ ہاشم کے بعد حجاج کے لئے پانی اور قیام کا انتظام ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کے سپرد ہوا"۔[6] قطع نظر اس کے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان قبائلی عداوت کے پس منظر کی یہ کہانی صحیح ہے یا غلط اس حقیقت سے کوئی بھی انکاری نہیں کہ جب مکہ میں رسول اللہؐ کا ظہور ہوا تو اس وقت وہاں بنو امیہ اور بنو ہاشم

Marfat.com

کے درمیان کشیدگی تھی۔ مکہ میں آل ہاشم کے چشم و چراغ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہؐ کی مخالفت کرنے والوں کا سرغنہ امیہ کا پوتا ابو سفیان تھا۔ ہاشمیوں اور امویوں کے درمیان خاندانی عداوت کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ بعد میں تاریخ اسلام پر اس عداوت کے بے پناہ اثرات مرتب ہوئے۔ اسلام کا اخوت و مساوات کا اصول اس عداوت پر کبھی غالب نہ ہو سکا۔ اور یہ عداوت مسلسل انتشار' افتراق اور خانہ جنگی کا باعث بنی۔ اسی طرح یمنی قبائل اور حجازی قبائل کی دیرینہ عداوت نے بے شمار فتنے برپا کئے اور بے تحاشا مسلمانوں کا خون بہایا۔ جذبہ اتحاد اسلامی کبھی بھی اس قبائلی عصبیت و عداوت کو مغلوب نہ کر سکا۔ اس عصبیت و عداوت کے مظاہرے رسول اللہؐ کی زندگی میں بھی ہوئے اور بعد میں بھی ہوتے رہے۔

علاوہ بریں عربوں کی قبائلی معاشرت و معیشت بھی اسلام میں مسلسل افتراق و نفاق کا باعث بنی اور اس نے اتحاد اسلامی کے خواب کی کبھی تعبیر نہ ہونے دی۔ علامہ احمد امین لکھتا ہے کہ "اہل عرب اپنے اردگرد کے لوگوں سے تمدن و تہذیب میں بہت پیچھے رہ گئے تھے اور ان پر بدویت ہی غالب رہی تھی۔ اکثر عربوں کی معیشت خانہ بدوش قبائلی معیشت تھی جو کسی جگہ جم کر نہیں رہتے تھے اور جہاں رہتے تھے اس کی جگہ سے انہیں کوئی مستحکم وابستگی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ زراعت پیشہ اقوام کو ہوتی ہے۔ یہ لوگ بارشوں کے موسموں کا انتظار کرتے تھے اور اپنی کل کائنات عورتوں اور اونٹوں کو لے کر چراگاہوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے تھے۔ وہ اپنے طبعی احوال و ظروف کی تنظیم پر عقلی کوشش صرف نہیں کرتے تھے جیسا کہ متمدن قومیں کرتی ہیں بلکہ آسمان و زمین جو کچھ از خود کر دیتے تھے اس پر ان کا بھروسہ تھا۔ بارش برس گئی تو جانوروں کو چرا لیا نہیں برسی تو تقدیر کے منتظر رہے۔ اس قسم کی معیشت نہ قوموں کو ترقی سے روشناس کر سکتی ہے اور نہ ہی تمدن کے گہواروں تک پہنچا سکتی ہے۔ کیونکہ تمدن کے گہواروں تک پہنچانے والی معیشت تو ایک جگہ پر جم کر رہنے اور احوال معیشت کو منظم کرنے میں عقل سے کام لینے کی زندگی ہی سے ہو سکتی ہے۔ تمام جزیرہ عرب میں اس بدوی طرز معیشت ہی کا طوطی بولتا تھا۔ اگرچہ وہاں یمن کے علاقوں کی طرح کچھ تھوڑے سے علاقے متمدن بھی تھے۔ یہ بدو اور ان کے امثال قبائل میں منقسم تھے۔ قبیلہ ہی وہ وحدت ہوتی تھی جس پر ان کا پورا نظام اجتماعی مبنی ہوا

Marfat.com

کرتا تھا۔ یہ قبائلی ہمیشہ باہمی نزاع میں گرفتار رہتے تھے۔ کبھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلے یا مختلف قبائل سے دوستی کر لیتا تھا کہ کسی دوسرے قبیلہ پر غارت گری کر سکے یا اس کی غارت گری کا جواب دے سکے یا اور اسی قسم کی دوسری اغراض ہوا کرتی تھیں۔ صدیاں گزر جاتی تھیں اور متحد قبائل اپنے ناموں اور شخصیتوں تک کو بھول جاتے تھے اور کسی ایک نام کے ماتحت منظم ہو جاتے تھے جو ان میں سے قوی ترین قبیلہ کا نام ہوتا تھا۔ پھر آگے چل کر وہ یہ گمان کر لیتے تھے کہ سب ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں"۔ علامہ امین نے عرب کے صحرائی قبائل کی معاشرت و معیشت کی جو خصوصیتیں بیان کی ہیں۔ وہ صرف سرزمین عرب کے قبائل تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ ساری دنیا کے کوہستانی اور صحرائی قبائل کی معاشرت و معیشت اسی قسم کی ہوتی تھی اور آج کل کی دنیا میں بہت سے ایسے قبائل موجود ہیں جو ابھی تک اسی طرح کی معاشرت و معیشت میں مبتلا ہیں۔

ابن خلدون بدوؤں کی خانہ بدوشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جن کی زندگی کا دار و مدار اونٹوں پر ہوتا ہے تو وہ آئے دن سفر ہی میں رہتے ہیں اور خشک ریگستانوں میں نکل جاتے ہیں کیونکہ شاداب مقامات کی گھاس پات' سبزہ زار اور روئیدگی ان کے اونٹوں کی زندگی کے لئے اس قدر موزوں و مناسب نہیں جس قدر کہ ریگستانوں کی جھاڑیاں اور وہاں کا کھارا پانی۔ پھر شاداب مقامات کی سردی اور ٹھنڈ بھی اونٹوں کو دکھ پہنچاتی ہے اور یوں وہ ریگستان کی گرم فضا میں خوش و خرم رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ریگستانوں کے ریتلے مقامات میں اونٹوں کے بچے بہ سہولت اور باآسانی پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اونٹنی بہت مشکل سے بچہ جنتی ہے اور اس کے لئے گرم مقام ہی زیادہ مناسب و موزوں ہے۔ چنانچہ ان ہی وجوہ کی بنا پر یہ ریگستانوں میں گشت لگاتے رہتے ہیں۔ آج یہاں ہیں تو کل وہاں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آباد زمینوں کے مالک ان کو نکال دیتے ہیں اور یوں یہ بے چارے ریگستان میں امن و پناہ لیتے ہیں۔ اسی مسلسل صحرائی زندگی کے باعث ان کے مزاجوں میں دہشت کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ مہذب شہریوں کے مقابلے میں وحشی جانوروں اور درندوں کی مانند سمجھے جاتے ہیں۔ اعراب بھی ایسے ہی خانہ بدوش ہیں۔ مغرب (شمالی افریقہ) میں بربر و زناتہ اور مشرق (کردستان و آذربائیجان) میں کرد اور ترکمان اسی نوعیت کی

Marfat.com

قومیں ہیں۔ فرق ہر دو میں اس قدر ہے کہ اعراب شاداب مقامات سے دور رہتے بستے ہیں اور زیادہ اکھڑ ہیں۔ کیونکہ ان کا دار و مدار محض اونٹوں پر ہے اور دوسرے اونٹوں کے ساتھ بکریاں اور گائے بیل بھی پالتے ہیں۔ لہٰذا پورے بیان کا حاصل یہ ہوا کہ اعراب کا خانہ بدوش ہونا طبعی و لازمی امر ہے اور اس بربریت و وحشت کا دنیا کی آبادی میں کہیں نہ کہیں پایا جانا لابدی ہے اور ناگزیر"۔ ابن خلدون نے عصبیت و بربریت کے باہمی تعلق پر تبصرہ کیا اور لکھا ہے کہ "اتحاد نسبی اور نسلی یگانگت رفع ظلم کے لئے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ ایسی صورت میں اگر لڑائی بھڑک اٹھتی ہے اور پورے خاندان کی لاج خطرے میں ہوتی ہے تو ہر فرد شمشیر بکف ذلت و خواری سے اپنی جان کو نجات دلاتا ہے اس کے لئے جان تک پر کھیلنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اگر ایسی عصبیت بدویوں میں نہ ہو تو وہ جنگلوں میں رہ بھی کیسے سکتے ہیں اور دوسری قوموں کا کسی نہ کسی وقت آسانی سے لقمہ بن جائیں اور غیر ان کو ذرا سی دیر میں ہضم کر جائیں۔ اب رہائش اور بسنے میں خاندانی و قبائلی عصبیت و حمایت جس قدر ضروری ثابت ہوئی اسی قدر دوسرے امور میں بھی اس کی ضرورت و اہمیت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً نبوت کی اشاعت اور نبی کو کامیاب بنانا۔ کسی سلطنت کی بنیاد ڈالنی اور اس کا وقار قائم کرنا یا کسی دعوت کی تبلیغ کرنا اور اس کو شائع و ذائع کرنا' کیونکہ ان سب امور کا بروئے عمل آنا بغیر جنگ و قتال کے ممکن نہیں۔ جب طبیعت انسانی میں خود سری و خود رائی ابتدائے فطرت سے موجود ہے تو انسان کو بغیر طاقت و زور کے کس طرح کوئی بات منوائی جا سکتی ہے اور جنگ و قتال زور و طاقت کے استعمال میں عصبیت و حمیت ہی کی کارفرمائی ہے۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ بغیر عصبیت و حمیت کے جذبہ کے کوئی کیوں اپنا خون بہائے اور آمادہ پیکار ہو۔"

عربوں کی بدویت و عصبیت کے علاوہ سرزمین عرب میں ذرائع پیداوار کی عدم موجودگی اور اس بنا پر ان کی مفلسی و قلاشی بھی اسلامی معاشرے میں مسلسل انتشار و افتراق کا ایک بڑا سبب تھی۔ علامہ امین کے بقول "بدوی لوگ ہمیشہ صنعت' زراعت' تجارت اور فلاحت وغیرہ پیشوں کو نظر حقارت سے دیکھتے رہے ہیں۔ ان کی گذر اوقات اس پیداوار پر ہوتی تھی جو ان کو اپنے جانوروں سے حاصل ہوتی تھی۔ معمولی اور سادہ طریق سے ان کا گوشت کھا لیتے' ان کا دودھ پیتے' ان کی اون سے اپنا لباس اور اپنے رہنے کے لئے خیمے بنا لیتے تھے

Marfat.com

اور جب تنگدستی بہت ستاتی تو سوسمار (گوہ) چھچھوندر اور عود بلاؤ تک کھا لیتے تھے۔ وہ اپنے جانوروں کو چرانے کے طبیعی امور پر بھروسہ رکھتے تھے۔ بارش کے موسموں میں جہاں گھاس ملتی جانوروں کو لے کر چرانے کے لئے چلے جاتے۔ جب یہ موسم ختم ہو جاتا تو اپنے گھروں کو لوٹ آتے اور انتظار کرتے رہتے کہ سال گزر جائے اور بارشیں ہوں۔ اگر انہیں اپنے جانوروں کی پیداوار کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ تبادلہ اشیاء کے طریقے پر معاملہ کر لیتے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ جانوروں اور چوپایوں اور ان کی اولاد کے بدلے کھجوریں اور کپڑے لے لیا کرتے تھے۔ ایک دوسرا ذریعہ بھی تھا جسے انہوں نے وسائل معاشی میں سے ایک اہم وسیلہ بنا رکھا تھا۔ یہ وسیلہ معاش لوٹ مار تھا۔ دشمن قبیلہ پر ڈاکے ڈالتے تھے اور یہ دشمنیاں عموماً ہوتی ہی رہتی تھیں۔ ان کے اونٹ چھین لیتے تھے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے جاتے تھے۔ دوسرا قبیلہ بھی موقع پر منتظر رہتا تھا اور جب اس کا بس چلتا تو وہ بھی یہی کچھ کرتا تھا۔ بلکہ جب غیروں میں سے کوئی دشمن نہیں ملتا تھا تو وہ آپس ہی میں لڑنے لگتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اکثر ضعیف قبیلے کسی قوی قبیلہ کی حمایت حاصل کرنے پر مجبور ہوتے تھے تاکہ وہ ان کی مدافعت کر سکے۔ لیکن بہت کم ان کی یہ دوستی تادیر قائم و مستحکم رہتی تھی بلکہ بہت جلد ان کی یہ اجتماعیت ختم اور وحدت پارہ پارہ ہو جاتی تھی۔ آگے چل کر وہی دوست جنگجو دشمن بن جاتے تھے۔ بدوی لوگوں میں طبعاً" تجارت کی اہلیت ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی بدوی تجارت میں شریک بھی ہوتا ہے تو اس کا کام اس حد تک محدود رہتا ہے کہ وہ ساربان' راہ نما یا اپنے جیسے بدوؤں کی لوٹ مار سے محافظ کا کام دے سکے۔ قبیلہ کے افراد ایک دوسرے کی نہایت شدت کے ساتھ مددگار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کی مدد ضرور کریں گے خواہ وہ ظالم ہوں یا مظلوم۔ ان کی ذمہ داری کی حامی ان میں سے ادنی سے ادنی بھی بھر سکتا ہے اور وہ اپنے غیروں کے سامنے ایک بند مٹھی کی طرح ہوتے ہیں۔ جب مصائب میں فریاد رسی کے لئے ان کا کوئی بھائی انہیں پکارتا ہے تو وہ اپنے بھائی سے اس کی بات کی دلیل و برہان نہیں مانگتے۔ اگر ان میں سے کوئی آدمی کوئی جرم کر بیٹھتا ہے تو پورا قبیلہ اس کی سزا کو برداشت کر لیتا ہے اور جب وہ لوٹ مار کر کے کچھ مال غنیمت لاتا ہے تو وہ سارے قبیلہ کا ہوتا ہے اور قبیلہ کا سردار اس میں سے بہترین چیز منتخب کر لیتا ہے۔ جب اس کا قبیلہ اس کی حمایت کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو وہ کسی

Marfat.com

دوسرے قبیلے میں پناہ لے لیتا ہے اور اس کا دم بھرنے لگتا ہے اور وہ خود ایسا ہی سمجھنے لگتا ہے گویا وہ اب اس دوسرے قبیلے ہی کا فرد ہے۔ لہٰذا ایک بدویت کی وطنیت قبائلی وطنیت ہے۔ نسلی وطنیت نہیں ہے۔ کسی قبیلہ کے ساتھ اس کے وابستہ ہونے کا یہ شعور ہی اس کی حمایت کرتا ہے اور وہ اس کی حمایت کرتا ہے۔ اس کو عصبیت کہتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ گہری قسم کے بدوی تھے وہ دین میں ضعیف الایمان تھے۔ یہ لوگ اپنی قبائلی تقلیدات اور آباؤ اجداد کے وراثتی اثرات کو ساتھ لئے ہوئے ہی مسلمان ہوئے تھے"۔[9]

ابن خلدون کی رائے یہ ہے کہ "عرب چونکہ اپنی طبیعت میں وحشت رکھتے ہیں۔ یہ لوٹ مار کے زیادہ عادی ہیں۔ جنگ و جدال اور لڑائی بھڑائی کے خطرات میں اپنی جان کو ڈالے بغیر جب اور جس چیز پر ان کا قابو لگتا ہے اس کو لوٹ لاٹ کر چلتے بنتے ہیں اور دشت و بیابانوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ جب تک مدافعت کی نوبت نہ آئے یہ جنگ و جدال میں اپنی جان کو نہیں پھنساتے۔ یہ ایسے مقامات کو چھوڑ جاتے ہیں جن کی فتح یابی زیادہ قربانی مانگتی ہے بلکہ ایسی جگہ پر زیادہ چھاپے مارتے ہیں جو باآسانی ان کی لوٹ مار کا شکار ہو جاتی ہے اس طرح اور قبیلے اور قومیں بھی ان کی دست برد سے بچ جاتی ہیں جو پہاڑوں کے دروں میں رہتی ہیں کیونکہ عرب ان کو سر کرنے کے لئے دقتوں، دشواریوں اور خطروں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے لیکن جب کسی قوم کو کھلے میدان میں رہتے سہتے دیکھتے ہیں یا کسی حکومت کو کمزور پاتے ہیں تو اس کو اپنے لئے تر نوالہ سمجھتے ہیں اور لوٹ لاٹ کر اس کو تباہی کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ان کو زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔ غرض کھلے میدان کے باشندے جب تک پوری طرح ان کے زیر اقتدار نہ آ جائیں اس وقت تک وہ غریب اس طرح لٹتے کھسٹے رہتے ہیں پھر مختلف قبائل کے خاندان اپنی اپنی باری سے ان پر حکومت و سیاست کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کا زمانہ حکومت خود ختم ہو جاتا ہے ---- عرب ایک وحشی قوم ہے جس میں وحشیانہ عادات و خصائل ایسی جڑ پکڑ گئے ہیں کہ یہ ان کے جبلی و فطری عادات شمار ہونے لگے ہیں اور یہ وحشت عربوں کو یوں زیادہ پسند ہے کہ اس میں ان کو دوسروں کی تابعداری سے چھٹکارا ملتا ہے اور کسی کی سیاست کے سامنے وہ اپنا سر نہیں جھکاتے۔ ان کا یہ رجحان طبعی ظاہر ہے کہ آبادی و تمدن کے سخت خلاف ہے۔ پھر یہ بھی کہ یہ ادھر ادھر چلنے پھرنے

Marfat.com

اور لوٹ مار کے عادی ہیں اور یہ عادت لامحالہ ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی کہ ان سے کوئی آبادی بس سکے۔ اب مثلاً پتھر کہ اس کی حاجت ان کو محض اس غرض سے ہے کہ اس سے وہ اپنے چولھے بنائیں۔ اس لئے پتھر کی خاطر وہ عمارتیں توڑ پھوڑ کر ان سے پتھر حاصل کر لیتے ہیں یا مثلاً لکڑی کہ اس کی ضرورت بھی ان کو صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس کی بنی ہوئی میخوں وغیرہ سے وہ اپنے خیمے نصب کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر وہ اچھے خاصے مکانوں کی چھتیں توڑ ڈالتے ہیں اور ان سے لکڑیاں نکال لے جاتے ہیں۔ اس لئے گویا ان کا وجود عمارتوں اور مکانوں کے لئے سخت مضر و منافی ہے جو آبادی اور تمدن کے لئے اصل کا کام دیتی ہے۔ یہ تو ان کی عام حالت ہے اور یوں بھی لوگوں کے مالوں کو اینٹھ لینا اور چھین لینا ان کا طبعی خاصہ ہے اور ان کا رزق ان کو تیروں کے سائے کے نیچے ملتا ہے۔ پھر لوگوں کا مال لینے میں بھی کسی مدد غایت پر صبر کرنا نہیں جانتے بلکہ جس چیز پر ان کی نظر پڑ جاتی ہے خواہ مال و متاع ہو یا برتنے برتانے کی چیزیں ان کو لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں جب غلبہ و اقتدار سے ان کا پورا قابو ہو جاتا ہے تو لوگوں کے مالوں کی حفاظت کی کوئی سبیل نہیں رہتی۔ آبادی برباد ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ اہل صنعت و حرفت کی مطلق قدر نہیں کرتے۔ وہ اپنی انتھک کوششوں سے جو کچھ تیار کرتے ہیں ان کی ان کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ۔ ۔ ۔ ۔ ملک کے دروبست میں یہ کسی خاص توجہ سے کام نہیں لیتے۔ نہ فساد و جھگڑے کی روک تھام کرتے ہیں۔ نہ ایک دوسرے کو ستانے سے باز رہتے ہیں۔ ان کی پوری ہمت اس پر جمی ہوتی ہے کہ کسی صورت لوگوں کے مال لوٹ کھسوٹ لئے جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ عرب چونکہ وحشی الخلق ہیں اور درشتی و خودداری' بلند ہمتی اور حکمرانی کا چسکا بڑے پیمانے پر اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے یہ بعض بعض کا محکوم بننا بڑی مشکل سے گوارا کرتے ہیں۔ یہ اپنی خواہشات میں کسی خاص نقطہ پر بڑی مشکل سے جمع ہوتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ عرب سب قوموں سے زیادہ بدویت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ سب سے زیادہ دور دراز بیابانی مقامات میں رہتے بستے ہیں اور شاداب مقامات کی ضروریات زندگی سے بالکل بے پرواہ اور کنارہ کش ہیں کیونکہ وہ جفاکش زندگی کے عادی ہیں۔ وہ دوسروں سے بے نیاز رہتے ہیں ان میں بعض بعض کی تابعداری گوارا نہیں کرتا کیونکہ ان کے مزاجوں میں جو وحشت ہے اس کا تقاضا یہی ہے۔ ان میں جو برائے نام

Marfat.com

رئیس ہوتا ہے وہ اکثر ان کا سخت محتاج ہوتا ہے تاکہ وہ ان کی حمایت و عصبیت سے مدافعانہ طاقت اپنے میں پیدا کرے۔ اسی وجہ سے وہ ان کی دلجوئی کرنے اور کرم و احسان کے ساتھ ان سے برتاؤ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور ان کی دل شکنی اس کو کسی صورت سے منظور نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ اس کے خلاف عمل کرے تو عصبیت کا سارا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور اس کا اپنا تحفظ اور خود ان کا تحفظ بھی ناقابل عمل ہو جاتا ہے۔۔۔۔ عربوں کی طبیعت کا زیادہ سے زیادہ رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ لوگوں سے ان کے مال اینٹھے جائیں اور ان کو لوٹا کھسوٹا جائے۔ باقی اس کے علاوہ ریاست و حکومت کے جو کچھ فرائض ہیں مثلاً احکام ملی رائج کرنا یا بعض کو بعض کی دستبرد سے بچانا' ان سے وہ قطعی کنارہ کش رہتے ہیں۔ چنانچہ جب قوم پر قابو پاتے ہیں تو اخذ اموال کا مقصد سامنے رکھتے ہیں اور تمام احکام ملی کو پس پشت ڈالتے ہیں اور ان سے دور ہی رہتے ہیں[1]"۔

لیکن مکہ کا قبیلہ قریش بالعموم لوٹ کھسوٹ نہیں کرتا تھا۔ اس کی زیادہ تر توجہ و قوت اپنے تجارتی قافلوں کی حفاظت پر مرکوز رہتی تھی۔ قریشیوں کی معاشی حالت بدوؤں سے بہت بہتر تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ظہور اسلام سے بہت پہلے اہل روم کے ہاتھوں یمن کی تجارت میں زوال آ جانے کے باعث مکہ نے شام اور بحر ہند کے درمیان ایک بری راستے میں ایک اہم تجارتی مقام کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کا نام قریش پڑ ہی اس لئے گیا تھا کہ یہ لوگ تجارت میں مشغول رہتے تھے۔ مکہ میں خانہ کعبہ کی موجودگی بھی قریشیوں کی معاشی کشادگی کا باعث تھی اسی لئے ابن ہشام کے بیان کے مطابق قریش سارے عرب کے امام و ہادی تسلیم کئے جاتے تھے۔ حالانکہ ان کی معاشرت جزیرہ نما عرب کے صحرائی بدوؤں کی معاشرت سے کوئی زیادہ مختلف نہیں تھی۔ ان کی حضارت کے باوجود معاشرتی طور پر بداوت ہی ان پر غالب رہتی تھی۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی خاندانی عداوت اسی بداوت کی مظہر تھی۔ انہیں تعلیم و تہذیب سے بہت کم رغبت تھی۔ بلا ذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں بتایا ہے کہ اسلام کے ابتدائی عہد میں سارے قریش میں صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ تاہم قریشی تاجر یمنی اور حبشی تاجروں سے سامان خریدتے اور اپنے حساب میں انہیں شام اور مصر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ یہ لوگ ایران کے بازاروں میں بہت کم تجارت کرتے تھے کیونکہ

Marfat.com

ایرانیوں کے ساتھ تجارت حیرہ کے عربوں کے ہاتھ میں تھی جو خلیج فارس کے نزدیکی خشکی راستے میں رہتے تھے اور جنھوں نے ایران کے زیر سایہ اپنی ایک ریاست قائم کر رکھی تھی۔ تاہم ایران اور روم کی مسلسل جنگوں نے قریشیوں کی تجارت کو بہت فروغ دے رکھا تھا۔ رومیوں کو اپنی اکثر ضروریات کے لئے مکہ کی تجارت پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا تھا۔ قریشی تاجر اپنے تجارتی قافلوں کے لئے وہ راستہ اختیار کرتے تھے جو حضرموت سے شروع ہوتا تھا اور بحراحمر کے کنارے کنارے صحرائے نجد کو چھوڑتا ہوا ساحل سمندر کی پہاڑی اور دشوار گزار چٹانوں سے دامن بچاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ مکہ اس راستے کے نصف میں واقعہ تھا بعض انگریز مورخین کا کہنا ہے کہ خود مکہ میں رومی تجارت خانے قائم تھے جن سے اہل روم تجارتی حالات میں اور ساتھ ہی عرب کے حالات کی جاسوسی کا کام بھی لیتے تھے۔ اسی طرح مکہ میں بہت سے حبشی لوگ بھی رہتے تھے جو اپنی قوم کے تجارتی مفادات کی نگرانی کرتے تھے۔ غالباً اسی لئے حجازیوں اور ایرانیوں کے مابین ظہور اسلام سے پہلے ہی سے قومی تضاد موجود تھا۔ حجازیوں کے تجارتی روابط رومیوں اور حبشیوں کے ساتھ تھے۔ جو ایرانیوں کے دشمن تھے۔ اگر ایرانیوں اور حجازیوں کے اس تاریخی تضاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس امر کی ایک وجہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ نے اسلام کی دعوت پر مشتمل رسول اللہؐ کے خط کو کیوں پھاڑ دیا تھا اور والئی یمن کو رسول اللہؐ کی گرفتاری کا کیوں حکم دیا تھا اور ان سوالات کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے رسول اللہؐ کا خط موصول کر کے ان کے دعویٰ نبوت کو کیوں برحق تسلیم کیا تھا؟ مصر کے فرمانروا مقوقس نے رسول اللہؐ کو مختلف تحائف اور چار باندیاں کیوں بھیجی تھیں اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے رسول اللہؐ کی دعوت اسلام قبول کر کے آنحضورؐ کی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ شادی کا کیوں بندوبست کیا تھا؟

Marfat.com

باب: 3

رسالت مآبؐ کی وفات اور مسئلہ خلافت پر مسلمان گروہوں کی سیاسی کشمکش

عربوں کی بدویت و عصبیت' معاشرت و معیشت اور وحشت و بربریت کے مذکورہ سارے بیانات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جب جون 632ء میں رسول اللہ صلعم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تھے اس وقت اگرچہ اسلامی مملکت کا دائرہ اختیار سرحدات ایران و شام تک پھیلا ہوا تھا تاہم یہ مملکت اسلامی جذبہ اتحاد کی بنیاد پر مستحکم نہیں تھی۔ مکہ کے قریش سمیت بیشتر عربوں نے اسلام اس لئے قبول نہیں کیا تھا کہ وہ اسے دین حق سمجھتے تھے بلکہ اس لئے قبول کیا تھا کہ فتح مکہ کے بعد ان کی موقع شناسی و مفاد پرستی کا تقاضا یہی تھا۔ مختلف روایات کے مطابق رسول اللہؐ کو مسلمانوں میں جذبہ اتحاد و اتفاق کے فقدان کا اچھی طرح علم تھا۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے بعد فوراً فتنے پیدا ہوں گے جن میں بیٹھا ہوا شخص بہتر ہو گا کھڑے ہوئے سے اور کھڑا بہتر ہو گا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہو گا بھاگنے والے سے۔ جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ پس جو شخص پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پائے تو اسے چاہئے کہ اس کی پناہ میں آ جائے۔ اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کے ایک قلعہ سے جھانکا تو فرمایا بھلا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس دیکھتا ہوں کہ تمہارے گھروں کے اندر فتنے و فساد اس طرح داخل ہو رہے ہیں جس طرح بارش کے قطرے[1]۔ مولوی عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب عقائد الاسلام میں یہ حدیث نقل ہے کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں بہتر (72) فرقے ہوں

Marfat.com

گے اور وہ سب سے دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ نہ ہو گا اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کون سا فرقہ ہے۔ فرمایا : جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہو گا۔[۲]"

شیعان علیؑ کے ایک ملا علی متقی نے اپنی کتاب کنزالعمال میں مسلمانوں کے باہمی فتنوں کے بارے میں نو سو پچاس اقوال درج کئے ہیں۔ جس میں اس قسم کے اقوال ہیں کہ "میرے بعد ہی میری امت پر ایسے فتنے غالب پا لیں گے کہ جس میں انسان کا دل اسی طرح مر جائے گا کہ جس طرح بدن مرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ قسم خدائے لایزال کی کہ میرے بعد میری اس مسجد سے اس طرح فتنے اٹھیں گے کہ جس طرح مویشیوں کے لئے گھر بناتے ہیں[۳]"۔ یہ ساری حدیثیں' روائتیں اور اقوال وضعی ہوں یا غیر وضعی ہوں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ رسول اللہؐ جوق در جوق حلقہ اسلام میں آنے والے لوگوں کی نیتوں سے بے خبر نہیں ہو سکتے تھے اور اپنے علم و تجربہ کی بناء پر پیش بینی کر سکتے تھے کہ امت مسلمہ میں بہت جلد تفرقات و نزاعات پیدا ہو جائیں گے اور اس میں اسلامی اتحاد و اتفاق اور اخوت و مساوات کے جذبہ کا فقدان ہو گا۔ انہیں یقیناً یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت عرب میں جن سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور معاشی تضادات سے فتنے برپا ہو سکتے تھے وہ کچھ اس قسم کے تھے۔

1۔ یمنی قبائل اور حجازی قبائل میں دیرینہ عداوت تھی۔

2۔ ان قبائل میں مضریوں اور حمیریوں میں تضاد زیادہ شدید تھا۔

3۔ مدینہ کے انصار اور مہاجرین کے درمیان تضاد تھا۔

4۔ مدینہ میں قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے درمیان تضاد تھا۔

5۔ حجازی قبائل میں ربیعہ اور مضر کے درمیان تضاد تھا۔

6۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان تضاد تھا۔

7۔ بداوت اور حضارت کے درمیان تضاد تھا۔

8۔ مکہ و مدینہ میں قریش کے اشراف و امراء اور دوسرے قبائل کے غرباء و مساکین کے درمیان تضاد تھا۔

9۔ مکہ کے قبیلہ قریش میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان تضاد تھا۔

10۔ بنو ہاشم اور بنو عدی کے درمیان تضاد تھا۔

Marfat.com

11۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش میں تضاد تھا جس کا مظاہرہ واقعہ افک کے دوران ہو چکا تھا۔

12۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؑ میں تضاد تھا جس کا مظاہرہ اسی واقعہ کے دوران اس وقت ہوا جبکہ حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ سے کہا تھا کہ آپؐ کے لئے عورتوں کی کمی نہیں ہے۔

13۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کی ازواج دو گروہوں میں منقسم تھیں۔ ایک میں عائشہؓ، حفصہؓ، سودہؓ اور دوسرے میں ام سلمہؓ اور باقی ازواج تھیں۔

14۔ منافقین اور مسلمین کے درمیان تضاد تھا اور یہ تضاد کسی وقت بھی خونریزی کا باعث بن سکتا تھا۔

علاوہ بریں رسول اللہ نے آقا اور غلام کے درمیان تضاد کی بنا پر اپنے مرض الموت کے دوران اسامہ بن زیدؓ کی لشکری امارت کے مسئلہ پر مسلمانوں میں پیدا شدہ اختلاف خود سنا اور دیکھا تھا۔ ان دنوں رسول اللہ کی زوجہ حضرت عائشہؓ کو بھی مسلمانوں میں فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کو پسند نہیں کریں گے۔ بظاہر ان کے اس خیال کی بنیاد صحابہ کبار کے باہمی تضاد اور مہاجرین و انصار کے درمیان تضاد پر تھی۔

شیعان علیؑ کا موقف یہ ہے کہ سب سے زیادہ جس تضاد نے اسلام میں تفرقہ و رخنہ ڈالا وہ بنو ہاشم اور حضرت علیؑ اور ان کے مخالفین کے درمیان کا تضاد تھا۔ ان کا الزام یہ ہے کہ "رسول خداؐ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ اپنے جانشین کے تقرر کے بارے میں وثیقہ لکھوانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے قلم و دوات کاغذ طلب کرنا آپ کی آخری حجت تھی لیکن جو بزرگوار کہ حصول حکومت کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے وہ بھی سمجھ گئے کہ ان کے لئے بھی یہ نازک موقع ہے کہ اگر رسول خدا نے کچھ تحریر کرا کر اس پر اپنی مہر لگا دی تو ہماری تجویزوں اور تدبیروں میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی لہٰذا وہ اس حکم کی تعمیل میں مانع ہوئے اور یہ کہہ کر مجلس رسول صلعم میں شور و شغف پیدا کر دیا کہ اب مزید کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ ہمارے لئے تو قرآن کافی ہے۔ رسول خدا تو شدت مرض کی وجہ سے (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں ۔۔۔ حضرت عمرؓ کا طرز عمل صاف بتا

Marfat.com

رہا ہے کہ ان کے کیا ارادے تھے۔ کس طرح ان کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرتؐ کا کونسا ارشاد تھا جس سے اعراض مقصد تھا؟" "علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتا ہے کہ پہلا اختلاف و تنازعہ اسلام میں وہ ہے جو رسول مقبولؐ کے اس مرض کے دوران میں ہوا جس میں آپ نے انتقال فرمایا۔ وہ یہ تھا کہ جس کو محمد بن اسماعیل بخاری نے کتاب صحیح میں اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول خداؐ کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر میرے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوں گے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا (خدا ان سے بہت خوش ہو) کہ رسولؐ پر تو اس وقت بیماری نے غلبہ کیا ہے۔ ہمارے لئے تو محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ اس پر بیہودہ کلامی اور شور و شغف بڑھ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو۔ میرے پاس تمہارا شور و شغف جائز نہیں۔ اس پر عبداللہ بن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت و عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف و تنازعہ جس نے ہمارے اور رسول خدا کی تحریر کے درمیان حائل ہو کر آنحضرتؐ کو کتابت صحیفہ سے باز رکھا"۔[۵]

حنفی العقیدہ مورخین نے اس موقع کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے شیعہ علماء کے اس موقف کی تردید ہوتی ہے کیوں کہ ان کی بیان کردہ روایات میں سے کسی روایت سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ رسول اللہؐ واقعی تقرر جانشینی کے لئے وصیت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ ابن سعد نے ابن عباس کے حوالے سے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ "رسول اللہؐ کا درد شدید ہو گیا تو فرمایا دوات کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ جو لوگ آپ کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ نبی اللہ ہمیں چھوڑتے ہیں۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ آیا جو آپ نے طلب فرمایا (دوات و کاغذ) ہم آپ کے پاس لائیں۔ لیکن آپ نے وہ کاغذ نہ منگایا۔ ابن عباس سے ایک اور روایت ہے کہ جب رسول اللہؐ کا درد شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ' میں تمہیں ایسا فرمان لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگ آپس میں جھگڑنے لگے۔ حالانکہ نبی کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں تھا۔ پھر لوگوں نے کہا آپؐ کا کیا حال ہے۔ آپؐ نے ہمیں چھوڑ دیا۔ چلو خود آنحضرتؐ سے دریافت کریں۔ لوگ آپؐ کے پاس آئے اور اسی بات کو

Marfat.com

دہرانے لگے۔ آپ نے فرمایا' مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ میں تمہیں تین وصیتیں کرتا ہوں۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ وفود (آنے والے قاصدوں) کی اس طرح مدارات کرو جس طرح میں ان کی مدارات کیا کرتا تھا۔ تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا۔ (اور کہا کہ) مجھے معلوم نہیں کہ (ابن عباس نے) اسے بیان کیا اور میں بھول گیا یا انہوں نے دیدہ دانستہ اس سے سکوت کیا۔ جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ کو وہ عارضہ ہوا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ تو آپ نے ایک کاغذ منگایا۔ کہ اپنی امت کے لئے ایسا فرمان لکھ دیں جس سے نہ وہ گمراہ ہوں نہ گمراہ کئے جا سکیں۔ گھر میں شور اور بات چیت ہونے لگی۔ عمرؓ بن الخطاب نے (آپ سے) گفتگو کی۔ پھر نبی صلعم نے یہ خیال ترک فرما دیا۔ علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی بیماری جب شدید ہو گئی تو فرمایا : اے علیؓ میرے پاس ایک طبق (کاغذ) لاؤ تو میں وہ بات لکھ دوں کہ میرے بعد میری امت گمراہ نہ ہو۔ علیؓ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ (کاغذ لانے سے) پہلے آپ کی جان نہ چلی جائے۔ میں کاغذ سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں۔ آپ کا سر میری بانہوں اور بازووں کے درمیان تھا کہ آپ وصیت فرمانے لگے۔ نماز اور زکواۃ اور جن (غلاموں) کے تم لوگ مالک ہو (ان کا خیال رکھنا) آپ اسی طرح فرما رہے تھے کہ روح پرواز کر گئی۔ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے ہمارے اور عورتوں کے درمیان پردہ تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا : مجھے سات مشکوں سے غسل دو اور کاغذ و دوات لاؤ' میں تمہارے لئے ایک ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو۔ عورتوں نے کہا رسول اللہ صلعم کے پاس آپؐ کی حاجت کی چیز (یعنی کاغذ وغیرہ) لے آؤ' میں نے کہا تم خاموش رہو' تم لوگ آپ کی اس طرح کی ساتھ والیاں ہو کہ جب آپؐ مریض ہوئے تو تم نے اپنی آنکھیں نچوڑ دیں (یعنی خوب روئیں) اور جب آپؐ تندرست ہوئے تو تم نے آپؐ کی گردن پکڑ لی۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا : وہ عورتیں تم لوگوں سے بہتر ہیں۔ ابن عباس سے مزید مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ کی وفات کا وقت آیا تو گھر میں لوگ تھے جن میں عمرؓ بن الخطاب بھی تھے رسول اللہؐ نے فرمایا : آؤ میں تمہارے لئے ایک فرمان لکھ دوں کہ اس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو' عمرؓ نے کہا رسول اللہ صلعم پر درد غالب

Marfat.com

ہے تمہارے پاس قرآن ہے جو کافی ہے۔ گھر والوں نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے بعض وہ تھے جو کہتے تھے (کاغذ آپ کے) قریب کر دو کہ رسول اللہؐ تمہارے لئے لکھ دیں۔ دوسرے لوگ وہی کہتے تھے جو عمرؓ نے کہا تھا۔ جب شور و اختلاف بہت ہو گیا اور رسول اللہؐ کو لوگوں نے پریشان کر دیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبیداللہ بن عبداللہ نے کہا کہ ابن عباس کہا کرتے تھے۔ مصیبت اور وہ بھی پوری مصیبت۔ رسول اللہؐ کے فرمان لکھنے میں جو چیز حائل ہوئی وہ ان کا اختلاف و شور و غل تھا۔ ابن عباس سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے مرض موت میں فرمایا: میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ' میں تمہارے لئے ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ فلاں فلاں روم کے شہروں کا کون (فاتح) ہو گا۔ رسول اللہ صلعم ہرگز مرنے والے نہیں تاوقتیکہ ہم لوگ اسے فتح نہ کر لیں اور اگر آپؐ (فتح کے قبل) مرگئے تو ہم لوگ آپ کا انتظار کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ کا انتظار کیا تھا۔ زینب زوجہ نبی صلعم نے کہا کہ کیا تم لوگ نبی صلعم کی (بات) نہیں سنتے جو تم سے عہد لیتے ہیں۔ لوگوں نے شور کیا تو آپ نے فرمایا اٹھ جاؤ۔ لوگ اٹھ گئے تو نبی صلعم کی اپنے مقام پر وفات ہو گئی۔[6]"

طبری نے اس واقعہ کو ابن عباس کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ "ایک دن جمعرات کو رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی۔ آپ نے فرمایا لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ بعد میں تم گمراہ نہ ہو۔ اس پر صحابہ میں تنازعہ ہوا۔ حالانکہ اللہ کے نبی کے پاس کسی قسم کا تنازعہ نہ ہونا چاہئے تھا۔ اس میں بعض لوگوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے اور آپ پر سرسامی کیفیت طاری ہے۔ پہلے دریافت کر لو کہ اس سے آپ کا کیا منشا ہے۔ صحابہ نے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ جس حال میں میں ہوں' وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ پھر آپ نے تین باتوں کی وصیت کی۔ ایک یہ کہ مشرکوں کو تمام جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے۔ دوسرا یہ کہ جو وفد آئے اسے وہی صلہ دیا جائے جو میں دیا کرتا تھا۔ تیسری بات آپ نے عمداً بیان نہیں کی یا خود مجھے اب یاد نہیں رہی کہ وہ کیا تھی۔ بعض دوسرے راویوں کے ذریعے سے یہی حدیث ابن عباس سے یوں مروی ہے کہ ایک دن جمعرات کو آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے اور ان کے آنسو

Marfat.com

موتی کی لڑی کی طرح رخساروں پر سے جاری ہو گئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس تختی اور دوات لے آؤ' یا آپ نے فرمایا ایک پارچہ اور دوات لے آؤ' میں ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم پھر راہ راست سے نہ بھٹک سکو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ کو ہذیان ہو گیا ہے۔" ابن اثیر ابن عباس کی اس روایت کو یوں بیان کرتا ہے کہ "جمعرات کا دن آیا اور ہائے کیا جمعرات کا دن یعنی کیسی مرض کی شدت اس دن ہوئی اور پھر اسی حال میں آنحضرتؐ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور مرض اور درد سر کی شدت بڑھ گئی تھی اور اس سختی کی حالت میں آپ نے فرمایا کہ میرے پاس قلم اور دوات لاؤ تاکہ لکھوں اور تم میرے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر لوگوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ آنحضرت غیر ارادی باتیں کر رہے ہیں اور اس جملے کو برابر دہراتے رہے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ جس حال میں ہوں وہ زیادہ بہتر ہے۔ ان حالات سے جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ پھر آپ نے وصیت فرمائی کہ مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے اور جو وفد باہر کے ملکوں سے آئیں ان کو جائزہ دیا جائے (یعنی ان کی مہمان نوازی اس طرح کی جائے جس طرح آنحضرت صلعم فرماتے تھے) اور تیسری وصیت پر رسول اللہ صلعم عمداً" خاموش ہو گئے یا یہ فرمایا کہ (تیسری وصیت) میں بھلا دیا گیا ہوں۔"

چنانچہ 8 جون 632ء کو ان کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا۔ ابن ہشام کے مطابق "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوتے ہی ایک طرف انصار کا گروہ جو سعد بن عبادہؓ سے متعلق تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوا۔ دوسری طرف علیؓ بن ابی طالب' زبیرؓ بن عوام' طلحہؓ بن عبیداللہ' فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے۔ تیسری طرف باقی مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس مجتمع ہو گئے اور ان کے ساتھ بنو عبدالاشہل کے اسید بن حضیر بھی شامل ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ کے پاس کوئی شخص آیا اور اس نے کہا انصار کا یہ گروہ سعد بن عبادہؓ کی سرکردگی میں سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہو گیا ہے۔ پس اگر کوئی ضرورت سمجھتے ہیں تو اس سے پہلے کہ معاملہ آگے بڑھ جائے مل کر بات کر لیں۔ اور ابھی رسول اللہؐ اپنے گھر میں ہیں ان کے معاملے سے فراغت نہیں ہوئی۔ آپ کے اہل خانہ نے دروازہ بند کر لیا ہے۔ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا: ہمیں ان انصاری بھائیوں کے پاس لے چلو۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں"۔ ابن ہشام آگے چل کر عمرؓ بن خطاب کا بیان نقل کرتا ہے کہ "جس وقت نبی کریمؐ کی وفات ہوئی تو

Marfat.com

انصار نے ہماری مخالفت کی اور اپنے اشراف کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور ہم سے علیؓ بن ابی طالب اور زبیرؓ بن عوام اور ان لوگوں نے جو ان دونوں کے ساتھ تھے تخلف کیا (اور پیچھے ہٹ گئے) اور مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے اور اس وقت میں نے ابوبکرؓ سے کہا۔ ہمیں ہمارے ان انصاری بھائیوں کے پاس لے چلو' آخرکار ہم ان کا قصد کر کے جا رہے تھے کہ ہمیں انصار میں سے ان کے دو صالح آدمی ملے۔ پھر ان دونوں نے ہمیں بتایا کہ انصار کس معاملے پر متفق ہو گئے ہیں اور ان دونوں نے کہا' اے گروہ مہاجرین! کدھر کا ارادہ ہے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ انصاری بھائیوں سے ملنے کے ارادے سے نکلے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں نہیں۔ اے گروہ مہاجرین! تم انصار کے پاس نہ جاؤ' اپنے معاملات (امارت و خلافت) کا خود فیصلہ کر لو' مگر میں نے کہا' خدا کی قسم ہم ان سے ضرور ملیں گے۔ بہرحال ہم لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر ان سے ملے۔ وہاں دیکھا کہ ان کے درمیان ایک شخص چادر میں لپٹا ہوا بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا' یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا' یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے پوچھا' انہیں کیا ہوا' لوگوں نے کہا' وہ بیمار ہیں' پر جب ہم لوگ بیٹھ گئے' قرآن کے خطیب نے کھڑے ہو کر توحید و رسالت کی شہادت دی اور اللہ تعالٰی کی شایان شان حمد و ثنا کی پھر کہنا شروع کیا اما بعد' ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اور اے گروہ مہاجرین! تم میں سے ایک گروہ اور تمام قوم کی ایک جماعت چل کر ہمارے پاس آئی' لیکن دیکھتے کیا ہیں' اب ان کا ارادہ یہ ہے کہ ہماری اصل سے کٹ کر الگ ہو جائیں اور ہم سے ہماری امارت غصب کر لیں۔ پھر جب ان کا خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے چاہا کہ جواب دوں اور اپنے دل میں ایک ایسی تقریر تیار کر لی جو مجھے خود پسند آ رہی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ یہ تقریر ابوبکرؓ کے سامنے پیش کروں اور ابوبکرؓ کے معاملے میں اپنی تیزی کو کم کر کے ان کی مدارات کیا کرتا تھا۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ سہولت سے کام لو اور یہ میں نے پسند نہ کیا کہ ان سے اپنی ناراضی کا اظہار کروں۔ بہرحال ابوبکرؓ مجھ سے زیادہ صاحب علم اور باوقار آدمی تھے۔ انہوں نے تقریر شروع کی اور خدا کی قسم کوئی ایسا کلمہ نہ چھوڑا جو میں نے اپنے دل میں خوب سنوار کر تیار کیا ہو اور جو مجھے پسند آیا ہو۔ جسے انہوں نے اسی کلمے جیسا یا اس سے بھی زیادہ افضل کلمہ فی البدیہہ نہ کہا ہو۔ ان کی تقریر ختم ہوئی اور وہ خاموش ہو گئے۔ ابوبکرؓ نے کہا' تم نے اپنے اندر جس خیر و فلاح کا ذکر

Marfat.com

کیا ہے واقعی تم اس کے اہل ہو، مگر عرب کسی طرح بجز قریش کے اس خاندان کے کسی بھی فرد کو امارت و خلافت کے لائق نہیں مان سکتے، قریش اپنے نسب اور اپنے شہر (مکہ) کے لحاظ سے عربوں میں سب سے زیادہ اشراف و اعلیٰ ہیں اور میں تم لوگوں کے مفاد میں ان دو آدمیوں میں سے کسی بھی ایک کے لئے راضی ہوں۔ پس ان میں سے جن سے بھی چاہو بیعت کر لو اور ابوبکرؓ نے میرا (عمرؓ) ہاتھ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ کا ہاتھ پکڑا اور ابو عبیدہؓ بن جراح ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور ابوبکرؓ کی کہی ہوئی بات مجھے ناگوار نہیں ہوئی۔ بجز اس بات کے (کہ انہوں نے میرا نام دیتے ہوئے امارت کے لئے پیش کیا) خدا کی قسم، یہ چیز کہ میں آگے بڑھوں اور میری گردن تلوار سے مار دی جائے جو مجھے گناہ سے قریب نہ کرے، مجھے اس چیز سے زیادہ پسند تھی کہ جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہوں اس کا امیر میں ہوں۔ عمرؓ بن خطاب کا مزید بیان ہے کہ جب ابوبکرؓ تقریر کر چکے تو "ایک انصاری نے کہا میں انصار کا وہ تسکین بخش سہارا ہوں جس کی رائے سے انہیں تشفی اور جس کی موجودگی سے انہیں راحت ہوتی ہے اور میں اس کا وہ پھل دار درخت ہوں جسے یہ لوگ پٹک دیتے ہیں اے قریش ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہئے۔ پھر تو وہ تو تو، میں میں اور شور و غل ہوا اور وہ آوازیں بلند ہوئیں کہ مجھے جھگڑے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا ابوبکرؓ اپنا ہاتھ بڑھاؤ، ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا تو (سب سے پہلے) میں نے ان سے بیعت کی پھر مہاجرین نے بیعت کی۔ پھر انصار نے بیعت کی اور ہم سب سعدؓ بن عبادہ پر اچھل پڑے اور انہیں روند ڈالا، ان میں سے کسی نے کہا، تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے کہا سعدؓ بن عبادہ کو اللہ قتل کرے۔" ابن ہشام مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے آگے لکھتا ہے کہ "زہری کا بیان ہے کہ مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ انصار کے جو آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو سقیفہ جاتے وقت ملے تھے ان میں ایک عویم بن ساعدہ تھا اور دوسرے معن بن عدی، جو بنو العجلان میں سے تھے۔ جہاں تک عویم بن ساعدہ کا تعلق ہے یہ وہ ہیں کہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا۔ وہ لوگ کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ان میں وہ لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ پاک و صاف رہیں اور اللہ تعالیٰ زیادہ پاک و صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے" تو رسول اللہؐ نے فرمایا، "ان میں پہلا آدمی عویم بن ساعدہ ہے" اور جہاں

Marfat.com

تک معن بن عدی کا معاملہ ہے تو روایت کے مطابق جس وقت رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ لوگ آپ کے لئے رو رو کر کہہ رہے تھے۔ خدا کی قسم! آپ سے پہلے ہی ہم لوگ مرجاتے، ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد ہم فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے" اس وقت معن بن عدی نے فرمایا "لیکن خدا کی قسم! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آپ سے پہلے میں مرجاتا، جب تک کہ آپ کے مرنے کے بعد بھی ان کی تصدیق نہ کر دیتا۔ جیسا کہ میں نے آپ کی تصدیق آپ کی زندگی میں کی تھی۔" زہری انس بن مالک کے حوالے سے مزید کہتا ہے کہ جب سقیفہ میں ابوبکرؓ سے بیعت کی گئی اور اس کا دوسرا دن ہوا تو ابوبکرؓ منبر پر بیٹھ گئے اور عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ سے پہلے عمرؓ نے تقریر کی جس کے آخر میں انہوں نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر خلافت کو ایسے شخص پر لا ڈالا ہے جو تم میں سب سے بہتر اور جو رسول اللہ صلعم کے صحابی اور جس وقت یہ دونوں (رسول اللہ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے تو اس وقت کے ثانی اثنین (دو آدمیوں میں دوسرے نمبر کا آدمی) تھے۔ اس لئے تم سب کھڑے ہو کر ابوبکرؓ سے بیعت کرو" چنانچہ بیعت سقیفہ کے بعد (اس موقع پر) لوگوں نے ابوبکرؓ سے عام بیعت کی۔ عمرؓ کے بعد ابوبکرؓ نے تقریر کی جس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے لگوں تو میری کوئی اطاعت تم پر واجب نہیں۔[۹]"

ابن ہشام نے رسول اللہؐ کی رحلت کے فوراً بعد مسئلہ خلافت پر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے مسند خلافت پر فائز ہونے کے متعلق جو بیان کیا ہے اس کے بیشتر حصے کی صحت کے بارے میں مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقوں کے اہل علم کو اتفاق ہے۔ اس بیان سے واضح ہے کہ مسئلہ خلافت پر اختلاف جاہل بدوؤں کا یا کسی بیرونی طاقت کا پیدا کردہ نہیں تھا۔ یہ اختلاف و انتشار یہود و ہنود کی سازش کا نتیجہ بھی نہیں تھا بلکہ یہ ان صحابہؓ کی گروہ بندی کی وجہ سے ہوا تھا جو رسول اللہؐ کے قریب ترین صحابیوں میں شامل تھے۔ جذبہ اتحاد اسلامی انہیں اس اختلاف و انتشار سے باز نہیں رکھ سکا تھا۔ درآں حالیکہ رسول اللہؐ کے جسد مبارک کی ابھی تکفین و تدفین بھی نہیں ہوئی تھی۔ عروہ بن زبیرؓ کے بیان کے مطابق "اسی لئے لوگ آپ کے لئے رو رو کر کہہ رہے تھے کہ خدا

Marfat.com

کی قسم! آپ سے پہلے ہی ہم لوگ مرجاتے، ہمیں اندیشہ ہے آپ کے بعد ہم فتنے میں نہ مبتلا ہو جائیں۔"

طبری اس اختلاف و انتشار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "انصار بنی ساعدہ کے چوپال میں جمع ہوئے تاکہ سعدؓ بن عبادہ کی بیعت کر لیں اس کی اطلاع ابوبکرؓ کو ہوئی۔ ابوبکرؓ جن کے ساتھ عمرؓ اور ابو عبیدہ تھے انصار کے پاس آئے اور ان سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ انصار نے کہا کہ ہم میں سے ایک امیر ہو اور ایک تم میں سے ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر رہو۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ اور ابو عبیدہؓ میں سے جس کو چاہو امیر بنا لو میں اس پر خوش ہوں ---- اس پر عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم میں سے کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اس شخص کو موخر کرے جسے رسول اللہؐ نے مقدم کیا ہے۔ یہ کہہ کر عمرؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی اور سب لوگوں نے ان کی بیعت کی مگر اس وقت تمام انصار نے یا ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ ہم تو صرف علیؓ کی بیعت کریں گے۔ زیاد بن کلیبؓ سے مروی ہے کہ وہاں سے عمر بن الخطابؓ علیؓ کے مکان پر آئے۔ وہاں طلحہؓ زبیرؓ اور بعض دوسرے مہاجر موجود تھے۔ عمرؓ نے کہا چل کر بیعت کرو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب کو جلا دوں گا۔ زبیرؓ تلوار نکال کر عمرؓ پر بڑھے مگر فرش پر پاؤں الجھ جانے کی وجہ سے گرے۔ اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تب اور لوگوں نے فوراً زبیرؓ پر یورش کر کے ان کو قابو میں کر لیا، بعض دوسرے صحابہ کا بیان ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکرؓ نے انصار کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہاں تک تمہارے متعلق کہا ہے کہ اگر تمام دوسرے لوگ ایک راہ اختیار کریں اور انصار دوسری، تو میں انصار کی راہ اختیار کروں گا۔ اے سعدؓ تم خود جانتے ہو کہ تم موجود تھے اور تمہارے سامنے رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تھا کہ خلافت کے وارث قریش ہیں۔ نیک نیکوں کی اقتدا کریں گے اور بدکار بروں کی اقتدا کریں گے۔" سعد نے کہا بے شک آپ سچے ہیں لہٰذا اب یہ ہونا چاہئے کہ ہم وزیر رہیں اور آپ لوگ امیر ہوں۔ عمرؓ نے کہا ابوبکرؓ ہاتھ لاؤ میں تمہاری بیعت کروں۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ میں نہیں بلکہ تم ہاتھ لاؤ کیونکہ تم میں سے منصب کے اٹھانے کی مجھ سے زیادہ قوت ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں عمرؓ بہت قوی تھے مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ

Marfat.com

زبردستی ایک دوسرے کے ہاتھ کھول رہے تھے۔ آخرکار عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ کھول لیا اور کہا کہ قبول کرو میری قوت بھی تمہاری قوت کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی اور ان سب کی بیعت کو ٹھہرا لیا گیا۔ علیؑ اور زبیرؓ بیعت کرنے نہیں آئے۔ زبیرؓ نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور کہا تاوقتیکہ علیؑ کی بیعت نہ کی جائے۔ میں تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا۔ اس کی اطلاع ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ہوئی۔ عمرؓ نے کہا زبیرؓ سے تلوار چھین کر پتھر پر دے مارو اور پھر عمرؓ ان کے پاس گئے اور ان کو زبردستی لے کر آئے اور کہا کہ بیعت کرنا پڑے گی۔ چاہے بہ خوشی کرو یا با دل نخواستہ۔ تب ان دونوں نے بیعت کی"[1]۔

طبری آگے چل کر مزید لکھتا ہے کہ "جب قبیلہ اوس نے دیکھا کہ بشیر بن سعد نے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور وہ قریش کے اس معاملے میں حامی ہیں اور خزرج سعد بن عبادہ کو امیر بنانا چاہتے ہیں' انہوں نے ایک دوسرے سے کہا جن میں اسید بن حضیر ان کے ایک نقیب بھی تھے کہ اگر ایک مرتبہ کے لئے بھی خزرج کو امارت مل گئی تو اس وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے تم سے مرتبہ میں بڑھ جائیں گے اور پھر کبھی وہ حکومت میں تم کو کوئی حصہ نہ دیں گے۔ لہٰذا ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم سب ابوبکرؓ کی بیعت کرلیں۔ چنانچہ ان سب نے کھڑے ہو کر ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ اس سے سعد بن عبادہ اور خزرج کے تمام منصوبے جو حکومت حاصل کرنے کے تھے خاک میں مل گئے اور ان کے حوصلے پست ہوگئے۔ ابوبکر بن محمد الخزاعی سے مروی ہے کہ اس کے بعد تمام بنی اسلم جماعت کے ساتھ کہ ان کی کثرت کی وجہ سے راستے پر ہوگئے وہاں آئے۔ اور انہوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ عمرؓ کہا کرتے تھے کہ جب میں نے اسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو مجھے کامیابی کا یقین ہوا۔ سابقہ روایت کے سلسلے سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ اب ہر طرف سے لوگ آآکر ابوبکرؓ کی بیعت کرنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ سعد کو روند ڈالتے۔ اس پر سعد کے کسی آدمی نے کہا کہ سعد کو بچاؤ۔ ان کو نہ روندو۔ عمرؓ نے کہا اللہ اسے ہلاک کرے۔ اس کو قتل کردو۔ اور خود ان کے سرہانے آکر کھڑے ہوگئے اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تم کو روند کر ہلاک کردوں۔ سعد نے عمرؓ کی داڑھی پکڑ لی۔ عمرؓ نے کہا چھوڑو اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں ایک دانت نہ رہے گا۔ ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ خاموش رہو۔ اس موقعہ پر نرمی برتنا زیادہ سود مند ہے۔ عمرؓ نے سعد کا پیچھا چھوڑ دیا۔ سعد نے کہا کہ اگر مجھ میں اٹھنے کی بھی طاقت ہوتی تو

Marfat.com

میں تمام مدینے کے گلی کوچوں کو اپنے حامیوں سے بھر دیتا کہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ہوش و حواس جاتے رہتے۔ اور بخدا اس وقت میں تم کو ایسی قوم کے حوالے کر دیتا جو میری بات نہیں مانتے بلکہ میں ان کی اتباع کرتا۔ اچھا اب مجھے یہاں سے اٹھا لے چلو۔ ان کے آدمیوں نے ان کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔ چند روز ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ان سے کہلا بھیجا گیا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے تم بھی آکر بیعت کرو۔ سعد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ میں تمہارے مقابلے میں اپنا ترکش خالی نہ کردوں' اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین نہ کرلوں اور اپنی تلوار سے جس پر میرا بس چلے وار نہ کرلوں اور اپنے خاندان اور قوم کے ان افراد کے ساتھ جو میرا ساتھ دیں تم سے لڑ نہ لوں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ عمرؓ نے ان سے کہا بغیر بیعت لئے ان کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ مگر بشیر بن سعد نے کہا چونکہ ان کو اپنے انکار پر اصرار ہے اس لئے جب تک وہ قتل نہ ہو جائیں گے ہرگز تمہاری بیعت نہ کریں گے اور تاوقتیکہ ان کی اولاد' ان کے خاندان والے اور ان کے قبیلے کے کچھ لوگ ان کے ساتھ کام نہ آجائیں وہ تنہا مقتول نہ ہوں گے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان کو چھوڑ دو' وہ تنہا ہیں ان کے چھوڑ دینے سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ابوبکرؓ وغیرہ نے ان کا پیچھا چھوڑ دیا۔ ۔ ۔ ۔ ضحاک بن خلیفہ سے مروی ہے کہ امارت کے انتخاب کے موقع پر حباب بن المنذر نے کھڑے ہو کر تلوار نکال لی اور کہا کہ میں ابھی اس کا تصفیہ کر دیتا ہوں' میں شیر ہوں اور شیر کی کھوہ میں ہوں اور شیر کا بیٹا ہوں' عمرؓ نے اس پر حملہ کیا۔ اس کے ہاتھ پر وار کیا' تلوار گر پڑی۔ عمرؓ نے اسے اٹھا لیا اور پھر سعد پر جھپٹے اور لوگ بھی سعد پر جھپٹے۔ اب سب نے باری باری آکر بیعت کی۔ سعد نے بھی بیعت کی۔ اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ ابوبکرؓ اس سے دور رہے' جس وقت سعد پر لوگ چڑھ گئے کسی نے کہا کہ تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا۔ عمرؓ نے کہا اللہ اسے ہلاک کردے۔ وہ منافق ہے۔ عمرؓ کی تلوار کے سامنے ایک پتھر آگیا اور ان کی ضرب سے وہ قطع ہو گیا"۔[11]

ابن ہشام نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے ایک خطبے کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت محض وقتی نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اس خطبے میں کہا تھا "کسی کو دھوکا نہیں

Marfat.com

ہونا چاہئے کہ ابوبکرؓ کی بیعت محض دفع وقتی کے لئے تھی۔ بے شک وہ ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شر سے ہمیں بچایا اور تم میں کوئی بھی ابوبکرؓ جیسا نہیں جس کی طرف گردنیں جھک جائیں۔ پس جس شخص نے بغیر مسلمانوں کے مشورے کے کسی بھی شخص سے بیعت کی۔ اس کی اس بیعت کا اعتبار نہ ہو گا اور نہ اس بیعت کا اعتبار ہو گا کہ جماعت سے قطع نظر کر کے دو آدمیوں نے آپس میں بیعت کر لی ہو پھر جماعت کی طرف سے ان دونوں کو قتل کا مستحق سمجھا گیا ہو۔[۱۲]" طبری کے مطابق "حضرت عمرؓ نے اپنے اس خطبے میں کہا تھا کہ کوئی شخص اس دھوکے میں نہ رہے کہ وہ یہ کہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت بے سوچے سمجھے فوری کارروائی تھی۔ مگر اللہ نے اس کے نتائج بد سے مسلمانوں کو بچایا۔ ایسا نہیں ہے۔ جو عزت ابوبکرؓ کی تھی وہ تم میں سے کسی ایک کو آج حاصل نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب مہاجرین اور انصار نے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تو اس کے بعد ہم سعد پر چڑھ بیٹھے۔ کسی نے کہا تم نے سعد کو مار ڈالا۔ میں نے کہا اللہ سعدؓ کو ہلاک کرے۔ بخدا وہ وقت ایسا تھا کہ ابوبکرؓ کی بیعت کا معاملہ سب سے زیادہ اہم تھا۔ کیونکہ اگر ہم ابوبکر کی بیعت نہ کر لیتے اور انصار کو چھوڑ دیتے تو وہ ہماری عدم موجودگی میں کسی دوسرے کی بیعت کر لیتے۔ اور پھر یا تو ہمیں اپنی مرضی کے خلاف ان کی متابعت کرنا پڑتی اور یا اختلاف کرنا پڑتا جس سے سخت فساد ہو جاتا' زہری سے مروی ہے کہ عمرو بن حریث نے سعید بن زید سے پوچھا کیا تم رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا: ابوبکرؓ کی بیعت کب ہوئی؟ سعید نے کہا اسی دن جس روز کہ آپ کا انتقال ہوا۔ کیونکہ صحابہ نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا کہ وہ ایک دو دن ہی بغیر جماعت کے رہیں۔ اس نے پوچھا: کیا اس بیعت میں کسی نے ابوبکرؓ کی مخالفت کی تھی۔ سعیدؓ نے کہا سوائے ان چند لوگوں کے جو مرتد ہو چکے تھے یا ہونے والے تھے۔ کسی نے نہیں کی۔ البتہ اللہ نے انصار کے قضیے سے مسلمانوں کو بچا لیا۔ اس نے پوچھا کیا مہاجرین میں سے کوئی ایسا تھا جس نے ابوبکر کی بیعت فوراً نہ کی ہو۔ سعید نے کہا نہیں' تمام مہاجرین نے اس وقت بغیر اس بات کے کہ ان کو بلایا جائے خود آ کر ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ علیؓ اپنے گھر میں تھے کسی نے آ کر کہا کہ ابوبکرؓ بیعت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہیں وہ فوراً محض قمیض پہنے بغیر چادر اور آزار کے اس خوف سے کہ ان کو بیعت

Marfat.com

کرنے میں دیر نہ ہو جائے گھر سے مسجد آئے، بیعت کی اور پھر ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اور اب کسی کو بھیج کر انہوں نے اپنے گھر سے اور کپڑے منگوا کر پہنے اور پھر وہیں بیٹھے رہے۔

ابن خلدون نے مسئلہ خلافت پر پیدا شدہ تنازعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جناب رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا تو جو لوگ وہاں موجود تھے وہ آپ کی رحلت کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے گمان کیا کہ آپ کا انتقال نہیں ہوا اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر سعدؓ ابن عبادہ کی بیعت کرنے پر تلے ہوئے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کی نصرت و پناہ کی وجہ سے جو انہوں نے رسول خداؐ کو دی تھی خلافت و حکومت ان کا حق تھا۔ یہ خبر سن حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بمعہ ابوعبیدہؓ بن الجراح سقیفہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں عاصم بن عدی و عویم بن ساعدہ ملے۔ انہوں نے ان تینوں کو مجلس انصار میں جانے سے روکا لیکن انہوں نے انکار کیا پس وہ سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گئے۔ پس انہوں نے تعجیل کی اور اپنی گفتگو کی وجہ سے انصار کو باز رکھا اور ان پر غالب آئے (ابوبکرؓ نے کہا) ہم لوگ رسول اللہؐ کے اولیا اور ان کی عشیرت سے ہیں لہذا ان کے بعد حکومت کے ہم مستحق ہیں اور اس میں بظاہر کوئی نزاع کی بات نہیں معلوم ہوتی البتہ تم کو حق نصرت اور نیز سابق الاسلام ہونے کا حق حاصل ہے اس وجہ سے ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزراء۔ (حباب بن المنذر بن الجموع نے کہا) مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو اے گروہ انصار، اگر یہ لوگ انکار کریں تو ان کو اپنی تلواروں سے اپنے شہر میں سے نکال باہر کرو۔ دین کی اشاعت ہمارے ذریعہ ہوئی ہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ خلافت رسول کے زیادہ مستحق ہیں۔ (عمرؓ بن الخطاب نے کہا) تم کو معلوم ہے کہ جناب رسول خداؐ نے کو وصیت کی ہے کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک روا رکھیں۔ اگر حکومت تمہارا حق ہوتی تو یہ وصیت تم کو ہوتی۔ اس پر عمرؓ بن الخطاب اور حباب بن منذر میں ہاتھا پائی شروع ہو گئی اور ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح ان دونوں کو چھڑائے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے گروہ انصار! خدا سے ڈرو، تم رسول خداؐ کی نصرت کرنے والے اور ان کو پناہ دینے والوں میں اول ہو۔ پس ایسا نہ کرو کہ اب تم اول ہو جاؤ اس دین کو بدلنے اور تغیر کرنے میں۔ اب بشیر بن سعد بن النعمان بن کعب بن الخزرج اٹھے اور بولے بے شک رسول اللہؐ قریش میں سے تھے اور ان کی قوم امارت و خلافت کی زیادہ مستحق ہے۔

Marfat.com

ہم لوگ اگرچہ انصار دین ہیں اور سابق الاسلام ہیں لیکن اس اسلام سے ہمارا مدعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے پیغمبر کی اطاعت تھی۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے ہیں۔ حباب بن المنذر بولے، اے بشیر، قسم بخدا، تم نے اپنی عناد سابقہ کی وجہ سے اپنے عم سے غداری کی ہے اور خود غرضی سے کام لیا ہے۔ بشیر نے کہا یہ نہیں بلکہ میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں سے ان کا حق باز رکھوں۔ اس پر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا کہ ان میں سے ایک کی بیعت کی جائے لیکن ان دونوں نے انکار کیا اور ابوبکرؓ کی بیعت کی اور ان دونوں سے بشیر نے ابوبکرؓ کی بیعت کرنے میں سبقت کی تھی۔ اس کے بعد قبیلہ اوس نے بیعت کی۔ کیونکہ وہ اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے خزرج کی حکومت پر راضی نہ تھے۔ ان ہی لوگوں میں اسید بن حضیر بھی تھے ان کے بعد بیعت کرنے والے چاروں طرف سے ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ قریب تھا کہ یہ لوگ سعد بن عبادہؓ کو کچل دیں۔ ان کے ہمراہیوں میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو سعدؓ کی حفاظت کرو اس کو قتل نہ کرو۔ اس پر حضرت عمرؓ بن الخطاب بولے ہاں ضرور سعد کو قتل کرو۔ خدا اسے مارے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے عمرؓ نرمی سے کام لو۔ عمرؓ ہٹ گئے اور سعدؓ کو بیعت کے لئے طلب کیا لیکن سعدؓ نے انکار کیا۔ بشیرؓ بولے کہ سعدؓ کو چھوڑ دو۔ وہ تنہا آدمی ہے۔ پھر سعدؓ اٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد وہ کبھی ان کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوئے اور نہ ان سے کلام کیا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ طبری کہتا ہے کہ ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد سعد نے بیعت کر لی۔ روایت یہ بھی ہے کہ وہ شام کی طرف چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ انتقال کیا۔☆"

☆ (ابن خلدون کی تحریر کا یہ اقتباس ایک شیعہ عالم کی کتاب میں سے لیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برصغیر کے بیشتر علماء و مورخین جب عربی و فارسی کتب کا ترجمہ کرتے ہیں تو اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اس میں ترمیم یا رد و بدل کر دیتے ہیں ایک سنی العقیدہ مترجم علامہ حکیم احمد حسین عثمانی نے اس جگہ اور بعض دوسری جگہوں پر ابن خلدون کے ترجمے میں اعراض کیا ہے۔ شیعہ عالم بھی اکثر و بیشتر ایسا ہی کرتے ہیں تاہم چونکہ ابن خلدون کا یہ بیان شیعہ عقیدے کے حق میں جاتا ہے اس لئے آغا محمد سلطان مرزا نے اس میں کوئی زیادہ اعراض نہیں کیا۔ ابن خلدون کے اصل عربی متن سے بھی اس امر کی تصدیق کی گئی ہے۔)

Marfat.com

ابن ہشام، طبری اور ابن خلدون کے مذکورہ بیانات سے بھی یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ رسول اللہؐ کا جسد مبارک ابھی بے گور و کفن ہی پڑا ہوا تھا کہ صحابہ کبار میں مسئلہ خلافت پر شدید تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکرؓ کو امیر بنانے کے حق میں تھے۔ کچھ لوگ حضرت علیؑ کو اس منصب پر فائز کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگ سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ شیعان علی کا موقف مختصراً" یہ ہے کہ

1۔ "سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا۔ وہ سازش یہ تھی کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیا جائے"[15] ۔ ۔ ۔ ۔ "پیغمبر اسلام کے عین رحلت کے دن جبکہ آپ کا جسم اطہر بے غسل و کفن پڑا ہوا تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں جو کچھ ہوا وہ آئندہ کی تمام آفتوں کا فتنوں کا سرچشمہ تھا"[16] "جانشینی رسولؐ کے اس مسئلے نے شجر اسلام کی جڑ کو ہلا دیا۔ اس کی وجہ سے ایسا افتراق دین میں پڑا کہ قیامت تک یہ رخنہ اس میں قائم رہے گا۔ اتنا کشت و خون ہوا کہ دنیائے اسلام کے ایک ایک گھر سے اب تک رونے کی صدا آتی ہے"[17]

2۔ "رسول خداؐ کے انتقال کے بعد مسجد نبوی میں اور حضرت عائشہؓ کے گھر میں لوگ بیٹھ کر حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کو خلافت سے دور رکھنے کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے"[18]

3۔ "آنحضرتؐ نے اپنے انتقال سے تقریباً دو ماہ قبل بحکم خداوندی اپنے خلیفہ و جانشین کا اعلان بمقام غدیر خم تمام امت کے روبرو اس طریقے سے کر دیا تھا کہ پھر کسی کو جائے انکار نہ رہے ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا "اے لوگو، خداوند تعالیٰ میرا مولا یعنی آقا و مالک ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کی جانوں کا مالک ہوں پس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ خداوند دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے"۔ اس کے بعد آپ نے ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ جس میں حضرت علیؑ نے بیٹھ کر جناب رسول خداؐ کے حکم سے تمام امت سے بیعت لی اور تمام امت نے آپ کو مبارکباد دی۔ اس میں مرد اور عورت بھی شامل تھے۔ جبکہ حضرتؐ کا خطبہ ختم ہوا اور اعلان سنا دیا گیا تو ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ اس مفہوم کی آیتہ مبارکہ نازل ہوئی یعنی آج سے میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو

Marfat.com

بطور دین کے تمہارے لئے میں نے پسند کیا۔[۱۹]"

4۔ قرآن شریف میں حضرت علیؑ کی خلافت کا ذکر اس لئے نہ ہوا کہ "ایک نبی کے منوانے میں تو اتنی مشکلات در پیش ہوئیں اور لوگوں نے کئی سالوں جنگ ہائے شدید کے بعد بصد مشکل و کراہت اس کو تسلیم کیا اور پھر بھی ہزاروں منافق رہے۔ اگر ساتھ ہی قرآن شریف میں جانشین رسول کا نام بھی بیان کر دیا جاتا تو نبی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا۔ لوگ کہتے اور کافروں اور منافقوں نے تو اب بھی کہا' پھر ان کی تصدیق بہت لوگ کرتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو قبیلہ ہاشم کی حکومت قیامت تک قائم کر رہے ہیں۔ یہ تو خدائی نبوت نہیں ہے بلکہ ہاشمی مکرو فریب ہے لہٰذا مشیت ایزدی نے قرار دیا کہ جن جن موقعوں پر اور جن جن الفاظ کے ساتھ رسولؐ مناسب سمجھے ہمارے لئے مقرر کردہ خلیفہ کو لوگوں سے روشناس کرا دے۔[۲۰]"

5۔ حضرت علیؑ نے مجبوراً حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی کیونکہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؓ کا گھر جلا دینے کی دھمکی دی تھی۔ شیر خدا نے عہد رسالت میں جہاد بالسیف کیا تھا اور ان کے انتقال کے بعد انہوں نے جہاد بالنفس کیا۔ اگر حضرت علیؑ یہ صبر نہ کرتے اور اپنے مخالفین کی طرح محض اپنے دنیاوی مفاد کے لئے تلوار اٹھاتے تو ایسی خانہ جنگی ہوتی کہ اسلام برباد ہو جاتا۔

6۔ حضرت عمرؓ' حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کے مخالفین کے سرگردہ تھے۔ حالانکہ جب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی فضیلت میں خطبہ دیا تھا تو حضرت عمرؓ جناب علی مرتضیٰؑ کے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ مبارک ہو تم کو اے علی بن ابی طالبؑ کہ تم نے صبح کی در آن حالیکہ تم میرے اور کل مومنین اور مومنات کے مولا ہوئے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم رکھنے کا فیصلہ رسول خداؐ کے انتقال سے پہلے ہی کیا ہوا تھا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر جن لوگوں نے رسول خداؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس اس گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا۔[۲۱]"

شیعہ عالموں نے اس مسئلہ پر بہت سی مناظراتی کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ الزام عائد ہے کہ حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں قریش کے ایک اقتدار پرست گروہ نے حضرت علیؑ کو رسول خداؐ کی جانشینی سے محروم رکھا تھا۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ شیعان علیؑ کا زیادہ تر مذہبی

Marfat.com

لٹریچر اسی مسئلہ پر موشگافیوں سے بھرپور ہے۔ شیعہ عالموں میں تیسری صدی ہجری کے ایک عالم ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کا بھی بہت ذکر آتا ہے اس نے اپنی کتاب ''الامامت والسیاست'' میں مسئلہ خلافت پر طویل بحث کی ہے۔ جس میں اس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''جب حضرت عمرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کے دوسرے دن مسجد نبوی میں حضرت عثمانؓ بن عفان اور تمام بنو امیہ سے ابوبکرؓ کی بیعت کرا لی تو پھر سعدؓ و عبدالرحمانؓ اور ان کے ساتھی اٹھے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ لیکن حضرت علیؑ حضرت عباسؑ اور جو بنو ہاشم ان کے ساتھ تھے وہ بغیر بیعت کئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کے ساتھ زبیرؓ بن العوام بھی چلے گئے۔ پس ان کی طرف حضرت عمرؓ مع ایک جماعت کے جن میں اسید بن حضیر و مسلمہ بن اشیم تھے گئے اور کہا کہ چلو ابوبکرؓ کی بیعت کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ زبیرؓ بن العوام تلوار لے کر نکلے۔ حضرت عمرؓ گھبرا کر لوگوں سے کہنے لگے کہ اس آدمی کو پکڑ لو۔ پس ان لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ مسلمہ بن اشیم نے اچھل کر تلوار چھین لی اور زبیرؓ کو دیوار سے دے مارا۔ اور اس کو پکڑ کر لے گئے اس حالت میں اس نے بیعت کر لی اور اس طرح بنو ہاشم نے بھی بیعت کر لی۔ پھر حضرت علیؑ کو پکڑ کر ابوبکرؓ کے پاس لائے۔ حضرت علیؑ کہتے جاتے تھے کہ میں خدا کا مطیع بندہ اور رسول کا بھائی ہوں۔ ان سے کہا گیا کہ ابوبکرؓ کی بیعت کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیعت کا میں تم سے زیادہ مستحق ہوں میں تم سے ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ تم کو چاہئے کہ مجھ سے بیعت کر لو۔ تم نے انصار سے یہ امر خلافت اس دلیل کے ساتھ لیا ہے کہ تم کو رسول خداؐ سے قرابت ہے جو ان کو حاصل نہیں تھی اور اب ہم اہل بیت سے یہ امر خلافت تم غصب کر کے لیتے ہو۔ کیا تم نے انصار سے یہ بحث نہیں کی کہ تم اس امر خلافت کے ان کی نسبت زیادہ مستحق ہو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے تھے اس دلیل کو مان کر انہوں نے یہ امر تمہارے سپرد کر دیا اور حکومت تم کو دے دی۔ اب میں تم پر وہی حجت قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر حجت قائم کی تھی۔ ہم رسول خداؐ کے ان کی حیات و ممات میں ولی و وارث ہیں۔ پس اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر ایمان لاتے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو۔ ورنہ تم یہ ظلم جان بوجھ کر کر رہے ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک تم بیعت نہ کر لو گے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ وہ نفع تو حاصل کر لے جس میں تیرا ہی حصہ ہے۔ اب ابوبکرؓ

Marfat.com

کے لئے تو شدت کرتا ہے تاکہ کل وہ اس کو تیری طرف واپس کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا اے عمرؓ قسم بخدا میں تمہارا قول قبول نہیں کروں گا اور ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کروں گا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرتے تو میں تم کو مجبور نہیں کرتا۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا اے ابن عم تم عمر میں چھوٹے ہو اور یہ لوگ تم سے عمر میں بڑے ہیں۔ تمہارا تجربہ ان امور کا ان کے برابر نہیں ہے اور امور سیاسیہ کی واقفیت جو ان کو ہے وہ تم کو نہیں ہے اور میں ابوبکرؓ کو اس امر کے لئے تم سے قوی تر پاتا ہوں لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم ان کی بیعت کر لو اور اگر تمہاری زندگی باقی رہی تو پھر یہ تمہارے لئے ہے کیونکہ تم اس امر خلافت کے لئے موزوں ہو اور یہ تمہارا حق ہے بہ سبب تمہارے فضل و قوت دینی اور تمہارے علم و فہم کے اور بہ سبب سبقت اسلامی اور دامادی رسول کے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ اے گروہ مہاجرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ریاست و سرداری حکومت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور آنحضرتؐ کے اہل بیت کو ان کے مقام عزت سے نہ ہٹاؤ۔ قسم بخدا! اے گروہ مہاجرین! ہم تم سب سے امر خلافت کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں کیونکہ ہم اہل بیت رسولؐ ہیں۔ اگر کوئی قاری قرآن و فقیہہ دین خدا، عالم سنت رسولؐ، صاحب اطلاع امور رعایا، عادل، منصف، رعایا سے ان کی تکالیف کا دور کرنے والا ہے تو ہم ہیں۔ پس تم اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے بعید ہو جاؤ گے۔ بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ یا علیؑ اگر انصار تم سے یہ کلام ابوبکرؓ سے بیعت کرنے سے پہلے سنتے تو کبھی تمہاری مخالفت نہ کرتے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ رات کو حضرت فاطمہؑ کو سواری پر بٹھا کر مجلس انصار میں لے جاتے تھے اور طالب نصرت ہوتے تھے اور وہ لوگ جواب دیتے تھے کہ اے دختر رسول! ہماری بیعت اب ابوبکرؓ کے لئے ہو گئی ہے اور اگر آپ کے شوہر اور ابن عم ابوبکرؓ سے پہلے ہمارے پاس آتے تو کبھی ان سے انکار نہ کرتے۔ حضرت علیؑ جواب دیتے تھے کہ کیا میں جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے غسل و کفن ان کے گھر میں چھوڑ کر ان کی حکومت و سرداری کے لئے لوگوں سے تنازعہ کرتا پھرتا اور حضرت فاطمہ جواب دیتی تھیں کہ جو ابوالحسن نے کیا وہی ان کے لئے مناسب تھا اور ان لوگوں نے جو کیا اس کا حساب اللہ تعالیٰ ان سے لے گا اور ہمارے حق کا طالب ہو گا[۲۲]۔"

Marfat.com

شیعان علیؑ کے برعکس حنفی العقیدہ عالموں کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے مرض الموت کے دوران حضرت ابوبکرؓ کو امامت نماز کا جو حکم صادر کیا تھا اس کا مطلب یہی تھا کہ آنحضرتؐ اپنے یار غار کو اپنا خلیفہ بنانے کے خواہاں تھے۔ "اگر عمرؓ کا وہ قول نہ ہوتا جو انہوں نے آنحضورؐ کی وفات کے وقت کہا تھا تو مسلمان اس بات میں شک نہ کرتے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ لیکن عمرؓ نے آپؐ کی وفات کے وقت کہا اگر میں خلیفہ بناؤں تو اس ہستی نے خلیفہ بنایا ہے جو مجھ سے بہتر ہے اور اگر میں لوگوں کو یونہی چھوڑ دوں تو اس ہستی نے یونہی چھوڑ دیا جو مجھ سے بہتر ہے"۔ اس سے لوگوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلعم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ عمرؓ کے دل میں ابوبکرؓ کے لئے کوئی عداوت نہ تھی۔" آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور چچا زاد بھائی و داماد حضرت علیؑ بن ابی طالب کا بھی حضرت عمرؓ کی طرح یہ تاثر تھا کہ آنحضرتؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن کعب بن مالک کے حوالے سے عبداللہؓ بن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ "جس دن آنحضرتؐ ابوبکرؓ کی امامت میں نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر واپس آئے اور پھر حضرت علیؑ ان کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا:

"اے ابوالحسن، رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے؟"

جواب دیا، بحمد اللہ ٹھیک ہیں۔

راوی نے بیان کیا کہ اس پر حضرت عباسؓ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا "علیؑ خدا کی قسم، تین روز بعد تم غلام ہو جاؤ گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ کے چہرے پر موت کے آثار دیکھ لئے ہیں جیسا کہ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں پر موت کے آثار پہچان جاتا ہوں۔ اس لئے تم ہمیں رسول اللہ صلعم کے پاس لے چلو، اگر یہ معاملہ (یعنی امامت و خلافت کا معاملہ) ہم لوگوں کے حق میں ہے تو ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے گی اور اگر ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے حق میں ہے تو رسول اللہؐ اس کے بارے میں ہمیں حکم دیں گے ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرمائیں گے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے آگے بیان کیا کہ علیؑ نے عباسؓ سے کہا "خدا کی قسم میں یہ نہیں کروں گا، خدا کی قسم، اگر اس سے (امارت و خلافت) سے ہمیں منع کر دیا گیا تو پھر آپؐ کے بعد کوئی بھی

Marfat.com

ہمیں امارت نہ دے گا"۔[۲۳] ابن عباس سے ایک اور روایت ہے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب نے عبدالمطلب کی اولاد کو بلا بھیجا اور انہیں اپنے پاس جمع کیا۔ علیؓ ان کے گھر میں ایسے مقام پر تھے کہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ عباسؓ نے (علیؓ سے) کہا اے بھتیجے میں نے ایک رائے سوچی ہے مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے بغیر مشورہ لئے کچھ کروں۔ علیؓ نے کہا کہ وہ کیا؟ انہوں نے کہا ہم لوگ نبی صلعم کے پاس چلیں اور آپ سے دریافت کریں کہ آپ کے بعد یہ امر (خلافت) کس کی طرف ہو گا۔ اگر ہم میں ہو تم ہم اسے ترک نہ کریں واللہ ہم میں سے کسی کا روئے زمین پر کوئی مال باقی نہ رہا۔ اور اگر کسی اور میں ہو تو ہم آپ کے بعد اسے کبھی طلب نہ کریں۔ علیؓ نے کہا اے میرے چچا یہ حکومت تو آپ ہی کی ہو گی۔ کوئی ہے بھی جو آپ سے جھگڑا کر سکے۔ پھر سب لوگ منتشر ہو گئے اور نبی صلعم کے پاس نہیں گئے۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبی صلعم کے پاس آپ کو مرض وفات میں عباسؓ آئے تو علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ عباسؓ نے کہا میں رسول اللہؐ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا دیں۔ علیؓ نے کہا آپ ایسا نہ کیجئے وہ پوچھا کیوں؟ جواب دیا' مجھے اندیشہ ہے کہ آنحضرتؐ فرما دیں گے "نہیں" اور آپ کے نہیں کہنے کے بعد جب ہم لوگوں سے خلافت طلب کریں گے تو وہ بھی انکار کر دیں گے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے انکار کر دیا ہے۔ فاطمہؓ بنت حسینؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو عباسؓ نے کہا اے علیؓ تم اٹھو تاکہ تمام لوگ تم سے بیعت کریں۔ موقع جب ایک مرتبہ گزر جاتا ہے تو دوبارہ نہیں آتا۔ اس وقت موقع ہے۔ علیؓ نے کہا' کون ہے جو ہمارے سوا اس معاملے میں طمع کرے گا۔ عباسؓ نے کہا واللہ میرا گمان ہے کہ کوئی ہو جائے گا۔ جب ابوبکرؓ سے بیعت کر کے لوگ مسجد کو واپس ہوئے تو علیؓ نے تکبیر سنی' پوچھا یہ کیا ہے عباسؓ نے کہا یہ وہی ہے جس کی میں نے تمہیں دعوت دی تھی اور تم نے مجھ سے انکار کیا تھا۔ علیؓ نے کہا کیا یہ ممکن ہے۔ عباسؓ نے جواب دیا کہ اس قسم کا موقع دوبارہ کبھی نہیں آتا۔ عمرؓ نے کہا کہ نبی صلعم کی جب وفات ہو گئی اور ابوبکرؓ آپ کے پاس سے نکلے تو علیؓ اور عباسؓ اور زبیرؓ آپ کے پیچھے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عباسؓ گفتگو کر رہے تھے۔"[۲۴]

شیعہ عالم عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب کردہ اول الذکر روایت کو وضعی قرار دیتے

Marfat.com

ہیں اور اس سلسلے کی دوسری روایات کو بھی وقعت نہیں دیتے اور بالاصرار یہ موقف پیش کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی زندگی ہی میں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ تاہم امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں عقیدہ عدم استخلاف کے حق میں لکھتے ہیں "امام برحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولاً یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی حاکم یا امیر آپ نے شہروں میں مقرر فرمایا وہ چھپا نہیں رہا یہ تو اس کی نسبت کے زیادہ ظاہر ہونا چاہئے تھا یہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہو گیا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک وہ حال نہ پہنچا۔ حاصل یہ کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے پسند کرنے اور بیعت کی جہت سے امام ہوئے اور اگر بالفرض کہا جاوے کہ نص دوسرے کے لئے تھی تو کل صحابہ کو کہنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کا خلاف کیا اور اجماع کا خلاف کرنا ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ رافضیوں کے سوا اور کسی سے اس پر جرات نہیں ہوتی۔[۲۵]"

برصغیر کے حنفی العقیدہ علماء بھی اس مسئلہ پر بہت مناظراتی بحث کرتے ہیں۔ ان علماء میں ایک عالم حکیم احمد حسین عثمانی تھے۔ اس نے ابن خلدون کی تاریخ کی بعض جلدوں کا رواں اردو میں ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ اپنے عقیدے کے مطابق حواشی بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ خلافت پر ابن خلدون کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا ہے کہ " حضرت ابوبکرؓ کی بیعت باجماع انصار و مہاجرین (رضی اللہ عنہم) ہوئی۔ اگرچہ ابتدا" انصار میں سے سعد بن عبادہ نے اور مہاجرین میں سے حضرت علیؓ و بنو ہاشمؓ و زبیرؓ و طلحہؓ بیعت میں پیچھے رہے لیکن واقعات و حالات قبل و بعد بیعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا ابتدا" تخلف (پیچھے رہنا) کرنا تقاضائے شہریت سے تھا نہ کہ کسی اور خیال و وجہ سے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد ایک روز ابو سفیان مدینہ میں حضرت علیؓ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ "میں مدینہ میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں جس کو سوائے کشت و خون کے اور کوئی چیز نہیں فرو کر سکتی۔ اے آل عبد مناف، ابوبکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل حضرت علیؓ و عباسؓ۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش

Marfat.com

کے نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلے میں چلی جائے۔ یہ کہہ کر اس نے علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا یہ ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ بخدا! اگر کہو تو میں ابوبکرؓ پر یہ میدان تنگ کر دوں اور پلک جھپکنے میں اسے سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ علیؑ نے یہ سن کر اس کا جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا واللہ تمہاری اس بات میں سوائے فتنہ و فساد کے اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ بخدا تم نے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ ابو سفیان اس جواب سے اپنے کئے پر پشیمان ہو کر اٹھ گئے اور حضرت علیؑ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آیا ہوں اور تخلیہ چاہتا ہوں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ہٹا دیا حضرت علیؑ نے فرمایا "آپ نے سقیفہ میں میری عدم موجودگی میں بیعت کیوں لی؟ آپ نے مجھ سے مشورہ تک نہ لیا۔ آپ مجھ کو بلوا لیتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ انصار و مہاجرین کے نزاع کو دفع کرنے گیا تھا۔ انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے امیر ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ ہم میں سے ہو۔ دونوں اس بات پر لڑنے پر تیار ہو رہے تھے۔ میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ باقی رہا یہ امر کہ میں نے تم کو بلوایا نہیں اور میں نے مشورہ نہیں لیا تو اس کا انصاف تم خود کر سکتے ہو۔ تم جبکہ تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو میں تم کو کیسے محض اس کام کے لئے وہاں سے بلواتا اور اس سلسلے میں مشورہ کرتا۔ اگر میں ان لوگوں کے کہنے سے بیعت نہ لیتا تو بہت جلد اس قدر فتنہ و فساد برپا ہو جاتا کہ جس کا فرو کرنا امکان سے باہر تھا۔ حضرت علیؑ یہ جواب سن کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہے اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ ۔ ۔ ۔ اسی واقعہ کے دوران لوگوں نے خوب خوب قصے اختراع کئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ (عیاذاً" باللہ) حضرت عمرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کا گھر جلا دیا۔ اس وجہ سے کہ وہاں لوگ جمع ہوتے تھے جنہوں نے بیعت سے تخلف (توقف) کیا اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کی مشکیں باندھ کر بیعت کرنے کو پکڑ لائے تھے اور حضرت فاطمہؓ کے ایک لات ماری تھی جس سے اسقاط حمل ہو گیا۔ "الی غیر ذالک"۔ لیکن

Marfat.com

میرے نزدیک ان روایات کی اس کے سوائے کوئی اصلیت نہیں ہے کہ محبت کے پردے میں بھی لوگوں نے بزرگان دین کی ہر پہلو سے توہین کی ہے۔[۳۶]"

طبری نے ابو سفیان کی اشتعال انگیزی کے بارے میں ابن الحر کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ابو سفیان نے علیؑ سے کہا کہ یہ کیا ہوا کہ حکومت قریش کے سب سے کم تعداد قبیلے میں چلی گئی۔ بخدا اگر تم چاہو تو میں ایک زبردست فوج سے اس حکومت کو ابوبکرؓ سے چھین لوں۔ علیؑ نے کہا اے ابو سفیان! تم ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے مگر تمہاری دشمنی سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ہم نے ابوبکرؓ کو حکومت کا اہل سمجھ کر ان کی بیعت کی ہے۔ ثابت سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ابو سفیان نے کہا ہمیں ان سے کیا سروکار یہ تو بنی عبد مناف کا حق ہے۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ ابوبکرؓ نے تمہارے بیٹے (معاویہ) کو ولایت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اس معاملے میں قرابت کا لحاظ کیا۔ عوانہ سے مروی ہے کہ جب سب لوگ ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے تیار ہوئے ابو سفیان سب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یقین ہے کہ اس کارروائی سے ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا جس میں خونریزی ہو کر رہے گی۔ وہ دونوں نکتے کہاں ہیں جن کو کمزور اور حقیر سمجھا گیا ہے یعنی علیؑ اور عباسؓ۔ اے ابوحسن تم ہاتھ کھولو میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ مگر علیؑ نے اس کی بات نہ مانی۔ ابو سفیان نے اس وقت کی مثال میں متلمس کے یہ شعر پڑھے۔

سوائے ان دو ذلیلوں' قبیلے کے گدھے اور خیمے کی میخ کے اور کوئی
ظلم کو آسانی سے برداشت نہیں کرتا
میخ پر جب ضرب لگائی جاتی ہے اس کا سر دبتا چلا جاتا ہے
اور گدھا اپنے بار کی وجہ سے کراہتا ہے مگر کوئی اس پر رحم نہیں
کرتا"۔

علیؑ نے ابو سفیان کو ڈانٹا اور کہا کہ اس تجویز سے تیرا مقصد صرف فتنہ و فساد برپا کرنے کا ہے۔ تو نے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں تیری اس نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ابو محمد القرشی نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد ابو سفیان نے علیؑ اور عباسؓ سے کہا کہ تم دونوں ذلیل ہو کہ اس موقع پر خاموش ہو اور پھر یہ

Marfat.com

شعر اس موقع کی مثال میں پڑھے۔

صرف شہری گدھا ذلت کو برداشت کر لیتا ہے
مگر شریف اور جوانمرد اسے برداشت نہیں کرتا
اور اسے سوائے بستی کے گدھے اور میخ کے
کوئی ظلم کو آسانی سے برداشت نہیں کرتا
میخ پر جب ضرب پڑتی ہے اس کا سر دب جاتا ہے
اور گدھا اپنے بار کی وجہ سے کراہتا ہے مگر کوئی اس پر رحم نہیں
کرتا۔[۲۷]

ابو سفیان کی جانب سے اس فتنہ انگیزی کی اس ناپاک کوشش کا ایک پس منظر یہ تھا کہ جب رسول اللہؐ کے وفات کی خبر مکہ میں پہنچی تھی تو اس وقت اس کے عامل عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ تھے۔ وہ گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے اور مکہ میں ایک جھولہ بھی آیا تھا اور مکہ کے باشندے مرتد ہو جانے کے قریب تھے کہ سہیل بن عمرو کعبتہ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اہل مکہ کو چیخ کر بلایا۔ وہ سب ان کے گرد جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا' کہ اے اہل مکہ' ایسا نہ ہو کہ تم سب سے آخر میں اسلام لانے والے ہو اور سب سے پہلے مرتد ہو جانے والے ہو جاؤ۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اسلام کے کام کو جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے تکمیل تک پہنچا کر رہے گا۔ میں نے آنحضرتؐ کو جہاں میں آج کھڑا ہوں تنہا کھڑا ہوا دیکھا تھا اور آپ فرما رہے تھے کہو میرے ساتھ لا الہ الا اللہ اور اسی تمہارے دین پر پورا عرب ہو گا اور عجم (یعنی غیر عرب) تم کو جزیہ دیں گے اور خدا کی قسم تم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ اس وقت سننے والے آدمیوں میں بعض ٹٹول کرنے والے تھے اور بعض نبی کی تصدیق کرنے والے تھے اور پھر بعد میں وہ ہو چکا ہے جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور خدا کی قسم جو باقی ہے وہ یقیناً ہو کر رہے گا۔"[۲۸]

"حضرت علیؓ کی بیعت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فاطمہؓ اور عباسؓ ابوبکرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلعم کی میراث کا مطالبہ کیا اور کہا کہ فدک اور خیبر میں رسول اللہ صلعم کا جو حصہ ہے وہ ہمیں دیا جائے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر

Marfat.com

میں نے رسول اللہ صلعم سے یہ بات نہ سنی ہوتی کہ ہمارے املاک میں ورثہ نہیں جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے تو ضرور یہ املاک آل محمد صلعم کو مل جاتیں۔ ہاں اس کی آمدنی میں سے آپ کو بھی ملے گا۔ بخدا میں ہر بات پر عمل کروں گا جس پر رسول اللہ صلعم نے عمل کیا ہے۔ عروہ نے بیان کیا ہے کہ اس واقعہ کی وجہ سے فاطمہؓ نے پھر مرنے تک اس معاملے کے متعلق ابوبکرؓ سے ایک بات نہیں کی اور قطع تعلق کر لیا۔ فاطمہؓ کا انتقال ہوا۔ علیؓ نے رات میں ان کو دفن کر دیا۔ ابوبکرؓ کو نہ مرنے کی اطلاع کی اور نہ دفن میں شرکت کی دعوت دی۔ فاطمہؓ کی وفات کے بعد اب لوگوں کا خیال علیؓ کی طرف سے پلٹ گیا۔ رسول اللہ صلعم کے بعد چھ ماہ فاطمہؓ اور زندہ رہیں اور پھر انہوں نے وفات پائی۔ معمر نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے زہری سے پوچھا کہ کیا علیؓ نے چھ مہینے تک ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا نہیں اور جب تک انہوں نے نہیں کی کسی بنی ہاشم نے نہیں کی۔ مگر فاطمہؓ کی وفات کے بعد جب علیؓ نے دیکھا کہ اب لوگوں میں ان کا وہ خیال باقی نہیں رہا جو فاطمہؓ کی زندگی میں تھا وہ ابوبکرؓ سے مصالحت کے لئے جھکے اور انہوں نے ابوبکر سے کہلا کر بھیجا کہ آپ مجھ سے تنہا آ کر ملیں کوئی اور ساتھ نہ ہو چونکہ عمر بہت سخت طبیعت کے آدمی تھے۔ علیؓ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ وہ بھی ابوبکرؓ کے ساتھ آئیں۔ عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ تنہا بنی ہاشم کے پاس نہ جائیں۔ ابوبکرؓ نے کہا نہیں میں تنہا جاؤں گا۔ مجھے اس کی توقع نہیں کہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کی جائے گی۔ ابوبکرؓ علیؓ کے پاس آئے۔ تمام بنی ہاشم جمع تھے۔ علیؓ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اس میں حمد و ثنا کے بعد کہا اے ابوبکرؓ آج تک ہم نے تمہارے ہاتھ پر جو بیعت نہیں کی اس کی وجہ تمہاری کسی فضیلت سے انکار یا اللہ نے جو بھلائیاں تم کو دی ہیں اس پر شک نہ تھا بلکہ ہم اس خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے مگر تم نے زبردستی ہم سے لے لیا۔ اس کے بعد علیؓ نے رسول اللہؐ سے اپنی قرابت اور اپنے حق کو بیان کیا۔ علیؓ نے ان باتوں کو تفصیل سے بیان کیا یہاں تک کہ ابوبکرؓ رو پڑے۔ علیؓ جب خاموش ہوئے ابوبکرؓ نے تقریر شروع کی۔ کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی شایان شان حمد و ثنا کے بعد انہوں نے کہا بخدا رسول اللہؐ کے اقربا مجھے اپنے رشتہ داروں کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہیں۔ میں نے ان املاک کے متعلق جو میرے اور تمہارے درمیان مابہ ابحث تھے صرف واجبی کمی کی ہے۔ نیز میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے

Marfat.com

کہ ہمارے مال میں وراثت نہیں جو ہم چھوڑیں۔ وہ صدقہ ہے۔ ہاں اس کی آمدنی میں سے آل محمدؐ کو ملتا رہے گا اور میں اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی بات کا ذکر کروں جو رسول اللہؐ کی ہو اور خود اس پر عمل نہ کروں۔ علیؓ نے کہا۔ اچھا آج شام ہم تمہاری بیعت کریں گے۔ ظہر کی نماز کے بعد ابوبکرؓ نے سب کے سامنے منبر پر تقریر کی اور بعض باتوں کی علیؓ سے معذرت کی۔ پھر علیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ابوبکرؓ کے حق کی عظمت اور ان کی فضیلت اور اسلام میں پہلے شرکت کا اظہار اور اعتراف کیا اور پھر ابوبکرؓ کے پاس جا کر ان کی بیعت کی۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ بیعت کے بعد سب نے علیؓ سے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا' اور اب ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد پھر لوگوں کے دل میں علیؓ کے لئے جگہ ہو گئی۔[۲۹]"

"ام ہانی سے مروی ہے کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ جب آپ مریں گے تو آپ کا وارث کون ہو گا؟ انہوں نے کہا میری اولاد اور بیوی' انہوں نے کہا کہ آپ کو کیا ہوا جو ہمیں چھوڑ کر آپ نبیؐ کے وارث بن گئے۔ ابوبکرؓ نے کہا اے دختر رسول اللہؐ! بخدا میں آپ کے والد کا نہ زمین کا وارث ہوا نہ سونے کا' نہ چاندی کا اور نہ غلام کا' نہ مال کا۔ فاطمہؓ نے کہا کہ پھر اللہ کا وہ حصہ (خمس) جو اس نے ہمارے لئے مقرر کیا اور ہمارا وہ مخصوص حصہ جو آپ کے قبضے میں ہے کیا ہو گا اور کسے ملے گا؟ ابوبکرؓ نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ یہ صرف ایک لقمہ ہے جو اللہ نے ہمیں کھلا دیا۔ جب میں مروں گا تو وہ مسلمانوں پر خرچ ہو گا۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ کے پاس کسی کو بھیج کر رسول اللہؐ کی وہ میراث طلب کی جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو بغیر خونریزی کے غنیمت میں دی۔ اس وقت فاطمہؓ نبیؐ کا وہ صدقہ جو مدینے میں تھا اور فدک اور خمس خیبر کا بقیہ بھی طلب کرتی تھیں۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ ہم جو چھوڑیں صدقہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اس مال میں صرف کھا سکتے ہیں مالک نہیں ہو سکتے۔ بخدا' میں رسول اللہ صلعم کے صدقات میں' جس طرح وہ عہد نبوی میں تھے' تغیر نہ کروں گا۔ اس میں رسول اللہ صلعم نے جو کچھ عمل کیا میں اسے خوب جانتا ہوں' ابوبکرؓ نے اس میں سے کوئی چیز بھی فاطمہؓ کو دینے سے انکار کیا۔ فاطمہؓ ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئیں۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ان سے کلام نہ کیا یہاں تک

Marfat.com

کہ ان کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ صلعم کے بعد وہ چھ مہینے زندہ رہیں۔ جعفرؒ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ کے پاس فاطمہؓ اپنی میراث طلب کرنے آئیں، عباسؓ بن عبدالمطلب بھی اپنی میراث طلب کرنے آئے، ان کے ہمراہ علیؓ بھی آئے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑیں صدقہ ہے اور جو کفایت نبی صلعم کرتے تھے وہ میرے ذمے ہے۔ علیؓ نے کہا کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ ذکریاؑ نے (اللہ سے) کہا کہ (مجھے ایسا فرزند عطا کر جو) میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ کی میراث کا معاملہ اسی طرح ہے۔ تم تو واللہ اسی طرح جانتے ہو جس طرح میں جانتا ہوں۔ علیؓ نے کہا یہ کتاب اللہ ہے جو بول رہی ہے۔ لوگ خاموش ہو گئے اور واپس گئے۔ زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے عمرؓ کو کہتے سنا کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو اسی روز ابوبکرؓ سے بیعت کر لی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو فاطمہؓ علیؓ کے ہمراہ ابوبکرؓ کے پاس آئیں۔ انہوں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ میرے والد، رسول اللہؐ کی میراث مجھے ملنا چاہئے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ آیا اسباب خانہ داری سے یا جائیداد سے۔ انہوں نے کہا کہ فدک، خیبر اور صدقات مدینہ کی میں وارث ہوں جیسا کہ جب آپ مریں گے تو آپ کی بیٹیاں آپ کی وارث ہوں گی۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ بخدا آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے۔ آپ واللہ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے یعنی اموال موجودہ، آپ جانتی ہیں کہ آپ کے والد نے آپ کو دے دیا ہے۔ واللہ اگر آپ ہاں کہہ دیں تو میں ضرور ضرور آپ کا قول قبول کروں گا اور ضرور ضرور آپ کی تصدیق کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس ام ایمن آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہؐ نے فدک مجھے دیا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ پھر آپ نے بھی آنحضرتؐ کو فرماتے سنا کہ فدک آپ کے لئے ہے۔ اگر آپ کہہ دیں گی کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لئے ہے تو میں آپ کی تصدیق کروں گا۔ فاطمہؓ نے کہا کہ جو دلیل میرے پاس تھی اس سے میں آپ کو آگاہ کر چکی۔ عامر سے مروی ہے رسول اللہؐ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ نے سوائے اپنی ازواج کے مسکن اور ایک زمین کے کسی چیز کی وصیت نہیں کی۔ عمر بن الحارث جو رسول اللہؐ کے سالے اور آپ کی زوجہ جویریہ کے بھائی تھے۔ مروی ہے کہ واللہ رسول اللہ صلعم

Marfat.com

نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار' نہ غلام نہ لونڈی' نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر' ہتھیار اور ایک زمین کے جسے آپ نے بطور صدقے (وقف) چھوڑا[30]"

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے لئے تین اموال مخصوص تھے۔ فدک کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ فرماتے تھے۔ نبی النضیر کی اراضی آپ کی ضروریات کے لئے وقف تھی اور خیبر کے آپ نے تین حصے فرما دیئے تھے۔ عروہ بن الزبیر نے کہا کہ خیبر اور فدک میں رسول اللہ صلعم کا جو حصہ تھا ازواج مطہرات نے اس میں سے اپنی میراثوں کا مطالبہ کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عائشہؓ نے سن کر ان سے کہا : کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہے؟ اور یہ کہ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے صدقہ ہے اور میری رحلت کے بعد اس کا ہے جو والی امر ہو"۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر وہ سب خاموش ہو گئیں۔ مالک بن جعونہ کے والد کی روایت ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکرؓ سے فرمایا : فدک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلعم نے میرے لئے مخصوص فرما دیا تھا اور شہادت میں علیؑ بن ابی طالب کو پیش کیا۔ انہوں نے دوسرا گواہ مانگا آپ نے ام ایمن کو پیش کیا' انہوں نے کہا' اے بنت رسول اللہ آپ جانتی ہیں کہ آپ کی شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ یہ سن کر وہ واپس چلی گئیں۔ جعفر بن محمد سے مروی ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکرؓ سے فرمایا فدک مجھے دو کہ وہ رسول اللہ صلعم نے مجھے دے دیا تھا۔ انہوں نے ثبوت مانگا آپ نے ام ایمن اور رباح کو جو نبی صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے پیش فرمایا' دونوں نے شہادتیں دیں۔ ابوبکرؓ نے کہا' کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہو سکتا۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہونی چاہئے۔ ام ہانی کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا جب تم مر جاؤ گے تو تمہارا وارث کون ہو گا؟ انہوں نے کہا' میری اولاد۔ (جناب سیدہ نے) کہا پھر یہ کیا ہے کہ تم ہمارے ہوتے رسول اللہؐ کے وارث بن گئے ہو۔ انہوں نے کہا' اے بنت رسول اللہؐ! خدا کی قسم! میں نے آپ کے والد سے سونے یا چاندی یا کسی اور چیز کی کوئی وراثت نہیں پائی ہے"۔ بولیں' خیبر ہمارا حصہ ہے اور فدک ہمارا صدقہ ہے۔ انہوں نے کہا' اے بنت رسول اللہؐ! میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے

Marfat.com

تھے' یہ وجہ معاش اللہ نے میری زندگی تک کے لئے عطا فرمائی ہے۔ جب میں مروں تو اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔[31]"

شیعان علیؑ میراث رسولؐ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ خلاف عقل اور خلاف قرآن تھا چونکہ خیبر' فدک اور بنو نضیر کی جائیداد رسول اللہؐ کی ذاتی ملکیت تھی اس لئے وہ ان کے وارثوں کو ملنی چاہئے تھی۔ وہ اس سلسلے میں نہج البلاغہ سے حضرت علی کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ "فدک ہمارے قبضہ خاص میں تھا۔ ہمارے سوائے آسمان کے نیچے جو بھی ہے اس کا فدک سے کچھ تعلق نہ تھا۔ پس قوم کے چند لوگوں نے اس کی بابت بخل کیا اور اس کی وجہ سے بہتوں کے دل میں آگ لگی اور ہم سے چھین لیا مگر سب سے بہتر حکم کرنے والا خدا ہے[32]"۔ وہ ایک شیعہ عالم سبط ابن الجوزی کی تحقیق کے حوالے سے الزام عائد کرتے ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ نے فدک کا وثیقہ حضرت فاطمہؓ کو لکھ دیا۔ لیکن اسی وقت حضرت عمرؓ وہاں آ گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ وثیقہ ہے جو میں نے فاطمہؑ کے حق میں اس کے باپ کی میراث فدک کی بابت لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ پھر تو مسلمانوں کو کہاں سے کھلائے گا۔ دیکھتا نہیں کہ تمام عرب تجھ سے جنگ پر آمادہ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے وہ وثیقہ چھین کر پھاڑ ڈالا۔[33]" شیعان علیؑ کا مزید موقف یہ ہے کہ "اسلام میں سب سے پہلے تفرقہ و رخنہ حضرت عمرؓ نے ڈالا جبکہ انہوں نے رسول اللہؐ کو مرض الموت کے دوران وصیت لکھنے سے منع کر دیا تھا اور یہ کہا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دوسری وجہ اختلاف تجہیز جیش اسامہ کی نافرمانی تھی۔ تیسرا اختلاف قول عمرؓ کہ آنحضرتؐ نے انتقال نہیں فرمایا' چوتھا اختلاف مقام دفن رسولؐ۔ پانچواں اختلاف تفرقہ و رخنہ واقع سقیفہ بنی ساعدہ سے ہوا جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے اہل بیت رسولؐ اور دیگر اکابر مہاجرین کی آنکھیں بچا کر اپنے لئے انصار سے بیعت لے لی اور چھٹی وجہ فدک کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ تھا۔[34]" مزید ان کے نزدیک "اسلام کا پہلا اور دائمی اختلاف و افتراق جو آئندہ کی ساری فرقہ بندی کی جڑ تھا آنحضرتؐ کے خلاف تھا قضیہ امامت و خلافت کے متعلق تھا۔ آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھی چاہتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت علیؑ خلیفہ بلا فصل ہوں۔ آپ کے مخالفین اصحاب چاہتے تھے کہ علیؑ خلیفہ نہ ہوں۔ یہ اختلاف مخزن و منبع تھا آئندہ کے تمام افتراق و

Marfat.com

اختلافات کا۔ اس افتراق کے بانی خود حضرت عمرؓ تھے۔" اور مزید یہ کہ "حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت فاطمہؑ سے فدک چھیننے کے لئے کوئی معقول وجہ نہ تھی جو عذر بیان کیا گیا وہ محض بہانہ تھا۔ یہ ایک سیاسی تدبیر تھی جس کا مدعا یہ تھا کہ بنو ہاشم خصوصاً حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ لوگوں کی نظروں میں گر جائیں۔ محتاج ہو کر بے دست و پا ہو جائیں اور ہم لوگوں کے دل اپنی طرف کریں۔"

Marfat.com

باب: 4

مسئلہ خلافت پر سیاسی تنازعہ کے دور رس مذہبی اثرات

مسئلہ خلافت کے بارے میں اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کی متذکرہ لامتناہی مناظراتی بحث میں کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ اس سلسلے میں فریقین کی طرف سے جن روایات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے کون سی وضعی ہیں اور کونسی غیر وضعی ہیں؟ کونسی مبالغہ آمیز و ملاوٹی ہیں اور کونسی صداقت پر مبنی و خالص ہیں؟ ان سوالوں کا صحیح جواب تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ وہی سب سے زیادہ باعلم و باخبر ہے۔ تاہم اگر فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر ہو کر عہد رسالت میں مسلمانوں کی قبائلی عصبیت و وحشت، ہوس مال غنیمت اور حب جاہ و جلال کے واقعات پر نظر ڈالی جائے اور پھر رسول اللہؐ کے وصال کے فوراً ہی بعد جلیل القدر صحابہ رسولؐ میں عہدہ خلافت کے لئے اختلاف و انتشار کے جو مظاہرے ہوئے انہیں دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں دکھائی دیتی ہے کہ رسول اللہؐ کے مرض الموت کے دوران ان کی جانشینی کے بارے میں حضرت عائشہؓ کے گھر میں، حضرت فاطمہؓ کے گھر میں، سقیفہ بنی ساعدہ میں اور پھر مسجد نبوی میں جو کچھ ہوا اس کا رسول اللہؐ کی ان تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں تھا جو اخوت، بھائی چارہ اور اتحاد کے بارے میں انہوں نے خطبہ حجتہ الوداع اور بیشتر دوسرے مواقع پر ارشاد فرمائی تھیں۔ دراصل اس میں دین اسلام کے کسی بنیادی رکن یا کسی بنیادی حکم اور اصول کی پابندی یا اس سے انحراف کا سوال نہیں تھا۔ چونکہ متنازعہ فیہ مسئلہ سراسر سیاسی تھا اس لئے اس پر تند و ترش بحث بلکہ ہاتھا پائی کے دوران خلافت کے امیدوار تینوں گروہوں کی جانب سے اپنے اپنے دعویٰ کے حق میں جو دلیلیں پیش کی گئیں اور تلواریں نکالی گئیں وہ قبائلی سیاست کے تناظر میں تو سمجھ میں آتی ہیں تاہم اسلامی نقطہ نگاہ سے قبائلی برتری یا

Marfat.com

محض رسول اللہؐ سے رفاقت و قرابت کی بناء پر کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رسول اللہؐ نے حجتہ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا کہ تم میں سے سب سے زیادہ فضیلت و عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ مگر سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی میں کسی نے بھی رسول اللہؐ کے اس فرمان کی بنیاد پر کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر دعویٰ کی بنیاد ایک قبائلی معاشرہ کی غیر مذہبی روایات پر تھی اور پھر اسی بنیاد سے فتنہ و فساد کی ایسی آگ بھڑکی جس نے اسلام کی پوری تاریخ کو اپنی لپیٹ میں لئے رکھا۔ قبائلی عصبیت و وحشت، ہوس اقتدار و دولت اور جاہ و جلال نے اسلامی معاشرے میں کبھی بھی پائیدار اتفاق قائم نہ ہونے دیا اور پان اسلام ازم یا اتحاد اسلامی کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس تنازعہ خلافت کو اس موقعہ پر کسی فریق نے بھی مذہبی تنازعہ نہیں بنایا تھا بلکہ اسے کھلم کھلا رسول اللہؐ کی جانشینی میراث کا تنازعہ قرار دیا گیا۔ رسول اللہؐ نے مدینہ میں اپنے دس سالہ قیام کے دوران بیک وقت نبی، سربراہ مملکت، قاضی القضاۃ اور سپہ سالار کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کا کوئی جانشین نبوت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا تھا کیونکہ نبوت کا سلسلہ ان پر ختم ہو گیا تھا اور نہ ہی کوئی ایک جانشین قاضی القضاۃ اور سپہ سالار کے فرائض ادا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسلامی مملکت کی جس طرح توسیع شروع ہوئی تھی اس میں کسی فرد واحد کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ مملکت کی سربراہی کے لئے رسول اللہؐ کی جانشینی ہو سکتی تھی۔ یہ ایک سیاسی عہدہ تھا اور اس عہدہ کے لئے صحابہ کبار میں جو تنازعہ پیدا ہوا تھا اسے سیاسی تنازعہ ہی سمجھا گیا تھا لیکن بعد میں جب بنی امیہ کے عہد میں عجمیوں پر، بالخصوص ایرانیوں پر، سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور معاشی مظالم ہوئے تو اس تنازعہ کو مذہبی رنگ دے دیا گیا۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ نوع انسانی کی تاریخ کے اس دور میں دنیا کے سارے علاقوں میں ابتدائی حکومتوں کے خلاف سیاسی احتجاج یا مسلح بغاوت مذہب کے پرچم تلے ہی ہوا کرتی تھی۔ قبل ازیں ہندوستان میں برہمنی معاشرت کے تحت قائم شدہ ابتدائی حکومتوں کے خلاف بدھ مت کا احتجاج مذہبی تحریک کی صورت میں ہوا تھا اور رومن ایمپائر کی شکست و ریخت بھی یونان اور مقدونیہ کے لوگوں کی مذہبی بغاوت کے نتیجے میں ہوئی تھی۔ رومن چرچ اور یونانی چرچ کے درمیان اختلاف و انتشار ایسا ہی تھا جیسا کہ سنیوں اور شیعوں کے درمیان پیدا ہوا۔

Marfat.com

برصغیر میں سر سید احمد خان بہت وسیع المشرب اور وسیع القلب شخص تھا۔ وہ ہر قسم کے مذہبی تعصبات سے بالاتر تھا۔ وہ اپنے آپ کو وہابی کہتا تھا لیکن اس بنا پر وہ مسلمانوں کے کسی فرقے کو ملعون قرار نہیں دیتا تھا۔ وہ صرف اسی کٹھ ملائیت کی مذمت کرتا تھا جو مسلم انڈیا کی سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور معاشی ترقی کی راہ میں حائل تھی۔ اہل تشیع کے بارے میں اس کا رویہ بہت فراخدلانہ تھا۔ وہ ان کے عقیدے کے سخت خلاف تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ شیعہ عقیدے پر نازیبا حملے کر کے ان کے مذہبی جذبات کو مجروح نہیں کرتا تھا۔ وہ اہل احناف کے بیشتر عقائد کو غیر اسلامی تصور کرتا تھا لیکن اس بنا پر وہ شیعوں کو مردود قرار نہیں دیتا تھا۔ اس کے کالج کے دروازے مسلمانوں کے سارے فرقوں کے بچوں کے لئے کھلے تھے۔ تاہم وہ تمام مذہبی مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بلا تامل اور بڑی جرات کے ساتھ کرتا تھا۔ چنانچہ مذہبی مسائل پر اس کے مجموعہ مقالات میں مسئلہ خلافت پر بھی ایک مقالہ موجود ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "خلافت کے معنی جانشین ہونے کے ہیں اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا جانشین ہو مگر اب خلافت ایک مذہبی لفظ ہو گیا ہے اور خلیفہ بھی ایک مذہبی عہدہ خیال کیا جاتا ہے۔ ابتداء اس کی رومن کیتھولک مذہب سے ہوئی۔ سینٹ پیٹرز چرچ کا سب سے بڑا افسر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سینٹ پیٹرز کا جانشین سمجھا جاتا ہے جس کو پوپ کہتے ہیں رومن کیتھولک کے اعتقاد میں پوپ معصوم ہے، یعنی اس سے کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ رومن کیتھولک کا یہ اعتقاد ہے کہ پوپ کو دین و دنیا اور نجات آخرت تینوں باتوں کے اختیارات حاصل ہیں اور ہر ایک پوپ کو یہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں بھی جو ہولی پوپ ہے اس کو بھی یہ اختیارات حاصل ہیں۔ دنیوی امور میں اختیار ہونا تو ایک ظاہر امر ہے۔ دینی اختیارات ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو حکم وہ دینی امور میں صادر کرے، وہی مانا جاوے خواہ وہ پہلے احکام دینی کے موافق ہو یا برخلاف اور گو کہ اس نے ناجائز امر کو جائز یا جائز امر کو ناجائز عموماً کر دیا ہو یا کسی شخص کے لئے کر دیا ہو۔ نجات آخرت سے مراد ہے کہ اس کو لوگوں کے گناہ معاف کر دینے کا جبکہ وہ پوپ کے سامنے اپنے گناہ بیان کریں اور معافی چاہیں، بالکل اختیار ہے۔ اور جب پوپ ان گناہوں کو معاف کرے تو وہ شخص پاک ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان گناہوں کی بابت ان سے کچھ مواخذہ نہیں ہو گا اور یہ بھی پوپ کو اختیار

Marfat.com

ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کو گناہوں سے نجات دے اور بہشت میں داخل کرے۔ اسی لئے پوپ کی ٹوپی گول اور لمبی ہوتی ہے اور ٹوپی کے گرد تین تاج ہوتے ہیں۔ پہلے تاج سے دنیوی اختیار مراد ہے اور دوسرے تاج سے دینی اختیار اور تیسرے تاج سے آخرت کا اختیار۔ مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ آنحضرتؐ کے جانشین قرار پائے اور ان کو خلیفتہ الرسول اللہؐ کا لقب بھی ملا مگر وہ ایسے خلیفہ نہیں تھے جیسا کہ رومن کیتھولک اپنے پوپوں کو سمجھتے ہیں یعنی ان کو دینی اختیار کچھ نہ تھے۔ نہ وہ حرام کو حلال کر سکتے تھے اور نہ حلال کو حرام۔ صرف ان کا کام یہ تھا کہ جو دینی احکام رسول خدا صلعم نے فرمائے ہیں ان کی تعمیل کی کوشش کریں اور مسلمانوں کے گروہ کی جو ضروریات ہیں ان کو پورا کریں اور مطلق ان کو اختیار نہ تھا کہ کسی دینی حکم کو منسوخ کریں یا کوئی نیا حکم دین میں جاری کریں اور آخرت کا اختیار ان کو مطلق نہیں تھا۔ نہ وہ کسی کے گناہ معاف کر سکتے تھے نہ کسی کو بخشوا سکتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام میں جن کو خلیفہ کہا جاتا ہے ان کے احکام دینی میں ہر شخص کو حق تھا کہ اگر وہ خدا اور رسولؐ کے حکموں کے برخلاف ہوں تو ان کو نہ مانے اور اس پر حجت کرے۔ غرضیکہ جن کو مذہب اسلام میں خلیفہ کہا جاتا ہے ان کو خلافت فی النبوۃ یعنی مذہبی احکام کے وضع کرنے کا حق حاصل نہیں تھا بلکہ وہ صرف خلیفتہ النبی تھے جس سے یہ مراد ہے کہ رسول خدا صلعم کے احکام کو قائم رکھیں اور مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ رسول کہا گیا ہے مگر حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ لفظ متروک ہو گیا اور بجائے اس کے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا گیا جو بالکل صحیح اور نہایت موزوں اور واقعہ کے مطابق تھا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے زمانہ تک اور ان کے بعد بھی چند روز تک بجائے خلیفہ کے امیرالمومنین کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا تھا مگر ان کے بعد اور امام حسن علیہ السلام کے زمانہ کے بعد جن لوگوں نے اقتدار حاصل کیا انہوں نے اس خیال سے کہ خلیفہ کا لفظ امیرالمومنین کے لفظ سے زیادہ مقدس ہے اپنے تئیں خلیفہ کے لفظ سے تعبیر کیا جیسے کہ خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنے نام کے ساتھ خلیفہ کا لفظ بھی شامل کر لیا تھا"۔!

سرسید احمد خان کے اس مقالے کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد

Marfat.com

عہدہ خلافت کے لئے جو تنازعہ پیدا ہوا وہ بنیادی طور پر مذہبی تنازعہ نہیں تھا کیونکہ خلیفہ کو خلافت فی النبوہ یعنی مذہبی احکام کے وضع کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ تاہم بعد میں اہل تشیع اور اہل احناف دونوں ہی نے اپنی اپنی سیاسی مصلحتوں و تقاضوں کے تحت اسے ایک مذہبی تنازعہ بنا دیا اور پھر اس مذہبی تنازعہ میں سے بہت سے مذہبی تنازعات پیدا ہوئے۔ تبع التابعین مولفہ شیخ جیلانی میں مذکور ہے کہ اسلام میں تہتر فرقوں کی اصل یہ دس فرقے ہیں اہل سنت والجماعت' خوارج' شیعہ' معتزلہ' مرجیہ' مشبہ' جہمہ' ضراریہ' بخاریہ اور کلابیہ۔ ابن حزم نے ملل و نحل میں کہا ہے کہ اہل اسلام کے پانچ فرقے اصلی ہیں۔ ایک اہل سنت' دوسرے معتزلہ اور ان ہی میں قدریہ داخل ہیں' تیسرے مرجیہ اور انہیں میں جہیمیہ اور کرامیہ کا شمار ہے۔ چوتھے شیعہ پانچویں خوارج جن میں ازارقہ اور اباضیہ ہیں[2]۔" ان فرقوں میں سے اہل سنت اور اہل تشیع کا تضاد اس قدر شدید اور معاندانہ ہے کہ ان دونوں فرقوں کے متعدد علماء ایک دوسرے کو مرتد' کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ اہل تشیع میں سے بعض عناصر خصوصاً ایرانی نژاد عناصر اپنی مذہبی مجالس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر بہت لعن طعن کرتے ہیں۔ اگر ان کی تحریروں کو بنظر غور دیکھا جائے اور ان کی تقریروں کو بگوش ہوش سنا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے خلاف ان کی اتنی زیادہ برہمی کی وجہ یہ نہیں کہ عمرؓ نے واقعی عیارانہ سیاست سے حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کو خلافت سے محروم کیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ کے عہد میں سوسمار کھانے والے اور شیر شتر پینے والے وحشی عربوں نے متمدن و مہذب ایرانیوں کے تخت و تاج کی صرف آرزو ہی نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ قطع نظر اس کے کہ ایران پر عربوں کی یہ یورش جائز تھی یا ناجائز اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عربوں کے قبضہ کی وجہ سے ایران کی دیرینہ تہذیب و ثقافت تباہ و برباد ہو گئی تھی حتیٰ کہ ان کے سب سے بڑے کتب خانے کو نذر آتش کر دیا گیا تھا۔ ایرانیوں کے دارالحکومت مدائن سے اتنا زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا کہ وقتی طور پر حضرت عمرؓ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کا کیا کیا جائے۔ بے شمار ایرانی نوجوانوں کو غلام اور نوجوان لڑکیوں کو لونڈیاں بنا لیا گیا تھا۔ ایران کی تین شہزادیاں بھی لونڈیوں کی حیثیت سے مدینے میں لائی گئی تھیں اور ان میں سے ایک لونڈی حضرت علیؑ کے خاندان کے حصے میں بھی آئی تھی۔ حضرت حسینؑ کے صاحبزادے علی

Marfat.com

المعروف زین العابدین علیہ السلام اسی شہزادی لونڈی کے بطن میں سے تھے۔ اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے خلاف ایرانی نژاد اہل تشیع کی عداوت کا اصلی سبب صاف دکھائی دیتا ہے۔

ان تبرا باز شیعوں میں ایک ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ سیشن جج (خان صاحب) آغا مرزا محمد سلطان مرزا دہلوی بھی ہے۔ اس کے نام سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے آباؤ اجداد نے غالباً مغلیہ عہد میں ایران سے آ کر دہلی میں پناہ لی تھی۔ اس نے مولوی شبلی نعمانی کی مناظراتی کتاب الفاروق کے جواب میں تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ایک مناظراتی کتاب بنام البلاغ المبین لکھی ہے۔ اس کے پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ جانبدار جج دور دور سے واقعاتی شہادتیں جمع کر کے مقدمہ خلافت کا فیصلہ حضرت عمرؓ کے خلاف صادر کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں کیونکہ جو شخص بھی کسی جامد عقیدے کے زیر اثر کسی مسئلہ پر بحث کرتا ہے تو اس کا انداز و معیار اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس نے اپنی کتاب کی جلد دوم کے آخری ابواب میں سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کے مضر اثرات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے خلاف اپنی زہر افشانی کی اصلی وجہ کی اشارۃً نشاندہی کر ہی دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "صاحبان غور و فکر جن کے زیر نظر تاریخ عالم کا مطالعہ رہا ہے واقعات سقیفہ کو معلوم کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے کہ حکومت حاصل کرنے کے بعد کار پردازان حکومت سقیفہ کے لئے اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تھا سوائے اس کے کہ عربوں کو باہر بھیج کر انہیں واقعات سقیفہ پر غور کرنے کا موقعہ ہی نہ دیں اور اس طرح اپنے تئیں ان کی نکتہ چینی سے بچا لیں۔ جس سرعت رفتار کے ساتھ سقیفہ کے واقعات نے حرکت کی تھی اس نے کسی کے لئے یہ موقع نہ چھوڑا کہ رحلت رسولؐ کے بعد وہ غور کرے کہ اب کیا کریں اور کیونکر کریں۔ حضرت عمرؓ نے نہایت تیزی کے ساتھ کر کے دکھا دیا کہ یہ کریں اور لوگ مجبور ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس تیزی کے ساتھ واقعات کو حرکت دی کہ اس وقت کے لئے سب مبہوت ہو گئے۔ جب وہ حالت گزر گئی تو پھر لوگوں کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ کوئی کہنے لگا کہ بنی تمیم (حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ) اور بنی عدی (حضرت عمرؓ کا قبیلہ) کس طرح خلافت کے وارث ہو سکتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ بنو امیہ و بنو ہاشم کہاں چلے گئے تھے اور سب کے لئے یہ سوچنا کہ دراصل

Marfat.com

یہ خلافت کس کا حق ہو سکتا ہے بالکل فطری امر تھا۔ ابو سفیان بھی کچھ ایسی ہی باتیں کہتا پھرتا تھا جو حکام کے لئے خوشگوار نہ تھیں۔ حکومت کے لئے سب سے زیادہ مشکل یہ پیدا ہو گئی کہ انصار نے فوراً ہی معلوم کر لیا کہ ہمیں دھوکا دیا گیا اور ہمارے چند غداروں نے ہم سے فعل ناحق کرا دیا۔ اب مہاجر و انصار کے دو کیمپ نہایت ہی خطرناک بن گئے۔ ۔ ۔ ۔ حکومت کے لئے یہ بڑی خطرناک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اب یہ بحث شروع ہو گئی تھی کہ خلافت کس کا حق تھا اور کس طرف وہ چلی گئی۔ اس کو فوراً روکنا ضروری تھا کارپردازان حکومت عربوں کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھے وہ جانتے تھے کہ ان کو دو چیزیں نہایت مرغوب ہیں۔ لڑائی کرنا اور مال غنیمت لوٹنا۔ لہٰذا اس مشکل کا حل اس طرح کیا گیا کہ ان کو مدینہ سے باہر لڑائی پر بھیج دیا۔ جہاں ان کو ان کی یہ دونوں مرغوب چیزیں مل گئیں۔ پہلے مخالفین زکواۃ سے لڑائی کا بہانہ ڈھونڈا۔ وہ جنگ تو جلدی سے ختم ہوئی ہی تھی۔ فاتح لشکر کو مدینے آنے بھی نہ دیا بلکہ اوپر سے حکم بھیج دیا کہ روم اور ایران کی لڑائیوں پر جاؤ۔ اب وہ مشغول بھی رہیں گے اور مال غنیمت ان کا منہ بھی بند کر دے گا۔ یہ فوج کشی نہ اسلام کی محبت کی وجہ سے ہوئی نہ اسلام کو اس سے فائدہ ہوا۔ ۔ ۔ ۔ حکام سقیفہ کے اس طرز عمل نے دشمنوں کو موقع دیا کہ وہ اسلام اور بانی اسلام پر نکتہ چینی کریں اور کہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور ملک غنیمت کے لالچ سے فتح ہوا اور پھر اسلام پر امپیریلزم کا وہ بدنما داغ لگ سکے جو ظلم و ستم کی بدترین شکل ہے۔ امپیریلزم کا لفظ آج کل فرنگی سیاست میں بہت مشہور ہے اور اس کے معنی ہیں کمزور ہمسایہ کے ملکوں پر طاقتور ملک کا محض ہوس ملک گیری کی وجہ سے قبضہ کرنا۔ ہمارا ادعا یہ ہے کہ یہاں مذہب یا اسلام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب فاتح یعنی حضرت عمرؓ نے خود کہہ دیا کہ نبوت اور حکومت علیحدہ علیحدہ شے ہیں اور نبوت میں حکومت شامل نہیں ہے یعنی مذہب اور حکومت جداگانہ شے ہیں تو پھر کسی کو حق حاصل نہیں کہ حکومت کی غلطیوں کو مذہب کے سر تھوپے۔ جو فتوحات ہوئیں وہ مذہب کی خاطر نہیں ہوئی تھیں اور اسلام کا پھیلانا ان فتوحات کا مدعا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے اس اقبال کے بعد کہ حکومت و مذہب جداگانہ شے ہیں۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اب بار ثبوت مدعی کے اوپر ہو گا کہ وہ بتائے کہ ان فتوحات میں کونسا کام انہوں نے مذہب کے لئے کیا یا کون سا فعل تھا جس سے

Marfat.com

یہ ظاہر ہووے اس لشکر کشی کا باعث اسلام کا پھیلانا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام میں ایک قوم کا دوسری قوم پر بغیر حق کے حملے کر کے ان کا ملک چھیننا جائز نہیں۔ اسلام نے یہ ہر ایک قوم یا جماعت کا حق قرار دیا ہے کہ اگر وہ آپس میں زبان و طرز معاشرت و تمدن و تہذیب کی یگانت کی وجہ سے مل کر ایک جگہ یا ایک وطن میں رہنا چاہیں تو وہ رہ سکتے ہیں۔ دوسری قوم کا حق نہیں کہ اپنی طاقت اور دولت کے زعم میں اپنے ہمسایہ پر حملہ کر کے اس کا ملک چھینے ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن شریف اور جناب رسول خداؐ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ دوسری اقوام کے ملک پر لشکر کشی کی جائے خواہ اس کی غرض اسلام کا پھیلانا ہی کیوں نہ ہو اسلام کے پھیلانے اور اس کے وسعت دینے کا طریقہ دوسرا ہے۔ وہ لشکر کشی نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضرتؐ دولت سمیٹنے والی فتوحات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اسلام کی توسیع آپ کا مقصد ضرور تھا۔ جناب رسول خداؐ کا پروگرام واقعی دنیا میں حکومت الہیہ قائم کرنا تھا۔ لیکن یہ مدعا نہ تھا کہ عرب قوم ہی ساری دنیا پر حکومت کرے۔ اسلام کا حکومت کرنا مقصد تھا کسی خاص قوم کی حکومت سے غرض نہ تھی۔ اس کا بھی طریقہ جناب رسول خداؐ نے بتا دیا تھا۔ غیر ملکوں میں اسلامی وفد صلح و آشتی کے ساتھ بغرض تبلیغ اسلام بھیجے جاتے جیسا کہ جناب رسول خدا نے کیا تھا"۔[3]

(خان صاحب) آغا محمد سلطان مرزا دہلوی نے اپنے اس موقف کی وضاحت کے لئے لمبی چوڑی بحث کی ہے اور یہ نقطہ نظر پیش کیا کہ "مسیحیت' بدھ مذہب اور جین مت کی تبلیغ پرامن طریقے سے ہوئی تھی لیکن حکام سقیفہ نے فتوحات کے ذریعے جو اسلام پھیلایا وہ اصلی اسلام نہیں تھا بلکہ وہ حضرت عمرؓ کا اسلام تھا۔ انہوں نے فتوحات کے ذریعے جو حکومت قائم کی اس میں عدل و انصاف کا غلبہ نہیں تھا بلکہ اس کے ذریعے مفتوح اقوام پر بے پناہ مظالم کئے گئے۔ اصلی فتوحات وہ ہیں جو دل و دماغ پر ہوتی ہیں اور وہی دیرپا اور مستقل ہوتی ہیں جو فتوحات جسم و ملک پر ہوتی ہیں ان کی بنیاد تلوار کی دھار پر ہوتی ہے اور اپنے پیچھے نفرت و حقارت اور غصے کے جذبات چھوڑ جاتی ہیں۔ عراق' شام اور ایران پر جو لشکر کشی ہوئی وہ رسول خداؐ کے نظریہ جہاد کے مطابق نہیں تھی۔ اگر مسلمانوں کی حکومت ہندوستان کے دل و دماغ پر ہوتی تو آج کو اس کا یہ ردعمل نہ دیکھنے میں آتا جو ہوا۔" لیکن خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی نے اس ساری بحث میں یہ نہیں بتایا کہ اگر حکام

Marfat.com

سقیفہ کی بیرونی فتوحات غیر اسلامی تھیں تو پھر حضرت علیؑ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد ان فتوحات کے نتیجہ میں حاصل کردہ اموال غنیمت' لونڈیوں اور غلاموں سے متمتع کیوں ہوئے۔ اس سلسلے میں اس کی خاموشی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اس کے بقول حکام سقیفہ نے اپنے سیاسی مقاصد پر بعد میں مذہبی غلاف چڑھا دیا تھا اسی طرح اہل تشیع نے بھی ایک سیاسی تنازعہ کو بعد میں مذہبی تنازعہ بنا دیا تھا اور اب تک بنایا ہوا ہے۔
رہی یہ بات کہ "مسیحیت' بدھ مذہب اور جین مت کی ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعت پر امن طریقہ سے ہوئی تھی اور یہ کہ فتوحات کے ذریعے جو مذہب یا نظریہ پھیلایا جائے اس کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ پیغمبر اسلام بھی فتوحات کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کے خلاف تھے تو یہ بات اتنی سیدھی سادھی نہیں ہے۔ اس پر طویل بحث کی ضرورت ہے جو یہاں ممکن نہیں۔ تاریخ مذاہب پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات نظریاتی طور پر کسی حد تک صحیح نظر آتی ہے لیکن عملی طور پر بہت حد تک غلط دکھائی دیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو اختلاف و انتشار یا فرقہ واریت کا شکار نہیں ہوا۔ چونکہ ساری دنیا میں مختلف مذاہب کا ظہور ابتدا" متعلقہ علاقے کے عوام کی سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور معاشی ضروریات و تقاضوں کی وجہ سے ہوا تھا چونکہ ہر مذہب کا تعلق انسانوں سے تھا اس لئے اس کے ماننے والوں کے درمیان مختلف وجوہ کی بناء پر ابتدا" غیر معاندانہ اختلاف اور پھر معاندانہ اختلاف ہونا ناگزیر تھا۔ کسی مذہب کو انسانوں کی ضروریات اور ان کے تقاضوں سے الگ تھلگ رکھ کر محض ایک تجریدی نظریے کی حیثیت سے زندہ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ہندو مت کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو ہندوستان میں آریائی فتوحات کا سیلاب صدیوں تک مشرق اور جنوب کی سمت بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بدھ مذہب' جین مت اور مسیحیت کی تاریخ ان مذاہب کے ماننے والوں کے باہمی معاندانہ اختلافات اور بیرونی فتوحات کے واقعات سے بھرپور ہے۔ ساتویں صدی میں جب تمدنی و تہذیبی طور پر پسماندہ عرب قبائل نے اسلام کا پرچم اٹھا کر بیرونی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ دور سید امیر علی اور دوسرے مورخین کے بیان کے مطابق ہمہ گیر انتشار و افتراق کا دور تھا۔ ایشیا میں سینکڑوں سال قبل زرعی انقلاب کی بنا پر جو سیاسی' معاشرتی' اخلاقی و ثقافتی اور معاشی نظام قائم ہوا تھا اس کی بنیادیں ہل رہی تھیں اور چاروں طرف افراتفری و انتشار کا دور دورہ تھا۔ سید امیر علی اپنی مشہور و

Marfat.com

معروف کتاب سپرٹ آف اسلام کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ ”جیسا کہ بجا طور پر کہا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کا ابتدائی دور قومی، معاشرتی اور مذہبی انتشار کا دور تھا۔ اس میں جو مظاہر رونما ہوئے وہ ایسے ہی تھے جیسے مثبت ایمان و ایقان کے کسی نئی صورت میں جلوہ گر ہونے کا باعث بنتے ہیں تاکہ آوارہ اور سرگرداں قوتوں کو مذہبی ارتقاء کے اس راستے پر لایا جائے جس کی منزل مقصود ذاتی عبادت کی تکمیل و تنظیم ہے۔ یہ تمام مظاہر اس پر دلالت کر رہے تھے کہ یہودیت یا عیسائیت نے خدا کی مملکت کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس سے کہیں زیادہ مضبوط مرقع کا صورت پذیر کیا جانا ضروری تھا۔ زرتشت، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ نے جو شمع روشن کی تھی اس کی لو انسانی خون کی چھینٹوں سے بجھائی جا چکی تھی۔ ایک بگڑی ہوئی زرتشتیت نے اور ایک اس سے بھی زیادہ بگڑی ہوئی عیسائیت نے جو ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں انسانی ضمیر کی ناطقہ بندی کر رکھی تھی اور کرہ ارض کے بعض شادمان ترین خطوں کو لہو کی ندیوں کا سنگم بنا رکھا تھا۔ بالادستی کی خاطر مسلسل رزم آرائیوں، دائمی خانہ جنگیوں اور مذہبوں اور فرقوں کی لگاتار چپقلشوں نے قوموں کا خون زندگی نچوڑ لیا تھا اور روئے زمین کے باشندے جو ایک بے جان مشائخ پرستی کی آہنی ایڑیوں سے کچلے جا رہے تھے خدا سے اپنے آقاؤں کے مظالم کی فریاد کر رہے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک نجات دہندہ کی اس سے زیادہ ضرورت کبھی لاحق نہ ہوئی تھی اور نہ کبھی اس کے ظہور کے لئے اس سے موزوں تر وقت آیا تھا؟“

برصغیر کے مسلمانوں میں بطور مورخ سید امیر علی کا مقام بہت اونچا ہے۔ اسلامی ہند کی نشاۃ ثانیہ میں اس کا ایک بلند مقام ہے۔ وہ شیعوں کے فرقہ اثنا عشریہ سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت علیؓ کی افضیلت پر اصرار کرتا تھا اور اہل تشیع کے عقیدہ امامت کا حامل تھا۔ لیکن آغا محمد سلطان مرزا دہلوی جیسے شیعہ عناصر اسے اہل سنت والجماعت کے فرقہ معتزلہ سے منسلک کرتے ہیں بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کو جن کے عہد میں ایران فتح ہوا لعن طعن نہیں کرتا بلکہ ان کے نظام حکومت کی تعریف کرتا ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایران کی اندرونی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”ساسانیوں کے عہد میں زرتشتیوں کا اقتدار اپنے نقطہ عروج پر تھا۔ کئی صدیوں تک وہ ایشیا کی سلطنت کے لئے رومیوں کے حریف رہے۔ بارہا انہوں نے روم کی قوموں کو شکست دی۔ اس کے شہروں کو

Marfat.com

تاخت و تاراج کیا۔ اس کے قیصروں کو قیدی بنایا اور اس کی رعایا کی دولت لوٹی۔ لیکن ایک اخلاقی کامل کی حیثیت سے زرتشتیت کی آگ ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔ وہ آتش کدوں میں تو اب بھی جل رہی تھی لیکن لوگوں کے دلوں میں بجھ چکی تھی۔ خدائے برحق کی پرستش کی جگہ کلدانی مجوسیت نے لے لی تھی۔ اردشیر نے جس سخت تعصب سے کام لے کر حریف مذہبوں کو دبانے کی کوشش کی اس سے بھی زرتشتیت کی حالت بہتر نہ ہوئی۔ آخری ساسانی بادشاہوں کے تحت ایرانی سلطنت میں فرقہ بازی کا جو بازار گرم تھا اس کے بادشاہ جس شہوت پرستی میں مبتلا تھے اس کے اشراف و اعیان جس اخلاقی پستی میں گرے ہوئے تھے اور اس کے موبد و کشیش جس تکبر کا شکار تھے ان سب چیزوں میں اس کی واحد نظیر بازنطینیوں کی سلطنت تھی۔ بادشاہ دیوتا تصور کئے جاتے تھے۔ وہ رعایا کے جان و مال پر کلی اختیار رکھتے تھے اور رعایا غلاموں کی طرح تمام حقوق سے محروم تھی۔ بدکاریوں اور خرابیوں کی انتہا اس وقت ہوئی جب مزدک نے چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں اس اشتراکیت کا پرچار کیا جس سے یورپ حال ہی میں آشنا ہوا ہے اور لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ آگ پانی اور گھاس کی طرح دولت اور عورتوں کو اپنی مشترکہ ملکیت سمجھیں۔ نجی املاک کو ختم کر دیں اور دنیا کی اچھی اور بری چیزوں میں برابر کے شریک ہوں۔ مجوسی زرتشتیت نے بہنوں اور خون کے رشتے کی دوسری عورتوں کے ساتھ شادی پہلے ہی جائز قرار دے رکھی تھی۔ اس اشتراکیت کے پرچار نے صحیح الخیال ایرانیوں کو برگشتہ خاطر کیا۔ چنانچہ مزدک جو اپنے آپ کو زرتشتیت کا جانشین کہتا تھا قتل کر دیا گیا۔ لیکن اس کے خیالات ایران میں جڑ پکڑ چکے تھے۔ وہاں سے وہ مغربی ایشیا میں بھی جا پہنچے۔ یہ خرابیاں اخلاقی زندگی کی انتہائی انحطاط کی علامتیں اور قوم کے مستقبل کے حق میں ایک فال بد تھیں۔ اس فال بد کو کسریٰ نوشیرواں کی بلند سیرت نے کچھ مدت تک پورا ہونے سے روکے رکھا۔ لیکن اس کی موت کے بعد وہ پوری ہو کر رہی۔ بہرحال ایک معلم عظیم کا ظہور ہو چکا تھا جسے دنیا کے جسد مردہ میں نئی روح پھونکنی تھی ۔۔۔۔ (اسی زمانے میں) بازنطینی سلطنت کو جس کا خون زندگی قطرہ قطرہ رس رہا تھا' جسے سیاسی اور مذہبی تفرقوں نے پارہ پارہ کر دیا گیا تھا' مذہبی مباحثوں نے پریشان کر رکھا تھا۔ اور وحدت اعتقاد کو بزور عائد کرنے کی خواہش نے دیوانہ بنا دیا تھا۔ کشت و خون' فسق و فجور اور ظلم و ستم کا ایک ڈراونا اور گھناونا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ وہ ملک جو فرات کے مغرب کی طرف ایشیائی ترکی میں شامل تھے

Marfat.com

پہلے تو کبھی پارتھیوں اور کبھی آریوں کے ہاتھوں تاراج ہوئے اور پھر کبھی ایرانیوں اور کبھی بازنطینیوں کے ہاتھوں' چنانچہ وہ انتہائی مایوسی کا مرقع پیش کرتے تھے۔ ان کی مادی خستہ حالی ان کی اخلاقی ذلت سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں نے ان خرابیوں کو رفع کرنے کی بجائے انہیں اور بھی شدید بنا دیا۔ بین النہرین میں مجوسی زرتشتیت زوال یافتہ عیسائیت سے الگ برسرِ جنگ تھی۔ نسطوری راسخ العقیدہ عیسائیوں سے الگ جدال آزما تھے۔ مونتینس اور داعی نبوت عورتوں میں الگ چپقلش جاری تھی۔ ان سب فتنوں کا نتیجہ یہ تھا کہ مغربی ایشیا ایک دشت مایوسی بنا ہوا تھا۔ فتوحات کے جو جھکڑ افریقہ میں چلے تھے اور دین عیسوی کے پیروؤں اور مبلغوں نے کشت و خون اور تاخت و تاراج کے جو طوفان برپا کئے تھے انہوں نے مصر میں اور روبہ زوال عیسوی سلطنت کے افریقی صوبوں میں اخلاقی زندگی کے تمام شعلے افسردہ کر دیئے تھے۔[۵]"

632ء میں جزیرۃ العرب کے گرد و نواح کے ممالک کی اس قسم کی سیاسی' معاشرتی اور مذہبی زبوں حالی کو پیش نظر رکھا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا مشکل نہیں کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد عربوں نے بیرونی فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حکام سقیفہ عربوں کو جنگ و جدال میں مصروف کر کے اور انہیں مال غنیمت کا لالچ دے کر ان کی توجہ حضرت علیؑ کے دعوئ خلافت کی طرف سے ہٹانا چاہتے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عراق شام اور ایران کے حالات انہیں فتوحات کی کھلم کھلا دعوت دے رہے تھے۔ سید امیر علی کے بقول "ایرانیوں نے من حیث القوم مسلمانوں کا استقبال نجات دلانے والوں کے طور پر کیا۔ مسلمان ایسے حالات میں ایران میں داخل ہوئے تھے کہ مذہبی زندگی کا ایک شمہ بھی ایرانیوں میں باقی نہ تھا۔ عوام الناس ایک ایسی خرابی کی چکی میں پسے جا رہے تھے جس سے بڑی خرابی کسی ملک کو لاحق نہیں ہو سکتی تھی یعنی مذہبی اجارہ داروں کی ایک رزائل میں مبتلا جماعت اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی اقلیتی حکومت ۔ ۔ ۔ ۔ میور کی رائے کے مطابق "اسلام کی بقائے دائمی کے لئے ضروری تھا کہ جو جارحانہ طریقہ اس نے اختیار کیا تھا وہ مسلسل طور پر جاری رکھا جائے اور عالمگیر قبول یا کم از کم عالمگیر فضیلت کے بارے میں اس کا جو ادعا تھا وہ بزور شمشیر تسلیم کروایا جائے۔ ہر مذہب اپنے دور حیات میں کسی نہ کسی مرحلے پر اپنے پیروؤں کے میلانات و رجحانات کے مطابق جارحیت پر کاربند رہا ہے۔ اس سے اسلام مستثنیٰ نہیں۔[۶]"

بایں ہمہ سید امیر علی اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ "دین محمدیؐ میں جو فرقے ہیں

Marfat.com

ان کے اصلی اسباب سیاسی و خاندانی اختلافات ہیں یعنی پرانی قبائلی عداوتیں اور بالخصوص آل ہاشم سے دوسرے قریش کا حسد و رشک۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی روحانی اور دنیاوی پیشوائی کے لئے اپنا جانشین نامزد نہیں کیا۔ لیکن یہ خیال واقعات کے بارے میں غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ اس امر کی وافر شہادت ملتی ہے کہ آپؐ نے اپنی جانشینی کے معاملے میں متعدد مرتبہ حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ بالخصوص حجتہ الوداع سے واپسی کے دوران جب آپ نے مقام خم پر قیام فرمایا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کئے جو اس باب میں شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے کہ اپنے جانشین کے بارے میں آپ کا کیا عندیہ تھا۔ آپ نے فرمایا' علیؑ کا مجھ سے وہی رشتہ ہے جو ہارون کا موسیٰ سے تھا۔ الہ العلمین تو اس کے دوستوں کا دوست رہو اور اس کے دشمنوں کا دشمن' جو لوگ اس کی مدد کریں ان کی مدد کیجیو' اور جو لوگ اس سے غداری کریں ان امیدوں کو خاک میں ملا دیجو دوسری طرف رسول پاکؐ کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ کا امامت نماز کے فرائض میں مامور ہونا ایک مختلف انتخاب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پیغمبر کی وفات پر جب امت مسلمہ کا امیر منتخب کرنا ضروری ہوا تو یہ سوال زیر بحث آیا۔ بنو ہاشم کا اصرار تھا کہ وراثت کے علاوہ تقرر کے ذریعے یہ منصب حضرت علیؑ کا حق تھا۔ دوسرے قریش رائے دہندگی کے ذریعے انتخاب پر اڑے ہوئے تھے۔ جب اہل بیت رسول خداؐ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو اسی دوران میں بعض قریش اور انصار مدینہ کی رائے سے حضرت ابوبکرؓ خلافت کے لئے انتخاب کئے گئے۔ اس عجلت کی توجیہہ یوں کی جا سکتی ہے کہ حکومت کی صدارت پر کسی کا فوراً مامور کیا جانا لازمی تھا۔ حضرت علیؑ نے اپنی طبعی فیاضی اور حب دین سے کام لے کر اور اس خوف سے کہ دین نبیؐ میں کسی قسم کا رخنہ پڑ جائے فوراً حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔" لیکن اس کے باوجود تابعین نبیؐ میں رخنہ پڑ ہی گیا اور ایسا رخنہ پڑا کہ جس کی کوکھ میں سے بعد میں بہت سے رخنوں نے جنم لیا۔ یہ تقریباً اسی طرح ہوا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ کے شاگردوں میں سینٹ پیٹر اور سینٹ پال میں باہمی مخالفت سے دین عیسوی میں رخنہ پڑا تھا اور پھر بعد میں اس رخنہ میں سے مسیحیت میں بہت سے رخنے پیدا ہوئے تھے۔ ساتویں صدی میں ان رخنوں نے دین عیسوی میں پرتشدد فرقہ بازی اپنی انتہا کو پہنچا دی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی سرشت پر مناظرہ لاکھوں انسانوں کا خون بہا چکا تھا۔

Marfat.com

عہد حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

Marfat.com

باب:5

فتنہ ارتداد، جھوٹے دعویداران نبوت اور قبائلی عصبیت

جب حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کی ابتدا وسط جون 632ء میں ہوئی۔ تو وہ دین جس نے عربوں کو اخوت و اتحاد کی تعلیم دی تھی غضبناک قبائلی عصبیت و وحشت اور ہوس اقتدار کے ہاتھوں فتنہ تفریق کا شکار ہو چکا تھا۔ "ابن اسحاق کے بقول رسول اللہؐ کی وفات کے بعد یہ وقت مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عرب لوگ مرتد ہونا شروع ہو گئے۔ یہودیت، نصرانیت، ابھرنے لگی، نفاق ظاہر ہونے لگا اور مسلمانوں کا حال ان بکریوں کی مانند ہو گیا جو جاڑے کی رات میں تتر بتر ہو گئی ہوں۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی کے باعث ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ "رسول اللہؐ کی وفات کے وقت اہل مکہ کی اکثریت نے اسلام سے پھر جانے کا ارادہ کر لیا یہاں تک عتاب بن اسید خائف ہو کر چھپ گئے[1]"☆

ہشام بن عروہ اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ "جب ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی اور خود انصار نے بھی اختلاف کے بعد ان کی بیعت کر لی تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اسامہؓ کی مہم پوری ہونی چاہئے۔ اس وقت حالت یہ ہو گئی تھی کہ تمام عرب کے قبائل یا تو سب کے سب مرتد ہو چکے تھے یا ان میں سے کچھ لوگ مرتد ہو چکے تھے۔ بہر حال کوئی پورا قبیلہ مسلمان

☆ عتاب بن اسید رسول اللہؐ کی وفات کے وقت مکہ کے والی تھے اور ان کی حکومت مکہ پر قائم تھی۔

Marfat.com

نہیں رہا تھا۔ ہر طرف نفاق پھوٹ پڑا تھا ور یہود اور نصاریٰ بھی للچائی ہوئی نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے اور خود مسلمانوں کی حالت اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے ان بھیڑ بکریوں کی سی ہو گئی تھی جو موسم سرما کی برساتی رات میں حیران ہو گئی ہوں۔"

اس صورت حال میں متعدد صحابہ نے یہ رائے ظاہر کی کہ اسامہؓ بن زید کو شام کی جانب فوجی مہم پر نہیں بھیجنا چاہئے مگر ابوبکرؓ نہ مانے اور انہوں نے کہا کہ "اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھا لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا جیسا کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے۔[۲]"

چنانچہ جب اسامہ بن زید اپنے لشکر کے ہمراہ روم کی جانب روانہ ہو گئے تو اسلامی مملکت کے تمام علاقوں سے عربوں کے مرتد ہونے کی خبریں موصول ہونے لگیں۔ آخر ردت کی یہ نوبت پہنچ گئی کہ سوائے قبیلہ قریش و ثقیف کے کل قبائل عام طور سے کل یا بعض مرتد ہو گئے۔ آنحضرتؐ کی وفات سے پیشتر قحطانی قبیلہ کی ایک شاخ عنس کے سردار اسود نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یمن کے دیہاتی اس کے پیرو ہو گئے تھے۔ اس نے ان کی مدد سے نجران پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب وہاں قبیلہ مذحج کے لوگ بھی اس کے ساتھ ہو گئے تو اس نے حملہ کر کے صنعا پر قبضہ کر لیا تھا۔ جس کے بعد یمن کے سارے باشندے مرتد ہو گئے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اسود کے لشکر کے ایک سردار قیس نے اسود کی بیوی کے ساتھ سازش کر کے اسے قتل کروا دیا تھا اور صنعا میں فتنہ و فساد ختم ہو گیا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے ان تمام واقعات کی خبر آنحضرتؐ کو لکھ بھیجی۔ ان کا قاصد مدینہ میں اس صبح کو پہنچا جس کی شام کو رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا۔ اسود کی ابتدائے شورش سے اس کے قتل تک کا زمانہ تقریباً چار مہینہ کا تھا۔ جب اہل یمن کو آنحضرتؐ کے انتقال کی خبر ملی تو اسود عنسی کے بعض حامیوں نے پھر فتنہ برپا کر دیا جبکہ قبیلہ اسد کے سردار طلیحہ نے نبوت کا اعلان کر دیا اور بنی طے اور غطفان کے بہت سے لوگ بھی شورش میں شامل ہو گئے۔ یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں مسلمان ہو چکا تھا۔ ان کا وفد بھی دربار رسالت میں آیا تھا۔ لیکن جب رسول اللہؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اس قبیلہ کے سردار مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور مشہور کیا کہ آنحضرتؐ نے خود مجھ کو اپنا شریک بنایا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ نصف ملک عرب میرے قبضے میں رہے اور نصف قریش

Marfat.com

کے۔ مگر پھر کہتا تھا کہ قریش نامنصف قوم ہے۔ مدینہ کے نزدیک قبیلہ عبس اور ذبیان جوش مردانگی سے ابل پڑے۔ عبس' ابرق میں اور ذبیان' ذی القصہ میں آ اترے۔ ان کے ساتھ کچھ لوگ بنی اسد اور بنی کنانہ کے بھی تھے۔ ان لوگوں نے متفق ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے نماز کی اور زکواۃ کی معافی کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ درخواست منظور کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ اس صورت حال میں عمرو بن العاص جسے رسول اللہؐ نے حجتہ الوداع سے واپسی میں جنوبی عرب کی جانب ایک مشن پر بھیجا تھا' اومان سے روانہ ہو کر بنی تمیم' بنی عامر اور بعض قبائل کے علاقوں سے ہوتا ہوا واپس پہنچا اور اس نے بیان کیا کہ دبا سے لے کر مدینہ تک فوجیں چھاؤنی ڈالے پڑی ہیں۔ یہ سن کر قریش متفرق ہو گئے اور مشورے کے لئے مختلف حلقوں میں تقسیم ہو گئے۔ "عمرؓ بن الخطاب عمرو بن العاص سے ملنے آ رہے تھے کہ ان کو کچھ لوگ نظر پڑے جو عمرو بن العاص کے بیان کردہ واقعات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ اس حلقے میں عثمانؓ' علیؓ' طلحہؓ' زبیرؓ' عبدالرحمانؓ اور سعدؓ تھے۔ جب ان کے قریب آئے وہ خاموش ہو گئے۔ عمرؓ نے پوچھا کیا گفتگو تھی۔ انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ عمرؓ نے کہا جو بات تم لوگوں نے مجھ سے چھپانا چاہی وہ مجھے معلوم ہے۔ طلحہؓ بگڑے اور کہنے لگے اے! ابن الخطاب اب تم ہم کو غیب کی باتیں بتاتے ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے مگر میرا خیال ہے کہ آپ حضرات یہی کہتے ہوں گے کہ ہمیں عربوں سے قریش کے لئے سخت اندیشہ ہے۔ اب عمرؓ نے قسم دے کر ان سب سے پوچھا کہ یہ بات نہ تھی۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا اور کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ عمرؓ نے کہا آپ لوگوں کو اس حالت سے قطعی خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے تو ان عربوں کے لئے آپ کی جانب سے اس سے زیادہ اندیشہ ہے جتنا کہ آپ کو ان کی جانب سے ہے۔ بخدا! اگر قریش کے قبائل کسی تنگ و تاریک غار میں جائیں تمام عرب ان کی متابعت میں وہاں چلے جائیں گے۔ اللہ سے ان کے معاملے میں ڈرو اور اس قدر سوئے ظن ان سے نہ رکھو۔ یہ کہہ کر عمرؓ عمرو بن العاص سے ملنے چلے گئے اور ان سے مل کر ابوبکرؓ کے پاس چلے آئے"۔[3] اگر صحابہ کبار کی باہمی گفتگو کے بارے میں طبری اور دوسرے مورخین کا یہ بیان صحیح ہے تو اس میں جو بات کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد صحابہ کبار بھی قبائل

Marfat.com

کے حوالے سے باتیں کرتے تھے۔ اسلامی یکجہتی اور اتحاد کا ان کی باتوں میں ذکر کم ہی ہوتا تھا۔ غالباً اس کی وجہ ابن ہشام کے اس بیان میں مضمر ہے کہ قریش سارے عرب کے امام و ہادی تصور کئے جاتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اہل مکہ نے اسلام سے پھر جانے کا ارادہ کیا تھا اور والی مکہ ان سے خوفزدہ ہو کر چھپ گیا تو سہیل بن عمرو نے بھی انہیں تقریباً وہی کچھ کہا تھا کہ جو کچھ کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کبار سے کہا تھا۔

عمرو بن العاص کی یہ رپورٹ اس طرح صحیح ثابت ہوئی کہ جب عبس' ذبیان اور مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل کے وفد حضرت ابوبکرؓ کا متذکرہ خشک جواب سن کر اپنے اپنے گروہ میں واپس آئے اور مسلمانوں کی قلیل تعداد اور ان کی پریشانی سے آگاہ کیا۔ عبس اور ذبیان اس خبر کے سنتے ہی مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے اور انہوں نے اسی وقت بلا پس و پیش مدینہ پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کی پہلی جھڑپ میں اسلامی لشکر کے اونٹ بھڑک جانے کے باعث مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا لیکن بعد میں جب انہوں نے اپنی قوت مجتمع کر کے جوابی حملہ کیا تو مرتدین شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ اس عرصے میں اسامہؓ بن زید شام مہم سے فارغ ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس مدینہ پہنچ گیا تو مسلمانوں نے مدینہ کے گرد و نواح کے مرتد قبائل کو فیصلہ کن شکستیں دے کر انہیں مغلوب کر لیا اور مرتد قبائل یکے بعد دیگرے پھر مسلمان ہو گئے۔

مرتدین کے خلاف پہلی لڑائی میں مسلمانوں کی اس فتح کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے سرزمین عرب کے طول و عرض میں فتنہ ارتداد کے انسداد کے لئے گیارہ فوجی مہمات کا بندوبست کیا۔ ان گیارہ لشکروں کے سپہ سالار یہ تھے (1) خالد بن ولید (2) عکرمہ بن ابوجہل (3) شرجیل بن حسنہ (4) مہاجر بن ابی امیہ (5) حذیفہ بن محصن (6) عرفجہ بن ہرثمہ (7) سوید بن مقرن (8) علاء بن الحضرمی (9) طریفہ بن حاجز (10) عمرو بن عاص اور (11) خالد بن سعید۔ خالد بن ولید کا پہلا معرکہ بزاخہ میں طلیحہ کے گروہ کے ساتھ ہوا جس میں طلیحہ کو شکست ہوئی۔ ایک انصاری سے جو بزاخہ کے واقعہ میں شریک تھا مروی ہے کہ اس واقعہ میں خالد کو کسی شخص کے بیوی بچے دستیاب نہ ہو سکے کیونکہ بنی اسد کے تمام اہل و عیال محفوظ مقامات میں رکھے گئے تھے۔ ابو یعقوب سے مروی ہے کہ بنی اسد کے بیوی بچے مثقب اور فلج کے درمیان محفوظ تھے اور بنی قیس کے اہل و عیال فلج اور

Marfat.com

واسط کے درمیان محفوظ تھے۔ خالد کے بڑھتے ہی انہوں نے شکست کھائی اور اپنے بیوی بچوں کی ہلاکت کے خوف سے سب اسلام لے آئے اور خالد سے ان کے لئے امان کی درخواست کی اور اس کو تعاقب کرنے سے باز رکھا۔ طلیحہ میدان جنگ سے بھاگ کر نقع میں بنی کلب کے پاس فروکش ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ یہ ابوبکرؓ کی وفات تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب اسے اطلاع ملی کہ تمام اسد' غطفان' اور عامر مسلمان ہو چکے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ بنی عامر اہل بزاخہ کی ہزیمت کے بعد اس دین میں داخل ہو گئے تھے۔ جس کو انہوں نے رسول اللہ کی وفات کے بعد ترک کر دیا تھا۔ خالد نے ان سے بھی انہیں شرائط پر جو اس نے اہل بزاخہ سے جس میں اسد' غطفان اور طے شامل تھے' بیعت لے لی۔ اور ان سب نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ خالد نے اسد' غطفان' ہوازن' سلیم اور طے سب پر یہ شرط لازم کی کہ وہ ان تمام لوگوں کو جنہوں نے ارتداد کے زمانے میں اپنے یہاں کے مسلمانوں کو جلایا تھا۔ ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا اور مظالم کئے تھے اس کے حوالے کر دیں۔ اس نے کسی عذر کو نہیں مانا۔ ان قبائل نے اپنے ان تمام لوگوں کو خالد کے حوالے کر دیا۔ خالد نے ان قبائل کے اسلام کو قبول کر کے ان کو چھوڑ دیا البتہ اس نے قرہ بن ھبیرہ اور اس کے چند ساتھیوں کو قید کر لیا اور جن لوگوں نے مسلمانوں پر مظالم کئے تھے ان کے اعضا قطع کرا دیئے اور ان کو جلایا' سنگسار کیا اور بعض کو پہاڑوں پر سے گرا دیا اور بعض کو کنوؤں میں ڈال کر تیروں سے چھلنی کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اور روایت کے مطابق خالد ایک ماہ بزاخہ میں فروکش رہا اور اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں ہر طرف چھاپے مار کر ان کو گرفتار کرتا رہا۔ ان میں سے بعض کو اس نے جلا دیا' بعض کو ہاتھ پاؤں باندھ کر کنوؤں میں ڈال دیا' بعض کو سنگسار کر دیا اور بعض کو پہاڑوں پر سے گرا کر مار ڈالا' قرۃ اور اس کے ساتھی گرفتار کر کے لائے گئے مگر ان کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا گیا کیونکہ ان کی حالت ان سے مختلف تھی اور نہ انہوں نے وہ حرکتیں کی تھیں جو عیینہ نے کی تھیں[4]"۔

آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے بعد قبائل تمیم میں متعدد امراء مقرر کئے تھے جن میں سے زبرقان بن بدر' قیس بن عاصم' وکیع بن مالک اور مالک بن نویرہ بھی تھے۔ فتنہ ارتداد میں ان میں سے کوئی اسلام پر قائم رہا کوئی مرتد ہو گیا۔ کوئی متذبذب تھا۔ اسی دوران میں تمیمی

Marfat.com

بنی یربوع کی شاخ بنی تغلب میں سے ایک عورت سجاح بنت حارث نے نبوت کا دعویٰ کیا بنی تغلب کے نصاری کی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ سجاح نے ارادہ کیا کہ مدینہ پر چڑھائی کرے۔ اس نے رسول اللہؐ کے مقرر کردہ ایک امیر مالک بن نویرہ کو بلایا۔ اور صلح کی دعوت دی جسے اس نے قبول کر لیا اور اس درخواست کی وجہ سے مالک بن نویرہ اس کے مقابلے اور لڑائی سے باز رہا اور اس نے سجاح کو بنی تمیم کے قبیلوں سے لڑنے پر برا نگیختہ کیا۔ مالک نے مشورہ دیا کہ بنی تمیم کے بعض قبائل تمہارے مخالف ہیں۔ پہلے ان کو اپنے قابو میں کرو۔ اس کے بعد کہیں کا ارادہ کرو۔ وکیع بن مالک بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس نے اپنے مخالف تمیمی قبائل کے ساتھ جنگ شروع کی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا آخرکار اس نے اس مہم کو چھوڑ کر مسیلمہ کذاب کی طرف رخ کیا جس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ مسیلمہ نے سجاح سے صلح کر لی۔ سجاح ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھی اور بنی تغلب کے مشرب نصرانیت سے واقف تھی۔ مسیلمہ نے اس سے کہا کہ آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی ہوتی اگر برابر تقسیم کی جائے لہٰذا اب قریش کا حصہ بھی اللہ نے تم کو دے دیا۔ تم اسے بخوشی قبول کرو۔ اس پر سجاح نے مسیلمہ کو نبی مان لیا اور دونوں نے شادی کر لی۔ اسی اثنا میں خالد بن ولید اپنی فوج لے کر اس طرف پہنچ گیا۔ سجاح کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ اور بنی تمیم بھی اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور ان لوگوں نے مال زکواۃ خالد کے پاس بھیج دیا۔ مالک بن نویرہ نے ایسا نہ کیا اور اس نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ متفرق ہو جائے۔ اس پر خالد نے اپنے دوستوں کے ذریعے اسے تلاش کیا اور اسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا۔ بعض مسلمانوں نے جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے اس قتل کو خلیفہ کے حکم کے خلاف قرار دیا اس لئے کہ انہوں نے گرفتاری سے قبل ان مقتولین کو اذان دیتے سنا تھا اور اس کی شہادت بھی دی تھی۔ جس بات نے اس الزام کو اور زیادہ اہمیت دے دی وہ یہ تھی کہ خالدؓ نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ خبر جس وقت حضرت ابوبکرؓ کو پہنچی تو انہوں نے افسوس کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خالدؓ کی تلوار خونریز ہے۔ اگر یہ الزام سچ ہے تو لازم ہے کہ وہ قید کیا جائے۔ خالدؓ کا جواب یہ تھا کہ ان لوگوں نے قتل کے خوف سے اذان پکار دی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کو اس جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ ان کو خالد کی برطرفی اور گرفتاری پر اصرار تھا کیونکہ اس نے ایک بے گناہ

Marfat.com

مسلمان کا خون کیا اور پھر اس کی بیوی پر چڑھ گیا۔ آخر حضرت ابوبکر نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ خالد پر یہ الزام ہے کہ اس نے ایک تاویل کی جس میں اس سے غلطی ہو گئی۔ اے عمرؓ تم خالد کے بارے میں اپنی زبان بند کرو۔ پھر خلیفہ ابوبکرؓ نے خود مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کر دیا۔ ایک اور روایت ہے کہ خالد اس مہم سے پلٹ کر مدینہ آیا۔ مسجد نبوی میں آیا وہ ایک رنگ آلود قبا پہنے تھا اور عمامہ باندھے تھا جس میں متعدد تیر چبھے ہوئے تھے۔ جب مسجد میں آیا عمرؓ نے بڑھ کر تیروں کو توڑا اور کہا کہ محض دکھانے کے لئے اس ہیئت سے آئے ہو تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔ بخدا میں تم کو سنگسار کروں گا۔ خالدؓ اس موقع پر کچھ نہ بولا اور سیدھا ابوبکرؓ کے پاس گیا جنہوں نے اسے معاف کر دیا۔[5]

خالد بن ولیدؓ کی جانب سے اس قسم کی بدویت و وحشت اور ہوس غنیمت کا مظاہرہ عہد رسالت میں بھی ہوا تھا جبکہ رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے بعد اسے تبلیغ اسلام کے لئے بنی جذیمہ کی جانب بھیجا تھا اور جنگ کا حکم نہیں دیا تھا اور اس کی تبلیغی جماعت میں عبدالرحمانؓ بن عوف بھی شامل تھے۔ خالدؓ بن ولید بنی جذیمہ کے چشمہ پر مقام غمیصا میں مقیم ہوا۔ "ایام جاہلیت میں ایک مرتبہ عبدالرحمانؓ بن عوف کے والد عوف بن عبد عوف اور خالد بن ولیدؓ کے چچا فاکہہ بن المغیرہ یمن کی طرف سے آتے ہوئے جب بنی جذیمہ کی زمین کی طرف سے گزر رہے تھے تو بنی جذیمہ نے انہیں قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا تھا۔ چنانچہ اب عہد اسلام میں جب بنو جذیمہ نے خالد بن ولیدؓ کو اپنے چشمہ پر دیکھا تو انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے۔ مگر خالد نے کہا ہتھیار ڈال دو کیونکہ سب لوگ اسلام لا چکے ہیں جب خالدؓ کے کہنے پر سارے قبیلہ نے ہتھیار رکھ دیئے تو ان کے نہتے ہو جانے کے بعد خالد نے ان کی مشکیں بندھوائیں اور پھر بہت سوں کو قتل کر دیا۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ کو ہوئی تو آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اے خدا! میں خالد بن ولیدؓ کے اس فعل سے تیرے سامنے اپنے کو بری قرار دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر حکم دیا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو خالدؓ نے قتل کیا ہے اور ان کا کچھ فیصلہ کرو۔ جاہلیت کے خیالات کو ذہن میں نہ آنے دینا۔ علیؑ نے مکہ سے وہاں پہنچ کر ان کی جانوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی املاک کا تاوان دیا۔ ابن اسحاق

Marfat.com

کہتا ہے کہ جو لوگ خالدؓ کی طرف سے عذر پیش کرتے ہیں وہ اس واقعہ کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ خود خالدؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ان کو صرف عبداللہ بن حذافت السھمی کے کہنے پر قتل کیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چونکہ یہ اسلام نہیں لائے اس لئے رسول اللہ صلعم نے تم کو ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔[6]" ابن اثیر لکھتا ہے کہ "اس کے بعد عبدالرحمان بن عوفؓ اور خالد بن ولیدؓ میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ عبدالرحمانؓ نے خالدؓ سے کہا کہ تم نے زمانہ جاہلیت کا کام کیا ہے۔ خالد نے جواب دیا ایسا نہیں ہے بلکہ تم نے اپنے باپ کا بدلہ لیا ہے۔ عبدالرحمان نے خالد سے کہا کہ تم نے غلط کہا، بیشک میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا۔ تم نے تو اپنے چچا تک کا بدلہ لیا ہے۔ یہ گفتگو یہاں تک بڑھی کہ فساد کا اندیشہ ہو گیا اور جھگڑے کی خبر رسول اللہؐ کو پہنچائی گئی۔ آپ نے فرمایا اے خالدؓ۔ تم میرے اصحاب کو اپنی روش سے دور رکھو۔ خدا کی قسم! اگر احد پہاڑ سونے کا ہو جائے اور اس کو اللہ کی راہ میں پورا پورا خرچ کر ڈالو جب بھی ان کے صبح اور شام کے سفروں اور غزووں کے ثواب کو تم نہیں پا سکتے ہو۔[7]"

یمامہ میں مسیلمہ کذاب کی قوت بہت زیادہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا اور اس کی امداد کے لئے شرجیل بن حسنہ کو روانہ کیا۔ مگر عکرمہ نے شرجیل کی کمک پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے ٹکر لے لی اور شکست کھائی۔ اس کے بعد شرجیل پہنچا تو اسے بھی مسیلمہ نے شکست دی۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کرے۔ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تھی مسلمانوں کے لشکر کی تعداد 13 ہزار تھی۔ تاہم خالد بن ولیدؓ نے شرجیل بن حسنہ کو ساتھ لیا اور مسیلمہ سے بھڑ گیا۔ اس لڑائی میں ابتدا" تو مسیلمہ کا پلہ بھاری رہا مگر جب مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا تو انہوں نے مسیلمی لشکر کو مارتے مارتے ایک محصور باغ تک پہنچا دیا جہاں پر مسیلمہ مقیم تھا۔ پھر مسلمان لشکری باغ کی دیواریں اور دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔ جب مسیلمہ نے یہ صورت دیکھی تو وہ خود زرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر اور ایک گروہ کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا باہر نکلا۔ باغ سے جوں ہی وہ باہر آیا ایک حبشی مسلمان لشکری وحشی نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا اور زید بن الخطاب نے رحال بن عنفوۃ کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش و

Marfat.com

حواس بھی جاتے رہے۔ مسیلمہ کی فوج کے سترہ ہزار لشکری مارے گئے۔ یہ لڑائی ختم ہوئی تو خالد بن ولید کو بہت مال غنیمت ملا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکریوں کو کمر کھول دینے کا حکم دے دیا اور پھر یمامہ کے ایک قبائلی سردار مجاعہ کی، جسے خالدؓ نے مسیلمہ سے لڑائی سے چند دن قبل گرفتار کر لیا تھا تجویز پر اہل یمامہ سے مصالحت کرنے پر رضامند ہو گیا۔ اس وقت لشکر اسلام کی صورت یہ تھی کہ انصار میں سے 360 آدمی، اسی قدر مہاجرین میں سے اور اسی قدر تابعین میں سے شہید ہو چکے تھے جبکہ یمامہ کی فصیل کے اندر دشمن کا عظیم لشکر دکھائی دیتا تھا۔ جس میں عورتیں بھی ہتھیار اٹھائے ہوئے تھیں۔ خالدؓ نے مجاعہ سے نصف مال و اسباب و زمین مزروعہ و غیر مزروعہ اور باغات اور قیدیوں کی بنیاد پر صلح کرنے کی تجویز پیش کی لیکن ان لوگوں نے اس سے انکار کیا تو ربع مال و اسباب وغیرہ پر صلح کر لی۔ محمد بن اسحاق مروی ہے کہ جب مجاعہ سے صلح نامہ تحریر ہو چکا تو خالدؓ نے مجاعہ سے کہا کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ مجاعہ نے کہا کہ ذرا ابھی صبر کرو ورنہ امیرالمومنین مجھ سے اور تم سے سخت ناراض ہو جائیں گے۔ خالدؓ نے کہا کہ تم اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دے دو۔ اس نے نکاح کر دیا۔ اس کی اطلاع ابوبکرؓ کو پہنچی۔ انہوں نے خالدؓ کو ایک بہت ہی خشم آگیں خط لکھا کہ اے خالدؓ بڑے افسوس کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تم کو کوئی کام ہی نہیں رہا کہ تم عورتوں سے نکاح کر رہے ہو حالانکہ بارہ سو مسلمانوں کا خون تمہارے صحن میں اب تک تازہ ہے جو خشک نہیں ہوا۔ خالدؓ خط کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ اعیسر یعنی عمرؓ بن الخطاب کی حرکت ہے جو یہ خط امیرالمومنین نے مجھے لکھا ہے۔[8]"

یمامہ کے قبائل مغلوب ہو چکے تو مسلمانوں نے بحرین، عمان اور یمن کے مرتدین کی طرف رخ کیا۔ "علاء بن الحضرمی، عکرمہ، حذیفہ، عرفجہ اور شرجیل اور بعض دوسرے مسلمان سپہ سالاروں نے ان علاقوں پر پیش قدمی کی اور مختلف مرتد قبائل کو یکے بعد دیگرے اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ عمان میں مسلمانوں نے لقیط بن مالک الازدی کی جانب پیش قدمی کی اور مقام دبا پر دونوں حریفوں کا اجتماع ہوا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ قریب تھا کہ لقیط کو مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جائے لیکن اس حالت میں جبکہ مرتدوں کا پلہ بھاری ہو چکا تھا اور مسلمانوں کی حالت کمزور ہو چکی تھی مسلمانوں کی حمایت کے لئے زبردست امدادی فوجیں آ گئیں۔ اس کمک سے اللہ نے مسلمانوں کے بازو کو قوی اور

Marfat.com

مشرکین کے بازو کو کمزور کر دیا۔ مشرک شکست کھا کر میدان سے بھاگے۔ مسلمانوں نے دس ہزار مشرکوں کو معرکے ہی میں قتل کر دیا اور پھر ان کا تعاقب کر کے خوب بے دریغ قتل کیا۔ بہت سے لونڈی غلام اور مال غنیمت حاصل کیا۔ مال غنیمت کو امراء اسلام نے مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور اس کا خمس (پانچواں حصہ) عرفجہ کے ساتھ ابوبکرؓ کے پاس روانہ کر دیا۔ اس میں آٹھ سو لونڈی غلام تھے۔ جب عکرمہ' عرفجہ اور خذیفہ' عمان کے مرتدین سے فارغ ہو گئے تو عکرمہ نے نجد کی طرف فوج کشی کر کے خونریز جنگ کے بعد وہاں کے مرتدین کو شکست دی۔ مسلمانوں نے کفار کو بے دریغ جس طرح چاہا موت کے گھاٹ اتارا اور جس قدر مال و متاع کو چاہا اس پر بطور غنیمت قبضہ کر لیا۔ مال غنیمت میں دو ہزار تیز رفتار اونٹنیاں بھی تھیں۔ عکرمہ نے مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔"

چونکہ اس فتح اور کثرت سے مال غنیمت مل جانے سے عکرمہ اور اس کی فوج کی مادی طاقت اور ساز و سامان بہت بڑھ گیا اس لئے اس نے وہیں قیام کر کے اپنی خواہش کے مطابق اس علاقے کے تمام باشندوں کو پھر اسلام میں داخل کر لیا۔ عمان میں مسلمانوں کی مکمل فتح ہوئی تو اہل نجران نے ایک معاہدے کے تحت اطاعت قبول کر لی۔ انہوں نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ خروج کیا تھا۔ یمن میں اہل تہامہ اور قبیلہ عک نے بغاوت کی مگر ان کی جلد ہی سرکوبی کر دی گئی۔ اہل یمن نے دوسری مرتبہ بغاوت کی تو مہاجر بن ابی امیہ نے انہیں پھر مغلوب کر لیا۔ اس کے بعد حضرموت کے مرتدین کی باری آئی تو کئی لڑائیوں کے بعد انہیں بھی زیر کر لیا گیا اور اس طرح تقریباً ایک سال کے عرصے میں جزیرۃ العرب کے سارے علاقوں میں فتنہ ارتداد کا انسداد ہو گیا۔ مہاجر بن ابی امیہ کو یمن کی امارت کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ عہد رسالت میں اس عہدے پر خالد بن سعیدؓ کا تقرر ہوا تھا مگر جب رسول اللہؐ کی وفات ہوئی تھی تو وہ واپس مدینہ آ گیا تھا۔

"خالد بن سعیدؓ رسول اللہؐ کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد یمن سے واپس آیا تھا اور اس نے دو ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ مجھ کو رسول اللہ صلعم نے امیر بنایا تھا اور اپنی وفات تک مجھے اس عہدے سے آپؐ نے معزول نہیں فرمایا۔ پھر خالدؓ علیؑ بن ابی طالب .اور عثمانؓ بن عفان کے پاس گیا اور اس نے کہا' اے بنی عبد مناف حکومت پر غیروں نے قبضہ کر لیا اور تم چین سے بیٹھے رہے۔ ابوبکرؓ نے تو خالدؓ کی ان باتوں

Marfat.com

کی کوئی پروا نہیں کی مگر عمرؓ کے دل میں اس کی طرف سے کھٹک پیدا ہو گئی۔ جب ابوبکرؓ نے فتنہ ارتداد کے انسداد کے بعد 634ء کے اوائل میں شام کی مہم کے لئے لشکر تیار کیا تو سب سے پہلے اس کے ایک چوتھائی حصے پر خالد بن سعیدؓ کو امیر مقرر کیا مگر عمرؓ نے اس کو ناپسند کیا اور ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ایسے شخص کو امیر بناتے ہیں جس کے یہ اقوال و افعال ہیں اور اس پر ابوبکرؓ کو بار بار ٹوکتے رہے آخرکار ابوبکرؓ نے خالد بن سعیدؓ کو معزول کر کے یزید بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر دیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ خالد بن سعیدؓ جب یمن سے مدینہ پہنچا تھا تو اس وقت دیباج کا جبہ پہنے ہوئے تھا۔ اسی لباس میں وہ عمرؓ اور علیؓ بن ابی طالب سے ملا۔ عمرؓ نے اپنے پاس والوں سے چلا کر کہا ان کا جبہ پھاڑ دو کیا یہ ریشم پہنتے ہیں حالانکہ بحالت امن مردوں کے لئے اس کا پہننا ممنوع ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی اس کے جبے کو پاش پاش کر دیا۔ خالد بن سعیدؓ نے کہا' اے ابوالحسن! اے بنو عبد مناف کیا تم حکومت کے معاملے میں مغلوب ہو گئے ہو۔ علیؓ نے کہا اس کو تم غلبہ سمجھتے ہو یا خلافت۔ خالدؓ نے کہا' اے بنو عبد مناف اس کے لئے تم سے زیادہ مستحق کون ہو سکتا ہے۔ عمرؓ نے خالدؓ سے کہا' خدا تیرا منہ توڑ دے۔ جھوٹے تیرے دماغ میں ایسی باتیں سماتی رہیں گی۔ مگر یاد رکھ کہ اس کا خمیازہ تجھے بھگتنا پڑے گا۔ عمرؓ نے اس تمام گفتگو کا تذکرہ ابوبکرؓ سے کیا۔ ابوبکرؓ نے جب مرتدین کی سرکوبی کے لئے افسران فوج منتخب کئے اور ان کو علم دیئے تو ان میں سے ایک خالد بن سعیدؓ بھی تھا۔ مگر عمرؓ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تو ناکارہ ہے اور کم عقل ہے۔ اس نے ایسی بے تکی باتیں زبان سے نکالی ہیں کہ جن سے ہمیشہ فتنے برپا رہیں گے اور اس کو اپنی ان باتوں پر گھمنڈ اور اصرار بھی ہے۔ آپ اس سے کوئی کام نہ لیں مگر ابوبکرؓ' عمرؓ کی رائے سے ذرا متاثر نہ ہوئے اور خالد بن سعیدؓ کو تیما میں امدادی دستے پر متعین کر دیا۔ عمرؓ کے مشورے پر آپ کبھی عمل کرتے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔[9]" تقریباً ڈیڑھ سال بعد 634ء کے اوائل میں شام کی مہم کی روانگی کے موقع پر انہوں نے حضرت عمرؓ کا مشورہ قبول کر کے خالد بن سعیدؓ کو لشکری امارت کے عہدے سے معزول کر دیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کے پہلے سال میں فتنہ ارتداد کے اس مختصر بیان سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ عہد رسالت میں اسلامی تعلیمات* کا عرب قبائل پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ فتح مکہ کے بعد محض مصلحتاً" اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے تھے۔

Marfat.com

انہیں اسلامی تعلیمات کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ چونکہ مکہ میں قبیلہ قریش نے، جو عرب کا ہادی و رہنما تصور کیا جاتا تھا، اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے ان قبائل نے بھی اپنے سردار کی ہدایت کے مطابق اسلامی لبادہ اوڑھ لیا تھا اور انہوں نے وفود کی صورت میں مدینہ میں آکر رسول اللہؐ سے معاہدے کیئے تھے کہ یہ زکواۃ دیں گے، نماز پڑھیں گے اور اسلامی مملکت سے بغاوت نہیں کریں گے۔ یمن، بحرین، نجد، عمان، حضرموت اور دوسرے علاقوں کے والی بھی اسی طرح مسلمان ہوئے تھے اور ان کے ہمراہ ان کی رعایا بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی مسلمانی نہیں تھی۔ انہوں نے تو محض مدینہ کی ابھرتی ہوئی ایک طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا۔ لیکن جب رسول اللہؐ کی وفات ہو گئی اور مسئلہ خلافت پر نہ صرف انصار اور مہاجرین میں بلکہ خود قبیلہ قریش میں بھی اختلافات رونما ہو گئے تو ان قبائل نے اسلام سے منحرف ہونے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ وہ جس طرح جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے تھے اسی طرح جوق در جوق اسلام سے خارج ہو گئے۔ لیکن پھر جب مدینہ کے لشکریوں نے خونریزی کے بعد یکے بعد دیگرے ان کو مغلوب کر لیا تو انہوں نے جوق در جوق اسلام میں دوبارہ داخل ہونے میں کوئی عار محسوس نہ کی کیونکہ ان کی مصلحت اور ان کے مفاد کا تقاضا یہی تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد چار افراد نے دعوئی نبوت کیا تھا۔ ان میں سے اسود عنسی اپنے ہی ایک ساتھی اور اپنی بیوی کی سازش کی وجہ سے قتل ہوا۔ مسیلمہ بن کذاب لڑائی میں مارا گیا اور طلیحہ نے جب دیکھا کہ اس کے حلیف قبائل پھر مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح سجاح بنت الحارث بھی کچھ دیر تو بنی تغلب میں مقیم رہی مگر پھر مسلمان ہو گئی۔ بنی اسد اور بنی قیس محض اپنے بیوی بچوں کی ہلاکت کے خوف سے اسلام لائے تھے۔ اس عرصے میں خالد بن سعیدؓ نے بھی ابو سفیان کی طرح حضرت علیؓ کو ان کی خاندانی برتری کا حوالہ دے کر مسئلہ خلافت پر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس سے مزید ظاہر ہوتا ہے کہ قبائلی عصبیت صرف بدوؤں پر ہی غالب نہیں تھی بلکہ مدینہ اور مکہ کے صحابہ اور قریش بھی اس سے اسی قدر مغلوب تھے۔ بظاہر حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن سعید کو تیما کے امدادی دستے کے ساتھ اس لئے بھیج دیا تھا کہ وہ مدینہ میں رہ کر مزید فتنہ انگیزی نہ کر سکے۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اعلیٰ سیاسی تدبر کا مظاہرہ کیا تھا۔

Marfat.com

جیسا کہ پہلے بہت سے حوالوں کے ذریعے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ عہد رسالت میں بھی اسلامی تعلیمات کے باوجود عصبیت کا رجحان مٹ نہیں گیا تھا۔ جب کبھی عصبیت کو بھڑکانے والی کوئی چیز ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ عصبیت پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ ابن خلدون کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے اسی انتشار انگیز قبائلی عصبیت کے پیش نظر یہ فرمایا تھا کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ وہ اپنی رائے اس حقیقت پر قائم کرتا ہے کہ "تمام احکام شرعیہ خاص خاص مقاصد پر مبنی ہیں جن کی بنا پر وہ انسانوں میں رائج و نافذ کئے گئے ہیں اسی اصول کے ماتحت جب ہم نسب پرستی کی شرط کی حکمت ٹٹولنے بیٹھتے ہیں تو اس کی حکمت صرف یہی نہیں پاتے کہ اس شرط میں نبی صلعم کی طرف نسبت ملحوظ ہے اور اس نسبت سے برکت اندوزی مقصود ہے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ قریشیت میں نسبت بھی ہے اور برکت بھی۔ لیکن محض برکت اندوزی شریعت کا مقصد نہیں۔ لہٰذا اس شرط قریشیت میں کوئی اور مصلحت بھی ملحوظ ہونی چاہئے جو اصل غرض کا کام دے۔ جب بات کو اور زیادہ گہرائی سے دیکھا جائے تو عصبیت ہی پر آکر نظر جمتی ہے کہ یہاں اسی کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ اسی سے حمایت و مطالبہ ممکن ہے اور اسی کی بدولت امام کے بارہ میں نزاع و اختلاف اٹھ چکا ہے اور ساری امت اس کو بہ طمانیت قلب تسلیم کر لیتی ہے۔ اور رشتہ الفت و محبت میں فرق نہیں آنے پاتا کیونکہ قریش کا ایک ایسا خاندان تھا جس کو تمام قبائل مضر پر غلبہ و اقتدار حاصل تھا۔ عصبیت و شرافت کی اس کو خاص عزت نصیب تھی اور سارا عرب اس کی شرافت و عزت کا معترف و قائل تھا اور اس کے اقتدار کو مانتا تھا اور تسلیم کرتا تھا۔ اگر آنحضرتؐ امامت غیر قریش کے لئے تجویز فرماتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ امت میں پھوٹ پڑ جاتی۔ عرب غیر قریشی کے ساتھ ہرگز سر نہ جھکاتے اور اس کی مخالفت پر تل جاتے۔ مضر کے قبائل میں سے کوئی بھی ان کی مدافعت نہ کر سکتا تھا۔ نہ لوگوں کو جہاد کے لئے ابھار سکتا تھا نتیجہ یہی نکلتا کہ لوگوں میں نااتفاقی کی خطرناک آگ بھڑک اٹھتی اور سخت اختلاف کا شکار ہوتے اور آنحضرت اسی نااتفاقی سے بہت خائف رہے اور اتفاق پیدا کرنے کے لئے ان تھک کوششیں فرماتے۔ آپس میں پھوٹ و ناچاقی دور کرنے کی ترکیبیں سوچتے تاکہ آپس میں یگانگت گہری ہو اور عصبیت کا مادہ زور پکڑے اور حمایت و مطالبہ پر باحق وجوہ عمل ہو سکے اور قریش میں

Marfat.com

منصب امامت تجویز ہونے پر یہ ساری مذکورہ خلشیں ایک دم دور ہو جاتی تھیں کیونکہ وہ اپنے اقتدار کی لاٹھی سے جس سمت میں جاتے لوگوں کو گھیرے جاتے۔ کسی کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ان سے بدل جائے اور ان کے خلاف ہو جائے اس لئے کہ اختلاف و نزاع کے روکنے پر ان کو پورا پورا قابو حاصل تھا۔ لہٰذا انہیں حقائق کے پیش نظر اور قریش کی زبردست عصبیت کے ماتحت امامت میں قریش النسب ہونے کی شرط لگی تاکہ پوری ملت اتفاق و اتحاد کے رشتے میں منسلک ہو جائے اور انتظام و انصرام باحسن وجوہ تکمیل پائے چنانچہ جب امارت و امامت قریش کے ہاتھ میں آئی تو مضر (حجازی قبائل) نے اس کا ساتھ دیا۔ جب مضر ساتھ ہوئے تو پھر سارا عرب قریش کے سامنے سرنگوں ہوا اور ساری قومیں مطیع و منقاد ہوئیں اور پھر اسلامی فوجوں نے دور دراز ملکوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ چنانچہ دور فتوحات میں ایسا ہی ہوا ـ ـ ـ ـ جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ قرشیت کی شرط امام میں اس لئے لگی کہ وہ اپنی عصبیت و غلبہ کے زور سے لوگوں کے اختلاف و نزاع کو مٹا ڈالے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ شرعی احکام کسی زمانہ یا عہد و قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہوئے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اسی سے شرط کفالت کا بھی وجود ہوا اور عصبیت ہر دو شروط کے لئے علت ٹھہری۔ اسی لئے ہم نے امام مسلمین میں یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ ایسی قوم کا فرد ہو جس کی عصبیت اس زمانہ کی ساری عصبیتوں پر غالب ہو تاکہ سب اس کے حلقہ اطاعت میں آ جائیں اور پھر سب ایک جان اور ایک دل ہو کر اس کی حمایت کریں یہ تو ناقابل انکار حیثیت ہے کہ قریش جو عصبیت رکھتے تھے آج دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی کیونکہ دعوت اسلامی کا سرچشمہ یہی تھے اور عرب کی ساری عصبیتیں ان کی پشت پناہی میں تھیں اور اسی لئے وہ تمام قوموں پر چھا گئے۔[10]"

علامہ احمد امین (مصری) کی رائے یہ ہے کہ قریش اور دوسرے قبائل کی عصبیت مسلمانوں میں یکجہتی و اتحاد کا باعث نہیں بنی تھی بلکہ اس کے باعث مسلسل انتشار و افتراق پیدا ہوا۔ وہ لکھتا ہے کہ "ارتداد کی جنگیں بھی اسی ضمن میں آ جاتی ہیں۔ کیونکہ عرب کے بہت سے قبائل خلیفہ کو زکواۃ ادا کرنے کو اپنے اوپر ایک قسم کا ٹیکس اور ذلت کی بات سمجھتے تھے۔ وہ اسے اسی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر مسلط ہو گیا ہے اور ان پر کچھ ٹیکس یا تاوان عائد کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے موقع کو انہوں

Marfat.com

نے غنیمت سمجھا اور اپنے اس جاہلی شعور کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو زکواۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ قرۃ بن حبیرہ نے اس بارہ میں حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا تھا۔ اے عمرو! عرب لوگ خوشی سے یہ ٹیکس نہیں دے سکتے۔ اگر تم انہیں اس سے معاف کر دو اور ان کے مال ان سے نہ لو تو وہ تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے یہ نہ مانا تو عرب لوگ تمہارے جھنڈے کے نیچے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ یہ زکواۃ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ یہ تو مال کا وہ حصہ ہے جو مصالح عامہ پر خرچ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور اسلام کا منشا اس سے اتنا ہی ہے۔ بعض مسلمان خصوصیت کے ساتھ دیہات کے باشندے۔ اپنی اجتماعی زندگی میں جاہلی رجحانات کے ماتحت ہی زندگی بسر کرتے تھے ایک دوسرے کی ہجو کرنا' حمیت و عصبیت اور شراب وغیرہ ان کا روزانہ کا معمول تھا''۔ ڈاکٹر طہٰ حسین (مصری) عربوں کی بدویت' منافقت' عصبیت اور فتنہ پروری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''امور حکومت صرف اسی وقت تک استوار رہتے ہیں جب تک کہ حاکم و محکوم کے مابین ان اصولوں کے بارے میں جن پر حکومت کی بنیاد رکھی گئی ہو تعاون و اعتماد بحال رہے لہٰذا صرف حاکم کی بیداری ضمیر' عدل گستری' نیکی اور خیر پر کاربند ہونا' خدا کی خوشنودی چاہنا اور سیاسی مشکلات پر قابو پالینا ہی اس کی کامیابی کے لئے ضمانت نہیں ہیں۔ یہ بھی لازم ہے کہ عوام کے ضمیر بیدار ہوں ان کے دل عدل و ایثار کی محبت سے سرشار ہوں اور وہ بھی خوشنودی مولیٰ کے خواہاں ہوں۔ (اسلامی) جدید نظام حکومت کو سب سے پہلے جس مشکل کا سامنا پڑا وہ یہی مشکل تھی کیونکہ تمام عرب اصحاب رسولؐ نہ تھے۔ نہ ہی ان کی اکثریت صحابہ تھی۔ جنہیں حضورؐ کی قربت کا شرف حاصل ہوا ہو' حقیقت یہ ہے عربوں میں اصحاب رسول کی حیثیت وہی تھی جو سفید بال کے جسم پر سیاہ بال کی یا سیاہ بال کے جسم پر سفید بال کی ہوتی ہے۔ اہل عرب کا اس نئے دین پر ایمان طبقہ صحابہ کے ایمان کے ساتھ کوئی مطابقت یا نسبت نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ عربوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو بطریق احسن ایمان لائے اور کچھ وہ بھی تھے جو مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ایمان نہ لائے تھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اس مفہوم کی آیات ہیں کہ ''عرب کے دیہاتی باشندے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے۔ تمہیں یہ کہنا چاہئے کہ ہم جھک گئے کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں

Marfat.com

میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور رسولؐ کے فرمانبرداری کرو تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے" ۔۔۔۔ "عرب کے دیہاتی باشندے کفر و نفاق میں سب سے بڑھ کر متشدد ہیں اور سب سے زیادہ ان ہی سے اس امر کی توقع ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ حدود و ضوابط کو نہ جانیں"۔ چنانچہ حاکم و محکوم کے مابین کوئی توازن موجود نہ تھا۔ اسی طرح رعیت کی بہت بڑی اکثریت اور خلیفہ کے مابین صحیح تعاون کار فرما نہ تھا۔ بلکہ یہ تعاون و توازن صرف خلیفہ اور صحابہ کرام کے اس ممتاز طبقہ کے مابین تھا۔ اسی تعاون و توازن کی بدولت حضرت ابوبکرؓ نے عربوں کے فتنہ ارتداد کو فرو کیا اور انہیں از سر نو دائرہ اسلام میں واپس لائے اور بعد ازاں ان کا رخ فتوحات کی طرف پھیر دیا[12]" لیکن ڈاکٹر طہ حسین نے یہ نہیں لکھا کہ رسول اللہؐ کے صحابہ کرام میں بھی مطلوبہ تعاون و توازن اس وقت مفقود ہو گیا تھا جبکہ آنحضرت کی وفات کے فوراً بعد مسئلہ خلافت پر ان میں باہمی تنازعہ پیدا ہو گیا تھا اور پھر جب حضرت ابوبکرؓ عہدہ خلافت پر فائز ہو گئے تھے تو اس کے بعد بھی ابو سفیان بن حرب اور خالد بن سعیدؓ جیسے عناصر حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے خلاف اکساتے رہے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی اور انصار کے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نے تو بیعت کی ہی نہیں تھی۔ صحابہ کرام کے اس باہمی تضاد میں سے بعد میں بے شمار فتنے پھوٹے۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مسئلہ خلافت پر پیدا شدہ فتنہ نوزائیدہ اسلامی مملکت کی تباہی کا باعث نہ بن سکا۔ اول اس لئے کہ مرتدین کے خلاف پے در پے کامیابیوں نے حضرت ابوبکرؓ کی حکومت کو مستحکم کر دیا تھا۔ پورے عرب میں وقار و دبدبہ قائم ہو گیا تھا اور قریش اور دوسرے قبائل کے لئے خوشحالی کے دروازے کھل گئے تھے۔ دوئم اس لئے کہ جب تقریباً ایک سال کے بعد فتنہ ارتداد فرو ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسلامی لشکر میں بہت اضافہ کر کے اسے بیرونی فتوحات پر لگا دیا تھا۔ 633ء کے وسط میں جب پورا جزیرۃ العرب حضرت ابوبکرؓ کی جرات اور خوش تدبیری سے ان کی حکومت کے زیر نگیں آگیا تو مثنیٰ بن الحارث اور خالد بن ولید نے خلیفہ کی اجازت سے حیرہ کی طرف رخ کیا۔ حیرہ نیم عرب قبیلہ بنو منذر کی مملکت تھی جو شہنشاہ ایران کے زیر سایہ تھی۔ یہ ایک وسیع مملکت تھی جو

Marfat.com

دریائے فرات کے کنارے سے مغرب کی طرف پھیلی ہوئی تھی اور دشت عراق کو پار کرتی ہوئی بازنطینی سلطنت کے یا بجگرار عنانی عربوں کی چراگاہوں تک جا پہنچتی تھی۔ خالد اور مثنیٰ نے جب حیرہ پر فوج کشی کی اس وقت وہاں شہنشاہ ایران کا مامور کیا ہوا ایک حکمران تھا۔ لیکن کسریٰ نے ایک ایرانی مرزبان اس کی نگرانی کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کسریٰ دل ہی دل میں بنو منذر کے جانشینوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا جن کی رعایا شوریدہ سر تھی اور جو آئے دن ہمسایہ قبیلوں پر چڑھائیاں کرتی تھیں۔ اہل حیرہ نے ان ہی چڑھائیوں کے نتیجے میں مسلمانوں سے دشمنی مول لے لی تھی۔ اسلامی حکومت اس وقت ایک واحد فرمانروا یعنی خلیفہ کے تحت مضبوط ہو چکی تھی اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بدوی قبائل کی سرکوبی کر کے ایک قومی حکومت بن چکی تھی۔ اس کے لئے ناممکن تھا کہ ایک لڑکھڑائی ہوئی سلطنت کے ایک ادنیٰ سردار کی گستاخیاں برداشت کرتی چلی جاتی۔ چنانچہ جب مسلم فوج وہاں پہنچی تو مرزبان عراق کے سرحدی صوبہ کے گورنر ہرمز کی شکست و ہلاکت اور دو تین دوسری لڑائیوں میں ایرانیوں کی شکست کے بعد بھاگ کر مدائن چلا گیا جو سلطنت ایران کا دارالحکومت تھا اور عرب سردار نے کسی قسم کی مزاحمت کئے بغیر خالد بن ولیدؓ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ سید امیر علی کے بقول حیرہ میں اس فتح عظیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ولایت کیھانی کی دہلیز تک جا پہنچے۔ اور اس طرح ایرانیوں اور عربوں کے درمیان قومی تضاد کے نشوونما کے لئے زمین ہموار ہو گئی۔

حضرت ابوبکرؓ کو خالد بن ولیدؓ کی ہرمز پر فتح کی خبر سن کر اتنی خوشی ہوئی تھی کہ ”انہوں نے ازرہ قدردانی ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا خالد کو بخش دیا ---- خالدؓ نے حیرہ کی فتح کے بعد شہنشاہ ایران کو جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے تمہارے نظام کو قتل اور تمہاری تدابیر کو بیکار کر کے تم کو ابتر کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تمہارے حق میں اور زیادہ برا ہوتا۔ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ہم تم کو اور تمہاری سرزمین کو چھوڑ دیں گے۔ ورنہ بالآخر تم کو یہی کرنا پڑے گا۔ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو موت کے اس قدر عاشق ہیں جس قدر تم زیست کے عاشق ہو“۔ اور شہنشاہ ایران کے مرزبانوں کے پاس اس نے ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ ”اللہ کا شکر ہے جس

Marfat.com

نے تمہاری تیزی توڑ دی، تمہاری جمعیت منتشر کر دی، تمہاری عورتیں بھگا دیں اور تمہاری شوکت خاک میں ملا دی۔ لہٰذا اسلام لے آؤ سلامتی سے رہو گے۔ ورنہ میرے ذمہ میں آ جاؤ اور جزیہ ادا کرو اور اگر یہ بھی نہ مانو تو میں تمہارے مقابلے کے لئے ایسے جانباز لایا ہوں جنہیں موت اس طرح محبوب ہے جیسے تمہیں شراب محبوب ہے۔[۱۳]" ان دنوں ایران کے شہنشاہ اردشیر کی موت ہو چکی تھی اور ملک طوائف الملوکی کا شکار تھا، لیکن باوجود طوائف الملوکی کے عربوں کے مقابلے کے لئے وہ سب متفق تھے۔ خالد 14 ماہ تک حیرہ میں مقیم رہا اور اس دوران اس نے گرد و نواح میں ایرانیوں کی متعدد فوجی جمعیتوں کو شکست دی۔ اس صورت حال میں اہل ایران کو کوئی شخص نظر نہ آتا تھا جس کی حکومت کو سب اہل ایران تسلیم کر لیتے اور اس کے ساتھ جمع ہو کر خالدؓ کی دستبرد سے اپنے ملک کو بچا لیتے چنانچہ کسریٰ کے خاندان کی عورتوں نے فرخ زاد بن بندان کو اس امر کے لئے مقرر کیا کہ وہ ایسے شخص کو بادشاہ بنائے جس کے مطیع آل کسریٰ ہو سکتے ہوں۔

634ء کے وسط میں حیرہ سے خالد بن ولیدؓ خلیفہ ابوبکرؓ کے حکم کے تحت امیر الامراء کی حیثیت سے شام چلا گیا جہاں لبنانی دریائے یرموک کے نزدیک مسلمانوں کی فوج باز نطانی سلطنت کے لشکر جرار سے الجھی ہوئی تھی۔ خالدؓ کے موقع پر پہنچنے کے بعد اس کی جنگی تدابیر کے مطابق زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ طبری کے بیان کے مطابق اس لڑائی میں رومیوں کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد پانی میں غرق ہو گئے۔ اس شکست کی خبر جب ہرقل کو پہنچی تو وہ حمص سے چلا گیا اور کہا کہ اے ملک شام تجھ کو میرا آخری سلام ہے۔ مسلمانوں کا بھی اس جنگ میں بہت جانی اتلاف ہوا۔ شہداء میں عکرمہؓ بن ابی جہل، حارث بن ہشامؓ اور ضرار بن الازورؓ کے علاوہ چار سو ذی مرتبت مسلمان شامل تھے جنہوں نے عکرمہؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ مزید برآں یرموک کے کنارے مسلمان لشکریوں کو ایک عظیم صدمہ پہنچا جبکہ لڑائی کے دوران مدینہ سے یہ خط موصول ہوا کہ 23 اگست 634ء کو خلیفتہ الرسول حضرت ابوبکرؓ صدیق کا انتقال ہو گیا۔ خط میں مزید لکھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ مرحوم کی نامزدگی کے مطابق حضرت عمرؓ بن الخطاب عہدہ خلافت پر فائز ہوئے ہیں اور یہ کہ خالد بن ولیدؓ کی جگہ ابو عبیدہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

جب حضرت ابوبکرؓ نے رحلت فرمائی اس وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔ آپ پندرہ روز بیمار رہے۔ علالت کے زمانے میں زیادہ تر آپ کی تیمار داری حضرت عثمانؓ بن عفان کرتے رہے۔ آپ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا۔ ''آپ نے اپنے انتقال کے روز اپنے نامزدہ کردہ جانشین حضرت عمرؓ کو یہ وصیت کی تھی کہ اگر آج میں انتقال کر جاؤں تو شام ہونے سے قبل لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر مثنی بن حارثہ کے ساتھ کر دینا اور اگر مجھے رات تک دیر لگے تو صبح سے پہلے مسلمانوں کو جمع کر کے مثنی کے ساتھ کر دینا۔ میری موت کی مصیبت خواہ کتنی ہی عظیم ہو تم کو دین کے احکام اور اوامر خداوندی کی تعمیل سے ہرگز باز نہ رہنے دے۔ تم نے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے موقع پر میں نے کیا کیا تھا حالانکہ لوگوں کے لئے وہ عظیم ترین حادثہ تھا۔ بخدا اگر میں اس وقت خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل میں ذرا تاخیر جائز رکھتا تو خدا ہم کو ذلیل کر دیتا اور مدینہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ رات آتے ہی حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے رات ہی کو ان کو دفن کر دیا اور مسجد میں آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوبکرؓ کی تجہیز و تدفین سے فارغ ہوتے ہی حضرت عمرؓ نے مثنی کے لئے فوج بھرتی کی۔ مثنی حیرہ میں خالد بن ولیدؓ کا جانشین تھا۔ وہ ابوبکرؓ کی بیماری کے دوران مدینہ پہنچا تھا۔ اس کا مقصد اہل فارس کے خلاف کمک حاصل کرنا تھا اور یہ درخواست کرنا تھا کہ مرتد ہونے والے لوگوں میں سے جن کی ندامت اور توبہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور وہ جنگی خدمات ادا کرنے کے خواہاں ہیں ان کو شرکت جہاد کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ مہاجرین کی امداد اور اہل فارس سے جنگ کرنے کے لئے وہ سب سے زیادہ جوش میں بھرے ہوئے ہیں[14]۔'' حضرت ابوبکرؓ کی اس وصیت سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ مدینہ کے مسلمانوں کو جہاد میں مصروف رکھنا چاہتے تھے تاکہ مسئلہ خلافت پر پھر کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ مثنی کی سابق مرتدین کے بارے میں درخواست سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ مال غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر اہل فارس سے جنگ کرنے کے خواہاں تھے۔ اس وقت انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایران میں طوائف الملوکی ہے جبکہ مدینہ میں ایک مستحکم حکومت قائم ہے اور گذشتہ دو سال کی جنگی کامیابیوں سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

مسعودی سے روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ابو عبیدہ نے کہا کہ میں آپ کی

Marfat.com

طرف سے محکمہ مال کی خدمات سرانجام دوں گا اور عمرؓ نے کہا کہ میں آپ کی طرف سے عدالت کی خدمات انجام دوں گا۔ ابوبکرؓ کے کاتب زید بن ثابت تھے اور خبریں عثمانؓ بن عفان لکھتے تھے۔ حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کے کسی دوسرے فرد کو کسی عہدہ پر بظاہر اس لئے فائز نہیں کیا گیا تھا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر ناخوش تھے۔ ”حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ ان کے پاس علیؑ اور طلحہؓ آئے اور دریافت کیا کہ آپ نے کس کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے کہا عمرؓ کو۔ دونوں نے کہا کہ پھر آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ انہوں نے کہا کہ کیا تم دونوں مجھے اللہ سے ڈراتے ہو' اس لئے کہ میں تم دونوں سے زیادہ اللہ کو اور عمرؓ کو جانتا ہوں۔ میں اللہ سے کہوں گا کہ میں نے ان پر اس شخص کو خلیفہ بنایا جو تیرے اہل میں سب سے زیادہ بہتر تھا۔“[۱۵] عبدالرحمان بن عوف سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت کے دوران انہیں کہا تھا کہ ”میں نے تمہاری حکومت ایک ایسے شخص کے حوالہ کی ہے جو میرے نزدیک تم سب سے بہتر ہے۔ مگر اس سے تم سب کی ناکیں پھول گئی ہیں۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ منصب خود اس کو مل جائے۔ اب تم لوگوں نے دنیا کو آتے دیکھ لیا ہے۔ دنیا جب آئے گی تو اس وقت تم ریشم کے پردے اور دیباج کے گدے استعمال کرو گے اور ازدی اون پر لیٹے ہوئے تمہیں ایسی تکلیف ہو گی جیسے کسی کو کانٹوں پر لیٹنے سے ہوتی ہے۔ دنیا داری میں گرفتار ہونے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ حد شرعی کے بغیر تمہاری گردن اڑا دی جائے۔ تم ہی لوگوں کو سب سے پہلے گمراہ کرنے اور راہ راست سے ہٹانے والے ہو۔“[۱۶] حضرت ابوبکرؓ کی اس تلخی کا پس منظر یہ تھا کہ جب انہوں نے حضرت عمرؓ کی جانشینی کے بارے میں عبدالرحمان بن عوفؓ اور طلحہ بن عبیداللہؓ سے مشورہ کیا تھا تو انہوں نے اس تجویز پر اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے کہا تھا کہ مدینہ میں دنیا آ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مختلف محاذوں سے بہت سی لونڈیوں اور غلاموں کے علاوہ کثیر تعداد میں مال غنیمت مدینہ میں پہنچنا شروع ہو گیا تھا اور اس امر کے آثار نمایاں ہو رہے تھے کہ اگر مال غنیمت کی آمد کی رفتار یہی رہی تو جلد ہی اسلامی مملکت کے دارالحکومت میں دنیاوی قباحتوں کا دور دورہ ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے 24 اگست 634ء کو عہدہ خلافت سنبھالا اور حضرت علیؑ سمیت سب صحابہ کرام نے ان کی بیعت کر لی تو

Marfat.com

انہوں نے بطور خلیفتہ الرسول جو سب سے پہلے کام کئے ان میں ایک خالد بن ولیدؓ کو شام میں رومیوں سے برسرپیکار اسلامی فوجوں کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا پھر وہ تین دن تک مہاجرین و انصار کے اجتماع میں جہاد عراق کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ چوتھے روز ابو عبید بن مسعود ثقفی نے جہاد عراق کا عزم ظاہر کیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ نئی فوج میں بھرتی ہو گئے اور حضرت عمرؓ نے ابو عبید کی سرکردگی میں یہ لشکر عراق بھیج دیا۔ مثنی بن حارثہ اس کمک کے لئے حیرہ سے مدینہ آیا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ سے اہل ارتداد کی شرکت جہاد کی اجازت بھی حاصل کر لی تھی۔ اور پھر ستمبر 634ء کے اواخر میں یہ خوش خبری آئی کہ مسلمانوں نے یرموک کی جنگ میں عظیم الشان فتح حاصل کر لی تھی۔ یہ فتح حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بیس روز بعد ہوئی تھی۔

حضرت عمر

حضرت

Marfat.com

Marfat.com

باب :6

عجم کے خلاف عرب کی فقید المثال کامیابی' عرب کی ثروت و خوشحالی کا سرچشمہ

جب حضرت عمرؓ نے عہدہ خلافت سنبھالا اس وقت ایران میں ملکہ آزر می دخت تخت نشین تھی۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق اس عورت کی تخت نشینی کا پس منظر یہ تھا کہ ''حضرت ابوبکرؓ کے انتقال سے چند ماہ قبل جب خالد بن ولیدؓ بطور امیر الامراء شام روانہ ہو گئے تو مثنیٰ بن حارثہ نے حیرہ میں قیام کر کے لشکر کی تہذیب کی۔ ادھر اہل فارس نے اپنی سقیم حالت کو درست کیا۔ شہر براز ابن اردشیر بن شہریار بن سالور کو عنان حکومت سپرد کی۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی دس ہزار فوجیوں کو ہرمز کی سرکردگی میں مسلمانوں سے مقابلے کے لئے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن مثنیٰ بن حارث نے حیرہ سے نکل کر بابل میں مورچہ قائم کیا اور فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اہل فارس اپنے لشکر میں سب سے آگے ہاتھیوں کی کثیر تعداد رکھتے تھے۔ گویا یہ دھس یا دمدمہ تھا جس کی آڑ سے مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے۔ مثنیٰ بن حارث نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر لوگوں کو للکارا اور خود تلوار کھینچ کر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھیوں کے رخ سے ذرا ہٹ کر لشکر فارس کی طرف بڑھے اور نہایت تیزی سے اس طرح لشکر فارس پر چڑھائی کہ ان کو اپنے سنبھلنے اور بچنے تک کی مہلت نہیں دی۔ اہل فارس اس اچانک حملے سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر ان کو قتل و قید کرتا ہوا ان کے تعاقب میں ایرانیوں کے دارالحکومت مدائن کے اطراف تک چلا گیا۔ اس لڑائی کے بعد دجلہ کے حصے کو چھوڑ کر پورا ملک عراق قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد شہر براز کا انتقال ہو گیا۔ اہل فارس میں بادشاہ بنانے کے سوال پر اختلاف

Marfat.com

ہو گیا۔ لیکن چند روز بعد آزر می دخت بنت کسریٰ کو بادشاہ بنانے پر اتفاق ہو گیا۔ لیکن رسم تخت نشینی کے بعد ہی تخت سے اتار دی گئی اور سابور بن شہر براز تخت نشین ہوا۔ اس نے فرخ زاد بن البندوان کو قلمدان وزارت حوالہ کیا جس نے آزر می دخت سے شادی کی منظوری حاصل کر لی۔ آزر می دخت کو یہ فعل ناگوار گزرا فوراً سیاوخش کو لکھ بھیجا جو اہل فارس کے نامی گرامی سپہ سالاروں میں سے تھا۔ سیاوخش فوجی جمعیت کے ساتھ عین شب عروسی آن پہنچا اور فرخ زاد کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر ڈالا اور آزر می دخت کو دوبارہ تخت حکومت پر بٹھایا۔ آل کسریٰ اس طوائف الملوکی میں مصروف اور باہم برسر پیکار تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا وصال ہو گیا۔۔۔۔ جب خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی حکومت کے تحت ابو عبید ثقفی، مثنیٰ بن حارث، سعد بن عبید اور سلیط بن قیس کے ہمراہ مدینہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے، فارس میں فرخ زاد کے قتل کے بعد آزر می دخت حکمرانی کر رہی تھی۔ بوران نے والئی خراسان رستم کو آزر می دخت پر حملہ کرنے کو لکھا اور رستم کو آزر می دخت کے خلاف ابھار دیا۔ رستم کثیر فوج کے ساتھ مدائن آن پہنچا۔ اور چند روز کے محاصرے کے بعد اس نے مدائن فتح کر لیا۔ سیاوخش کو قتل کر کے آزر می دخت کی آنکھیں نکلوا دیں اور بجائے اس کے بوران کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ مرزبانان فارس اس کی حکومت سے بہت خوش ہوئے اور نہایت خوشی سے اس کی اطاعت کو اپنے لئے فخر و عزت کا ذریعہ سمجھا۔ اگرچہ ابو عبید کے فارس پہنچنے سے پہلے بوران کو مستحکم اور قابل اطمینان حکومت حاصل ہو گئی اس کے باوجود پہلے مثنیٰ اور ایک ماہ بعد ابو عبید اپنا جری لشکر لئے حیرہ پہنچ گئے۔ رستم نے سواد کے دہقانوں کو مسلمانوں سے لڑنے کو لکھا اور ہر طرف ایک ایک کار آزمودہ سپہ سالار روانہ کیا۔ چنانچہ فرات کی طرف جابان کو، کسکر کی جانب نرسی کو اور کثیر التعداد فوج کو مثنیٰ کے مقابلہ پر بھیجا اور سب کو ایک دن اور ایک معین وقت پر نشیبی فرات میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ مثنیٰ نے حیرہ سے نکل کر خفان میں قیام کیا۔[1]"

"فریقین کی جانب سے اس لشکر آرائی کے بعد پہلا معرکہ نمارق کے مقام پر ہوا۔ جس میں ابو عبید نے جابان کے لشکر کو شکست فاش دے کر اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ اس لشکر فارس نے کسکر میں جا کر دم لیا جہاں پر نرسی مقیم تھا۔ نرسی کسریٰ کا خالہ زاد بھائی تھا اور کسکر نرسی کی جاگیر تھا اور نرسیان اس کا خاص باغ تھا۔ اس باغ کے پھل وغیرہ

Marfat.com

نرسی کے خاندان کے سوا اور کسی کو میسر نہ آئے تھے۔ ابو عبید کسکر پہنچا تو ایک چٹیل میدان میں بڑی شدت کا معرکہ ہوا۔ خدا نے اہل فارس کو شکست دی۔ نرسی بھاگ گیا اور اس کی فوج اور ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ابو عبید نے دشمن کے پڑاؤ کے اطراف کسکر کا تمام علاقہ برباد کر دیا اور مال غنیمت جمع کر لیا۔ کھانے کے بے شمار ذخیرے ہاتھ آئے۔ ابو عبید نے اپنے قریب کے عربوں کو بلا لیا اور انہوں نے جتنا چاہا لے گئے۔ نرسی کے تمام خزانوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ مگر مسلمانوں کو سب سے زیادہ خوشی باغ نرسیان کو حاصل کر کے ہوئی کیونکہ نرسی اس کی بڑی حفاظت کرتا تھا اور اس کے ذریعے سے سلاطین فارس کو اپنا دوست بناتا رہتا تھا۔ مسلمانوں نے اس باغ کو آپس میں تقسیم کر لیا اور اس کے پھل کاشتکاروں تک کو کھلائے اور اس کا خمس عمرؓ کی خدمت میں ارسال کیا اور آپ کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ چیزیں کھانے کے لئے عطا فرمائی ہیں جن کی سلاطین فارس حفاظت کرتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ان چیزوں کو ملاحظہ فرمائیں اور ہم پر خدا کے فضل و کرم کو دیکھیں۔ ابو عبید نے وہیں قیام کیا اور مثنیٰ کو باروسما کی طرف، والق کو الزوابی کی طرف اور عاصم کو نہرجوبر کی طرف بھیجا۔ ان سرداروں نے ان مقامات کی جمعیتوں کو شکست دی اور ان علاقوں کو برباد کیا اور بکثرت لونڈی غلام بنائے۔ اہل باروسما و نہرجوبر کے علاقے کے فرمانرواؤں نے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ ان دونوں نے فی کس سالانہ چار دینار ادا کرنا منظور کیا۔۔۔

۔ جابان اور نرسی نے بوران کو اپنی کمک کے لئے لکھا تو بوران نے ان کی امداد کے لئے جالینوس کو حکم دیا کہ تم جابان کی فوج میں شریک ہو جاؤ، مگر ابو عبید نے اسے راستے ہی میں باقسیاثا کے مقام پر روک کر اسے شکست دی۔ وہ بھاگ گیا اور وہاں کا تمام علاقہ ابو عبید کے قبضہ میں آگیا چنانچہ اس علاقے کے دہقانوں نے ابو عبید اور اس کے لشکر کی بہت پر تکلف دعوت کی۔ محمد اور دوسرے راویوں کا بیان ہے کہ جب ابو عبید کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے فوج کی بھی دعوت کی ہے تو ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور ان لوگوں کو کھانا کھانے کے لئے بلایا جو اکثر ابو عبید کے ساتھ ہم طعام ہوتے تھے۔ مگر چونکہ ان کے پاس اہل فارس کی دعوت کے لذیذ کھانے آچکے تھے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چیزیں ابو عبید کے پاس بھی بھیجی گئی ہیں اس لئے انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو ابو عبید ہر روز کی طرح

Marfat.com

آج بھی اپنے موٹے جھوٹے کھانے پر بلا رہے ہیں۔ ان کو گوارا نہ ہوا کہ ان لذیذ کھانوں کو چھوڑ کر ابو عبید کے دستر خوانوں پر جائیں اس لئے انہوں نے قاصد سے کہا کہ تم ہماری طرف سے امیر سے کہہ دو کہ دہقانوں کی لائی ہوئی مزیدار چیزوں کے ہوتے ہوئے اور کسی کھانے کی ہمیں رغبت نہیں ہے۔ ابو عبید نے پھر کہہ بھیجا کہ یہاں اہل عجم کے بہت سے کھانے موجود ہیں میں تم لوگوں کو اس لئے بلاتا ہوں تاکہ تم مقابلہ کر سکو کہ ان کھانوں میں اور تمہارے کھانوں میں کیا فرق ہے۔ ہمارے پاس بھنا گوشت' ترکاری اور پسندے ہیں۔ ابو عبیدؓ نے یہاں سے فارغ ہو کر کوچ کر دیا۔ مثنیٰ کو آگے روانہ کیا اور اپنے لشکر کو باقاعدہ ترتیب کے ساتھ لے کر حیرہ پہنچ گئے۔ جس وقت حضرت عمرؓ نے ابو عبید کو (مدینہ سے) رخصت کیا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم مکر' فریب' خیانت اور ظلم کی سرزمین میں جا رہے ہو اور تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جس میں بدی کرنے کی جسارت پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس کو سیکھ گئی ہے اور بھلائی کو بھول بیٹھی اور اس سے قطعاً" ناواقف ہو گئی ہے اس لئے تم بہت چوکنے رہنا اور اپنی زبان کو محفوظ رکھنا' اپنا راز ہرگز آشکارا نہ کرنا کیونکہ رازداری برتنے والا شخص جب تک راز کو محفوظ رکھتا ہے گویا وہ قلعہ میں محفوظ ہے۔ اس کو کوئی ناگوار صورت پیش نہیں آ سکتی اور جب اس کو ضائع کر دیتا ہے تو وہ خطرے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔[۲]"

"شکست خوردہ جالینوس اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مدائن میں رستم کے پاس پہنچا' رستم غصہ سے کانپ اٹھا اور اس نے ایک جرنیل بہمن جاذویہ ذوالحاجب کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ ابو عبید نے دریائے فرات عبور کر کے دشمن کا سامنا کیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں ابو عبید سمیت مسلمانوں کے سات علمبردار شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور جب وہ وہاں سے بھاگے تو بہت سے فرات میں ڈوب گئے۔ چار ہزار آدمی شہید ہوئے اور ڈوب گئے اور دو ہزار بھاگ گئے۔ تین ہزار باقی بچے۔ دوسری طرف لشکر فارس کے چھ ہزار آدمی کام آئے۔ اس معرکہ کے ختم ہونے اور مثنیٰ کے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد بہمن نے تعاقب کی غرض سے دریائے فرات کو عبور کرنے کا قصد کیا تاکہ دوبارہ جنگ کر کے مسلمانوں کے ضعف سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن یہ سن کر مدائن لوٹ گیا کہ اہل فارس میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ان

Marfat.com

میں سے ایک نے فیرزان کے ساتھ مل کر رستم کے خلاف خروج کیا ہے۔ بہمن کی مراجعت کے بعد جابان اور مردان شاہ مسلمانوں کے ایک فوجی دستے کے ہاتھوں قتل ہوئے مگر اس سے مسلمانوں کی ہزیمت کا ازالہ نہ ہو سکا۔ یہ اطلاع پا کر حضرت عمرؓ مسلمانوں کو مثنیٰ بن حارثؓ کی امداد پر آمادہ کرنے لگے۔ سب سے پہلے بجیلہ نے عراق کی طرف جانے پر مستعدی ظاہر کی۔ عمرؓ نے مجاہدین بجیلہ پر جریر بن عبداللہؓ کو امیر مقرر کیا۔ جریرؓ حضرت عمرؓ کی منظور کردہ اس شرط پر عراق کی مہم پر روانہ ہوا کہ جریرؓ اور اس کی قوم کو مال غنیمت کا چوتھا حصہ دیا جائے گا۔ عمرؓ نے اس کے علاوہ عصمۃ بن عبداللہ الضبیؓ کو اس کے گروہ والوں کے ساتھ مثنیٰؓ کی کمک پر بھیجا۔ نیز اہل روت کو بھی مثنیٰؓ کی مدد کرنے کی ہدایت کی۔ اس طرح رفتہ رفتہ مثنیٰؓ کے پاس ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی جس میں قبیلہ نمر کے عیسائی بھی شامل تھے۔ انس بن ہلال اس کے امیر تھے۔[۳]" گویا بہمن کے ہاتھوں فرات کے کنارے مسلمانوں کی ہزیمت کے بعد آئندہ لڑائی عربوں اور عجمیوں کے درمیان ہونے والی تھی۔ جریر اور اس کا قبیلہ مال غنیمت میں خمس کے چوتھے حصّہ کی شرط پر عراق روانہ ہوا تھا۔ اور اہل روت اور عیسائیوں کی عراق کے لئے روانگی کے پیچھے بظاہر مال غنیمت کے لالچ اور عرب عصبیت کی کارفرمائی تھی۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ "ازدیوں میں سے ایک جماعت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور وہ شام پر حملے کا ارادہ رکھتی تھی۔ عمرؓ نے اس کو عراق پر حملے کی دعوت دی۔ اور آل کسریٰ کی غنیمتوں کا شوق دلایا۔ ازدیوں نے کہا آپ کو اختیار ہے جدھر چاہیں بھیجیں عمرؓ نے انہیں عراق کی طرف کوچ کا حکم دیا۔[۴]"

جب یہ امدادی لشکر مثنیٰ کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے سارے لشکر کو بویب کے مقام پر مجتمع کیا۔ ایرانی جرنیل مہران ہمدانی دریائے فرات عبور کر کے مثنیٰ کے مقابلے پر آیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ان کے سرداروں نے ان کو واپس لانے کی کوششیں کیں جو سب بے سود رہیں۔ تقریباً سو آدمی اسلامی لشکر کے شہید ہوئے۔ لیکن تقریباً ایک لاکھ آدمی اہل فارس کے مارے گئے۔ اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور اہل فارس نے بہ مجبوری ماوراء دجلہ ان کے قبضہ میں رہنے دیا۔ بلاذری کا بیان ہے کہ "قتل مہران کے باب میں جریر بن عبداللہؓ اور منذر بن حسان بن ضرار الضبی میں نزاع ہوئی۔ جریر کہتے تھے میں نے قتل کیا

Marfat.com

اور منذر کہتے تھے میں نے قتل کیا۔ بڑی نزاع ہوئی۔ منذر نے اس کا منطقہ (پٹکا) لیا اور باقی جو کچھ اس کے جسم پر تھا جریر نے لیا۔ مسلمان حیرہ اور کسکر کے درمیان اور کسکر و سورا و بربیسما و صراۃ جاما سب کے درمیان برابر چھاپے مارتے اور الفلوجتین والنہرین و عین التمر کے درمیان ترک تازیاں کرتے رہے۔ پھر حصن ملیقیا آئے۔ یہ منظرہ (دیدبان) تھا۔ اس کو فتح کیا اور الطف کے مناظر سے عجمیوں کو نکال دیا۔ ان مقامات کی فتح سے عجمیوں کے دل بیٹھ گئے۔ ان کا اقتدار ضعیف ہو گیا اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔ مسلمانوں میں سے بعض نہر سورا عبور کر کے کوثی اور نہرالملک اور بادوریا آئے اور بعض کلواذی پہنچے۔ غارت گری میں جو کچھ ان کے ہاتھ آتا وہ اسی پر گزران کرتے[5]" ایک اور روایت کے مطابق جب جریر اور منذر میں جھگڑا زیادہ بڑھا تو یہ فیصلہ ہوا کہ منذر کو اس کا گھوڑا اور اسباب دیا جائے اور جریر کو اس کے ہتھیار ملے۔ طبری کا بیان ہے کہ "اس لڑائی میں عیسائی لشکر کے امیر انس بن ہلال النمری نے بھی بڑے زور سے جنگ کی تھی یہاں تک کہ اپنی جان دے دی - - - مثنیٰ نے کہا کہ میں زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں عربوں اور عجمیوں سے لڑا ہوں۔ بخدا زمانہ جاہلیت میں میرے نزدیک سو عجمی ہزار عربوں پر بھاری تھے۔ اور اب یہ حالت ہے کہ سو عرب ہزار عجمیوں پر بھاری ہیں۔ خدا نے عجمیوں کی شجاعت کو ختم کر دیا اور ان کی مکاریوں کے تار و پود بکھیر دیئے۔ تم کو ان کی شان و شوکت' کثرت تعداد' بڑی کمانوں اور لانبے تیروں سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ جب ان پر یک لخت حملہ ہوتا ہے تو ان کو مویشیوں کی طرح ہر طرف ہانکا جا سکتا ہے[6]"۔ مثنیٰ نے اس لڑائی کے بعد مال غنیمت میں سے خمس کا چوتھائی حصہ جریر اور اس کے قبیلہ بجیلہ کو برابر برابر تقسیم کر دیا اور باقی تین چوتھائی عکرمہ کے ساتھ خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

"جس وقت لشکر اسلام سواد میں اہل فارس کو پیہم شکستیں دے رہا تھا اس وقت رستم اور فیرزان میں باہم اختلاف تھا۔ دونوں میں صلح کرانے کے لئے سرداران فارس جمع ہو کر ان دونوں کے پاس گئے اور کہا کہ "تم دونوں کے اختلاف سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہاری بدولت ہم لوگ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ تم دونوں آدمی اگر متفق ہو جاؤ تو بہتر ہے ورنہ ہم پہلے تم سے لڑیں گے بعدازاں اپنے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جان دیں گے۔ عرب کی وحشی قومیں کہاں تک بڑھ آتی ہیں۔ بغداد کو لوٹا' تکریت پر حملہ

Marfat.com

کیا۔ اب دونوں کے بعد باقی کیا رہ گیا؟ صرف مدائن اور وہ بھی ایک دن ان کے حملے کی نذر ہو جائے گا۔ رستم اور فیرزان اس تقریر کو سن کر قائل ہو گئے اور یہ دونوں سرداران فارس کے ساتھ بوران کے پاس گئے اور اس سے خاندان کسریٰ کے کسی مرد کو بادشاہ بنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ خاندان کسریٰ کی کل عورتیں جمع کی گئیں اور ان سے دھمکی دے کر دریافت کیا جانے لگا۔ ان میں سے کسی نے بیان کیا "خاندان کسریٰ میں ایک نو عمر لڑکے یزدگرد کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ لڑکا شہریار بن کسریٰ کی اولاد سے ہے۔ اس کی ماں نے اپنے بھائی کے پاس اسے روپوش کر دیا ہے یہ اس زمانے سے اس کی حفاظت میں ہے جس وقت کہ شہرویہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا شروع کیا تھا۔ رستم اور فیرزان نے یہ سن کر اس کی ماں سے دریافت کیا اور یزدگرد کو اس کے ماموں کے پاس سے لائے۔ اس وقت اس کی عمر اکیس برس کی تھی اور اس کو فارس کے تخت شاہی پر بٹھایا۔ یزدگرد نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے ملک کے کل مرزبانوں کو طلب کر کے سرزمین ملک اور عوام کی حفاظت کی سخت تاکید کی۔ نامی گرامی کار آزمودہ سپہ سالاروں کو حدود حیرہ' ابلہ اور انبار کی حفاظت کی غرض سے کثیر التعداد فوجوں کے ساتھ روانہ کیا" مثنیٰ اور مسلمانوں کو اہل فارس کی حالت اور ان کے متفق الرائے ہو کر یزدگرد کو بادشاہ بنانے کی کیفیت معلوم ہوئی۔ مسلمانوں نے ان واقعات کی اور اندیشہ بغاوت کی اطلاع حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجی۔ ابھی حضرت عمرؓ کے پاس خط نہ پہنچا تھا کہ سواد کے اکثر لوگ جن سے مسلمانوں کی مصالحت ہو چکی تھی اور جن سے مصالحت نہیں ہوئی تھی مسلمانوں سے برگشتہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے پہلے تو حضرت علیؑ کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے ایک لشکر کے ہمراہ خود محاذ جنگ پر جانے کا ارادہ کیا مگر جب حضرت عثمانؓ' علیؑ' طلحہؓ' زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے مخالفت کی تو انہوں نے ان صحابہ کبار کے مشورے کے مطابق سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر مثنیٰ بن حارثہ کی امداد کے لئے بھیجا۔ بلاذری کی اطلاع یہ ہے کہ " عباس بن عبدالمطلب اور اکابر اصحاب رسول اللہؐ میں سے ایک جماعت نے حضرت عمرؓ کو مدینہ میں ہی رہنے اور جیوش و بعوث بھیجنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے یہی کیا۔ لیکن علیؑ بن ابی طالب نے جانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا' میں نے اپنے مقام پر رہنے کا عزم اور علیؑ سے کوچ کی خواہش کی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ عمرؓ نے ارادہ کیا کہ سعید بن زید بن عمرو

Marfat.com

بن نفیل العدوی کو بھیجیں لیکن پھر سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔[8] جب سعد بن ابی وقاص بزو رود میں پہنچے تو اس وقت مثنیٰ بن حارث کی موت کی ان کو خبر موصول ہوئی۔ مثنیٰ نے ایک زخم کی وجہ سے جو اس کو جسر کی جنگ میں آیا تھا انتقال کیا تھا اور اس نے بشیر بن الخصاصہ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ سعدؓ نے مثنیٰ کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ بزدرود سے سعد بن ابی وقاص حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق قادسیہ پہنچا۔ اس کے پاس اس وقت فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ "جب قادسیہ میں لڑائی کے لئے اسلامی لشکر کے مختلف امراء کا تقرر ہو چکا تو لشکر کے مقدمے کے بعض دستوں نے گرد و نواح میں شب خون مارنے شروع کر دیئے۔ اس کارروائی کے دوران انہوں نے ایک برات کے جلوس پر حملہ کیا۔ اس برات میں رئیس حیرہ کی بہن دلہن بنا کر رئیس صنین کے پاس بھیجی جا رہی تھی۔ صنین رئیس عجم کے شرفاء میں سے تھے۔ خطرات کے اندیشے کی وجہ سے دلہن کو پہنچانے کے لئے ایک فوجی رسالہ ساتھ کر دیا گیا تھا۔ فوجی رسالہ براتیوں سے آگے نکل گیا۔ مسلمان نخلستان میں گھات لگائے بیٹھے تھے جب ساز و سامان سامنے سے گزرا تو انہوں نے حملہ کر دیا اور برات کے گھوڑے سوار جدھر منہ اٹھا بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے تمام سامان پر قبضہ کر لیا اور رئیس حیرہ کی بہن اور اس کے علاوہ تیس دہقانی بیگمات گرفتار کیں اور سو کے قریب خدمتگار اور خواصین ہاتھ آئیں۔ اور اس قدر زر و جواہر حاصل ہوئے کہ ان کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مسلمانوں کے دستے کا امیر بکیر بن عبداللہ اللیثی تمام ساز و سامان اور لونڈی غلاموں کو لے کر واپس ہوا اور صبح کے وقت عذیب الہجانات میں سعدؓ کے پاس پہنچے۔ مسلمانوں نے فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ سعدؓ نے کہا بخدا تم نے ان لوگوں کی طرح تکبیر کی آواز بلند کی ہے جن کو میں معزز سمجھتا ہوں۔ سعدؓ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور خمس نمایاں کارگزاروں کو انعام کے طور پر دے دیا اور باقی جو بچا وہ مجاہدوں کو عطا کر دیا۔ یہ مال مسلمانوں کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوا۔[9]"

سعدؓ ابھی قادسیہ میں تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ شاہ فارس نے رستم بن فرخ زاد ارمنی کو امیر حرب مقرر کیا ہے اور اس کو ساباط میں لشکر آراستہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ شاہ فارس نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ اسے یہ شکایت پہنچائی گئی تھی کہ حیرہ سے فرات تک کا علاقہ لشکر اسلام نے لوٹ لیا ہے۔ اس کے آباد مقامات کو ویران کر دیا ہے۔ ان مقامات کو

Marfat.com

انہوں نے قتل و غارت گری کی جولان گاہ بنا رکھا ہے۔ اگر شہنشاہ اس کے انسداد کی طرف توجہ کرتا ہے تو خیر ورنہ ہم لوگ عرب کی اطاعت قبول کر لیں گے![1]" سعد بن ابی وقاصؓ نے رستم کی تقرری اور جنگی تیاری کی اطلاع دربار خلافت میں دی اور پھر حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق اس نے نعمان بن مقرنؓ ی' بسر بن ابی رہمؓ' حملہ بن جو یتہ الکنانیؓ' حنظلہ ابن الربیع التمیمی' فرات بن میان العجلیؓ' عدی بن سہیلؓ' مغیرہ بن زرارہؓ' عطارو ابن حاجبؓ' اشعث بن قیسؓ' حارث ابن حسانؓ' عاصم بن عمروؓ' عمرو بن معدیکربؓ' مغیرہ بن شعبہؓ اور معنی بن حارثہؓ پر مشتمل ایک سفارتی وفد یزدگرد کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

"مغیرہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا وفد رستم کو چھوڑ کر سیدھا یزدگرد کے ایوان میں پہنچا۔ اس نے ترجمان کے ذریعے دریافت کیا' "تم لوگ کس وجہ سے ہمارے شہروں میں آئے اور کس چیز نے تم کو لڑائی پر ابھارا' کیا اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم تمہاری سرکوبی سے ان دنوں غافل ہو گئے ہیں" نعمان بن مقرنؓ نے اپنے ساتھیوں کی اجازت سے یزدگرد سے مخاطب ہو کر کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے پیغمبرؐ کو بھیجا جن کی یہ صفتیں ہیں' انہوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلایا پس بعض لوگوں نے اس کو قبول کر لیا لیکن بعض نے اس سے روگردانی کی۔ انہوں نے ہم کو مخالفین اسلام سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ مخالفین جزیہ دے کر یا اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ہماری جمعیت بڑھ گئی۔ اس طرح ہم ان کی بھلائی اور فضیلت جان گئے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لائے تھے۔ بعدازاں انہوں نے ہم کو ہمارے ملک عرب کے پڑوسی ممالک کے لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے اور اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور بصورت دیگر جنگ۔ پس اگر تم ہمارے دین کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے"۔ یزدگرد یہ تقریر سن کر برافروختہ ہو گیا لیکن ضبط کر کے ترجمان کے ذریعے سے کہا' "میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی قوم تم سے زیادہ جنگلی' غیر مہذب' وحشی تعداد میں کم اور برائیوں میں زیادہ نہیں ہے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ جب تم لوگ شرارت و سرکشی پر آمادہ ہوتے تھے تو ہم تمہارے اطراف و جوانب کے قصبات و دیہات کے زمینداروں کو تم پر مامور کر دیتے تھے اور وہ تمہاری سرکوبی کر دیتے تھے۔ تم لوگ فارس کی طمع نہ کرو۔ البتہ اگر تم کو کچھ ضرورت ہو تو بیان کرو۔ ہم تم کو کھلانے کو دیں گے۔ پہننے کو

Marfat.com

کپڑے دیں گے اور تم پر ایسے شخص کو حکمران بنا دیں گے جو تمہارے ساتھ نرمی اور احسان سے پیش آئے گا۔" طبری کے مطابق "یزدگرد کی یہ باتیں سن کر مسلمان امراء نے سکوت اختیار کیا۔ مگر مغیرہ بن زرارہؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ "اے بادشاہ! تم نے ہمارے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس سے تم پورے طور پر واقف نہیں ہو۔ تم نے ہماری خستہ حالی کا ذکر کیا ہے۔ بے شک ہم سے زیادہ خستہ حال کون ہو گا۔ تم نے ہماری فاقہ مستی کا ذکر کیا ہے بے شک اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہم کیڑے مکوڑے' سانپ' بچھو تک کھا جاتے تھے اور ان کو اپنی غذا سمجھتے تھے۔ ہمارے مکانات بس زمین کی سطح تھی۔ ہم اونٹوں اور بکریوں کے بالوں کو بن بن کر جو پہن لیتے تھے وہ ہمارا لباس تھا۔ ہمارا مذہب یہ تھا کہ ایک دوسرے کی گردن مارتے تھے اور ایک دوسرے کو لوٹتے تھے۔ مگر یہ سب باتیں اب پرانی ہو چکی ہیں۔ خدا نے ہم میں ایک بہترین شخص کو پیدا کیا ہے۔ ہم اس کے حسب نسب سے بخوبی واقف ہیں اس کا وطن بہترین وطن ہے۔ اس کا حسب ہم سب سے اچھا ہے۔ اس کا گھرانا ہم سب گھرانوں سے بالاتر ہے۔ اس کا قبیلہ ہم سب کے قبیلوں سے معزز ہے۔ وہ بذات خود بہترین خصائل سے متصف ہے۔ سب سے زیادہ صادق القول سب سے زیادہ بردبار' اس نے ہم کو ایک چیز کی طرف مدعو کیا مگر بجز اس کے یار غار کے جو اس کے بعد خلیفہ ہوئے ہم میں سے اور کسی نے اس کی بات نہیں مانی۔ وہ بولتا ہم بھی بولتے۔ وہ سچ کہتا ہم جھوٹ کہتے' وہ جس کام کو زیادہ کرتا ہم اس کو کم کرتے مگر وہ کچھ نہ کہتا۔ بالآخر خدا نے ہمارے قلوب میں اس کی تصدیق اور اس کی پیروی کرنے کا خیال پیدا کر دیا۔ وہ ہمارے اور رب العالمین کے درمیان واسطہ بن گیا۔ وہ ہم سے جو کچھ کہتا وہ خدا کا کہنا ہوتا تھا اور جس کام کا حکم دیتا وہ خدا کا حکم ہوتا تھا۔ اس نے ہم سے کہا کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ میں ہی تنہا اللہ ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں تھا جبکہ کوئی چیز نہ تھی ہر چیز فنا ہو جائے گی بجز میری ذات کے۔ میں نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر چیز میری طرف واپس ہو گی۔ میری رحمت نے تم کو آ لیا ہے۔ میں نے اس شخص کو تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم کو راہ راست پر چلاؤں تاکہ تم کو مرنے کے بعد عذاب سے نجات ملے اور اپنے گھر دارالسلام کو تم پر حلال کر دوں۔ لہٰذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ وہ پیغمبر جو کچھ لایا ہے حق ہے' حق کے پاس سے لایا ہے' اس نے ہم سے کہا ہے کہ اس چیز میں جو کوئی

Marfat.com

تمہاری اتباع کرے گا اس کو وہی فائدے حاصل ہوں گے جو تم کو حاصل ہیں اور اس پر وہی امور واجب ہوں گے جو تم پر واجب ہیں' جو شخص اس کے قبول کرنے سے انکار کرے اس کے سامنے جزیہ پیش کرو۔ اگر قبول کرے تو جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو اس کی بھی حفاظت کرو اور جو اس سے بھی انکار کرے۔ اس سے جنگ کرو' میں تمہارے درمیان حکم ہوں۔ تم میں سے جو لوگ قتل ہوں گے میں ان کو اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو باقی رہیں گے ان کو حریفوں پر نصرت عطا کروں گا۔ اے بادشاہ! یا تو ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول کر لے ورنہ تلوار ہے' اسلام لے آ تاکہ تم کو نجات نصیب ہو[12]۔"

یزدگرد کا غصہ اس تقریر سے بھڑک اٹھا آنکھیں سرخ ہو گئیں چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک غضبناک سکوت کی حالت میں بیٹھا پھر اپنے ہونٹوں کو چپکا کر بولا "ایزد کی قسم ہے اگر مجھ سے پیشتر کسی نے سفیروں کو قتل کیا ہوتا تو میں اسی وقت تم لوگوں کو مار ڈالتا۔" پھر یزدگرد نے اپنے خادم سے ایک ٹوکری مٹی منگوا کر کہا۔ "اس کو ان کے سردار کے سر پر رکھ کر مدائن کے باہر نکال دو۔" پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا' اس کو تم اپنے سردار کے پاس لے جاؤ اور اس سے یہ کہہ دو کہ ہمارے ملک سے یہ ملا ہے۔ میں بہت جلد رستم کو تمہاری سرکوبی کے لئے بھیجتا ہوں جو تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا اس کے بعد وہ تمہارے ملک کو سابور سے زیادہ پامال کرے گا" عاصم یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر اٹھا کر بولے' میں اس گروہ کا سردار ہوں۔ پھر ہمارے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا چلو' خود کسریٰ فارس نے اپنی زمین ہم کو دے دی۔ عاصم اور ان کے ساتھی مٹی کی ٹوکری لئے ہوئے سیدھے سعد ابن ابی وقاص کے پاس پہنچے۔ کل ماجرا بیان کر کے کہا "مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی مٹی ہم کو مرحمت فرمائی ہے[13]۔"

مدائن کے دربار سے عرب سفیروں کی روانگی کے بعد یزدگرد نے رستم کو حیرہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔ وہ جنگی ہتھیار جمع کر کے اور ساٹھ ہزار فوج لے کر ساباط کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی فوج کے مقدمہ پر جالینوس تھا جس کے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ ساقہ میں بیس ہزار فوج تھی میمنہ میں ہرمزان' میسرہ میں مہران بن بہرام رازی تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ تین سو ہاتھی بھی تھے ان میں سے ایک سو قلب میں'

Marfat.com

پچھتر پچھتر میمنہ اور میسرہ میں' بیس مقدمہ میں اور تیس ساقہ میں تھے۔ ساباط سے روانہ ہو کر رستم نے کوش میں پڑاؤ کیا اور پھر وہاں سے حیرہ پہنچا۔ راستہ میں اس کے فوجیوں نے رعایا کو لوٹا۔ ان کی عورتوں کی آبرو ریزی کی اور شراب پی کر بدمستی کی۔ رستم حیرہ سے قادسیہ پہنچا تو اس نے سعدؓ کو کہلا بھیجا کہ تم ہمارے ہاں کسی سفیر کو بھیج دو جس سے ہم مصالحت کی گفتگو کریں۔ سعدؓ نے ربعی بن عمر کو روانہ کیا۔ اس کے اور رستم کے درمیان تند تیز گفتگو ہوئی جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ دوسرے دن رستم نے پھر ربعی کو بلا بھیجا مگر سعدؓ نے بجائے اس کے حذیفہ بن محصن کو بھیج دیا مگر یہ سفارتی گفت و شنید بھی بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اس نے اگلے دن پھر سعدؓ کے لشکر سے ایک آدمی کو صلح کی گفتگو کرنے کے بلوایا۔ اس مرتبہ مغیرہ بن شعبہ گیا۔ رستم نے کہا تم یہ بتلاؤ کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ مغیرہ بن کو شعبہ نے کہا کہ ہماری قوم گمراہی میں گرفتار تھی خدا نے ہم میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا۔ خدا نے ہم کو اس کے ذریعے سے ہدایت دی اور اس کے ہاتھوں سے ہم کو رزق عطا فرمایا۔ جو رزق اس نے ہم کو عطا کیا ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا دانہ اس سرزمین میں پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم نے اور ہمارے اہل و عیال نے اس ملک کا غلہ کھایا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تم ہم کو اسی ملک میں ٹھہرا دو تاکہ یہاں کا غلہ کھائیں۔" رستم نے کہا کہ ہم تم کو قتل کریں گے۔ مغیرہ نے کہا کہ اگر تم نے ہم کو قتل کیا تو ہم جنت میں داخل ہوں گے اور اگر ہم نے تم کو قتل کیا تو تم لوگ دوزخ میں جاؤ گے۔ ایک یہ صورت ہے کہ تم جزیہ قبول کر لو۔ جب مغیرہ نے جزیہ دینے کا نام لیا تو وہ لوگ برہم ہو گئے اور چلا کر بولے کہ ہم میں اور تم میں صلح ناممکن ہے۔[14]" ایک اور روایت کے مطابق اس کے بعد رستم نے فارس اور اہل فارس کی عظمت یزدگرد کی سطوت' حکومت اور اہل عرب کی تنگی معیشت ناداری اور نیم وحشی ہونے پر طولانی تقریر کرتے ہوئے کہا "تم لوگ مفلوک الحال تھے اور قحط کے دنوں میں ہم سے مدد چاہتے تھے ہم تم کو کھجوریں اور جو دیتے اور تمہارے امیروں کو کپڑے' خچر' زر و مال دیتے تھے اور تم میں سے جو جس قدر اٹھا کر لے جا سکتا تھا اس کو اسی قدر کھجوریں اور غلہ لے جانے کی اجازت تھی اس وجہ سے ہماری غیرت و حمیت تمہارے قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم لوگ لوٹ جاؤ ہم تم کو اور تمہارے امیر کو

Marfat.com

مویشی، غلہ، کپڑے، روپیہ خاطر خواہ دیں گے۔" مغیرہ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے رستم اور حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا "تم نے جو کچھ عرب کی تنگی معیشت، فاقہ کشی، تہی دستی کا حال بیان کیا وہ سب صحیح اور درست ہے۔ ہم کو سب معلوم ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ آج تنگی ہے تو کل فراخی ہو گی۔ آج اگر عشرت ہے تو کل عسرت ہو گی ۔ ۔ ۔ ۔ تم کو اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو تو ہم تم کو اپنا بھائی بنا لیں گے اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے یا جزیہ دینا اختیار کرو اور اگر دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو لڑو، پھر کچھ سوچ کر کہا، بات یہ ہے کہ " ہمارے نوجوانوں نے تمہاری یہاں کے کھانوں کا مزہ چکھ لیا ہے اب ان کو تمہارا ملک لئے بغیر صبر نہیں آئے گا"۔ رستم یہ تقریر سن کر بے تاب ہو کر بولا، "اگر تم اسی جستجو اور خیال میں مارے جاؤ"۔ مغیرہ نے ہنس کر جواب دیا، "جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا جنت میں داخل ہو گا اور جو لوگ ہم میں سے باقی رہ جائیں گے وہ فتحیاب اور غالب ہوں گے۔" رستم اس جواب سے طیش میں آگیا اور قسم کھا کر کہنے لگا، "اب میں ہرگز صلح نہ کروں گا جب تک تم سب کو قتل نہ کر لوں گا" مغیرہ اپنے لشکر میں واپس آگیا۔ اس کے بعد رستم نے اہل فارس کو جمع کر کے صلح کی بابت مشورہ کیا اور جنگ کے انجام سے ڈرایا لیکن اہل فارس نے بہ اتفاق رائے لڑائی کو پسند کیا۔ اور اسی رائے پر مصر ہوئے۔[15]"

اس کے دوسرے دن اتمام حجت کے لئے سعدؓ نے ایک شخص کو بغرض دعوت اسلام رستم کے پاس بھیجا۔ اس قاصد کے ناکام واپس آنے پر طرفین سے اعلان جنگ ہو گیا اور دوسرے دن گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ ایران کی فوج میں پہلا جو شخص اس لڑائی میں گرفتار ہوا وہ شہزادگان فارس سے ہرمز نامی ایک شہزادہ تھا۔ اس کو غالب بن عبداللہ اسدی میدان جنگ سے گرفتار کر کے سعدؓ کے پاس لایا تھا۔ سعدؓ اس وقت اپنے خیمے میں بیمار پڑا ہوا تھا اور بیماری کی حالت میں اپنے لشکر کو ہدایات دے رہا تھا۔ چار دن تک بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ چوتھے دن نصب شب گزر چکی تھی کہ قعقاع کا فوجی دستہ رستم کے تخت تک پہنچ گیا۔ وہ تخت سے اتر کر لڑنے لگا۔ جب زخموں سے چور ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ ہلال نے تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر اس زور سے برچھا مارا کہ رستم کی کمر ٹوٹ گئی۔ رستم گھبرا کر ایک گڑھے میں گر پڑا۔ ہلال بھی کود پڑا، ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لایا اور تلوار کھینچ کر اس کا کام

Marfat.com

تمام کر دیا۔ پھر تخت پر چڑھ کر پکار اٹھا رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو مار ڈالا۔ اس آواز کو سنتے ہی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ لشکر فارس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ جبکہ دو ایک ہاتھیوں کی ہلاکت کے بعد باقی ہاتھیوں میں بھگدڑ مچ گئی ہوئی تھی۔ اس تاریخی معرکہ قادسیہ میں لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی کام آئے اور اسلامی لشکر کے چھ ہزار نے جام شہادت نوش کیا۔ اگلے دن سعدؓ بن ابی وقاص نے ہلال کو بلایا اور پوچھا رستم کی لاش کہاں ہے اس نے کہا میں نے خچروں کے نیچے اسے پھینک دیا تھا۔ سعدؓ نے کہا جاؤ اسے لے کر آؤ' وہ اس کی لاش کو لے کر آیا۔ سعدؓ نے کہا تم اس کا ساز و سامان جس قدر چاہو لے لو۔ ہلال نے اس کے جسم کا پورا لباس اور ساز و سامان لے لیا اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کا یہ سامان ستر ہزار میں فروخت ہوا۔ سعدؓ فتح کے بعد دو مہینے تک قادسیہ میں انتظام کی غرض سے ٹھہرا رہا پھر وہ خلیفہ عمرؓ کے حکم کے مطابق اپنے لشکر کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے بابل کو فتح کیا۔ فارس کی فوجیں بابل سے بھاگنے کے بعد چند گروہ میں منقسم ہو گئیں۔ کچھ تو ہرمزان کے ساتھ اہواز میں پہنچیں۔ فوج کا ایک حصہ فیروزان کے ہمراہ نہاوند کی طرف چلا گیا۔ جہاں پہ کسریٰ کا خزانہ تھا اور ایک گروہ کو تخیر خان اور مہران لے کر مدائن کی طرف چلے گئے۔ اثنا راہ میں جتنے پل تھے سب کو توڑ ڈالا اور شہر کے چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ یہ شہر دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ مغربی کنارے کے شہر کی تعمیر سکندر اعظم کے جانشینوں نے کی تھی اور مشرقی کنارے پر ایرانیوں نے عمارات بنائی تھیں۔ اس شہر میں بادشاہوں اور ان کے رؤسا کے بہت سے عالیشان محلات اور باغات تھے۔ یہ شہر اس قدر خوبصورت تھا کہ صحرا میں رہنے والے تمدنی و تہذیبی لحاظ سے پسماندہ عرب اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

سعد بن ابی وقاصؓ کے لشکر نے کئی دن تک اس شہر کا محاصرہ کیا بالآخر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دجلہ کے کنارے پر پہنچ گیا۔ ایرانی کمال بے سروسامانی سے مدائن چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگے۔ اسلامی لشکر مدائن میں چند روز ٹھہرا۔ پھر اس نے حلوان کی طرف رخ کیا کیونکہ یزدگرد نے وہاں سے مدائن پر دوبارہ قبضہ کے لئے لشکر بھیجا تھا۔ اس فارسی لشکر سے مسلمانوں کی جلولا کے مقام پر لڑائی ہوئی جس میں ایرانیوں کو بری طرح

Marfat.com

شکست ہوئی۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ یزدگرد نے مدائن چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگنے سے "پہلے ہی جس قدر مال و اسباب اٹھا سکتا تھا اٹھا کر روانہ کر دیا تھا۔ بایں ہمہ مدائن میں کپڑے، اسباب، قیمتی ظروف اور سامان آرائش اس قدر تھا کہ جس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خزانہ شاہی میں تین ہزار گائے کی کھالیں دینار سرخ سے بھری ہوئی ملیں۔ جس کو رستم قادسیہ جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ اسلامی فوجیں جوق در جوق مدائن میں داخل ہوئیں۔ اہل شہر نے قصر ابیض میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے اور اس کے بعد جزیہ دے کر اپنے کو بچا لیا۔ سعدؓ قصر ابیض میں داخل ہوا چاروں طرف سناٹا تھا۔ دل پر ایک عبرت سی چھا گئی ــــ۔ مال غنیمت جمع کرنے پر عمرو بن مقرن اور تقسیم پر سلیمان بن ربیعہ باہلی مامور کئے گئے۔ چنانچہ قصر ابیض اور ایوان شاہی میں جو کچھ تھا وہ اور جو مال و اسباب اہل مدائن اس بھگدڑ میں لوٹے ہوئے لئے جاتے تھے سب کو یکجا اور مجتمع کیا۔ کسریٰ کا شاہی ملبوس تاج زر نگار اور زرہ جس کو کسریٰ فخر و مباہات کے وقت پہنتا تھا یہ سب بھگوڑوں سے چھینا گیا تھا۔ ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں خاقان چین، قیصر روم، داہر بادشاہ ہند، بہرام گور سیاوخش اور نعمان بن منذر کے خود اور ان کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ ہرمز، قباذ اور فیروز کی تلواریں اور خنجر تھے۔ ان سب نوادرات اور یادگار شاہان فارس کو قعقاع نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیا تھا ــــ۔ مال غنیمت میں حسب دستور خمس نکال کر دربار خلافت بھیجا گیا۔ کسریٰ اور نعمان کی تلواریں، نوشیرواں کا تاج، بادشاہوں کے پہننے کے زر نگار کپڑے، فراش اور قدیم یادگاریں لوگوں کے دیکھنے کو بجنسہ روانہ کر دیں۔ بعدازاں مال غنیمت ساٹھ ہزار لشکریوں پر تقسیم کیا گیا۔ ہر سوار کو بارہ بارہ ہزار ملے۔ یہ کل فوجیں سواروں کی تھیں پیادہ ان میں کوئی نہ تھا۔ ایوان شاہی کا سامان لوگوں میں تقسیم کر کے سعد نے اہل و عیال کو عتیق سے بلوا کر اسی ایوان میں ٹھہرایا اور یہیں ان کو مقیم رکھا جب تک جلولا، حلوان، تکریت اور موصل فتح نہ ہو گیا۔ اس نے علاوہ خمس کے جو چیزیں دربار خلافت میں بھیجی تھیں اس میں ہزارہا نوادرات و عجائبات روزگار اسباب تھے۔ کسریٰ کا فرش جو نو بہار کے نام سے موسوم اور نوے گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا تھا مسلم بھیج دیا گیا۔ اس پر پھول پتیاں، درخت، نہریں، تصویریں، غنچے، سونے چاندی کے تار اور جواہرات کے بنائے گئے تھے۔ شاہان فارس ایام گرمی میں جبکہ بہار کا

Marfat.com

زمانہ منقضی ہو جاتا تھا اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے۔ جب یہ چیزیں مدینہ میں پہنچیں اور عامتہ المسلمین کے سامنے لائی گئیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اسباب کو فاروق اعظم نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فرش نو بہار کی نسبت ان کا منشا تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے اور چند لوگوں نے بھی عندالاستفسار یہی رائے ظاہر کی لیکن علی مرتضیٰؑ کی رائے اس کی تقسیم کی ہوئی چنانچہ اس کو بھی کاٹ کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ علی مرتضیٰؑ کے حصے میں اس کا جو ٹکڑا آیا تھا اس کو انہوں نے تیس ہزار کو فروخت کیا حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے نہ تھا۔"[16]

جلولا کی فتح کے بعد سعدؓ نے خلیفہ عمرؓ کی اجازت حاصل کر کے عبداللہ بن المعتم کے ہمراہ پانچ ہزار کی ایک فوج کو تکریت روانہ کیا۔ وہاں ایرانی جمع تھے اور انہوں نے اردگرد خندق کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے چالیس روز تک محاصرہ رکھا اور چوبیس دفعہ حملہ کیا۔ یہ لوگ اہل جلولا سے کم شوکت والے اور زیادہ جلد باز تھے۔ ایرانیوں کے ساتھ تغلب' ایاد اور نمر قبائل کے عیسائی عرب بھی شریک تھے۔ یہ لوگ مسلمان عربوں سے صلح کے خواہاں تھے اور عبداللہ بن المعتم کو عام خبریں پہنچاتے تھے۔ انہوں نے عبداللہ سے صلح کی درخواست کی جو اس شرط پر منظور ہوئی کہ جب تم ہماری تکبیر سننا تو خود اللہ اکبر کے نعرے لگا دینا۔ دوسرے جب ان مسلمانوں نے خندق کی طرف ہجوم کیا اور تکبیر پکاری تو عیسائیوں نے بھی ادھر سے تکبیر کے نعرے لگائے۔ ایرانیوں کو یہ شبہ ہوا کہ پیچھے سے مسلمان آ گئے۔ وہ بھاگتے ہوئے ادھر آئے جدھر ابن المعتم کی فوج تھی' مسلمان ٹوٹ پڑے اور بے شمار ایرانی قتل ہوئے۔ مدائن سے دوسرا دستہ حضرت عمرؓ کے بھائی ضرار بن خطاب کی ماتحتی میں ماسبذان کی طرف گیا۔ اور اس شہر کو فتح کیا۔ عمر بن مالک بھی تھوڑی سی فوج لئے ہوئے ہیئت اور قرقیسیا کی طرف گئے اور ان مقاموں پر قبضہ کیا۔ اطراف و دیار کے باشندوں نے آ کر جزیہ پر مصالحت کی اور اس طرح تمام خطہ عراق میں امن قائم ہو گیا۔[17]

ابن خلدون عربوں اور عجمیوں کے نسلی بنیاد پر اس الگ الگ گٹھ جوڑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مرزبان تکریت نے فتح مدائن سے متنبہ ہو کر مسلمانوں کے مقابلے میں اور سرزمین جزیرہ (دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ جسے پہلے میسوپوٹیمیا کہا جاتا تھا) کو لشکر

Marfat.com

اسلام سے بچانے کے لئے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور رومیوں کو بھی اپنے ارادہ کا شریک بنا لیا تھا۔ عرب کے چند قبائل ایاد' تغلب' نمراور شہارجہ بھی شریک جنگ ہو گئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اس شہر کے محاصرہ کے دوران عبداللہ بن المعتم نے قبائل عرب کو بلا لیا۔ جس سے روزانہ مرزبان تکریت کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ اخیر میں رومیوں نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر کشتیوں پر اپنا مال و اسباب بار کر کے براستہ دجلہ بھاگ جانے کا قصد کیا۔ تکریت میں جو قبائل عرب تھے انہوں نے عبداللہ بن المعتم کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا اور یہ کہہ بھیجا کہ اگر تم ہم کو امان دو تو ہم عین معرکہ کے وقت ان سے علیحدہ ہو کر تم سے آ ملیں گے۔ عبداللہ نے پیام دیا کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ ان سب نے اس پیام کو پہنچتے ہی اسلام قبول کر لیا اور باہم یہ طے ہو گیا کہ جب عساکر اسلام کی تکبیر سننا تو تم بھی تکبیر کہہ کر دریا کا ناکہ روک لینا۔ عبداللہ بن المعتم نے یہ بندوبست کر کے وقت اور تاریخ مقررہ پر دھاوا کیا۔ عربوں نے عساکر اسلامی کی تکبیر سن کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور دریا کا ناکہ روک لیا۔ رومی اور عجمی دریا کی طرف سے تکبیر کی آواز سن کر یہ سمجھے کہ عساکر اسلامی نے دریا کی جانب بھی محاصرہ میں لے لیا ہے۔ اس خیال سے اسی سمت بھاگے جس طرف مسلمانوں کی فوجیں تھیں۔ مسلمانوں نے جی توڑ کر حملہ کیا۔ اہل تکریت پیچھے ہٹے تو تکریت کے عربوں نے مارنا شروع کیا۔ سب کے سب پامال ہو گئے۔ قبائل ربیعہ سے بنو تغلب' نمراور ایاد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور لوٹ مار سے محفوظ رہے۔ مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ سواروں کے حصے میں تین ہزار درہم اور پیادوں کو ایک ایک ہزار ملے[۱۸]۔ طبری اس واقعہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "عبداللہ بن المعتم نے عربوں کو (جو رومی لشکر میں تھے) اپنی طرف بلایا تھا تاکہ وہ رومیوں کے خلاف ان کی مدد کریں لہٰذا وہ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے جب رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب کبھی وہ باہر نکلتے ہیں تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہر مقابلہ پر وہ شکست کھاتے ہیں تو انہوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں میں لے گئے۔ قبائل تغلب' ایاد اور نمر کے جاسوس عبداللہ بن المعتم کو عام خبریں پہنچاتے تھے۔ انہوں نے عربوں کے لئے صلح کا مطالبہ کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے اس کی بات مان لی ہے۔ عبداللہ نے یہ پیغام دیا اگر تم سچے ہو تو گواہی دو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلعم اللہ کے

Marfat.com

رسول ہیں اور جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ان کا اقرار کرو اور پھر ہمیں اپنی رائے سے مطلع کرو"۔ لوگ یہ پیغام لے کر واپس گئے اور ان کو مسلمان بنا کر لائے پھر انہیں اپنے مقامات پر لوٹا دیا گیا اور ان سے کہا گیا جب تم ہماری تکبیر سنو تو سمجھ لو کہ ہم اپنے قریب کے دروازوں تک پہنچ گئے ہیں تاکہ ہم وہاں سے داخل ہوں تم بھی ان دروازوں تک پہنچ جاؤ جو دریائے دجلہ کے قریب ہیں۔ پھر نعرہ تکبیر بلند کرو اور جو ملے اسے مار ڈالو۔ یہ سن کر وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے موافقت کی۔ عبداللہ اور مسلمان اپنے قریبی حصے کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تغلب' ایاد اور نمر کے قبائل نے بھی نعرہ تکبیر کہا اور انہوں نے دروازوں پر قبضہ کر لیا۔ دشمن نے یہ خیال کیا کہ مسلمان ان کے پیچھے سے آ گئے ہیں اور دریائے دجلہ کے قریب کے دروازوں میں سے داخل ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ جلدی سے ان دروازوں کی طرف پہنچے جہاں مسلمان تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کی تلواریں ان کے سامنے تھیں اور عرب کے اس قبیلہ ربیعہ کی تلواریں جو اس رات تازہ مسلمان ہوئے تھے ان کے پیچھے تھیں اس طرح اہل خندق میں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکا سوائے ان لوگوں کے جو تغلب ایاد اور نمر کے قبائل میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔[19]"

عجمیوں کے خلاف نسلی بنیاد پر عربوں کے اتحاد کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی جنگ بویب میں عربوں کے قبیلہ نمر کے عیسائیوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا اور اس جنگ میں ان کا امیر انس بن ہلال مارا گیا تھا۔ علاوہ ازیں معرکہ حمص میں بھی بعض قبائل عرب خالد بن ولیدؓ سے خفیہ اقرار نامے کے مطابق عین لڑائی کے دوران رومیوں سے الگ ہو گئے تھے۔ عربوں کے ہٹنے سے رومیوں کا بازو ٹوٹ گیا تھا اور وہ بدحواسی سے تھوڑی دیر لڑ کر معرکہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے۔ "حمص میں فتح کے بعد جزیرہ میں جس قدر قبائل عرب تھے سب نے مسلمانوں کا ساتھ دیا البتہ ایاد بن نزار رومیوں کے ساتھ روم چلے گئے۔۔۔۔ فاروق اعظمؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ قبیلہ ایاد بادشاہ روم کے ملک میں جا کر آباد ہو گیا ہے تو آپ نے ہرقل کو یہ خط لکھ بھیجا "مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ قبائل عرب کا ایک قبیلہ ہمارا ملک چھوڑ کر تمہارے ملک میں جا کر آباد ہوا ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تم ان کو اپنے ملک سے نکال نہ دو گے تو ہم کل عیسائیوں کو جو ہمارے

Marfat.com

ملک میں آباد ہیں نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ ہرقل نے قبیلہ ایاد کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ چنانچہ قبیلہ ایاد کے چار ہزار آدمی شام اور جزیرہ میں آکر آباد ہو گئے۔ ولید بن عقبہ نے اسلام لانے پر مجبور کیا اور فاروق اعظم کو اس امر کی اطلاع دی۔ فاروق اعظم نے لکھا کہ "ان لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو۔ اگر وہ جزیہ دینا منظور کریں تو قبول کر لو یہ امر کہ اسلام کے سوا غیر مسلموں کی کوئی درخواست منظور نہ کی جائے گی جزیرۃ العرب (مابین مکہ مدینہ اور یمن) کے لئے مخصوص ہے۔ ہاں اس شرط کا ان کو ضرور پابند کرو کہ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ نہ دیں اور کسی کو مسلمان ہونے سے نہ روکیں"۔ چند دنوں کے بعد بنو ایاد نے ایک وفد دارالخلافت کو روانہ کیا اور حضرت عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ " جزیہ کے نام سے ان سے کوئی رقم نہ وصول کی جائے"۔ فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور اس رقم کو صدقہ کے نام سے موسوم کر کے دو چند وصول کرنے کا حکم بھیج دیا۔ چونکہ بنو ایاد کو ولید بن عقبہ سے بوجوہ برہمی ہو گئی تھی اس وجہ سے ان کو معزول کر کے فرات بن حیان اور ہند بن عمرو الجملی کو مقرر کیا"۔[۲۰]

بلاذری نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے نصارائے بنی تغلب سے جزیہ لینے کا ارادہ کیا مگر وہ بھاگ گئے اور ان کی ایک جماعت کسی دور دراز ناحیہ میں چلی گئی۔ اس پر النعمان بن زرعہ یا زرعہ بن النعمان نے عمرؓ سے کہا' میں تم سے اللہ کے نام پر بنی تغلب کے لئے درخواست کرتا ہوں یہ عرب کی ایک قوم ہے جو جزیہ سے بالاتر ہے اور نہایت جنگ آزما ہے اس کو (اپنے سے بگاڑ کر) اپنے دشمن کو اپنے مقابلے میں قوی نہ بناؤ۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا اور ان پر مسلمانوں سے دگنا صدقہ مقرر کر دیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ عمیر بن سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ میں الفرات الشامی کے علاقہ میں آیا اور میں نے عانات اور الفرات کے تمام قلعے فتح کر لئے۔ اور ارادہ کیا کہ بنی تغلب کو اسلام کی طرف لاؤں مگر انہوں نے انکار کیا اور وہ ارض الروم میں جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس سے قبل میں نے مشرقی حصہ (کے باشندوں کو) اس طرف لانا چاہا تھا مگر (انہوں نے بھی) انکار کیا اور وہ جلا وطنی کی اجازت مانگنے لگے۔ عمیر نے حضرت عمرؓ کو یہ واقعات لکھے اور اس معاملے میں ان کی رائے دریافت کی۔ انہوں نے (اس کے جواب میں) یہ لکھا کہ "ان کے مویشی اور اراضی پر صدقہ سے دگنا صدقہ لو جو

Marfat.com

مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ مٹ جائیں یا اسلام لائیں۔ لیکن انہوں نے دگنا صدقہ دینا قبول کر لیا اور کہا' جب یہ غیر مختونوں کا سا جزیہ نہیں رہا تو ہم اس پر راضی ہیں اور اپنے دین پر قائم رہیں گے ۔۔۔۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے بنی تغلب سے صلح کر لی جبکہ وہ الفرات عبور کر کے ارض الروم میں پہنچنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور ان سے یہ شرط کی کہ وہ نہ کسی بچے کو اصطباغ دیں گے اور نہ اپنا دین اختیار کرنے پر مجبور کریں گے اور یہ کہ ان پر دگنا صدقہ ہو گا۔ داؤد بن کردوس کا مزید بیان یہ ہے کہ ان کے لئے ذمہ نہیں رہا کیونکہ انہوں نے اپنے دین میں اصطباغ دیا اس سے ان کی مراد معمودیت (بپتسمہ کا پانی) تھا۔ الزہری کہتا ہے کہ اہل الکتاب میں کسی کے مویشی پر صدقہ نہیں ہے۔ سو انصارائے بنی تغلب (یا کہا کہ نصارائے عرب) کے جن کے عام اموال یہی مویشی ہیں ان سے اس صدقہ کا دگنا لیا جاتا ہے جو مسلمانوں پر مقرر ہے۔ زرعہ بن النعمان کا ایک اور بیان ہے کہ میں نے بنی تغلب کے باب میں عمرؓ سے گفتگو کی اور کہا: وہ عرب کی ایسی قوم ہے جو اپنے کو جزیہ سے بالاتر سمجھتی ہے اور کھیتوں اور مویشی کی مالک ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ ان سے جزیہ لینے کا تھا لیکن جب وہ ملک میں منتشر ہو گئے ان سے اس پر صلح کر لی کہ ان کی اراضی اور مویشی پر اس صدقہ کا دگنا صدقہ لیا جائے گا جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور ان پر یہ شرط لگائی کہ وہ اپنی اولاد کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔" مغیرہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اگر مجھے بنی تغلب سے معاملہ کرنے کا موقع ملتا تو اس معاملہ میں میری الگ رائے ہوتی۔ ان میں سے جو قابل جنگ ہوتے میں ان کو قتل کرتا اور ان کی اولاد کو لونڈی غلام بناتا کیونکہ جب انہوں نے اپنی اولاد کو نصرانی بنا لیا تو عہد توڑ دیا اور میں ان کے ذمہ سے بری ہو گیا"[۲۱]

۔ طبری لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ سے اس معاہدہ کے بعد قبیلہ تغلب اور ان کے فرمانبردار قبیلہ ایاد و نمر کے افراد حضرت سعدؓ کے پاس مدائن کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور ان ہی کے ساتھ بعد میں کوفہ میں آباد ہو گئے۔ ان میں سے بعض افراد اپنے شہروں میں رہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ان مسلمانوں اور ذمیوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا"۔[۲۲]

تاہم نسلی بنیاد پر بنی تغلب اور حضرت عمرؓ کے درمیان جزیہ کے تنازعہ کا تصفیہ ہو جانے سے پہلے اور اس کے بعد ایران کے صوبہ عراق اور دوسرے مفتوحہ علاقوں سے مدینہ

Marfat.com

میں مال غنیمت کی فراوانی کی بنا پر وہاں کے مسلمانوں کو جو تعجب ہوا اس کا اندازہ اس روایت سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو ابو ہریرہ سے منسوب کی جاتی ہے وہ کہتا ہے کہ "میں بحرین سے عمرؓ کے پاس آیا' ان سے ایسے وقت ملا کہ وہ (ان کی) آخری نماز عشاء میں تھے۔ میں نے سلام کیا تو مجھ سے لوگوں کا حال پوچھا اور فرمایا کہ تم کیا لائے ہو؟ میں نے کہا پانچ لاکھ درہم' ارشاد ہوا کہ تم کیا کہتے ہو عرض کی پانچ لاکھ درہم لایا ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم کیا کہتے ہو' فرمایا عرض کی کہ ایک لاکھ' ایک لاکھ' ایک لاکھ' ایک لاکھ' ایک لاکھ' اس طرح میں نے پانچ مرتبہ شمار کر دیا۔ فرمایا کہ تم نیند میں ہو۔ اپنے گھر والوں کے پاس جا کے سو رہو۔ صبح ہو تو میرے پاس آنا۔ میں صبح کے وقت ان کے پاس گیا تو فرمایا تم کیا لائے؟ عرض کی پانچ لاکھ درہم۔ عمرؓ نے کہا کیا حلال ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں' میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا (یعنی انہیں حلال ہی جانتا ہوں)۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے پاس بہت سامان آیا ہے۔ اگر تم لوگ چاہو تو میں اسے تمہارے لئے شمار کر دوں اور اگر تم لوگ چاہو تو میں اسے تمہارے لئے پیمانے میں ناپ دوں۔ ایک شخص نے کہا اے امیرالمومنین! میں نے ان عجمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ دفتر مرتب کر لیتے ہیں کہ اسی پر لوگوں کو دیتے ہیں پھر انہوں نے بھی دیوان مرتب کیا اور مہاجرین اولین کے لئے پانچ پانچ ہزار اور انصار کے لئے چار چار ہزار اور ازواج نبی صلعم کے لئے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے[۲۳]"۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سعدؓ نے مدائن اور جلولا کی کامیابیوں کے بعد فتح کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ روانہ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ اس واقعہ میں تین کروڑ کا مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو سلیمان بن ربیعہؓ نے تقسیم کیا۔ ہر سوار کو نو نو ہزار اور نو نو گھوڑے ملے۔ سعدؓ کا سفیر جس وقت مژدہ فتح اور خمس لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا' شام ہو گئی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے قسم کھائی کہ جب تک کہ میں اس مال کو تقسیم نہ کر لوں گا اس وقت تک یہ کسی چھت کے نیچے نہ رکھا جائے گا۔ اس وجہ سے مال غنیمت صحن مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عبدالرحمان بن عوفؓ اور عبداللہ بن ارقمؓ رات بھر حفاظت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی لوگوں کی آنکھیں جواہرات کے انبار دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ فاروق اعظمؓ مال غنیمت اور جواہرات کو دیکھ کر رو پڑے۔ عبدالرحمانؓ نے کہا "امیرالمومنین یہ تو مقام شکر تھا آپ رو کیوں پڑے؟ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا "جس قوم کو اللہ تعالیٰ دولت دیتا ہے اس میں

Marfat.com

رشک و حسد آ جاتا ہے اور جب حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہے تو قوم میں نفاق اور ناانصافی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔[۲۴]" طبری کے مطابق "زہرہ اور محمد بن ابی سلمہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس خمس (پانچواں حصہ) لایا گیا تو آپ نے فرمایا' اس کو کوئی چھت نہیں پوشیدہ رکھ سکے گی۔ بلکہ میں بہت جلد اس کی تقسیم کروں گا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عبداللہ بن ارقم مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے۔ مال غنیمت پر سے چادریں اٹھائی گئیں تو آپ نے یاقوت' زبرجد اور جواہرات دیکھے۔ انہیں دیکھ کر آپ رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے پوچھا' اے امیرالمومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ خدا کی قسم! یہ تو شکر کا مقام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم! مجھے اس بات پر رونا آیا ہے کہ اللہ جس قوم کو یہ (مال) عطا کرتا ہے تو ان میں بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ان میں بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔[۲۵]" ابن سعد کے مطابق "ابن عباس سے مروی ہے کہ مجھے عمرؓ بن خطاب نے بلایا' میں آیا تو ان کے سامنے چمڑے کے فرش پر سونا پھیلا ہوا تھا۔ فرمایا کہ آؤ اور اسے اپنی قوم میں تقسیم کر دو' اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس نے اسے اپنے نبی علیہ السلام اور ابوبکرؓ سے کیوں علیحدہ رکھا اور مجھے دیا۔ معلوم نہیں خیر کی وجہ سے یا شر کی وجہ سے۔ ابن عباس نے کہا میں جھک کے اسے تقسیم کرنے لگا اور ہٹانے لگا کہ رونے کی آواز آئی۔ دیکھا تو عمرؓ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس نے اس مال کو اپنے نبی علیہ السلام اور ابوبکرؓ سے ان کے ساتھ شر کا ارادہ کرتے سے نہیں روکا اور عمرؓ کو اس کے ساتھ خیر کے ارادے سے نہیں دیا۔[۲۶]"

مال غنیمت پر عربوں کے درمیان فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔ عرب قبائل عہد رسالت ہی سے غنیمت پر جھگڑا کرتے آ رہے تھے چنانچہ یہ خدشہ بالکل بجا تھا کہ جوں جوں غنیمت کا مال بڑھے گا ان قبائل کے درمیان جھگڑا بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ ان میں غنیمت کا لالچ اسلامی اخوت' اتحاد اور ایثار کے جذبہ سے زیادہ غالب تھا۔ بیرونی فتوحات سے عربوں کی قبائلی عصبیت و وحشت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا تھا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق جب عرب لشکریوں کے لئے ایران کی سرحد کے نزدیک بصرہ اور کوفہ کی چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں تو ان میں رہنے والوں کی قبائلی عصبیتوں کا خاص خیال رکھا گیا۔ بصرہ میں زیادہ تر حجازی قبائل کو آباد کیا گیا اور کوفہ میں زیادہ تر یمنی قبائل کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان دونوں شہروں میں مختلف قبیلوں کی الگ الگ بستیاں آباد کی گئیں۔ یہاں تک کہ ان کی مسجدیں بھی الگ الگ تھیں۔ ان دونوں شہروں کا یہ منظر کوئی اسلامی اخوت و اتحاد کا منظر نہیں تھا بلکہ قبائلی عصبیت و بدویت کا منظر تھا۔ شبلی نعمانی کوفہ کی آباد کاری کے بارے میں لکھتا ہے کہ "مصباح بن مالک کے اہتمام سے عرب کے جدا جدا قبیلے جدا جدا محلوں میں آباد ہوئے ۔۔۔۔ جامع مسجد کے سوا ہر ہر قبیلے کے لئے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ جو قبیلے آباد کئے گئے ان میں یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے۔ اور قبائل جو آباد کئے گئے ان کے نام یہ ہیں: سلیم، ثقیف، ہمدان، بجیلہ، تیم اللات، تغلب، بنو اسد، نخع، کندہ، ازد، مزینہ، تمیم و محارب، اسد و عامر، بجالہ، جدیلہ و اخلاط، جہینہ، مذحج، ہوازن وغیرہ ۔۔۔۔ ابو موسیٰ اشعری کو جو کوفہ کا حاکم تھا لکھا کہ بصرہ میں ایک جامع مسجد اور باقی ہر قبیلے کے لئے الگ الگ مساجد تعمیر کی جائیں[۲۷]"۔ اسلم جیراج پوری لکھتا ہے کہ "سعد بن ابی وقاصؓ چھاؤنی کی تعمیر کے لئے مدائن سے محرم سن 17 ہجری یعنی جنوری 638ء میں اس مقام پر پہنچا تھا جہاں بعد میں کوفہ آباد کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ فوج خیموں میں رہے پھر انہوں نے چھپر ڈالنے کی اجازت دے دی۔ مگر ایک بار آتشزدگی کا حادثہ ہوا جس سے سخت نقصان ہو گیا، اس لئے ابو الہیاج کو بھیجا کہ وہ اینٹ اور گارے سے شہر کے مکانات تعمیر کرائے ۔۔۔۔ بصرہ میں اگرچہ مسلمان تین سال پہلے یعنی سن 4 ہجری میں آ گئے تھے لیکن اس کی آبادی بھی کوفہ کے ساتھ اور اس روش پر ہوئی۔ اس وقت سے یہ دونوں مقامات فوجوں کے مرکز مقرر کئے گئے جہاں سے مشرقی مہمات کے لئے لشکر بھیجے جاتے تھے[۲۸]"۔ علامہ احمد امین مصری بیان کرتا ہے کہ "عرب کے لوگ عراق میں آ کر آباد ہوئے مگر ان کے پہلو میں قبائلی عصبیت اور فاتحانہ ارستقراطیت موجود تھی قبائلی عصبیت کا مظاہرہ تو یوں ہوا کہ بصرہ اور کوفہ میں ہر قبیلہ کے آباد ہونے کے لئے الگ الگ نشان بندی کی گئی چنانچہ مثال کے طور پر کوفہ کے دو حصے کئے گئے ایک مشرقی حصہ تھا ۔۔۔۔ اور یہ بہترین تھا ۔۔۔۔ اور دوسرا مغربی

Marfat.com

حصہ تھا۔ اس کے بعد قرعہ اندازی کی گئی کہ بہترین حصہ کس کے قبضے میں آئے۔ یمنیوں کے حصہ میں آئے یا نزاریوں کے حصہ میں۔ مشرقی حصہ یمن والوں کے قبضہ میں آیا اور مغربی حصہ نزار والوں کے قبضہ میں۔ اس کے بعد ہر فریق نے اپنے اپنے قبیلے کے مطابق اپنے حصے کی زمین پر نشانات لگا لئے۔ شعبی کا بیان ہے کہ کوفہ میں یمن کے لوگ نزاریوں کے مقابلے میں زیادہ تھے چنانچہ یمنی بارہ ہزار تھے اور نزاری آٹھ ہزار۔ یہ عصبیت شدید نزاع کا باعث تھی۔[۲۹]" محمد حسنین ہیکل بتاتا ہے کہ "جزیرہ نمائے عرب کے باشندے کوفہ اور بصرہ کو بہت پسند کرتے تھے چنانچہ جنوبی یمن اور اس کے آس پاس کے لوگ کوفہ میں منتقل ہو گئے تھے اور مدینہ کے انصار اور شمالی عرب کے باشندے بصرہ میں نقل وطن کر آئے تھے۔[۳۰]"

طبری نے کوفے کی آبادکاری کے بارے میں ایک پورا باب لکھا ہے اور اس میں وضاحت سے بتایا ہے کہ کس طرح مختلف قبیلوں کے لئے الگ الگ محلے بنائے گئے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ "مسجد کے صحن کے قریب سے پانچ پانچ سڑکیں نکالی گئی تھیں اور قبلہ رو چار گلیاں تھیں۔ صحن کی طرف قبیلہ سلیم و ثقیف کو دو گلیوں میں آباد کیا گیا اور قبیلہ ہمدان کو ایک گلی میں بسایا گیا۔ قبیلہ بجیلہ کو دوسری گلی میں آباد کیا گیا۔ قبیلہ تیم اللات ان کے آخر میں رکھا۔ اس طرح آخر میں قبیلہ تغلب تھا۔ قبلہ رو' قبیلہ اسد ایک گلی پر آباد تھا۔ قبیلہ اسد اور قبیلہ نخع کے درمیان دوسرا راستہ تھا اور قبیلہ نخع و قبیلہ کندہ کے درمیان دوسری گلی تھی۔ کندہ اور ازد کے درمیان دوسرا طریق تھا۔ صحن کے مشرقی حصے میں انصار اور قبیلہ مزینہ کے ایک گلی میں تھے اور تمیم و محارب دوسری گلی میں تھے۔ اسد اور عامر دوسرے راستے پر تھے۔ مغربی صحن کی جانب بجالہ اور بجیلہ ایک جگہ تھے۔ قبیلہ جدیلہ اور مخلوط قبائل دوسری گلی میں تھے۔ قبیلہ جہینہ اور ان کے مخلوط الگ کوچے میں تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو صحن کے قریب تھے باقی لوگ ان کے درمیان اور ان کے پیچھے (آباد) ہوئے اس کے بعد گلیوں اور سڑکوں (مکانات کی تعمیر) کا سلسلہ چلتا تھا جو مذکورہ بالا (سڑکوں سے) کم چوڑے تھے۔ ان کے پیچھے اور میدان میں گھر آباد ہونے لگے اور ان میں جنگی سپاہیوں کو آباد کیا جاتا رہا۔ اہل سرحد اور موصل والوں کے لئے جداگانہ مقامات محفوظ رکھے گئے تاکہ جب ان کا قافلہ آئے تو وہاں فروکش ہوں ۔۔۔ سیف کی روایت ہے کہ قبائل کے

Marfat.com

دس حصوں کی تقسیم میں بہت خرابی پیدا ہو رہی تھی اس لئے حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کو درست کرنے کے بارے میں لکھا۔ انہوں نے لکھا کہ وہ فوراً اس میں تبدیلی کر لیں لہٰذا انہوں نے ماہر انساب اور دانشوروں کو بلا بھیجا۔ جن میں سعید بن نمران اور مشعلہ بن نعیمؓ بھی شامل تھے۔ انہوں نے (قبائل کے) سات حصے بنا دیئے۔ چنانچہ قبیلہ کنانہ اور ان کے حلفاء احابیش وغیرہ اور جدیلہ اور بنو عمرو بن قیس بن عیلان سات حصوں میں شامل ہو گئے۔ اور اسی طرح بنو قضاعہ کا ہوا جن میں غسان بن شبام' بجیلہ' خشعم' کندہ' حضرموت اور ازد بھی ان سات حصوں میں شامل ہوئے۔ مذحج' حمیر' ہمدان' اور ان کے حلیف بھی ساتوں میں شامل ہو گئے۔ تمیم اور باقی قبیلہ رباب اور ہوازن کا قبیلہ (الگ) سات کے مجموعہ میں شامل ہو گیا۔ قبیلہ اسد' غطفان' محارب' نمر' ضبیعہ اور تغلب کا ایک گروہ ہو گیا۔ قبیلہ ایاد' عک' عبدالقیس' اہل ہجر' حمراء کا سات کا ایک الگ گروہ ہو گیا۔ یہ تقسیم حضرات عمرؓ' عثمانؓ' علیؓ اور معاویہؓ کے زمانے تک برقرار رہی۔ تاآنکہ زیاد نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ۔۔۔۔ مسلمانوں کے عطیات اور وظائف' قبائل کے امراء اور علمبرداروں کو دیئے جاتے تھے۔ وہ ان عطیات کو عرفاء (بہ محلہ) نقیبوں اور امینوں (محصلوں) کے سپرد کر دیتے تھے جو انہیں لوگوں کے گھروں میں جا کر تقسیم کرتے تھے ۔۔۔۔ جب کوفہ آباد ہو گیا اور لوگوں کو اجازت مل گئی تو انہوں نے مدائن کے گھروں سے ان کے دروازے کوفہ کی طرف منتقل کر لئے اور انہیں اپنے تعمیر کردہ (گھروں) پر لگوا لیا۔ یہی ان کی سرحدیں تھیں اور ان کے قبضے میں اس وقت یہی علاقے تھے۔ عامرؓ کی روایت ہے کہ کوفہ کے علاقے کی سرحدیں' حلوان' موصل' ماسبذان اور قرقیسیاء تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا تھا اور پیش قدمی کی اجازت نہیں دی تھی۔ حضرت سعد بن مالک ابو وقاصؓ کوفہ کی تعمیر کے بعد ساڑھے تین سال تک اس کے حاکم رہے۔ اس سے پہلے وہ مدائن میں بھی امیر رہ چکے تھے ان کی علمبرداری میں کوفہ' حلوان' موصل' ماسبذان' اور قرقیسیاء شامل تھے۔ ان کی حدود بصرہ تک تھیں[31]"

"کہتے ہیں کہ مدائن میں مچھروں نے عربوں کو تکلیف دی۔ سعدؓ نے عمرؓ کو لکھا اور انہیں اطلاع دی کہ یہاں مچھر ہیں اور ان سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ عمرؓ نے انہیں لکھا کہ عربوں کی حالت اونٹ کی سی ہے۔ ان کو ایسی جگہ راس نہیں آ سکتی جو اونٹ کو

Marfat.com

راس نہ آئے۔ تم ان کے لئے کوئی اور جگہ تلاش کرو لیکن میرے اور ان کے درمیان سمندر حائل نہ ہو"۔ اور لوگوں نے حد بندی کرنے اور داغ بیل ڈالنے پر ابوالہیاج الاسدی اور عمرو بن مالکؓ بن جنادہ کو مقرر کیا۔ عبدالمسیح بن بقیلہ' سعدؓ کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا کہ میں ایک ایسی جگہ بتاتا ہوں جو صحرائے بے گیاہ سے ہٹی ہوئی ہے اور مرطوب زمین سے بلند ہے"۔ اور اس نے وہ جگہ بتائی جہاں اب الکوفہ آباد ہے۔ اس جگہ کو (اس زمانے میں) سورستان کہتے تھے۔ یوم القادسیہ میں رستم کے ساتھ چار ہزار سپاہ تھی جسے "جند شہانشاہ" کہتے تھے۔ اس لشکر نے اس شرط پر امان مانگی کہ ہم جہاں چاہیں رہیں گے اور جس سے چاہیں مخالفت کریں گے اور یہ کہ ہمارے لئے گزارہ مقرر کر دیا جائے۔ ان کی درخواست قبول کر لی گئی۔ انہوں نے بنی تمیم میں سے زہرہ بن حوئیہ السعدی سے مفاہمت کر لی اور جو جگہ انہوں نے پسند کی سعدؓ نے انہیں عطا کر دی اور ان کے لئے دس ہزار درہم گزارہ مقرر کر دیا۔۔۔۔ المدائنی کا بیان ہے کہ جب رستم قادسیہ کی جنگ میں مارا گیا اور مجوس کو ہزیمت ہوئی تو اس کی فوج میں دیلم کے جو چار ہزار آدمی شامل تھے وہ الگ ہو گئے اور انہوں نے آپس میں کہا' ہم ان کی طرح نہیں۔ نہ ہمارے لئے کوئی ٹھکانہ ہے اور ان پر ہمارا اچھا اثر ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم عربوں کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہو جائیں اور ان میں شامل ہو کر عزت حاصل کریں۔ اس لئے یہ لوگ ان سے الگ ہو گئے۔ سعدؓ نے کہا انہیں کیا ہو گیا۔ المغیرہ بن شعبہ ان کے پاس آئے اور ان سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے مغیرہ کو اپنے حال کی خبر دی اور کہا ہم تمہارے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ سعدؓ کے پاس گئے اور ان کی خبر دی۔ سعدؓ نے انہیں امان دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا پھر یہ لوگ سعدؓ کے ساتھ فتح المدائن اور فتح جلولا میں شریک ہوئے اور واپس ہو کر مسلمانوں کے ساتھ کوفہ میں اترے۔[۳۲]" تاہم طبری اور بلاذری نے یہ نہیں لکھا کہ جو قبیلے کوفہ و بصرہ میں آباد کئے گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر قبیلے وہ تھے جو فتح مکہ کے بعد جوق در جوق مسلمان ہو گئے تھے' پھر رسول اللہؐ کی وفات کی خبر سن کر جوق در جوق مرتد ہو گئے تھے اور پھر حضرت ابوبکرؓ کی جنگی کارروائی کی بناء پر جوق در جوق مسلمان ہو گئے تھے۔ ان قبائل میں نہ صرف زمانہ جاہلیت کی عصبیت و وحشت موجود تھی بلکہ ان میں لوٹ مار کے مال کی بے پناہ ہوس بھی موجود تھی۔ ان کے ساتھ حیرہ اور سواد عراق کے

Marfat.com

بہت سے عجمی لونڈی غلام بھی تھے۔ اگرچہ یہ لونڈی غلام مسلمان ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود ان سے حقارت آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں عربوں کے مساوی درجہ حاصل نہیں تھا بلکہ انہیں موالی کہا جاتا تھا۔ ان کے برعکس بنو تغلب کے جو عیسائی عرب کوفہ میں آباد ہوئے تھے ان میں سے کسی کو بھی لونڈی غلام کا درجہ حاصل نہیں تھا۔ ان سے تقریباً مسلمانوں کے برابر ہی سلوک ہوتا تھا۔ گویا کوفہ میں نہ صرف قبائلی عصبیت کا دور دورہ تھا بلکہ نسلی عصبیت کا بھی غلبہ تھا۔ اگر کسی چیز کی کمی تھی تو وہ اسلام کا جذبہ اخوت، اتحاد اور مساوات تھا۔

حضرت عمرؓ کو نہ صرف عربوں کی اس بدوی معاشرت کا اچھی طرح علم تھا بلکہ بظاہر انہیں عجمیوں کے صوبہ عراق پر عربوں کی فتوحات کے نتائج کا بھی علم تھا۔ انہیں احساس تھا کہ دیرینہ تہذیب و تمدن کے حامل ایران کا حکمران طبقہ تمدنی، تہذیبی، معاشرتی اور معاشی لحاظ سے پسماندہ عربوں کے ہاتھوں اپنی شکستوں کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ اسی لئے ان کی رائے یہ تھی کہ مسلمان اپنی فتوحات سواد عراق تک محدود رکھیں۔ وہ اس زمانے میں فرماتے تھے کہ "ہمارے اہل بصرہ کے لئے وہاں کا علاقہ اور اہواز کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور اہل فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا تو نہ وہ ہماری طرف آ سکتے اور نہ ہم ان کے پاس جا سکتے۔" اسی طرح آپ نے اہل کوفہ کے لئے بھی یہ فرمایا "کاش کہ ہمارے اور ان کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا تاکہ نہ وہ ہماری طرف آ سکتے اور نہ ہم ان کے پاس جا سکتے۔"[۳۳] سعد بن ابی وقاصؓ نے مدائن کے بعد جب جلولا فتح کیا تھا اور شہنشاہ ایران یزدگرد حلوان سے بھاگ گیا تھا اور اہل حلوان نے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ ان پر دست درازی نہیں کی جائے گی۔ ان کی جانوں اور ان کے اموال کو امان دی جائے گی اور ان میں سے جو بھاگنا چاہے گا اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ جب حضرت عمرؓ نے اپنی مذکورہ رائے ظاہر کی تھی اس وقت ایران کا صوبہ خوزستان فتح ہو چکا تھا۔ ابن خلدون نے اس فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ "فارس کا نامی سردار ہرمزان جنگ قادسیہ سے بھاگ کر خوزستان چلا آیا تھا اور اس نے خوزستان پر قابض ہو کر حدود بصرہ تک کا علاقہ اپنے تصرف میں کر لیا تھا چونکہ اس کی سرحد بصرے سے ملی ہوئی تھی اس لئے بغیر اس کے فتح کئے ہوئے بصرے میں پورے طور سے امن قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وجہ

Marfat.com

سے عتبہ بن غزوان نے سعدؓ سے امداد طلب کی چنانچہ نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود' عتبہ کی کمک پر بصرہ اور اہواز کی حدود پر بھیج دیئے گئے۔ عتبہ نے (بنو عدویہ بن حنظلہ سے) سلمی بن القین اور حرملہ بن مریطہ کو بصرہ کی دوسری سرحد میسان کی طرف بھیج دیا۔ سلمیٰ اور حرملہ نے بنی عم بن مالک کو جو خوزستان میں رہتے تھے ملکی و قومی جوش و غیرت دلا کر بلایا۔ غالب وائلی اور کلیب بن وائل کلبی سرداران بنو عم بن مالک اس تحریک سے متاثر ہو کر ملنے کو آئے اور یہ وعدہ کر گئے کہ جس وقت تم لوگ مناذر اور نہر تیری پر حملہ کرو گے ہم بھی شہر کے اندر سے حملہ آور ہو جائیں گے۔ جس دن اور جس وقت حملہ کرنے کا باہم عہد و پیمان ہوا تھا۔ ٹھیک اسی دن اور اسی وقت ایک طرف سے سلمیٰ اور حرملہ نے حملہ کیا دوسری طرف سے نعیم بڑھا۔ سلمی عساکر بصرہ پر تھا اور نعیم افواج کوفہ کا سردار تھا۔ دونوں سپہ سالاروں نے دو طرف سے ہرمزان پر حملہ کیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ شہر کے اندر سے غالب اور کلیب حسب قرارداد حملہ آور ہوئے مناذر اور نہر تیری پر قبضہ کر لیا۔ ہرمزان اس اچانک واقعہ سے گھبرا گیا۔ اس کی فوج کی ترتیب جاتی رہی۔ مجبور ہو کر میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگا۔ عساکر اسلامی نے تعاقب کیا ہزاروں ایرانی اس دارو گیر میں مارے گئے۔ دریائے دجیل پر پہنچ کر اسلامی لشکر ٹھہر گیا۔ اور ہرمزان سوق اہواز کے پل سے عبور کر کے نکل گیا۔ لیکن اس نے اپنے کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور پا کر دوسرے ہی دن صلح کا پیام بھیجا۔ مسلمانوں نے مناذر' نہرتیری اور اہواز کے ان مقامات کے علاوہ جن پر اثنائے جنگ میں ان کا قبضہ ہو گیا تھا باقی علاقے پر جزیہ لے کر صلح کر لی۔ افواج اسلامی کا ایک ایک دستہ نہرتیری اور مناذر میں ٹھہرا دیا گیا۔ غالب اور کلیب کو ان کی سرداری دی گئی بعد چندے غالب' کلیب اور ہرمزان میں سرحد قائم کرنے میں اختلاف ہوا' سلمیٰ اور حرملہ نے غالب اور کلیب کی رائے سے اتفاق کیا۔ ہرمزان بگڑ گیا۔ بدعہدی پر کمربستہ ہو کر کردوں کو جمع کر کے مخالفت و جنگ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عتبہ بن غزوان نے حرقوص بن زہیر سعدی کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام سوق اہواز میں معرکہ ہوا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی۔ بھاگ کر رام ہرمز چلا گیا۔ حرقوص نے سوق اہواز پر قبضہ کر کے جزیہ مقرر کیا اور اپنے دائرہ حکومت کو تشتر تک بڑھا لیا۔ فاروق اعظم کو فتح کا مژدہ لکھ بھیجا اور ہرمزان کے تعاقب میں جز بن معاویہ کو روانہ کیا۔ جو قریہ شغر اور دورق تک بڑھتا چلا

Marfat.com

گیا۔ ہرمزان نے مجبور ہو کر پھر صلح کی درخواست کی۔ فاروق اعظمؓ کی اجازت سے اس شرط پر مصالحت ہوئی کہ جتنے شہروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اس پر وہ قابض رہیں باقی شہروں پر ہرمزان کا قبضہ رہے بشرطیکہ وہ جزیہ مقررہ ادا کرتا جائے[۲۴]۔"

طبری نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس لڑائی میں نہ صرف غالب وائلی اور کلیب بن وائل کلبی نے مسلمانوں کی حمایت کی بلکہ ان دونوں کی قوم بنو العم بن مالک نے بھی حمایت کی ۔ ۔ ۔ جب مقررہ رات آئی تو اس وقت ہرمزان نہر تیری اور دلث کے درمیان تھا۔ سلمی اور حرملہ صبح سویرے صف آرا ہوئے اور ان دونوں نے نعیم اور ان کے ساتھیوں کو بھی آمادہ کیا لہٰذا مسلمانوں کا ہرمزان سے دلث اور نہر تیری کے درمیان مقابلہ ہوا۔ ۔ ۔ ہرمزان کو یہ اطلاع ملی کہ مناذر اور نہر تیری پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے اس طرح اللہ نے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا دل توڑ دیا اور ہرمزان اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہو گئی۔ مسلمانوں نے جس قدر چاہے ان کے افراد قتل کیے اور جس قدر چاہا' مال غنیمت حاصل کیا بلکہ وہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے نہر جیل تک پہنچ گئے اور سارے علاقے پر قابض ہو گئے اور سوق الاہواز کے سامنے خیمہ زن ہو گئے ہرمزان نے سوق الاہواز کا پل عبور کر لیا تھا اور وہ دوسرے کنارے پر مقیم ہو گیا"[۲۵]۔ عجمیوں اور عربوں کے درمیان لڑائیوں میں یہ چوتھی یا پانچویں لڑائی تھی جس میں فریقین نے مذہب کو بالائے طاق رکھ کر ملکی یا قومی یا نسلی یا قبائلی بنیادوں پر گٹھ جوڑ کیا تھا۔ ایرانی اب تک رومیوں' دیلمیوں اور کردوں سے گٹھ جوڑ کر چکے تھے اور مسلمانوں نے اب تک خفیہ بات چیت کے ذریعے قبائل ایاد' تغلب' نمر' شارجہ' بنو العم وغیرہ سے اتحاد کیا تھا۔

اہواز کی لڑائی کے بعد شہنشاہ ایران یزدگرد نے اہل فارس کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنا شروع کیا اور اس نے رعایا اہواز سے اہل اسلام کے خلاف عہد و اقرار لیے۔ رفتہ رفتہ ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی گئی تو انہوں نے مزید لڑائی کی اجازت دے دی۔ ہرمزان نے رام ہرمز کے قریب مقابلہ کیا مگر پہلے ہی حملے میں شکست کھا گیا۔ تستر پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف فوجیں مرتب کرنے لگا۔ تستر میں اس وقت ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ جبال و اہواز کی ایرانی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ بھاگ کر یہیں آ کر جمع ہو رہی تھیں۔ ہرمزان نے قلعہ کی مرمت کرا لی تھی اور اسے

Marfat.com

چاروں طرف سے خندق اور برجوں سے مستحکم کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ مہینوں گھیرے پڑے رہے۔ بالآخر ایک دن شہر کے ایک شخص نے مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ بتا دیا۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک دستہ اس راستے سے شہر میں داخل ہو کر حملہ آور ہوا اور بھرپوری فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ ہرمزان نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ مال غنیمت لشکریوں پر تقسیم کیا گیا۔ سواروں کے حصے میں تین تین ہزار پیادوں کو ایک ہزار ملے۔ پھر ہرمزان کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا گیا۔ جہاں حضرت عمرؓ نے اس کی جان بخشی کر دی۔ وہ مسلمان ہو گیا اور عمرؓ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کر دیا۔ ہرمزان اہل فارس کے سات بڑے خاندانوں میں سے ایک خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عملداری میں مہرجان' قذق اور اہواز کے علاقے شامل تھے۔ حضرت حسن کی روایت کے مطابق جو وفد ہرمزان کو لے کر مدینہ پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ " شاید مسلمان ذمی افراد کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی کرتے ہیں۔ وفد کے ارکان بولے' جہاں تک ہمیں علم ہے ایفائے عہد اور حسن سلوک ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس قسم کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں۔ احنف بن قیس نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ اے امیرالمومنین! میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے ہمیں ان کے ملک میں پیش قدمی کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مقبوضہ علاقے کے اندر رہیں حالانکہ ان کا بادشاہ ان کے ملک میں زندہ و سلامت موجود ہے۔ اس وجہ سے جب تک ان کا بادشاہ زندہ رہے گا وہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے کیونکہ دو بادشاہ ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے جب تک کہ ایک دوسرے کو نہ نکال دے۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ اسی وجہ سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ یہ بادشاہ ہی ہے جو انہیں بھڑکاتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ ہمیں اجازت نہ دیں کہ ہم ان کے ملک میں گھس جائیں۔ اس صورت میں ہم اس کی بادشاہت کا فارس سے خاتمہ کر سکتے ہیں اور اسے اس کے ملک سے نکال کر ان کی قومی عزت و وقار کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس وقت اہل فارس کی توقعات منقطع ہو جائیں گی اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم سچ بات کہتے ہو اور تم نے معاملہ کی پوری تشریح و توضیح کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کو یہ خط موصول ہوا کہ اہل نہاوند جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو ایران کے علاقہ میں گھس جانے اور پیش قدمی

Marfat.com

کرنے کی اجازت دے دی ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عمرؓ نے عراق کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فارس کی فوجوں کا جہاں کہیں وہ ہوں تعاقب کریں۔ آپ نے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی بعض وہ فوجیں جو بصرہ اور اس کے گرد و نواح میں ہوں فارس' کرمان اور اصفہان کی طرف روانہ ہوں۔ اس طرح کوفہ اور اس کے گرد و نواح کی بعض افواج کو اصفہان' آذربائیجان اور رے کے دوسرے علاقوں کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ سیف کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا کہ شاہ یزدگرد ہر سال (اپنی قوم کو) مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا ہے اور انہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ جب تک اسے اس کی سلطنت سے نکالا نہیں جائے گا وہ یہی طرز عمل اختیار کرتا رہے گا تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سرزمین عجم میں گھس جائیں۔ تاآنکہ وہ شاہ یزدگرد پر غالب آ جائیں اور اس کے مقبوضات کو فتح کر لیں اور اس مقصد کے لئے آپ نے کوفہ اور بصرہ کے سرداروں کو جنگ نہاوند کی فتح کے لئے روانہ کیا۔" زیاد بن جبیر اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ہرمزان کو پناہ دی تو آپ نے فرمایا تم مجھے کوئی مشورہ دو۔ وہ بولا' آج کل فارس کا ایک سر اور دو بازو ہیں۔ آپ نے فرمایا سر کہاں ہے۔ وہ بولا وہ نہاوند میں بغداد کے پاس ہے اور اس کے ساتھ کسریٰ کی اساورہ کی فوج اور اہل اصفہان ہیں۔ آپ نے فرمایا دو بازو کہاں ہیں اس پر اس نے کسی ایک مقام کا ذکر کیا جو میں بھول گیا ہوں۔ ہرمزان نے کہا آپ دونوں بازوؤں کو کاٹ دیں۔ سر ختم ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بول رہے ہو میں اس کا سر کاٹنے کی کوشش کروں گا۔ جب اللہ سر کو کاٹ دے گا تو دونوں بازو خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ مقعل بن الیسار کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے مشورہ کے طور پر دریافت کیا' تمہاری کیا رائے ہے میں جنگ کا آغاز فارس سے کروں یا آذربائیجان یا اصفہان سے اس کا آغاز کروں۔ وہ بولا' فارس اور آذربائیجان بازو ہیں اور اصفہان اس ملک کا سر ہے۔ اگر آپ ایک بازو کاٹیں گے تو دوسرا بازو کھڑا ہو جائے گا لیکن اگر آپ سر کاٹ دیں گے تو دونوں بازو گر جائیں گے اس لئے آپ سر سے جنگ کا آغاز کریں[۳۶]۔"

بعض دوسری روایات کے مطابق حضرت عمرؓ کی جانب سے ایران پر عام لشکر کشی کا حکم دینے کا پس منظر یہ تھا کہ علاء بن حضرمی بحرین کا امیر تھا اور سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ حریفانہ چشمک رکھتا تھا۔ ابوبکرؓ کے عہد میں اس نے فتوحات ردت میں بڑی عزت و

Marfat.com

شہرت حاصل کی تھی ادھر مہم عراق اور خاص کر قادسیہ کی فتح سے جب سعدؓ کی شہرت اور عظمت زیادہ ہو گئی تو اس کو رشک پیدا ہوا۔ اس نے چاہا کہ میں بھی اہل عجم کے مقابلے میں کوئی ایسا کار نمایاں انجام دوں کہ میرا مرتبہ سعدؓ سے کم نہ رہے۔ یہ سوچ کر دو بار خلافت کی منظوری کے بغیر ہی بحرین سے کشتیوں پر فارس کی طرف ایک فوج بھیجی۔ جب یہ فوج کنارے پر اتر کر اصفہان کی طرف بڑھی تو اہل فارس نے آ کر گھیر لیا۔ یہ لوگ لڑتے ہوئے آگے نکل آئے چونکہ فارس کا لشکر ان کے اور کشتیوں کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس لئے وہ مجبوراً خشکی کی راہ سے بصرہ کی طرف چلے۔ ادھر ایک ایرانی مرزبان شہرک راستہ روکے ہوئے پڑا تھا اس وجہ سے رک گئے۔ حضرت عمرؓ کو جس وقت یہ اطلاع ملی تو ناراض ہو کر علاء بن حضرمی کو معزول کر کے اسے سعد بن ابی وقاصؓ کی ماتحتی میں بھیج دیا۔ عتبہ بن غزوان والی بصرہ نے خلیفہ عمرؓ کے حکم کے مطابق بارہ ہزار سپاہی ابو سیدہ کی ماتحتی میں بھیجے۔ اس لشکر نے شہرک کو شکست دی اور محصورین اس طرح بصرہ واپس آئے اور وہاں سے ان کو بحرین پہنچا دیا۔ "سیف کی روایت ہے کہ جنگ نہاوند اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بصرہ نے ہرمزان کو شکست دی تھی اور علاء الحضرمی کے لشکر کو بہت جلدی محاصرہ سے بچا لیا تھا اور اہل فارس کو روند ڈالا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے بادشاہ سے جو مرو کے مقام پر تھا خط و کتابت کی اور اسے جھنجھوڑا لہٰذا بادشاہ نے اہل جبال کو جو باب سندھ' خراسان اور حلوان کے درمیان رہتے تھے اس بارے میں لکھا۔ اس سے ان میں جوش پیدا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے خط و کتابت کرنے لگے اور (مشورہ و باہمی امداد کے لئے) ایک دوسرے کی طرف سوار ہو کر گئے۔ آخر کار ان سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ سب نہاوند پہنچ جائیں اور وہاں اپنا فیصلہ پختہ کریں۔ چنانچہ ان کا پہلا حصہ نہاوند پہنچ گیا۔ سعدؓ کو کوفہ میں جب یہ خبر ملی تو اس نے خلیفہ عمرؓ کو اطلاع دے دی۔ --- اس وقت نہاوند میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ فوج جمع ہو چکی تھی جس کے سپہ سالار کا نام فیروزان تھا۔ --- ابو طمعہ ثقفی بیان کرتا ہے کہ اہل عجم یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب میں اپنا دین لے کر آئے انہوں نے ہمارے ملک کا قصد نہیں کیا۔ پھر ابو بکرؓ ان کے جانشین ہو گئے وہ بھی اہل فارس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے البتہ ان کے ساتھ چند جھڑپیں ہوئیں ورنہ وہ بالعموم اپنے ہی ملک اور اس کے مضافات میں ہی رہے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ

Marfat.com

خلیفہ ہوئے تو ان کا عہد خلافت طویل رہا اور اہواز کے علاقے کم کر لئے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اہل فارس کے گھر میں گھس آئے اگر تم ان کا مقابلہ کرنے نہیں آؤ گے تو وہ تمہارے علاقے میں بھی گھس آئیں گے اور وہ اس وقت تک رکنے والے نہیں ہیں جب تک کہ تم ان کے لشکر کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور ان دونوں شہروں (کوفہ و بصرہ) کو نہ کاٹ دو پھر تم ان کے ملک کے اندر ان کے مقابلہ کر سکو گے۔[۳۷]"

اہل فارس نے باہمی عہد و پیمان کیا اور باہمی تحریری معاہدہ بھی کیا۔ یہ خبر سعد بن ابی وقاصؓ کو اس وقت پہنچی جب وہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ روانہ ہو رہا تھا۔ اس لئے جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو اس نے زبانی یہ خبر سنائی۔ اس سے پہلے وہ حضرت عمرؓ کو اس کے بارے میں ابتدائی اطلاع دے چکے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اہل کوفہ آپ سے پیش قدمی کی اجازت چاہتے ہیں تاکہ وہ پہلے سے حملہ کر دیں۔ عبداللہ وغیرہ نے یہ لکھا تھا کہ اہل عجم کے ڈیڑھ لاکھ جنگجو سپاہی جمع ہو گئے ہیں۔ اگر وہ ہمارے حملہ کرنے سے پیشتر ہمارے قریب آ گئے تو ان کی قوت اور بہادری بڑھ جائے گی اور اگر ہم نے جلد حملہ کر دیا تو ہمارے لئے مفید ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ اطلاع پا کر یہ ارادہ کیا کہ "میں ان لوگوں کو لے کر جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کو لے کر جو مجھے مل سکیں روانہ ہو جاؤں؟ اور ایسے مقام پر قیام کروں جو ان دونوں شہروں کے درمیان ہو۔ وہاں جا کر میں مسلمانوں کو جنگ کے لئے آمادہ کروں اور ان کی مدد کروں تاآنکہ اللہ تعالیٰ انہیں فتح نصیب کرے اور جو چاہے اس کا فیصلہ کرے۔ جب اللہ فتح عطا کرے گا تو میں ان لوگوں کو ان کے شہروں میں بھیج دوں گا"۔ مگر حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمانؓ اور علیؓ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور یہ رائے دی کہ امیرالمومنین کو اس مقصد کے لئے مدینہ سے نہیں جانا چاہئے بلکہ کوفہ و بصرہ کے سرداروں کو ہی جنگ کی اجازت دینی چاہئے۔ حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں میں آپ کے مقام کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہار کی لڑی میں مرکزی دانے کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے نظام کو قائم رکھتا ہے اور تمام دانوں کو قائم رکھتا ہے اگر وہ منتشر ہو گیا تو ہر چیز منتشر ہو جائے گی۔ اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا پھر کبھی اس کی شیرازہ بندی نہیں ہو گی۔ گو اہل عرب آج کل قلیل تعداد

Marfat.com

میں ہیں مگر اسلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد ان کی (یہ تعداد) بہت ہے اس لئے آپ یہیں قیام فرمائیں گے۔ اور اہل کوفہ کو (جنگ کرنے کے لئے) تحریر کریں کیونکہ وہ عرب کے سردار اور ممتاز افراد ہیں۔ ان سے زیادہ سرگرم عمل اور پرجوش کوئی نہیں ہے ان (اہل کوفہ) کا ایک تہائی حصہ وہاں قیام کرے اور دو تہائی حصے (جنگ کے لئے) روانہ ہو جائیں۔ آپ اہل بصرہ کو بھی تحریر فرمائیں کہ وہ اپنا ایک حصہ امداد کی فوج کے طور پر روانہ کریں۔ حضرت علیؓ کی مزید رائے یہ تھی کہ اے امیرالمومنین! اگر شام سے اہل شام کو روانہ کریں گے تو اہل روم ان کے اہل و عیال پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اگر اہل یمن کو یمن سے روانہ ہونے کا حکم دیں گے تو اہل حبشہ ان کے بال بچوں پر حملہ کر دیں گے اور اگر آپ خود اس سرزمین سے روانہ ہوں گے تو چاروں طرف سے اہل عرب اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس صورت میں آپ کے لئے بیرونی حملوں کی بجائے اندرون ملک کی سرحدوں اور اہل و عیال کو سنبھالنا اہم ہو گا۔ لہٰذا آپ ان لوگوں کو ان کے شہروں میں برقرار رکھئے اور اہل بصرہ کو تحریر کیجئے کہ وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں۔ ان کا ایک گروہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرے اور دوسرا گروہ (غیر مسلم) ذمیوں کی نگرانی کرے تاکہ وہ ان پر حملہ نہ کر سکیں اور تیسرا گروہ اپنے بھائیوں یعنی اہل کوفہ کی مدد کے لئے روانہ ہو جائے"۔ حضرت عمرؓ نے یہ مشورہ قبول کیا اور کہا کہ بے شک اگر میں اس شہر سے روانہ ہو جاؤں تو اس کے اطراف و اکناف سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اگر اہل عجم نے مجھے دیکھ لیا تو وہ میدان جنگ کو نہیں چھوڑیں گے اور انہیں وہ لوگ بھی امداد بہم پہنچائیں گے جو امداد دینا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ یہی کہیں گے یہ عرب کی اصل بنیاد ہے۔ اگر تم اس کو کاٹ دو گے تو سمجھو تم نے عرب کی جڑ کو کاٹ دیا[۳۸]" حضرت علیؓ کی رائے اور حضرت عمرؓ کے اس فیصلے میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں ارتدادی فتنہ کے انسداد کے بعد جزیرۃ العرب کے سارے قبائل پھر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام کو مدینہ کے گرد و نواح کے عربوں کی اسلام سے وفاداری پر اعتماد نہیں تھا اور انہیں اندیشہ تھا کہ اگر حضرت عمرؓ مدینہ کے لوگوں کے ہمراہ محاذ جنگ کی طرف گئے تو اطراف و اکناف کے لوگ اس شہر پر ٹوٹ پڑیں گے۔ حضرت عمرؓ کے فیصلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ وہ نہاوند کی متوقع لڑائی کو

Marfat.com

عرب اور عجم کی لڑائی تصور کرتے تھے۔ قبل ازیں ایرانیوں نے بھی نہاوند میں جمع ہو کر یہ رائے قائم کی تھی کہ عمرؓ ان کا بدترین دشمن ہے کیونکہ اس کے عہد میں ایران پر عربوں کی یورشوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس فیصلہ کے بعد ایران پر عام لشکر کشی کا فیصلہ کیا اور ابو موسیٰ کو لکھا کہ بصرے سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دو اور تا حکم ثانی وہیں قیام پذیر رہو۔ بعدازاں متعدد پھریرے بنائے اور مشہور مشہور افسروں کو نامزد کر کے جدا جدا ممالک پر ان کو مامور کیا اور ان پھریروں کو سہیل بن عدی کی معرفت ابو موسیٰ کے پاس بھیج دیا۔ خراسان کا علم احنف بن قیس کو' اردشیر اور سابور کا مجاشع بن مسعود سلمٰی کو' اصطخر کا عثمان بن ابی العاص ثقفی کو' فساودارابجرد کا ساریہ بن زنیم کنانی کو' کرمان کا سہیل بن عدی کو' بجستان کا عاصم بن عمرو کو اور مکران کا حکم بن عمیر تغلبی کو عنایت کیا۔ لیکن 18ھ اور بعض کہتے ہیں 21ھ یا 22ھ تک ان لوگوں کو روانہ نہیں کیا۔ نہاوند کی جنگ کے لئے نعمان بن مقرن بطور سپہ سالار تقرر ہوا۔ وہ اس زمانے میں بصرے میں تھا۔ اس نے کوفہ' بصرہ اور دوسرے علاقوں سے اپنا لشکر جمع کیا جو ایرانیوں کے لشکر سے چھ گنا کم تھا۔

سیر و تواریخ کی کتب سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ لشکر 21 ہجری یعنی 642ء کے کونسے مہینے بصرے سے روانہ ہو کر نہاوند پہنچا۔ تاہم یہ لکھا ہے کہ "جب یہ اسلامی لشکر نہاوند کے مقام پر جمع ہو گیا تو اہل عجم کے سپہ سالار نے یہ پیغام بھیجا۔ ہماری طرف کوئی آدمی بھیجو جس سے ہم گفتگو کر سکیں۔ نعمان نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ اس کے بال لمبے تھے اور وہ یک چشمہ (کانا) تھا۔ جب وہ اہل عجم کے سردار کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ "اے اقوام عرب! تم سب لوگوں سے زیادہ بھلائی سے دور تھے اور سب لوگوں سے زیادہ بھوکے رہتے تھے اور سب سے زیادہ بدنصیب اور گندے افراد تھے۔ تم گھروں سے بھی دور رہتے تھے۔ میں نے اپنے اردگرد کے اساورہ قوم کو تمہارے برخلاف تیر اندازی کرنے سے محض اس وجہ سے روک رکھا ہے۔ کہ تم ناپاک اور مردار ہو اور تم گندگی اور غلاظت کا نمونہ ہو۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے"۔ مغیرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ "بخدا آپ نے ہمارا حال بیان کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ ہم لوگ خانماں برباد تھے۔ سب سے زیادہ بھوکے اور بدنصیب

Marfat.com

تھے۔ ہم خیر و برکت سے بھی محروم تھے تا آنکہ اللہ بزرگ و برتر نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا۔ انھوں نے ہمارے ساتھ دنیا میں فتح و نصرت اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا۔ خدا کی قسم؛ جب سے اللہ کے رسول آئے ہیں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے فتح و نصرت عطا ہوتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ بخدا ہمیں وہ بدبختی پھر ہرگز حاصل نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ ہم تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آ جائیں گے یا تمہاری سرزمین میں شہید ہوں گے" اس پر اہل عجم کا سردار بولا' "بخدا یہ یک چشم اپنے خیالات کو سچے طریقے سے بیان کرتا ہے"[۳۹] راوی کہتا ہے کہ اس کے دو ایک دن بعد عجمی لشکر حملہ آور ہوا۔ چار دن تک گھمسان کی لڑائی جاری رہی۔ اس میں اسلامی لشکر کا سپہ سالار نعمان مارا گیا۔ اس کے باوجود عجمیوں کو شکست ہوئی۔ ایک لاکھ ایرانی اس لڑائی میں کام آئے۔ تین ہزار عین معرکے میں مارے گئے۔ ان کا سپہ سالار فیروزان بھاگ گیا لیکن مسلمان فوجیوں نے اس کا تعاقب کر کے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ بلاذری کہتا ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس فتح کا نام فتح الفتوح رکھ دیا گیا۔ عربوں کے ساتھ ایرانیوں کی یہ آخری فیصلہ کن لڑائی تھی۔ اس کے بعد ایرانی کہیں بھی عربوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف پورا ایران اور وسطی ایشیا حضرت عمرؓ کی حکومت کے زیر نگیں آ گیا بلکہ برصغیر ہند کی فتح کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اس لڑائی کے بعد مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا۔ سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار درہم ملے۔ مال غنیمت میں جواہرات سے بھرے ہوئے دو صندوق بھی تھے۔

نہاوند کی اس فتح الفتوح کے تقریباً دو سال بعد 26 ذی الحجہ 23 ہجری یعنی 4 نومبر 644 عیسوی کو مدینہ میں ایک ایرانی غلام ابو لولوۃ فیروز' امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کو بازار میں ملا اور اس نے شکایت کی کہ اس کا مالک مغیرہ بن شعبہ اس سے روزانہ زیادہ خراج وصول کرتا ہے۔ اسے کم کرا دیجیے۔ فیروز کو نہاوند کی لڑائی کے بعد گرفتار کیا گیا اور یہ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر مغیرہ بن شعبہ کے حصے میں آیا تھا۔ وہ مذہبا" عیسائی تھا ایک روایت کے مطابق وہ مجوسی تھا۔ وہ گرفتاری کے بعد دین اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اپنے آبائی مذہب پر ہی قائم رہا تھا اور مدینہ میں جب کسی بچے کو دیکھتا تھا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور روتا تھا اور کہتا تھا "عمرؓ نے میرا کلیجہ کھا لیا ہے"

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں روزانہ بطور خراج کتنے پیسے دینے پڑتے ہیں اس نے کہا کہ دو درہم۔ حضرت عمرؓ نے استفسار کیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ اس نے بتایا کہ آہن گری' نقاشی و نجاری۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم کئی کام کرتے ہو اس لئے تمہارا خراج زیادہ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے مزید کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی پن چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور سے آٹا پیس دے۔ اس نے کہا' ہاں (میں یہ کام کر سکتا ہوں)۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم میرے لئے ایسی چکی بنا دو۔ وہ بولا اگر میں زندہ رہا میں آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چرچا رہے گا۔ سرراہ اس واقعہ کے تیسرے دن صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ صبح کے وقت نماز کے لئے مسجد میں پہنچے۔ جب صف بندی ہو گئی اور آپ نے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی تو عین اس وقت فیروز ابو لولوۃ نمازیوں میں گھس آیا اور ایک دو دھاری خنجر سے امیرالمومنین پر چھ وار کئے۔ اس کا ایک وار آپ کی ناف کے نیچے پڑا۔ فیروز نے اس واردات کے فوراً بعد موقعہ پر ہی خودکشی کر لی اور اس کے اس قاتلانہ حملہ کے تیسرے دن یعنی 27 ذی الحجہ 23ھ (7 نومبر 644ء) خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا۔ جب آپ نے وفات پائی' اس وقت ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر پچپن سال تھی۔ دوسری روایت کے مطابق ترپن سال چند مہینے تھی۔ تیسری روایت یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ ایک اور قول یہ ہے کہ آپ کی عمر اکسٹھ سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور ایک تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ آپ کی ازواج میں ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب بھی شامل تھیں۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ تھیں۔ آپ نے ان کے لئے چالیس ہزار کا مہر مقرر کیا تھا۔ ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا عہد خلافت سن ہجری کے مطابق دس سال چھ مہینے چار دن تھا اور سن عیسوی کے مطابق دس سال دو مہینے تیرہ دن تھا۔ ان کے دس سالہ عہد خلافت میں عراق' ایران' شام' فلسطین' اردن' لبنان اور مصر فتح ہوئے تھے اور اس طرح مملکت کا جو رقبہ رسول اللہؐ کی وفات کے موقع پر صرف مدینہ تک محدود تھا' حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر 2 251 030 مربع میل تک بڑھ گیا تھا۔

Marfat.com

باب: 7

بیرونی فتوحات ---- طبقاتی تقسیم کا شاخسانہ
ایران کی ہزیمت اور شیعیت کا پیش خیمہ

مسلمانوں کی ان عظیم الشان فتوحات کے اسباب کے بارے میں مختلف مورخین کی مختلف رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ "اہل عرب میں اسلام کی تعلیم اور آنحضرت کی صحبت پاک کے اثر سے بے نظیر ہمت' ایثار' استقلال' عالی حوصلگی اور شجاعت پیدا ہو گئی تھی اور وہ اخلاق فاضلہ میں انسانیت کی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس قوم سے تبلیغ حق کا کام لینا تھا اس لئے ان میں ملکوتی صفات پیدا کر کے ان کے دلوں کو باہم متفق کر دیا تھا۔ وہ ان اوصاف کے ساتھ اقوام عالم کے سامنے حق کو پیش کرنے کے لئے نکلے۔ ایسی حالت میں کونسی دنیاوی طاقت ہو سکتی تھی جو ان کی ٹکر کو اٹھا سکتی۔ ہر ملک کی رعایا ان کی عدل و انصاف اور وفاداری و راست بازی کی وجہ سے ان کی گرویدہ ہو جاتی تھی بلکہ ان میں سے اکثر اسلام قبول کر کے اس لشکر حق میں شریک ہو جاتے تھے یا جزیہ دینا قبول کر لیتے تھے[1]"

دوسری رائے یہ ہے کہ ان فتوحات کا تبلیغ اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اور پھر حضرت عمرؓ نے عربوں کا رخ بیرونی فتوحات کی طرف محض اس لئے موڑ دیا تھا کہ مدینہ میں عہدہ خلافت کے بارے میں ان کی جو مخالفت ہو رہی تھی وہ کامیاب نہ ہونے پائے۔ "کار پردازان حکومت عربوں کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کو دو چیزیں نہایت مرغوب ہیں لڑائی کرنا اور مال غنیمت لوٹنا۔ لہٰذا اس مشکل کا حل اس طرح کیا گیا کہ ان کو مدینہ سے باہر لڑائی پر

Marfat.com

بھیج دیا جہاں ان کو ان کی دونوں مرغوب چیزیں مل گئیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ جب فاتح یعنی حضرت عمرؓ نے خود کہہ دیا کہ نبوت اور حکومت علیحدہ علیحدہ شے ہیں اور نبوت میں حکومت شامل نہیں ہے یعنی مذہب اور حکومت جداگانہ شے ہیں تو پھر اب کسی کو حق حاصل نہیں کہ حکومت کی غلطیوں کو مذہب کے سر تھوپے۔ جو فتوحات ہوئیں وہ مذہب کی خاطر نہیں ہوئی تھیں اور اسلام کا پھیلانا ان فتوحات کا مدعا نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ محض فتوحات کی وسعت و سرعت کو دیکھ کر عش عش کرنے والو! جو سلطنت تم نے پھیلائی ایسی سلطنتیں تو تم سے پہلے اور تمہارے بعد بہت سے فاتح حملہ آوروں نے پھیلائی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ قیصر اعظم، اسکندر اعظم، نپولین اعظم، ہینی بال، شارلیمن، چنگیز خان تاتاری اور تیمور ان سب کی فتوحات اتنی عظیم الشان تھیں کہ جب تک دنیا میں دوسروں کو مٹانے کا ہنر خراج تحسین حاصل کیا کرے گا اس وقت تک زمانہ ان کی فتوحات پر انگشت بہ حیرت و دہان رہے گا۔ قومیں بھی اسی طرح جب اٹھی ہیں تو انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں طوفان برپا کر دیئے ہیں۔ رومن ایمپائر، جرمن ایمپائر، ہسپانوی ایمپائر وغیرہ وغیرہ اپنے اپنے عروج میں حضرت عمرؓ کی سلطنت سے بدرجہا زیادہ تھیں[۲]۔"

تیسری رائے یہ ہے کہ "عرب چونکہ وحشی الخلق ہیں اور درشتی و خودداری، بلند ہمتی اور حکمرانی کا چسکا بڑے پیمانے پر اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے یہ بعض بعض کا محکوم بننا بڑی مشکل سے گوارا کرتے ہیں۔ یہ اپنی خواہشات میں کسی خاص نقطہ پر بڑی مشکل سے جمع ہوتے ہیں۔ جب نبوت یا ولایت کی دعوت ان میں پھیلتی ہے تو داعی چونکہ ان ہی میں سے ہوتا ہے تو ان کی نخوت و اکڑ ساری کافور ہو جاتی ہے اور یہ بہت آسانی سے رام ہو کر اکٹھے ہو جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ جب یہ اتحاد و اتفاق کی ایک ہی لڑی میں پروئے جاتے ہیں تو ملکوں پر چھا جاتے ہیں اور ملکوں کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھال لیتے ہیں۔ عرب گو درشت خو اور درشت مزاج ہوتے ہیں مگر تمام قوموں کو بلا کر حق و ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کی طبیعتیں کج ملکات اور مذموم عادات سے پاک ہوتی ہیں۔ وحشی الطبع ہونے کے باوجود فطرت سلیمہ پر قائم ہوتے ہیں۔ اور بھلائی کو تسلیم کر لینے میں بڑی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ عربوں کی طبیعت کا زیادہ سے زیادہ رجحان اس طرف ہوتا ہے

Marfat.com

کہ لوگوں سے ان کے مال اینٹھے جائیں اور ان کو لوٹا کھسوٹا جائے۔ باقی اس کے علاوہ ریاست و حکومت کے جو کچھ فرائض ہیں مثلاً احکام ملی رائج کرنا یا بعض کو بعض کی دستبرد سے بچانا' ان سے وہ قطعی کنارہ کش رہتے ہیں چنانچہ جب قوم پر قابو پاتے ہیں تو اخذ اموال کا مقصد سامنے رکھتے ہیں اور تمام احکام ملکی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ۔۔۔۔ ہاں دین و مذہب کی جلا سے جب عرب کی طبائع کا رنگ پلٹتا ہے تو پھر سیاست ملکی کی قابلیت ان میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ مذہب ان میں ظلم و تشدد کی جڑ کاٹ کر محبت و پیار پیدا کرتا ہے اور ایک کو دوسرے کی طرف دست درازی سے روکتا ہے۔ چنانچہ جب عرب قوم میں حکومت و سلطنت کی بنیاد پڑی اور دین نے شرعی قوانین کے ماتحت سیاسی امور کو پختگی سے ملک میں رائج کیا اور وہ احکام رائج و نافذ کئے جو آبادی کی ظاہری و باطنی مصالح کی رو سے از بس ضروری تھے اور اسی نہج پر خلافتوں کا سلسلہ چلا تو پھر ان عربوں کی حکومت نے زور پکڑ لیا اور ان کی سلطنت میں ایک شان پیدا ہو گئی۔ چنانچہ رستم ایرانی فوج کا سپہ سالار جب مسلمانوں کو جماعت کی صف بندی میں اکٹھا دیکھتا تو کہتا کہ عمرؓ واقعی کرشمہ ساز انسان ہے کہ عرب کے کتوں کو کیسے آداب سکھا رہا ہے۔[۳]"

چوتھی رائے یہ ہے کہ "جب اسلام کی فتوحات شروع ہوئیں وہ اہل فارس اور اہل روم کی مملکتوں میں قومی' معاشرتی اور مذہبی انتشار کا زمانہ تھا ۔۔۔۔ زرتشت' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے جو شمع روشن کی تھی اس کی لو انسانی خون کے چھینٹوں سے بجھائی جا چکی تھی۔ ایک بگڑی ہوئی زرتشتیت اور ایک اس سے بھی زیادہ بگڑی ہوئی عیسائیت جو ایک دوسرے پر برسرپیکار تھیں' انسانی ضمیر کی ناطقہ بندی کر رکھی تھی اور کرہ ارض کے بعض شادمان ترین خطوں کو لہو کی ندیوں کا سنگم بنا رکھا تھا۔ بالادستی کی خاطر مسلسل رزم آرائیوں' دائمی خانہ جنگیوں اور مذہبوں اور فرقوں کی لگاتار چپقلشوں نے قوموں کا خون زندگی نچوڑ لیا تھا اور روئے زمین کے باشندے جو ایک بے جان مشائخ پرستی کی آہنی ایڑیوں سے کچلے جا رہے تھے' خدا سے اپنے آقاؤں کے مظالم کی فریاد کر رہے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک نجات دہندہ کی اس سے زیادہ ضرورت کبھی لاحق نہ ہوئی تھی۔[۴]" اس چوتھی رائے کی تائید میں یہ تاریخی حقیقت پیش کی جاتی ہے کہ جب عربوں نے ایران کی طفیلی مملکت حیرہ پر قبضہ کیا تھا اس وقت ایران طوائف الملوکی کا شکار تھا کیونکہ اردشیر کی موت

Marfat.com

کے بعد وہاں کوئی بادشاہ نہیں رہا تھا پھر "جب لشکر اسلام سواد میں اہل فارس کو پیہم شکستیں دے رہا تھا اس وقت رستم اور فیرزان میں باہم اختلاف تھا اور سرداران فارس نے ان دونوں کے پاس جا کر یہ کہا تھا کہ تم دونوں کے اختلاف سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہاری بدولت ہم لوگ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ عرب کی وحشی قومیں کہاں تک بڑھ آئی ہیں۔ بغداد کو لوٹا' تکریت پر حملہ کیا' ان دونوں کے بعد باقی کیا رہ گیا صرف مدائن وہ بھی ایک نہ ایک دن ان کے حملے کی نظر ہو جائے گا۔[۵]"

حضرت عمرؓ کے عہد کی فتوحات کے اسباب کے بارے میں ان چاروں آراء میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور موجود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلامی تعلیمات نے عرب قبائل میں حیرت انگیز ولولہ وجوش پیدا کیا تھا اور وہ مفلس اور قلیل التعداد ہونے کے باوجود خوشحال اور کثیرالتعداد عجمیوں کے مقابلے میں ایک ملت واحدہ کی حیثیت سے لڑتے تھے۔ تاہم تاریخ عالم یہ بتاتی ہے کہ قوموں میں اس قسم کا جوش و ولولہ غیرمذہبی' ملکی یا قومی یا نسلی یا قبائلی بنیادوں پر بھی پیدا ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ظہور اسلام سے قبل روم کے قیصر' مقدونیہ کے اسکندر اعظم اور تیرہویں صدی میں منگولیا کے چنگیز خان نے جو عظیم سلطنتیں قائم کی تھیں ان کے اسباب میں کوئی مذہبی عنصر شامل نہیں تھا۔ اٹھارہویں صدی میں نپولین نے بھی اپنی عظیم سلطنت کے قیام کے لئے مذہب کا جھنڈا نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ اس کی بنیاد قوم پرستی پر تھی۔ اسی طرح انیسویں صدی میں انگریزوں کی جو فقید المثال ایمپائر قائم ہوئی اس کے پس پردہ بھی مذہب کی کارفرمائی نہیں تھی بلکہ اس کی اساس سرمایہ دارانہ قوم پرستی تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مدینہ میں مسئلہ خلافت پر بدستور اختلاف موجود تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی اولیت کا نظریہ مر نہیں گیا تھا البتہ اس میں سکون و جمود ضرور آگیا تھا جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ لوگ مختلف جنگوں اور فتوحات میں مصروف تھے اور برابر کامیابی ان کے قدم چوم رہی تھی۔ اس لئے اعتراض کرنے والوں کو ایسا کوئی گوشہ نہیں ملتا تھا جس کے راستے سے وہ لوگوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کر سکیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں عربوں کی سیاست' معاشرت اور معیشت قبائلی تھی۔ ان کی زیادہ تر لڑائیاں مال غنیمت' جن میں لونڈی غلام بھی ہوتے تھے' کے لالچ کے تحت ہوتی تھیں۔ چونکہ مال غنیمت کے چار حصے لشکریوں میں تقسیم ہوتے تھے اس لئے انہیں بہت فائدہ پہنچتا تھا اور وہ

Marfat.com

اس فائدہ کے حصول کے لئے متحد ہو کر بڑے جوش سے لڑتے تھے۔ اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے ساتویں عشرے میں اہل فارس اور اہل روم کی سلطنتیں سیاسی، معاشرتی، معاشی اور ثقافتی انتشار کا شکار تھیں۔ وہ ریت کی دیواریں تھیں جو عربوں کی ایک ٹھوکر سے گر گئیں۔

مزید برآں مسلمانوں کی ان عظیم الشان فتوحات میں حضرت عمرؓ کی اعلیٰ قیادت نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ اہل تشیع کے بعض عناصر کے سوا سب مورخین اس رائے سے متفق ہیں کہ وہ نہایت دیانت دار، راست گو، اعلیٰ منتظم، مصنف مزاج، غریب نواز، سادگی پسند اور دوسرے اعلیٰ سیاسی اور معاشرتی صفات کے حامل تھے۔ ان کے اقوال و اعمال میں منافقت کا عنصر نہیں تھا۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کی صاف گوئی کا معترف تھا۔ اگرچہ آپ غریبوں اور مظلوموں کے بہت ہمدرد تھے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ ایک سخت گیر حکمران کی حیثیت سے بھی مشہور تھے۔ آپ اپنے فیصلے پر نہ صرف خود سختی سے عمل کرتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی سختی سے عمل کراتے تھے۔ تاہم آپ میں مذہبی سخت گیری بالکل نہیں تھی۔ وہ مفتوح رعایا کو جبراً" دین اسلام میں داخل کرنے کے خلاف تھے۔ آپ نے بیت المقدس میں مغلوب عیسائیوں سے رواداری کا جو سلوک کیا اس کی سارے مورخین تعریف کرتے ہیں۔ آپ کے سیاسی کردار پر عرب نیشنلزم اور قبائلی معاشرت کی چھاپ نمایاں تھی اور قبائلی عرب میں وہ قبیلہ قریش کی برتری کے قائل تھے۔ غالباً اسی وجہ سے آپ نے صحابہ کبار پر مشتمل اپنی جو مجلس مشاورت تشکیل کی تھی اس میں کوئی انصاری صحابی شامل نہیں تھا۔ آپ قبائلی سادگی و کفایت شعاری کے دلدادہ تھے اور دنیاوی متاع اور حب جاہ و جلال کو فتنہ و فساد کا سرچشمہ تصور کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ مدائن اور جلولہ سے موصولہ مال غنیمت کی بہتات دیکھ کر رو پڑے تھے اور یہ کہا تھا کہ اللہ جس قوم کو یہ (مال) عطا کرتا ہے ان میں باہمی بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور جب ان میں باہمی بغض و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو ان میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔[6] اسی وجہ سے آپ نے شام کے دورہ کے موقع پر معاویہؓ کا شاہانہ تزک و احتشام (لباس و پوشاک دیکھ کر کہا تھا) "معاویہؓ! یہ کیا فرعونیت ہے؟[7]" اور اسی وجہ سے وہ بیت المقدس کے دورہ کے موقع پر یزید بن ابی سفیان، ابو عبیدہ بن جراحؓ اور خالد بن ولیدؓ کو دیبا و حریر کی قباؤں میں ملبوس دیکھ کر برہم ہوئے تھے اور

Marfat.com

طیش سے یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم لوگ میرے استقبال کو اس زیب و زینت سے آتے ہو' دو ہی برس میں اپنی حالت تبدیل کر لی اور عجمیوں کی عادت اختیار کرلی۸" آپ کو مسلمانوں میں فرقہ بازی اور انتشار و افتراق اور خانہ جنگی کا ہمیشہ خدشہ لاحق رہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے عہد میں نہ صرف مفتوحہ علاقوں میں مقیم عربوں کی قبائلی عصبیتوں اور عداوتوں کا خاتمہ نہیں ہوا تھا بلکہ خود مدینہ میں بھی قبائلی گروہ بندیاں جاری رہی تھیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ "ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے (مخصوص) محفلیں قائم کر رکھی ہیں یہاں تک کہ جب دو اشخاص بھی کہیں بیٹھتے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھیوں میں سے ہیں اور فلاں کے ہم نشین ہیں۔ یہاں تک ہر طرف مجالس و محافل کی کثرت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم! یہ چیز تمہارے دین و مذہب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے نیز تمہاری عزت و شرافت اور خود تمہاری ذات میں بھی دخیل ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بعد جو آئیں گے وہ یہ کہیں گے یہ فلاں کی رائے ہے۔ یہ لوگ اسلام کو کئی حصوں میں بانٹ دیں گے۔ تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھا کرو۔ اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا رعب زیادہ قائم رہے گا۔ اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور میں بھی ان سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میرے احساسات جداگانہ ہیں اور ان کے احساسات الگ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم ہے کہ ہماری کیا حالت ہو گی۔ مجھے اسی قدر معلوم ہے کہ ان کا صرف اپنے قبیلہ سے تعلق ہے۔ اس لئے اے خدا' مجھے اٹھا لے۹"

مسلمانوں میں انتشار و افتراق اور فرقہ بازی و گروہ بندی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا یہ خدشہ حقیقی اور ٹھوس بنیاد پر قائم تھا۔ انہوں نے پہلے عہد رسالت میں' پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے عہد میں اور پھر اپنے دور حکومت میں عرب قبائل کی عصبیت' بدویت' وحشت' موقع پرستی' ہوس پرستی' ہوس زر' حب جاہ اور کینہ پروری کا خود مشاہدہ کیا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ بیشتر اعراب نے فتح مکہ کے بعد محض مفاد پرستی اور موقع شناسی کے تحت اسلام قبول کیا تھا۔ اب جبکہ انہوں نے اسلام کا پرچم اٹھا کر ایران سے لے کر مصر تک کے وسیع و عریض علاقے کو اپنے زیر تسلط کر لیا تھا اور اب جبکہ انہیں بے پناہ مال غنیمت'

Marfat.com

لونڈی، غلام اور دوسری دنیاوی نعمتوں کا چسکا پڑ گیا تھا ان میں اقتدار و دولت کے لئے گروہ بندی اور فرقہ بازی ناگزیر تھی۔ بظاہر حضرت عمرؓ کا عہد اقتدار مسلمانوں میں مکمل اتحاد و اتفاق کا عہد تھا۔ اس عہد میں مسلمانوں میں کوئی بڑا جھگڑا نہیں اٹھا۔ جہاں کہیں اور جب کبھی کسی چھوٹے موٹے فتنے نے جنم لیا تو اسے فوراً ہی خوش تدبیری اور دانشمندانہ عجلت سے فرو کر دیا گیا۔ تاہم یہ ایک تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں مسلمانوں میں بعض ایسے تضادات کی بنیاد پڑی جنھوں نے بعد میں عالم اسلام میں کبھی اتحاد و اتفاق پیدا نہیں ہونے دیا۔ پان اسلام ازم یا اتحاد اسلامی کے تصور کی قبر حضرت عمرؓ کے عہد میں ہی کھودی جانی شروع ہو گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں میں مال غنیمت کی فراوانی اور ان کی باہمی گروہ بندی سے پریشان ہوئے تھے اور انہیں مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی کا خدشہ لاحق ہوا تھا۔ دس سالہ عہد فاروقی میں جن تضادات کی بنیاد پڑی وہ یہ تھے۔

1۔ خلافت کے بارے میں حضرت علیؑ کی اولیت کا تصور اندر ہی اندر زور پکڑ گیا۔ کیونکہ بیرونی فتوحات کے باعث ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ نے اگست 634ء (13ھ) میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا تو جن لوگوں نے اس نامزدگی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا ان میں حضرت علیؑ بھی شامل تھے۔ ابو سفیان بن حرب اور خالد بن سعید نے اس سلسلے میں حضرت علیؑ کو اکسا کر فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ سے افضل ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس قسم کی رائے حضرت عمارؓ بن یاسر، ابوذر غفاریؓ سلمان فارسیؓ، جابر بن عبداللہؓ، عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد، ابی بن کعب، حذیفہ اور دیگر بہت سے صحابہ کی تھی۔ غالباً اسی لئے آپ نے ایک مرتبہ اس متنازعہ فیہ مسئلہ کے بارے میں ابن عباس سے بات چیت کی تھی۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق "آپ نے فرمایا، اے ابن عباسؓ! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد صلعم کے بعد تمہاری قوم کو (یعنی قریش کو) تم سے کس چیز نے روکا؟ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا اس لئے میں نے کہا، اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیرالمومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں۔ آپ نے فرمایا، وہ (یعنی قریش) یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت و خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بدسلوکی کرو۔ اس لئے قریش نے اسے (خلافت کو) اپنے لئے پسند نہ کیا

Marfat.com

کہ ان کی یہ رائے سردست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے"۔ میں نے کہا' امیرالمومنین! اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا' اے ابن عباس' تمہیں بولنے کی اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا ہے کہ قریش نے اپنے لئے اسے انتخاب کیا اور اس معاملہ میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) اگر قریش اپنے لئے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابل رد اور ناقابل حسد ہوتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت و خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس (وحی کو) جو اللہ نے نازل فرمائی تھی۔ پسند نہیں کیا اس لئے اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے"۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا' ہائے افسوس خدا کی قسم! اے ابن عباس مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدر و منزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میں نے کہا' امیرالمومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اسے دور کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا' مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو' انہوں نے (قریش نے) اسے (خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ رکھا ہے۔ میں نے کہا' آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقلمند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا۔ انہیں کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اے بنو ہاشم! تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا۔ میں نے کہا' اے امیرالمومنین ٹھہریئے۔ آپ ایسے لوگوں کے اصولوں پر الزام نہ لگایئے۔ جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو حسد اور مکر و فریب کی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہؐ کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے آپ نے فرمایا' اے ابن عباس! تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میں نے کہا' بہت بہتر' جب میں جانے کے لئے کھڑا ہوا تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی آپ نے فرمایا' اے ابن عباس تم بیٹھے

Marfat.com

رہو۔ مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے۔ میں نے کہا' اے امیرالمومنین' میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے۔" اس کے بعد آپ اٹھ کر چلے گئے۔!! بعض سنی العقیدہ علماء اور مورخین ابی جعفر محمد بن جریر طبری کی نقل کردہ ابن عباس کی اس روایت کی صحت سے انکار کرتے ہیں لیکن اہل تشیع علماء اور مورخین اس روایت کو حضرت عمرؓ کے خلاف الزامات کی ایک بڑی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ معلوم نہیں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے۔ تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کی اولیت کا تصور زندہ رہا تھا' مدینہ کی نجی محفلوں میں اس کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا اور حضرت عمرؓ ان مجالس و محافل سے پریشان ہو کر قریش کو تلقین کرتے تھے کہ "تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھو' اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا رعب زیادہ قائم رہے گا"۔ لیکن یہ سرگوشیاں جاری رہیں اور نتیجتہً حضرت عمرؓ کی وفات کے چند ہی سال بعد اس سادہ سے سیاسی تصور نے بڑی اہمیت اختیار کر لی اور وہ ایک مستقل مذہبی نظریہ بن گیا۔ اسلامی مملکت میں توسیع کے ساتھ ساتھ اس تصور میں شدت اور اضافہ ہوا حالانکہ حضرت عمرؓ نے عالم نزاع میں اس کے سدباب کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے اپنے بعد مسئلہ خلافت کو طے کرنے کے لئے صحابہ کبار کی ایک مجلس مشاورت مقرر کی تھی۔ لیکن اس مجلس نے جس طرح سے یہ مسئلہ طے کیا اس سے حضرت علیؑ کی افضلیت کا تصور ختم نہ ہوا بلکہ یہ تصور پختہ سے پختہ تر ہو گیا تھا۔

2۔ حیرہ' عراق' ایران' شام' لبنان' فلسطین اور مصر کی فتوحات کے باعث جو بے پناہ مال غنیمت موصول ہوا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس شہر کا معاشرتی' تہذیبی' ثقافتی اور معاشی نقشہ بدل دیا۔ لوگوں کے گھروں میں یکایک خوشحالی آ گئی تو ایرانی لونڈیوں اور غلاموں کے ذریعے لہو و لعب کی محفلیں جمنے لگیں۔ بالفاظ دیگر مدینتہ النبیؐ معاشرتی' ثقافتی اور معاشی طور پر طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اسلامی مساوات روز بروز کم سے کم تر ہوتی چلی گئی تھی۔ ایک اشراف و امراء کا طبقہ تھا اور دوسرا غرباء و مساکین کا طبقہ تھا۔ لونڈیوں اور غلاموں کا طبقہ الگ تھا۔ دولت کی فراوانی اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ حضرت عمرؓ کی سمجھ میں

Marfat.com

نہیں آتا تھا کہ اس کا کیا کیا جائے چنانچہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سمیت صحابہ کبار سے پوچھتے تھے کہ اس دولت کو کس طرح صرف کیا جائے۔ بالآخر آپ نے صحابہ کبار کے مشورے کے مطابق پہلے قبیلہ قریش اور انصار کے قبائل کی مردم شماری کرا کے ان کا ایک دیوان مرتب کرایا۔ جب یہ دیوان یا رجسٹر مرتب ہو گیا تو آپ نے بہ لحاظ درجات کسی کی پانچ ہزار' کسی کی چار ہزار' کسی کی تین ہزار' کسی کی ڈھائی ہزار' کسی کی دو ہزار' پانچ سو' تین سو' ڈھائی سو' دسو علیٰ قدر مراتب تنخواہیں مقرر کیں۔ ازواج مطہرات کی تنخواہیں دس دس ہزار مقرر کی گئیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو مقررہ تنخواہ سے دو ہزار زائد دیئے گئے اور عورتوں میں مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر ہوئے۔ اہل بدر کے لئے پانچ ہزار درہم' پھر چار ہزار' پھر تین ہزار' پھر دو سو' اور لڑکوں کو سو سو اور مساکین کو دو دو جریب ماہوار تنخواہیں تجویز ہو کر دی گئیں اور بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رکھا گیا۔ بعض نے بیت المال میں کسی قدر باقی رکھنے کی درخواست کی۔ عمر فاروقؓ نے جواب دیا "میرے بعد یہی بناء فساد ہو گا"۔ علاوہ ازیں حکیم احمد حسین عثمانی کے بیان کے مطابق تقسیم مدارج کی فہرست اس طرح تھی:

عباس بن عبدالمطلب	پانچ ہزار درہم
علی بن ابی طالبؓ	پانچ ہزار درہم
ازواج مطہرات	دس ہزار درہم سالانہ
عائشہ صدیقہؓ	بارہ ہزار درہم سالانہ
اصحاب اہل بدر	پانچ ہزار درہم سالانہ
اصحاب بدر کے لڑکوں کو	دو ہزار درہم سالانہ
شرکا بدر کے بعد سے صلح حدیبیہ تک کے اصحاب	چار ہزار درہم سالانہ
انصار	چار ہزار درہم
اسامہ بن زیدؓ	چار ہزار درہم
مہاجرین قبل فتح مکہ اور شرکاء فتح وغزوات تا واقعہ قادسیہ	تین ہزار درہم
جو لوگ مکہ میں ایمان لائے یا جنگ	

Marfat.com

قادسیہ و یرموک میں شریک ہوئے	ایک ہزار
شرکاء جنگ یمامہ	دو ہزار درہم
یمن اور قیس والوں کو جو	چار ہزار درہم سالانہ
شام میں تھے	علیٰ قدر مراتب
قادسیہ و یرموک کے بعد کے مجاہدین	ایک ہزار درہم سالانہ
مثنیٰ کی فوج ردیف	پانچ سو درہم سالانہ
لیث اور ان کے بعد کی فوج	تین سو درہم سالانہ
ربیع کی فوج ردیف	دو سو پچاس درہم سالانہ
اہل بدر کی بیویوں کو	پانچ سو درہم سالانہ
ازواج اہل بدر کے بعد شرکاء صلح	
حدیبیہ تک کی بیویوں کو	چار سو درہم سالانہ
صلح حدیبیہ کے بعد کی بیویوں	
سے اس عہد تک کی بیویوں کو	تین سو درہم سالانہ[۱۲]"

حسنؓ، حسینؓ، ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ کو باستثنا اپنے اہل کے، اہل بدر میں شریک کر کے پانچ پانچ ہزار درہم تنخواہیں دی گئیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقسیم مدارج سے معاشرہ میں طبقات کا وجود میں آنا ناگزیر تھا۔ طبقات وجود میں آئے تو ان میں کشمکش و تصادم ناگزیر تھا چنانچہ پانچ چھ سال بعد حضرت عمرؓ کے جانشین حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایسا ہی ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میں نے بعد میں معلوم کیا اگر اس کا علم پہلے ہو جاتا تو میں سرمایہ داروں سے فالتو دولت چھین کر فقراء میں بانٹ دیتا۔[۱۳]"

3۔ لیکن ایران کی فتح کے بعد ایرانیوں اور عربوں میں جو قومی تضاد پیدا ہوا وہ متذکرہ دونوں تضادوں سے زیادہ شدید اور خطرناک نتائج کا حامل تھا۔ ایرانیوں کی مملکت بہت پرانی تھی اور وہاں ایک ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے زرعی انقلاب کے نتیجے میں ان کی معاشرت، تہذیب، ثقافت اور معیشت نے بہت ترقی کی تھی۔ وہاں سینکڑوں سال سے علم و حکمت کا دور دورہ تھا اور صنعت و حرفت خاصی ترقی یافتہ تھی۔ ان کے برعکس اہل عرب اپنے

Marfat.com

اردگرد کے لوگوں سے تمدن و تہذیب میں بہت پیچھے رہ گئے تھے اور ان پر بدویت ہی غالب رہی تھی۔ اکثر عربوں کی معیشت خانہ بدوش قبائلی معیشت تھی۔ جو کسی جگہ جم کر نہیں رہتے تھے۔ اس جگہ سے انہیں کوئی مستحکم وابستگی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ زراعت پیشہ اقوام کی ہوتی ہے۔ ابن خلدون کے بقول ان کا ایک اہم وسیلہ معاش لوٹ مار تھا۔ انہیں کھانے پینے اور رہنے سہنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ وہ عقارب اور سوسمار کھاتے تھے اور اونٹ کی اون خون میں پکا کر کھاتے اور فخر کرتے تھے۔ جہاں تک شام اور مصر کا تعلق تھا ان کی تہذیبیں ہزاروں سال پرانی تھیں لیکن تقریباً ایک ہزار سال رومیوں کی فتوحات کی وجہ سے ان کی اپنی تہذیب و ثقافت ظہور اسلام کے موقع پر تقریباً نابود ہو چکی تھی اور وہ اہل روم کی سینکڑوں سال کی استبدادیت سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے جب عربوں نے ساتویں صدی عیسوی کے پانچویں عشرے میں شام اور مصر کا رخ کیا تھا تو وہاں کے عوام نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ شام کے مقامی عیسائیوں اور یہودیوں نے کئی جگہ عرب حملہ آوروں کی خفیہ حمایت و امداد کی تھی اور ان کا خیر مقدم کیا تھا۔ اسی طرح مصر کے قبیلوں نے بھی عربوں کو خوش آمدید کہا تھا کیونکہ ان کے لئے یہ محض حکمرانوں کی تبدیلی کا سوال نہیں تھا ان کی اپنی سلطنت' تہذیب' ثقافت اور معاشرت کی تبدیلی کا سوال نہیں تھا۔ بگڑی ہوئی عیسائیت نے ان کی زندگیاں حرام کر رکھی تھیں اس لئے انہوں نے دین اسلام کے علمبردار عربوں کا خیر مقدم کیا۔ ایرانیوں کی صورت حال شامیوں اور مصریوں سے بنیادی طور پر مختلف تھی۔ اگرچہ پانچویں صدی کے ساتویں عشرے میں وہاں طوائف الملوکی تھی اور ان کی معاشرت کا شیرازہ بکھرا پڑا تھا اور عوام الناس حکمران طبقے کی لوٹ کھسوٹ اور بد اطواریوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ تاہم ان میں ایک قومی تشخص و تفاخر موجود تھا۔ ابن خلدون کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "پارسیوں میں علوم عقلیہ خاص طور پر پروان چڑھے تھے کیونکہ ان کی سلطنت بھی زبردست تھی اور صدیوں تک مسلسل قائم رہی جس نے علوم کی جڑ کو مضبوط و استوار کر دیا اور مشہور یوں ہے کہ یونان میں بھی یہ علوم فارس سے ہی منتقل ہو کر آئے ہیں یہ وہ وقت تھا کہ سکندر نے دارا کو قتل کر کے پورے فارس کو زیر اقتدار کر لیا تھا اور تمام کتابوں کے وہ کثیر ذخائر اپنے قبضہ میں لے آیا تھا جو حد و شمار سے باہر تھے۔"[۱۲]

Marfat.com

عربوں کی یلغار سے پہلے ایران پر ساسانی خاندان حکمران تھا۔ اس کی حکومت 226 عیسوی سے لے کر 651ء تک قائم رہی تا آنکہ عربوں نے ان کے ہاتھ سے حکومت چھین لی اور ایران کو اپنے زیر نگیں کر لیا۔ بدوی عربوں نے نہ صرف ایرانیوں کی تہذیب و ثقافت کو برباد کیا اور ان کا مال و اسباب لوٹا بلکہ ان کے خوبصورت شہروں و قصبات کو تباہ و برباد کیا۔ لاتعداد ایرانی عربوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ جن میں سے کچھ لونڈی غلام بنا لئے گئے اور عربوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ جب عرب ایرانی لونڈیوں اور غلاموں سے خدمت لینے لگے اس وقت تک یہ لوگ کس طرح کے تمدن اور تہذیب سے آشنا نہیں تھے۔ اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں کہ ان کے سامنے چپاتیاں لائی گئیں تو وہ انہیں کاغذ کے ٹکڑے سمجھے۔ کسریٰ کے خزانوں میں انہیں کافور مل گیا تو انہوں نے اسے نمک سمجھ کر اپنے آٹے میں ڈال لیا۔ ایرانیوں کے لئے یہ قومی المیہ قیامت سے کم نہیں تھا۔ اگرچہ عربوں کی نہاوند میں فتح الفتوح کے چھ سات سال بعد جب ایرانی سلطنت کا مکمل خاتمہ ہوا تو ایرانیوں کی بھاری اکثریت نے بگڑی ہوئی زرتشتیت کو ترک کر کے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن وحشی الخلق عربوں کے خلاف ان کی نفرت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ایرانیوں اور عربوں کا تضاد بہت پرانا تھا۔ اسی لئے جب آٹھ (8) ہجری میں رسول اللہ صلعم نے ایران کے شہنشاہ کو اسلام میں داخل ہونے کا دعوت نامہ ارسال کیا تھا تو اس شہنشاہ نے رسول اللہ صلعم کے خط کو پھاڑنے کی گستاخی کی تھی اور والی یمن کو رسول اللہؐ کے قتل کا حکم دیا تھا' اور پھر قادسیہ اور نہاوند کی لڑائیوں سے پہلے شہنشاہ ایران اور اس کے سپہ سالاروں نے عرب سفیروں سے جو بات چیت کی تھی اس میں عربوں کے لئے ان کی حقارت و نفرت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اس حقارت و نفرت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس ایرانی غلام نے حضرت عمرؓ کو قتل کیا تھا وہ اس واردات سے پہلے مدینہ میں روتا پھرتا تھا اور حضرت عمرؓ کو بد دعائیں دیتا تھا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے عہد میں مفتوحین ان سے راضی نہ تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ ان سے جو کچھ کرایا جاتا ہے وہ ان کے لئے ناگوار و ناقابل برداشت تکلیف ہے۔ یہ لوگ خود کو تہذیب و تمدن میں بہت آگے سمجھتے تھے اور ان کے خیال میں عربوں نے ان کی ثقافت پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ للذا انہیں ہرگز گوارا نہ تھا کہ عرب کے بادیہ نشین اس متمدن قوم پر مسلط ہو جائیں۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی شہادت اسی غم و غصہ کا نتیجہ ہے کیونکہ ان ہی مفتوحین میں سے ایک شخص نے آپ کو شہید کر دیا تھا۔[15]"

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "مدائن کی فتح کے بعد جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس کی قیمت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ اس مال سے حسب دستور خمس نکال کر دربار خلافت بھیجا گیا۔ کسریٰ اور نعمان کی تلواریں، نوشیرواں کا تاج، بادشاہوں کے پہننے کے زر نگار کپڑے، فروش اور قدیم یادگاریں لوگوں کو دیکھنے کو بجنسہٖ روانہ کر دیں ۔ ۔ ۔ ۔ اس مال میں ہزارہا نوادرات اور عجائبات روزگار اسباب تھے۔ کسریٰ کا فرش جو نو بہار کے نام سے موسوم اور نوے گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا تھا مسلم بھیج دیا گیا۔ پھول، پتیاں، درخت، نہریں، تصویریں، غنچے، سونے چاندی کے تار، اور جواہرات سے بنائے گئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ جب یہ چیزیں مدینہ پہنچیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اسباب کو فاروق اعظم نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فرش نوبہار کی نسبت ان کا منشا تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے اور چند لوگوں نے بھی پوچھنے پر یہی رائے ظاہر کی تھی۔ لیکن علی مرتضیٰؑ کی رائے اس کی تقسیم کی ہوئی۔ چنانچہ اس کو بھی کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ علی مرتضیٰ کے حصے میں اس کا جو ٹکڑا آیا اس کو انہوں نے تیس ہزار کو فروخت کیا حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے نہ تھا[16]"۔ ابن خلدون مزید لکھتا ہے کہ "ظہور اسلام کے بعد جب فارس فتح ہوا اور اس میں کتب خانے دستیاب ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو لکھا کہ ان کے بارے میں کیا کیا جائے۔ اگر اجازت ہو تو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ نے فرمان صادر فرمایا کہ ان کو دریا برد کر دو کیونکہ اگر ان میں ہدایت ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو سب سے بالاتر ہدایت مل چکی ہے اور اگر ان میں گمراہی ہے تو اس کے ہم حاجتمند نہیں۔ لہٰذا تعمیل حکم میں کتابوں کو دریا برد کیا گیا اور کچھ کو نذر آتش کیا اور پارسی علوم و فنون کا ذخیرہ لٹ گیا اور ہم تک نہ پہنچ سکا۔[17]" زمخشری نے اپنی کتاب ربیع الابرار میں بیان کیا ہے کہ "صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب ایرانی اسیران جنگ کو لے کر مدینہ آئے تو ان اسیران جنگ میں یزدگرد (شہنشاہ ایران) کی تین لڑکیاں بھی تھیں۔ لوگوں نے ان قیدیوں کو فروخت کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے یزدگرد کی بیٹیوں کو بھی فروخت کرنے کا حکم دے دیا تو حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے فرمایا کہ شہزادیوں کے ساتھ وہ سلوک تو نہیں کیا جا سکتا

Marfat.com

جو دوسرے عام لوگوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ پھر ان کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کی قیمت لگائی جائے اور جتنی قیمت ان کی لگے وہ کوئی شخص بیت المال کو ادا کر دے۔ چنانچہ ان کی قیمت لگائی گئی اور حضرت علیؓ نے وہ قیمت ادا کر کے ان تینوں لڑکیوں کو لے لیا۔ ان میں سے ایک لڑکی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو عطا فرمائی اور دوسری اپنے صاحبزادے حضرت حسینؓ کو اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کو مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کے ہاں اس کے بطن سے سالم پیدا ہوئے اور حضرت حسینؓ کے ہاں زین العابدین پیدا ہوئے اور محمد کے ہاں ان کے لڑکے قاسم پیدا ہوئے۔ یہ تینوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں اور ان کی مائیں یزدگرد کی بیٹیاں ہیں۔ بعض محققین نے اس میں شک کیا ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں یزدگرد کی بیٹیاں تھیں بلکہ بظاہر اس میں تو کوئی شک نظر نہیں آتا کہ وہ ایرانی قوم کے کسی اچھے گھرانے کی لڑکیاں ہوں گی۔ مبرد کی کتاب الکامل میں ہے کہ مدینہ کے لوگ باندیوں کے پیٹ سے بچے پیدا کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے مگر جب علی ابن الحسین، قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بڑے ہوئے اور تینوں فقہ اور پرہیزگاری میں مدینہ منورہ کے دوسرے نوجوانوں سے فائق ثابت ہوئے تو لوگوں کو باندیوں کی طرف کافی رغبت ہو گئی"[18]۔ علامہ احمد امین (مصری) لکھتا ہے کہ "حجاز کے امراء کے حصہ میں بہترین باندیاں آئی تھیں جو نسبت کے لحاظ سے بلند ترین تھیں اور ادب اندوزی میں دوسری تمام باندیوں پر فوقیت رکھتی تھیں۔ ان میں وہ باندیاں بھی تھیں جنہوں نے بادشاہوں اور امراء کے محلات میں تربیت پائی تھی اور آداب و تمدن سے اچھی طرح آراستہ و پیراستہ تھیں۔ ان باندیوں نے اپنی باتیں حجاز میں منتقل کیں اور انہیں عربیت کے رنگ میں خوبصورتی کے ساتھ رنگ دیا۔ حجاز میں موسیقی کا سکول قائم کرنے میں ان باندیوں ہی کو سبقت و فضیلت حاصل تھی[19]۔"

ایرانیوں کی اس قومی ذلت و خواری کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو عربوں کے خلافِ ان کی انمٹ نفرت و حقارت کے اسباب با آسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ ایرانی جب اسلام میں داخل ہوئے تھے تو ان کے دلوں میں عربوں کے خلاف جو نفرت و حقارت تھی وہ اسے اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان کی قومیت کا جذبہ اسلامی جذبہ سے بالاتر تھا۔ چنانچہ انہوں نے تشیع کے پردہ میں عربوں سے ہر ممکن طریقے سے جنگ کی، جو آج تک جاری ہے۔

Marfat.com

یہاں تک کہ برصغیر میں جو ایرانی النسل اہل تشیع ہیں ان میں سے بعض عناصر ابھی تک اپنی تقریروں اور تحریروں میں اہل بیت کے سوا دوسرے سارے عربوں' بالخصوص حضرت عمرؓ کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں۔ نہاوند کی لڑائی سے پہلے سرداران فارس نے بھی حضرت عمرؓ کو ایران کے سارے مصائب کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ ان ہی سرداران فارس کا ایک پیروکار آغا محمد سلطان مرزا عہد فاروقی میں عربوں کی فتوحات کو سامراجی فتوحات قرار دیتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان فتوحات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "چونکہ ان فتوحات کا مقصد تبلیغ اسلام نہیں تھا اس لئے اس موقف کی کوئی وقعت نہیں کہ "لڑائی سے پہلے حکام سقیفہ کے لشکر کا جنرل یہ بھی شرطیں عائد کرتا تھا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم تم سے صلح کر سکتے ہیں۔ ایسے حالات کے اندر یہ شرط پیش ہوتی تھی کہ وہ جنرل جانتا تھا کہ یہ منظور نہ ہو گی۔ جب تم نے لشکر جرار کے ساتھ ایک ایسی سلطنت پر حملہ کر دیا جو عرصہ سے قائم ہے اور اس نے تمہیں روکنے کے لئے ایک لشکر بھی تیار کر لیا تو اب اس سے کہنا کہ مسلمان ہو جاؤ بے معنی ہے۔ اس کے جذبات حمیت و غیرت و شجاعت کو تو پہلے بھڑکا دیا اور اس کو جنگ کے درجہ حرارت تک پہلے ہی سے لے آئے تو اب یہ شرط تو محض بے معنی ہو گی۔ تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ ان حالات میں کوئی انسان ایسی شرط منظور نہیں کر سکتا۔ وہ تمہارے مذہب سے ناواقف ہے۔ اور تم نے اپنے مذہب کا وہ رخ بنا کر اس کی طرف پیش کیا ہے کہ تمہارے مذہب کے حق میں ہونے کا امکان اس کے دل سے پہلے ہی سے نکل گیا۔ وہ دل میں کہے گا کہ ایسی قوم کا مذہب کیونکر حق ہو سکتا ہے کہ جس نے بغیر کسی وجہ کے بغیر کسی حق کے' بغیر میرے کسی قصور کے میرے ملک کو مجھ سے چھیننے کا تہیہ کر لیا ہے۔ تبلیغ کا تو قاعدہ ہے کہ اپنے مذہب کو بہترین لباس میں دکھایا جائے۔ تم نے اپنے مذہب کو بدترین لباس طمع و آز میں آراستہ کیا ہوا ہے"[20]۔ مقریزی کا بیان ہے کہ "ایران کی سرزمین سے پے در پے اٹھنے والے اکثر فرقوں کے دین اسلام سے نکل جانے کا سبب یہ تھا کہ ایرانی قوم جو وسیع سلطنت کی مالک تھی' جن کا ہاتھ دوسری قوموں سے ہمیشہ اونچا رہتا تھا' جنہیں اپنی عظمت و سطوت کا قلبی شعور بھی تھا۔ چنانچہ وہ خود کو آزاد و سردار کہا کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ جب وہ اس آزمائش میں مبتلا ہوئے تو عربوں کے ہاتھوں ان کی سلطنت کا زوال آ گیا۔ جن سے انہیں کم سے کم اس کا

Marfat.com

اندیشہ ہو سکتا تھا تو یہ بات ان کو بڑی ہی شاق گزری اور اس مصیبت نے ان کے گھروں میں کہرام مچا دیا۔ مختلف اوقات میں وہ اسلام کو شکست دینے کے لئے جنگ آزمائیاں کرتے رہے۔ مگر ہر میدان جنگ میں خدا نے حق ہی کو فتح دی۔ انہوں نے لکھا کہ یوں کام نہ چلے گا اس لئے کوئی خفیہ تدبیر کرنی چاہئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے بظاہر مسلمان بن کر اور اہل بیت کی محبت ظاہر کر کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا اور حضرت علیؑ پر جو ظلم ہوا تھا اس کی آڑ لے کر متفرق راہوں پر چل نکلے۔ اور مسلمانوں کو صحیح راستے سے بھٹکا کر گمراہی کے غار میں دھکیل گئے۔ ولہوسن (Well Hausin) کا خیال ہے کہ شیعی عقائد نے ایرانی مذہب کی نسبت یہودیت کا زیادہ اثر قبول کر لیا ہے۔ اس کا استدلال یہ ہے کہ اس مذہب (شیعہ) کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ لیکن ڈوزی (Dozy) کا رجحان اس طرف ہے کہ شیعیت کی بنیاد ایرانی ہے' عرب حریت پسند ہیں اور ایرانی شہنشاہیت کے پابند۔ وہ شاہی خاندان میں وراثت کے قائل ہیں۔ وہ خلیفہ کے انتخاب کا مطلب ہی نہیں سمجھتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ آپ نے کوئی لڑکا نہیں چھوڑا تھا۔ لہٰذا آپ کے بعد آپ کے چچیرے بھائی علیؑ بن ابی طالب ہی کو بادشاہ ہونا چاہئے تھا۔ جن لوگوں ۔ ۔ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور دیگر اموی خلفاء ۔ ۔ نے ان سے خلافت لے لی تھی انہوں نے ایک مستحق سے اس کا حق غصب کیا تھا۔ پھر ایرانی اس کے بھی عادی تھے کہ وہ بادشاہ کو الوہیاتی نظر سے دیکھتے آئے تھے۔ اس نظر سے انہوں نے حضرت علیؑ اور ان کی ذریت کو بھی دیکھا اور کہہ دیا کہ "امام کی اطاعت کرنا سب سے پہلا فریضہ ہے اور امام کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔[۲۱]"

مقریزی کا یہ بیان تاریخی شواہد کی روشنی میں صحیح دکھائی دیتا ہے کہ ایرانیوں نے تشیع کی آڑ لے کر عربوں کے غلبہ کے خلاف بغاوت کی۔ لیکن اس کا یہ بیان غیر سائنسی اور متعصبانہ ہے کہ ایرانیوں نے کسی "خفیہ سازش یا خفیہ تدبیر کے تحت مسلمان بن کر اہل بیت کی محبت ظاہر کر کے شیعوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور حضرت علیؑ پر جو ظلم ہوا تھا اس کی آڑ لے کر اور مسلمانوں کو صحیح راستے سے بھٹکا کر گمراہی کے غار میں دھکیل گئے"۔ مقریزی کی طرح متعدد دوسرے سنی العقیدہ علماء اور مورخین کا یہ خیال ہے کہ ایرانیوں نے تشیع کا باغیانہ پرچم ایک سازش کے تحت اٹھایا تھا اور اس کا مقصد محض تفرق

Marfat.com

انگیزی کر کے اسلام کا خاتمہ کرنا تھا۔ یہ خیال تاریخی حقائق پر مبنی نہیں۔ مسئلہ خلافت پر گروہ بندی رسول اللہؐ کی وفات کے فوراً ہی بعد شروع ہو گئی تھی اور علیؑ کی شیعیت ایرانیوں کے اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی شروع ہو چکی تھی لیکن بالکل سادہ طریقہ پر یعنی یہ کہ حضرت علیؑ دو وجوہات سے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ ایک تو اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اور دوسرے نبی صلعم کی قرابت کی وجہ سے۔ پھر حضرت علیؑ کی عائشہ صدیقہؓ معاویہؓ اور خوارج کے ساتھ لڑائیاں ایرانیوں کی سازش کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ یہ عربوں کی باہمی کشمکش اقتدار کا نتیجہ تھیں البتہ بعد میں جب ایرانیوں پر اموی حکمرانوں کی استبدادیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو مظلوم ایرانی عوام نے قدرتی طور پر عربوں کے اس گروہ کا ساتھ دیا جو اموی حکمرانوں کے خلاف تھا۔ ایرانی عوام اس موقعہ پر اپنی قومیت یا اپنے پرانے مذہب کا پرچم بلند نہیں کر سکتے تھے کیونکہ 651ء میں عربوں کے ہاتھوں ان کی سلطنت کے خاتمہ کے ساتھ زرتشتیت کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں ان کا بحیثیت قوم اسلام میں داخل ہو جانے کے واقعہ میں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی۔ ایک ہر طرح سے شکست خوردہ قوم کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ویسے بھی ایرانی عوام کو اپنے پرانے بادشاہوں اور اپنے پرانے مذہب سے نفرت ہو گئی ہوئی تھی کیونکہ یہ دونوں ہر طرح سے تنزل پذیر ہو کر ان کی قومی ذلت و خواری کا باعث بنے تھے۔ ایرانیوں نے اسلام قبول کیا تو ایک طرف تو شیعان علی اور بنو عباس نے ایرانیوں کی اموی حکمرانوں کے خلاف نفرت سے سیاسی فائدہ اٹھایا اور دوسری طرف ایرانیوں نے عربوں کے ان دونوں گروہوں کا ساتھ دے کر اموی حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اس طرح شیعیت کا تصور ایرانیوں میں مقبول ہو گیا اور پھر جب عباسی خلفاء نے بھی اموی حکمرانوں کے سے استبدادی طور طریقے ہی اپنا لئے تو ایرانیوں میں شیعیت کا یہ تصور پختہ تر ہو گیا اور انہوں نے رفتہ رفتہ اس تصور کو اپنے پرانے مذہب کے سانچے میں ڈھال لیا۔ ایسا کسی سازش کے نتیجے میں نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ان لوگوں کا ایک قدرتی ردعمل تھا جو بہت پرانی تہذیب و ثقافت کے حامل تھے۔ مفتوح قوم کے اپنی پرانی تہذیب و ثقافت کے ساتھ فاتح قوم پر اثر انداز ہو جانے کے اس واقعہ میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ظہور اسلام سے پہلے بھی دنیا میں کئی مرتبہ ایسا ہوا تھا اور بعد میں بھی ایسا ہوا۔ اہل روم مفتوح یونانیوں کی

Marfat.com

تہذیب و ثقافت سے متاثر ہو گئے تھے اور تاتاری مفتوح مسلمانوں کی تہذیب سے مغلوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔ ہندوستان میں جو مسلمان آئے تھے وہ یہاں کی ہندو تہذیب و ثقافت سے غیر متاثر نہیں رہے تھے اور جو مقامی ہندو اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ ہندو تہذیب و ثقافت کو اپنے ساتھ لے کر داخل ہوئے تھے۔ علامہ احمد امین کا یہ بیان بہت حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے کہ "مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ایران کے عوام میں سے بہت سے لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ان تمام عقائد و خیالات سے بیگانہ نہیں بن سکے تھے جو پشت ہا پشت سے ان میں چلے آرہے تھے۔ زمانہ جوں جوں گزرتا گیا وہ اپنے پرانے افکار و نظریات کو اسلام کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔ غور کیجئے تو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے بارے میں شیعوں کا نظریہ بعینہ وہی نظریہ ہے جو ان کے اگلے آباؤ اجداد کا نظریہ ساسانی شہنشاہوں کے بارے میں ہوا کرتا تھا۔ ایران کی شیعیت ہی وہ سرچشمہ تھی جس سے اسلام میں فرقہ رافضہ نے سیرابی حاصل کی۔ اس چیز نے معتزلہ میں حرکت پیدا کی اور بالاخر وہ (یعنی معتزلہ)، رافضہ اور ان جیسے دوسرے فرقوں کے دلائل کے ابطال پر کمربستہ ہوئے۔ اس میں اتنا اضافہ اور کر لیجئے کہ زرتشت، مانی اور مزدک کی تعلیمات مسلمانوں کے درمیان تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد مختلف صورتوں میں برابر نکلتی رہیں۔ چنانچہ اموی دور حکومت کا آخری حصہ اور دولت عباسیہ کا پورا دور اس کی ایک رنگین داستان ہے جس پر مسلمان مجبور ہوئے کہ وہ ان لوگوں سے مناظرے کریں اور ان کے دلائل کا ابطال کریں اور منطق و برہان سے اپنے دین کی تائید کریں۔ ان لوگوں کی طرف سے آئے دن جو نت نئے مسائل پیدا کئے جاتے تھے وہ بسا اوقات خود مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس طرح وہ مختلف مذہبوں میں بٹ گئے اور آپس میں ہی لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے تھے۔ یہی وہ بنیادی وجہ تھی جو اسلام میں علم کلام کی پیدائش اور نشوونما کا باعث ہوئی۔[۲۲]" احمد امین کے اس بیان میں ایک اضافہ اور کر لیجئے کہ اس قسم کی مذہبی فرقہ بندی صرف اسلام تک ہی محدود نہیں تھی ظہور اسلام سے پہلے عیسائیوں میں رومن چرچ اور باز نطینی چرچ کے فرقوں کی تشکیل بھی تقریباً اسی طرح ہوئی تھی۔ رومن چرچ نے یورپ کے پرانے افکار و خیالات اور روایات کے زیر اثر اپنے مسیحی عقائد بنائے تھے۔

Marfat.com

باب:8

شہادت عمرؓ اور جانشینی پر اختلاف

حضرت عمرؓ کے عہد میں پیدا شدہ متذکرہ تضادات میں سے پہلے تضاد کا مظاہرہ ان کی وفات کے فوراً ہی بعد ہوا۔ مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ مدفون ہوئے تو میں حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ عمرؓ کے بارے میں ان کے ارشادات سنوں۔ آپ غسل کرنے کے بعد اس حالت میں نکلے کہ آپ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو جھاڑ رہے تھے اور وہ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھے کہ اس کی وجہ سے کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ معاملہ (خلافت) آپ کے سپرد ہو گا۔ اگر مغیرہ سے منسوب کردہ یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل کسی کو بھی اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا بلکہ اس مقصد کے لئے ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی تھی لیکن حضرت علیؑ کو یقین تھا کہ خلیفہ وہی بنیں گے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، سعدؓ بن ابی وقاص، عبدالرحمانؓ بن عوف، زبیرؓ بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ پر مشتمل اس مجلس کو ہدایت کی تھی کہ وہ نئے خلیفہ کا انتخاب کرے۔ حضرت عمرؓ کی مزید ہدایت یہ تھی کہ میری وفات کے بعد تین روز کے اندر اس مجلس کے ارکان اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں اور اگر اختلاف آراء ہو تو کثرت رائے پر عمل کیا جائے اور بصورت مساوات عبداللہ بن عمر حکم بنائے جائیں اور عبداللہ بن عمر اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس میں عبدالرحمانؓ بن عوف ہوں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس مجلس شوریٰ کی تشکیل کی ہدایت کی تھی اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا تو بقول طبری "اس وقت حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا: تم ان کے ساتھ شامل نہ ہونا۔ انہوں نے کہا میں مخالفت کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عباس نے فرمایا تھا پھر تم وہ

Marfat.com

بات مشاہدہ کرو گے جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔" طبری مزید لکھتا ہے کہ "آپ (حضرت عمرؓ) نے حضرت صہیب سے فرمایا تم تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ اور (حضرات) علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نیز طلحہ کو اگر وہ آجائیں، کسی ایک مقام پر جمع کرو اور عبداللہ بن عمرؓ کو بھی شریک کرو مگر انہیں اس معاملہ (انتخاب) کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ تم ان کے سر پر کھڑے ہوجاؤ۔ اگر پانچ متفق ہوکر ایک شخص کا انتخاب کرلیں اور ایک شخص مخالف ہو تو اس کا سر تلوار سے پاش پاش کردو۔ اور اگر چار متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑا دو۔ اگر تین افراد ایک شخص پر متفق ہوں اور تین افراد دوسرے شخص پر متفق ہوں تو عبداللہ بن عمرؓ کو ثالث بناؤ۔ اور فریقین میں سے جس کے بارے میں وہ فیصلہ کریں اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اگر وہ عبداللہ بن عمرؓ کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو تم ان لوگوں کی حمایت کرو جن کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں اور باقی لوگوں کو قتل کرادو اگر وہ لوگوں کے متفقہ فیصلے سے انحراف کریں۔ اس کے بعد یہ لوگ باہر آگئے[1]۔" آج کل بعض اسلامی احیاء پسند خلافت راشدہ کے ابتدائی دور سے اسلامی جمہوریت یا اسلامی سیاسی نظام کے خدوخال وضع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے آج کے مروجہ جمہوری نظام کے مماثل قرار دیتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آنحضورؐ کے انتقال کے بعد جو کچھ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا اور پھر جس طرح مخالفین سے زبردستی بیعت کرائی گئی اور حضرت عمرؓ کے انتقال کے وقت انہوں نے جو طریقہ خلیفہ کے تقرر کے لئے تجویز کیا، اس میں کثرت رائے سے اختلاف کرنے والوں یعنی اپوزیشن کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ پہلی خلافت کے وقت انصار کے سرگروہ سعد بن عبادہؓ جو ابوبکرؓ کی بیعت پر راضی نہ تھے ان کے بارے میں کہا گیا تھا "اللہ سعد کو قتل کرے۔" اور پھر سعد ہمیشہ کے لئے شام چلے گئے تھے۔ دوسری خلافت نامزدگی سے ہوئی تھی۔ اب تیسری خلافت کا جو شورائی طریقہ اوپر بیان ہوا ہے اسے کسی طور بھی آج کے جدید جمہوری نظام کے مماثل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں بطور مذہب کسی طے شدہ سیاسی نظام کو وضع نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ جزیرہ نما عرب کی قبائلی معاشرت میں سردار یا امیر کو مقرر کرنے کے رائج الوقت طریقہ بیعت پر جو ماقبل اسلام سے چلا آتا تھا، عمل کرتے تھے اور بیعت کے حقدار کی نامزدگی کا بھی کوئی طے شدہ اصول نہیں

Marfat.com

تھا۔ خلافت کے دعویدار اپنا حق مذہبی حوالے یا نیکی یا تقویٰ کی بنیاد پر اتنا نہیں جتنا کہ رسولؐ سے قرابت، رشتہ داری یا اپنی قبائلی برتری کی بنیاد پر جتاتے تھے۔

''حضرت علیؑ نے اپنے بنو ہاشم کے ساتھیوں سے کہا اگر میں تمہارے مشورہ پر عمل کروں تو تم کبھی خلیفہ نہیں بن سکو گے۔ اتنے میں ان کی ملاقات حضرت عباسؓ سے ہو گئی تو حضرت علیؑ نے فرمایا وہ (خلافت) ہمارے پاس سے چلی گئی۔ وہ بولے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ وہ کہنے لگے عثمانؓ کو میرے ساتھ شامل کیا گیا ہے اور انہوں نے فرمایا: تم اکثریت کا ساتھ دینا۔ نیز اگر دو افراد کسی ایک کی حمایت کریں اور دوسرے افراد کسی اور کی حمایت کریں تو تم ان کے ساتھ رہو جن میں عبدالرحمانؓ بن عوف شامل ہوں۔ لہٰذا سعدؓ بن ابی وقاص اپنے چچا زاد بھائی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ عبدالرحمانؓ بن عوف حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہو گا، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ یا حضرت عثمانؓ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اگر باقی دو، طلحہؓ اور زبیرؓ میرے ساتھ رہے تو ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ مجھے ایک ہی سے (حمایت کرنے کی) توقع ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا: جب بھی میں نے تم سے کوئی بات کہی (تم نے اسے قبول نہیں کیا) تم آخر میں وہی بات لے کر آتے ہو جو مجھے ناپسند ہوتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلعم کی وفات پر تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم آنحضرت صلعم سے دریافت کرو کہ یہ معاملہ (خلافت) کس کے سپرد ہو گا؟ مگر تم نے یہ بات نہیں مانی۔ پھر آپؐ کی وفات کے بعد میں نے تمہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ تم جلد یہ معاملہ طے کر لو مگر اس وقت بھی تم نے انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے تمہارا نام مجلس شوریٰ میں شامل کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اس میں شامل نہ ہونا مگر اس سے بھی تم نے انکار کیا۔ اب میری ایک بات ذہن نشین کر لو۔ یہ جماعت جو بات پیش کرے تو تم اپنی خلافت کے علاوہ اور کسی بات کو تسلیم نہ کرو۔ تم اس جماعت سے محتاط رہو کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ ہمیں اس کے معاملے میں دور رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرا اس پر قابض ہو جائے۔ خدا کی قسم اس وقت ایسی برائی مسلط ہو گی جس کے مقابلے میں کوئی بھلائی کارآمد ثابت نہیں ہو گی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر حضرت عثمانؓ رہ گئے تو میں انہیں ان کی بات یاد دلاتا رہوں گا اور اگر وہ وفات پا گئے تو لوگ اس معاملہ کو

Marfat.com

پھر اپنے درمیان گردش میں لائیں گے اور اگر (اس وقت بھی) انہوں نے (کوئی ایسا) کام کیا تو وہ مجھے مرضی کے خلاف پائیں گے۔ حضرت علیؑ نے مڑ کر دیکھا تو ابو طلحہ کو موجود پایا۔ آپ نے ان کی موجودگی کو پسند نہیں کیا۔ تاہم حضرت ابو طلحہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ خوفزدہ نہ ہوں[۲]"۔ حضرت عباس اور حضرت علیؑ کی اس گفتگو سے ظاہر ہے کہ عہدہ خلافت پر دعویداری خاندان کی بنیاد پر ہو رہی تھی۔ اس دعویٰ میں تقویٰ اور پرہیز گاری کا کوئی دخل نہیں تھا۔

حضرت عمرؓ مدفون ہو گئے تو ان کی ہدایت کے مطابق "مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں ابتدا ہی میں لوگ بہت اختلاف کرنے لگے اور ان کی باتیں بڑھنے لگیں۔ اس موقع پر حضرت ابو طلحہ انصاری نے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ تم معاملہ (خلافت) کا فیصلہ کرنے کی بجائے باہمی رشک و رقابت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس پر حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو خود بخود دستبردار ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ تم سے بہترین شخصیت کو خلیفہ بنوائے۔ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا: میں خود دستبردار ہوتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں سب سے پہلے آپ کی اس کوشش میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اس سرزمین کا امین ہے وہ آسمان کا امین بھی ہے"۔ باقی لوگوں نے کہا: ہم سب (آپ کو مختار بنانے پر) رضامند ہیں۔ مگر حضرت علیؑ خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمانؓ بن عوف نے کہا' اے ابوالحسن آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: آپ مجھ سے پختہ عہد کریں کہ آپ حق و صداقت کو ترجیح دیں گے اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کریں گے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کریں گے اور قوم کے ساتھ (خیر خواہی کرنے میں) کوتاہی نہیں کریں گے۔ حضرت عبدالرحمانؓ نے فرمایا: تم سب بھی پختہ وعدہ کرو کہ تم سب مخالف اور تبدیل ہونے کے مقابلے میں میرا ساتھ دو گے اور تمہارے لئے جس شخص کا (خلیفہ کی حیثیت سے) میں انتخاب کروں تم اس کو تسلیم کرو گے۔ میں بھی اللہ سے عہد مستحکم کرتا ہوں کہ میں کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کروں گا اور نہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے میں کوتاہی کروں گا"۔ چنانچہ انہوں نے سب لوگوں سے عہد لیا اور خود بھی ان کے ساتھ اسی قسم کا معاہدہ کیا۔ پھر انہوں نے

Marfat.com

حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا: آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حاضرین میں سب سے زیادہ اس معاملہ (خلافت) کے حقدار ہیں کیونکہ آپ کی (رسول اللہ صلعم سے) قریبی رشتہ داری ہے۔ اور آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ نیز دینداری میں آپ کی اچھی شہرت اور آپ خود بھی اپنے آپ کو اس حق سے الگ نہیں خیال کرتے۔ تاہم اگر آپ کو اس کا موقع نہ دیا جائے اور آپ اس مجلس میں شریک نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کی رائے میں اس معاملے میں خلافت کا کونسا زیادہ حقدار ہو گا؟ وہ بولے۔ عثمانؓ (زیادہ حقدار ہو گا)۔ پھر وہ تنہائی میں حضرت عثمانؓ سے ملے اور یہ پوچھا "تم کہتے ہو کہ تم بنو عبد مناف کے شیخ ہو اور رسول اللہ صلعم کے داماد اور ان کے چچا زاد بھائی ہو اور تمہیں پہلے اسلام لانے کی فضیلت بھی ہے تاہم اگر تمہیں (اس خلافت کا) موقع نہ ملے اور تم اس مجلس میں شریک نہ ہو سکو تو تم موجودہ مجلس کے کس رکن کو اس (خلافت کا) زیادہ مستحق سمجھتے ہو۔ وہ بولے حضرت علیؓ کو۔ پھر وہ تنہائی میں حضرت زبیرؓ سے ملے اور ان سے بھی ایسی گفتگو کی جس طرح انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی تھی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام پیش کیا۔ پھر وہ تنہائی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ملے اور ان سے گفتگو کی تو انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کی تائید کی۔ حضرت علیؓ حضرت سعدؓ سے ملے اور ان سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم رشتہ داروں کا واسطہ دیتے ہو۔ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ اپنے اس بیٹے (حسن یا حسینؓ) کی رشتہ داری اور اپنے چچا حمزہ کی قرابت داری کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے برخلاف (حضرت) عبدالرحمانؓ کے ساتھ مل کر (حضرت عثمانؓ کے) مددگار نہ بن جانا[۳]" صحابہ کبار کی اس گفتگو سے بھی ظاہر ہے کہ خلافت کے بارے میں زیادہ تر بات چیت رشتہ داری کے حوالے سے ہوئی۔ دینداری کا ذکر ہوا لیکن یہ ذکر رشتہ داریوں کے ذکر سے بہت کم تھا۔

پھر جب سعدؓ بن ابی وقاص اور زبیرؓ بن العوام بھی عبدالرحمانؓ بن عوف کی تجویز پر خلافت کی امیدواری سے دستبردار ہو گئے اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف خلیفہ کے انتخاب کے لئے مختار کل بن گئے۔ تو حضرت عمرؓ کی وفات کے چوتھے دن نماز فجر کے بعد مہاجرین و انصار اور امراء لشکر طلب کئے گئے۔ "تھوڑی دیر میں ساری مسجد پر ہو گئی۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ عبدالرحمان نے حاضرین سے کہا جس کو تم لوگ خلافت کے لئے

Marfat.com

منتخب کرنا چاہتے ہو اس کی طرف اشارہ کرو۔ عمارؓ نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن ابی سرح نے کہا، اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عثمانؓ کی خلافت پر بیعت کرتا۔ عبداللہؓ بن ربیعہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ عمارؓ اور ابن ابی سرح میں گفتگو بڑھ گئی۔ سخت کلامی کی نوبت آ گئی۔[4] "عمارؓ نے ابن ابی سرح کو برا بھلا کہا اور وہ یوں بولے تم کب سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنے ہو، اتنے میں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تکرار ہونے لگی تو حضرت عمارؓ بولے اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں صرف اپنے پیغمبرؐ اور اپنے دین و مذہب کے ذریعے عزت و تکریم بخشی ہے اس لئے تم کب تک اس امر (خلافت) کو اپنے پیغمبرؐ کے اہل بیت سے دور رکھو گے؟ اس پر قبیلہ مخزوم کا ایک شخص آ کر کہنے لگا، اے ابن سمیہ (عمارؓ) تم اپنی حد سے آگے بڑھ رہے ہو۔ تمہارا اس چیز سے کیا تعلق ہے؟ قبیلہ قریش بذات خود اپنے امیر کا انتخاب کرے گا۔ اس پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے فرمایا، اے عبدالرحمانؓ آپ جلد فیصلہ کریں اس سے پہلے کہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں۔[5]" ۔ ۔ ۔ ۔ "عبدالرحمان نے جواب دیا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا اور رائے قائم کر لی۔ اے لوگو! ذرا دم بھر خاموش ہو جاؤ۔ پھر علیؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور وہ درمیان میں ہے کہ تم کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ اور دونوں خلفاء (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سیرت کی تعلیم دینا۔ اس شرط پر بیعت تمہارے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ علیؑ نے جواب دیا میں امید کرتا ہوں کہ اس کی کوشش کروں گا اور اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل پیرا ہوں گا۔ یہ جواب پا کر عبدالرحمانؓ نے عثمانؓ سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے۔ عثمانؓ نے کہا، ہاں، میں ایسا ہی کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ عبدالرحمانؓ نے یہ سنتے ہی سقف مسجد کی طرف سر اٹھایا اور اپنا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں دے کر یہ کہنے لگا اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ بیعت خلافت کا بار جو میری گردن پر تھا اس کو میں نے عثمانؓ کی گردن پر ڈال دیا۔ اس کے بعد حاضرین بیعت کرنے لگے اور بیعت عام ہو گئی۔[6]" طبری لکھتا ہے کہ "جب سعدؓ بن ابی وقاص نے عبدالرحمانؓ کو فتنہ و فساد کے خطرے سے متنبہ کیا تو عبدالرحمانؓ نے علیؑ کو بلوایا اور فرمایا: ہم تم سے اللہ کا پختہ عہد و پیمان لے کر دریافت کرتے ہیں کہ کیا تم کتاب اللہ، سنت نبوی اور آپؐ کے بعد دونوں خلفاء (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے طریقہ پر چلو گے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا مجھے توقع ہے کہ میں یہ

Marfat.com

کام کر سکوں گا مگر میں علم و طاقت کے مطابق اس پر عمل کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان کے سامنے بھی وہی الفاظ دہرائے جو حضرت علیؑ کے سامنے کہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا یہ پہلا دن نہیں ہے جبکہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ بہرحال صبر کرنا بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی۔ خدا کی قسم! آپ نے عثمانؓ کو اس لئے خلیفہ مقرر کیا ہے کہ معاملہ (خلافت) تمہارے ہاتھ میں چلا جائے۔ اس طرح اللہ روزانہ نئے نئے انقلاب دکھاتا ہے۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے فرمایا' اے علیؑ! تم کوئی مخالفانہ دلیل و حجت نہ پیش کرو۔ میں نے خوب غور و فکر کیا ہے اور لوگوں سے مشورے بھی کئے ہیں۔ انہوں نے عثمانؓ کے علاوہ اور کسی کی تائید نہیں کی۔ حضرت علیؑ یہ کہتے ہوئے نکل گئے "بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی"۔ حضرت مقدادؓ نے فرمایا اے عبدالرحمانؓ" آپ نے ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور اس کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے فرمایا' اے مقدادؓ! خدا کی قسم! میں نے مسلمانوں کے لئے مقدور بھر خیرخواہی کی ہے"۔ حضرت مقداد بولے' اگر آپ کا ارادہ اللہ کی خوشنودی ہے تو اللہ آپ کو ان لوگوں کی مانند ثواب دے گا جو احسان (اچھے کام) کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا' پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے بعد اہل بیت پر ایسا وقت نہیں آیا جیسا میں نے اس وقت مشاہدہ کیا۔ مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انہوں نے میرے علم و قول کے مطابق ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا جس سے بڑھ کر کوئی عالم اور عادل منصف نہیں ہے۔ کاش کہ مجھے اس کے مددگاروں کی جماعت ملتی۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے فرمایا' اے مقداد! اللہ سے ڈرو کیونکہ مجھے تم سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ ایک شخص نے مقدادؓ سے پوچھا' اللہ تم پر رحم کرے' اہل بیت سے کون مراد ہیں اور ایسا شخص کون ہے؟ وہ بولے اہل بیت سے مراد فرزندان عبدالمطلب ہیں اور ایسا شخص حضرت علیؑ بن ابی طالب ہیں"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اہل قریش آپس میں سوچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز

Marfat.com

نہیں نکلے گی۔ اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ (ان ہی خاندانوں میں) باری باری گردش کرتی رہے گی۔"

ایک اور روایت ہے کہ "جب عبدالرحمانؓ بن عوف کی زیر صدارت مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی اتحاد و اتفاق کے بارے میں تقریر کے بعد حضرت علیؑ بن ابی طالب نے یوں ارشاد فرمایا' اللہ ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف رسول اور پیغمبرؐ بنا کر بھیجا۔ ہم مرکز نبوت' معدن حکمت اور اہل زمین کے لئے باعث امن و امان ہیں اور طالب نجات کے لئے باعث نجات ہیں۔ یہ (خلافت) ہمارا حق ہے۔ اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے تو ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ خواہ ہماری شب اول کتنی ہی طویل ہو۔ اگر رسول اللہ صلعم ہمارے لئے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اس معاہدہ کو نافذ کرتے اور اگر ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈٹے رہتے۔ دعوت حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تاہم قدرت اور اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تلواریں بے نیام ہو گئی ہیں اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل لوگوں کے پیرو بن جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عبدالرحمانؓ کے بھانجے مسور کا کہنا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد تین راتیں گزر گئیں تو میں اپنے ماموں کی ہدایت کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر لایا۔ میرے ماموں (عبدالرحمانؓ) قبلہ رو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہوں نے نماز ختم کر دی اور حضرات علیؓ اور عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ میں نے تم دونوں کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں (مختلف حضرات سے) دریافت کیا تو وہ تم دونوں سے آگے نہیں بڑھے۔ اے علیؑ! کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ' سنت نبویؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ میں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا۔ پھر وہ حضرت عثمان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ' سنت نبوی اور حضرات ابوبکرؓ

Marfat.com

اور عمرؓ کے طریقے پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم کھڑے ہو گئے اور مسجد نبوی میں داخل ہو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر مسجد نبوی میں عبدالرحمان بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ نامزد کر کے ان کی بیعت کی اور ان کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی مگر حضرت علیؑ پیچھے رہ گئے۔ اس پر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے اس مفہوم کی قرآنی آیت پڑھی کہ "جو عہد شکنی کرے گا اس کی ذات کے لئے نقصان دہ ہو گی اور جس نے اللہ سے کیا ہوا معاہدہ پورا کیا تو وہ عنقریب اسے بڑا ثواب عطا کرے گا۔" اس پر حضرت علیؑ لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے آگے آئے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی مگر یہ فرمایا' "دھوکہ اور فریب۔ کس قدر فریب دیا گیا ہے"۔ عبدالعزیز (راوی) توضیح کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے دھوکہ اور فریب کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ عمرو بن العاص (بنو امیہ) مجلس شوریٰ کی راتوں میں حضرت علیؑ سے ملے تھے اور انہوں نے ان سے یہ کہا تھا "حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ محنت و مشقت کرنے والے انسان ہیں۔ اس لئے اگر آپ ان کے سامنے عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اس لئے آپ طاقت اور استطاعت کے الفاظ استعمال کریں۔ اس طرح وہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے"۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے مل کر انہوں نے یہ کہا "حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جدوجہد کرنے والے آدمی ہیں خدا کی قسم! وہ آپ کے ہاتھ پر اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار نہ کریں گے۔ انہوں نے یہ بات مان لی' لہٰذا حضرت علیؑ نے فریب کا جو لفظ کہا تھا اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔[9]"

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ان کے جانشین کے انتخاب کے بارے میں ان بیانات سے ایک بات بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ کہ یہ انتخاب خوشگوار ماحول میں نہیں ہوا تھا۔ اور اس موقع پر حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب' حضرت مقدادؓ اور حضرت علیؑ نے جس مبینہ تلخی کا اظہار کیا تھا وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں نیک شگون کی حامل نہیں تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت علی نے مبینہ طور پر یہ پیش گوئی کر دی تھی کہ "اس اجتماع کے بعد تلواریں بے نیام ہوں گی اور امانت میں خیانت ہو گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل لوگوں کے

Marfat.com

پیرو بن جائیں۔" بظاہر ان کی اس پیش گوئی کا اشارہ بنو امیہ کے بطور قبیلہ برسر اقتدار آنے کی جانب تھا کیونکہ حضرت عثمانؓ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے بطور خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان برسر محفل تکرار ہو چکی تھی۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان منافرت رسول اللہؐ کی ولادت سے پہلے سے چلی آ رہی تھی اور عبدالمطلب کے زمانے میں اُن دونوں قبیلوں کے درمیان حریفانہ کشمکش میں بنو ہاشم کا پلہ بھاری تھا۔ پھر جب رسول اللہؐ کا ظہور بنو ہاشم میں ہوا تو اس قبیلہ کا پلہ اور بھی بھاری ہو گیا تھا اور فتح مکہ کے بعد تو بنو امیہ نے ابو سفیانؓ کی زیر قیادت رسول اللہؐ اور بنو ہاشم کی بظاہر اطاعت قبول کر لی تھی مگر اب حضرت عثمانؓ کے انتخاب سے بنو امیہ کا ستارہ عروج پذیر ہو گیا تھا اور ظاہر ہے کہ قبائلی معاشرے میں اس قسم کے واقعہ کا نتیجہ بہت خطرناک ہو سکتا تھا اور حضرت علیؓ کی پیش گوئی کے مطابق خطرناک ثابت ہوا۔ اس تین چار دن کی کارروائی کے دوران عبدالرحمان بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور بعض دوسرے لوگوں نے فتنہ و فساد کی باتیں کی تھیں۔ عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت علیؓ کا کھلم کھلا موقف یہ تھا کہ انؓ سے دھوکہ اور فریب ہوا ہے اور بنو ہاشم کو ایک منصوبہ کے تحت خلافت سے محروم رکھا گیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے اس موقف کی بنیاد قبائلی روایات پر تھی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قریش کے چھوٹے قبیلوں (بنو تیم اور بنو عدی) سے تعلق رکھتے تھے اس لئے اگرچہ حضرت علیؓ اور بنو ہاشم نے ان کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کیا تھا تاہم اس قدر برہم بھی نہیں ہوئے تھے۔ بظاہر انہیں امید تھی کہ بالآخر خلافت بنو ہاشم کے پاس آ جائے گی مگر اب جبکہ خلافت بنو امیہ کے بڑے قبیلے کے پاس چلی گئی تو حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی اور انہیں بجا طور پر یہ خدشہ لاحق ہوا تھا کہ اب بنو امیہ خلافت کو نہیں چھوڑیں گے اور تلواریں نیام سے باہر آ جائیں گی۔ تاریخ عالم میں قبائلی معاشرت کے طالب علموں کے نزدیک حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کا یہ ردعمل کوئی انوکھا یا غیر متوقع نہیں تھا۔ اسلامی تعلیمات نے مدینہ سمیت جزیرۃ العرب کے لوگوں کی قبائلی طرز زندگی اور طرز فکر کو ملیا میٹ نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے عالم نزع میں اپنے جانشین کے انتخاب کے لئے جو مجلس شوریٰ نامزد کی تھی اس میں کوئی انصاری صحابی شامل نہیں تھا اور اس مجلس شوریٰ کے ارکان کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے میں سے کسی

Marfat.com

ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ علامہ احمد امین (مصری) کہتا ہے کہ "حضرت عثمان کے خلیفہ ہو جانے پر حضرت علی اور ان کے اعوان و انصار کمربستہ ہو گئے۔ ان کی کمربستگی میں اس بات نے اور بھی اضافہ کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کا تعلق بنو امیہ سے تھا اور انہوں نے ملکی انتظام او انصرام میں زیادہ تر بنو امیہ کے لوگوں سے مدد لی تھی۔ چنانچہ ان کے زیادہ تر اعمال اور گورنر اموی ہوتے تھے۔ ان کا میر منشی اور پرائیویٹ سیکرٹری مروان بن الحکم اموی تھا۔ مروان اور اس کی ٹولی نے اس بنیاد ہی کو منہدم کر دیا تھا جو اسلام نے قائم کی تھی اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے جس کو مستحکم کیا تھا۔ یعنی قبائلی عصبیت کے خلاف جنگ اور اس شعور کی اشاعت کو کہ تمام عرب بلکہ تمام مسلمان ایک وحدت ہیں۔ ان لوگوں نے امویوں کی طرح حکومت کی عربوں کی طرح حکومت نہیں کی۔ اس بات سے اس پرانی عداوت کو پھر سے اٹھا کھڑا کیا جو بنو ہاشم اور بنو امیہ میں شروع سے چلی آتی تھی اور جو اسلام کی برکت سے اب تک چھپی ہوئی تھی۔[9]" احمد امین کی یہ رائے حقیقت پر مبنی نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد خلافت میں قبائلی عصبیت اسلام کی برکت سے چھپی رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بنو تمیم کے خلیفہ اول کے انتخاب کے موقع پر بدترین قبائلی عصبیت کے مظاہرے ہوئے تھے اور پھر ان کے دو اڑھائی سالہ عہد اقتدار میں فتنہ ارتداد کی بنیاد قبائلی عصبیت پر ہی تھی۔ بنو عدی کے حضرت عمرؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی کو بھی حضرت علیؑ اور بنو ہاشم نے پسند نہیں کیا تھا۔ چنانچہ ابو سفیانؓ، خالد بن سعیدؓ اور دوسرے متعدد لوگ حضرت علیؑ کو قبائلی نقطہ نگاہ سے حضرت عمرؓ کے خلاف اکساتے رہے تھے۔ مزید برآں حضرت عمرؓ کے عہد میں بصرہ اور کوفہ کے شہروں کی بنیادیں قبائلی عصبیت پر ہی استوار ہوئی تھیں۔

Marfat.com

Marfat.com

عہد حضرت عثمانؓ

Marfat.com

Marfat.com

باب: 9

اقربا پروری' جاگیرداری نظام

اور

طبقاتی کشمکش کی ابتداء

حضرت علیؓ کا سلسلہ نسب علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھا اور حضرت عثمانؓ کا سلسلہ نسب عثمان بن عفان بن' ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ دونوں کے قبیلوں میں ہاشم اور عبد شمس کے زمانے سے منافرت چلی آ رہی تھی۔ چنانچہ جب 10 نومبر 644ء کو حضرت عثمانؓ نے عہدۂ خلافت سنبھالا تو ان کے سامنے پیش کردہ پہلے ہی مقدمہ میں ان کے اور حضرت علیؓ کے درمیان شدید اختلاف کا اظہار ہوا۔ "سعید بن الحیسب کی روایت کے مطابق یہ مقدمہ یہ تھا کہ جس صبح کو حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا اس سے ایک دن پہلے شام کو حضرت عبدالرحمانؓ بن ابی بکر ابو لولوۃ کے پاس سے گزرے۔ اس کے ساتھ جفینہ اور ہرمزان بھی تھے وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے جب میں نے ان کو دھمکایا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاس سے ایک خنجر گر گیا۔ جو دو دھاری تھا۔ حضرت عبدالرحمانؓ فرماتے ہیں تم غور کرو کہ وہ کس چیز سے شہید ہوئے۔ چنانچہ جب وہ (قاتل) مسجد میں حملہ کر کے واپس نکلا تو اس کے تعاقب میں قبیلہ تمیم کا ایک شخص گیا۔ اس نے ابو لولوۃ کو واپس جاتے وقت پکڑ لیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ وہ تمیمی وہی خنجر لے کر آیا۔ جس کا حال حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ نے بیان کیا تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بات سن لی تھی۔ وہ حضرت عمرؓ کی وفات تک ضبط کرتے رہے اس

Marfat.com

کے بعد وہ تلوار لے کر ہرمزان کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ جب اس پر تلوار کا وار ہوا تو اس نے لا الہ الا اللہ (کا کلمہ) پڑھا اور مر گیا۔ پھر عبیداللہ جفینہ کے پاس آئے جو حیرہ کا عیسائی باشندہ تھا جسے حضرت سعدؓ اہل حیرہ کے ساتھ مصالحت کرانے کے لئے لائے تھے اور ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اہل مدینہ کو کتابت (لکھنا) سکھائے جب عبیداللہ نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب رکھی۔ حضرت صہیب کو (جنہیں حضرت عمرؓ نے نئے خلیفہ کے انتخاب سے پہلے تین دن تک نماز پڑھانے کی ہدایت کی تھی یعنی عارضی خلیفہ مقرر کیا تھا) جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عمرو بن العاص کو بھیجا۔ وہ انہیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ ان کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ پھر جب حضرت سعدؓ ان پر بر افروختہ ہوئے اور ان کے بال پکڑ لئے تاآنکہ لوگ انہیں حضرت صہیب کے پاس لے آئے۔ ایک اور روایت کے مطابق عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان، جفینہ اور فیروز ابو لولوۃ کی بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ اس موقع پر حضرت سعدؓ نے ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی ورنہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں ان سب افراد کو قتل کر دوں گا جو میرے والد کے خون میں شریک تھے۔ ان کا اشارہ بعض مہاجرین و انصار کی طرف بھی تھا۔ حضرت عثمانؓ نے (بیعت خلافت کے بعد) انہیں حضرت سعدؓ کے گھر سے رہا کرایا اور اپنے پاس بلوایا۔ وہ اس وقت مسجد نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے فرمایا: تم مجھے اس شخص کے بارے میں مشورہ دو جس نے اسلام میں (ان اشخاص کو قتل کر کے) رخنہ ڈال دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں۔ مہاجرین میں سے کسی نے کہا: کل حضرت عمرؓ شہید کئے گئے اور آج ان کے فرزند کو قتل کیا جا رہا ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا: اے امیرالمومنین! یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جبکہ آپ کی حکومت نہیں تھی بلکہ یہ آپ کے دور سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں مسلمانوں کا ولی ہوں۔ میں نے اس (قتل) کے لئے دیت مقرر کی ہے جسے میں اپنے مال سے ادا کروں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہرمزان کا بیٹا اس فیصلے سے خوش ہوا تھا اور اس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے عبیداللہ بن عمر کو چھوڑ دیا تھا[1] اگر اس مقدمہ کے بارے میں متذکرہ بیانات صحیح ہیں تو ظاہر ہے کہ عبیداللہ بن عمرؓ ان مہاجرین اور انصار کو بھی قتل

Marfat.com

کرنے کا عزم رکھتے تھے جو حضرت عمرؓ کے خلاف تھے۔ مخالفین کے اس گروہ میں کئی صحابہ کرام شامل تھے جو حضرت علیؓ کی اولیت کے قائل تھے اور جو دوسری بات واضح ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کو ایک مسلمان (ہرمزان) کے قتل کے الزام میں موت کی سزا دینے کے حق میں تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کا مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت عبیداللہ کو ان کے جرم کی کوئی سزا نہ ملی۔ الٹا حضرت عثمانؓ نے اپنی جیب سے دیت ادا کر کے حضرت عبیداللہؓ کو جرمانہ کے بوجھ سے بھی سبکدوش کر دیا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اس مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد مختلف اعمال حکومت کے نام خطوط ارسال کئے جن میں انہیں کسی تکلف' باریک بینی اور خیال آرائی سے کام لئے بغیر عدل پر زور دیا گیا تھا۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ عمال یہ تھے۔ طائف پر سفیان بن عبداللہ ثقفی' صنعا پر یعلی بن منیہ۔ جند پر عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ بحرین پر عثمان بن العاص' کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ' بصرہ پر ابو موسیٰ الاشعری' دمشق پر معاویہ بن ابو سفیان' حمص پر عمیر بن سعد' مصر پر عمرو بن العاص' مکہ پر نافع بن عبد الحارث خزاعی۔ "ان اعمال نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ لوگوں کے عطیوں اور وظائف میں اضافہ تھا۔ یعنی انہوں نے عوام کے وظائف میں سو سو درہم بڑھا دیئے حالانکہ ابھی حضرت عمرؓ کی وفات اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنے ہوئے پورا ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا۔ اور کوئی ایسی نئی صورت حال پیدا نہ ہوئی تھی نہ لوگوں کی ضرورتوں میں نہ بیت المال کی آمدنی میں کہ جو اس اضافہ کا جواز پیدا کرتی ۔ ۔ ۔ حضرت عثمانؓ کی سخاوت اسی حد پر ختم نہ ہوئی۔ ابھی انہیں خلیفہ ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ انہوں نے صحابہ کبار کو اس مقررہ وظیفہ کے علاوہ جو ان کے نام جاری تھا مختلف انعامات دینے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق انہوں نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو چھ لاکھ درہم دیئے۔ حضرت طلحہؓ کو دو لاکھ درہم دریئے۔ ساتھ ہی وہ قرض بھی معاف کر دیا جو انہوں نے حضرت عثمانؓ سے لیا تھا۔ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق جب زبیرؓ کو یہ رقم ملی تو انہوں نے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ رقم لگانے کا کونسا بہترین مصرف ہے۔ جس میں وہ اپنے صلہ کی رقم لگا دیں۔ چنانچہ انہیں بتایا گیا کہ وہ صوبائی شہروں اور علاقوں میں مکانات تعمیر کروائیں ۔ ۔ ۔ طبری نے بروایت سری' شعیب' سیف اور محمد و طلحہؓ بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے قریش پر وہ

Marfat.com

پابندی عائد نہ کی جو حضرت عمرؓ نے کر رکھی تھی۔ چنانچہ وہ اکناف ملک میں پھیل گئے۔ جب انہوں نے سلطنتوں کی وسعتوں کو دیکھا، دنیا دیکھی اور لوگوں نے انہیں دیکھا تو ہر وہ شخص جسے اسلام میں کوئی بزرگی و برتری حاصل نہ تھی اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا ان سے جا ملا۔ اس طرح ان قریشیوں کے اردگرد ایسے لوگوں کی جماعتیں بن گئیں جو ان کی امیدیں بندھانے اور حوصلہ افزائی کرنے لگیں۔ یہ لوگ دل میں کہتے تھے کہ ان ہی لوگوں کو حاکم بننا ہے۔ ہمارا ان سے پہلے ہی تعارف ہو گیا ہے اور ہم ان کی جماعت میں شریک ہو گئے اور ان کے مقرب بن گئے ہیں لہٰذا ان کے برسراقتدار آنے سے ہمیں فائدہ ہو گا۔ یہ تھی وہ بنیادی اور پہلی خرابی جو اسلام میں رونما ہوئی اور یہی تنہا وہ پہلا فتنہ تھا جس نے عوام کو اپنی زد میں لے لیا تھا۔[2]" حضرت عثمانؓ کے اس آخری فیصلے کا پس منظر یہ تھا کہ حضرت عمرؓ صحابہ کرام کے بارے میں بہت محتاط رہتے تھے کیونکہ انہیں خدشہ رہتا تھا کہ ان کے خلاف یا خود ان کی جانب سے کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سب کو مدینہ میں روک لیا تھا اور بغیر اجازت انہیں مدینہ سے باہر جانے کی آزادی نہ دی تھی۔ انہیں اسلامی ممنوعہ علاقوں میں بھی بغیر اجازت جانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ ڈرتے تھے کہ مبادا لوگ ان صحابہ کرام کے حلقہ بگوش ہو کر کسی آزمائش میں نہ پڑ جائیں۔ نیز خود انہیں لوگوں کی عقیدت سے غلط فہمی نہ ہو جائے۔ ان کو خطرہ تھا کہ ان صورتوں میں امت کے لئے نقصان دہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ بات اکثر صحابہ خصوصاً مہاجرین کو سخت ناگوار گزرتی تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ "جونہی زمام اقتدار حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں آئی انہوں نے یہ پابندی ہٹا دی۔ لہٰذا صحابہ کرام اطراف ملک میں پھیل گئے اور خلافت عثمانؓ کے بارے میں کامل مسرت کا اظہار کیا۔ لیکن ابھی بمشکل چند ہی دن گزر پائے تھے کہ وہ اس اجازت سے زچ پڑ گئے اور آخر وہی فتنہ برپا ہو گیا جس کا حضرت عمرؓ کو خدشہ رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان بزرگوں میں سے ہر ایک کا وظیفہ ان کے مرتبہ و مقام، سبقت بہ اسلام اور رسول خدا سے نسبت و قرابت کے مدنظر مقرر کر رکھا تھا اور حضرت عمرؓ کا خیال تھا ان کو جو وظائف دیئے جاتے ہیں وہ ان کی ضروریات کے لئے کافی ہیں اور انہیں مزید کاروبار کی تلاش سے مستغنی کرتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ کمائی کے لئے دیگر ذرائع اختیار کرتے تھے۔ ان میں سے بہت سے تجارت کے لئے سفر کرتے تھے۔ اس طرح ان کے سرمایہ میں بہت

Marfat.com

اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر وہ لوگ جوں جوں امیر ہوتے گئے ان کی بخشش و عطا بھی بڑھتی گئی حضرت عمرؓ انہیں اکتساب زر سے منع نہ کر سکتے تھے کیونکہ وہ لوگ عہد نبویؐ میں بھی اسی طرح سوداگری کرتے اور کماتے رہتے تھے اور آپؐ نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا تھا لیکن حضرت عمرؓ صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں میں تقسیم ہونے والے مال غنیمت اور سالانہ وظائف کا مشاہدہ فرماتے تو آپ کو یہ صورت حال تسلی بخش نہ معلوم ہوتی اور نہ آپ کا دل اس سے خوش ہوتا۔[۳]"

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں مدینہ میں جس طبقہ امراء کی نمود شروع ہوئی تھی وہ حضرت عثمانؓ کے عہدہ خلافت سنبھالنے کے چند ہی سال بعد ایک طاقتور طبقہ بن گیا اور اس طرح یہ طبقہ اسلام میں فتنہ و فساد اور خانہ جنگیوں کا باعث بنا۔ "یہ قریش ارستقراطیت (ارسٹوکریسی) اچانک نمودار ہو گئی تھی اور لوگوں کو اس کا سان گمان بھی نہ تھا۔ پھر یہ کہ اس ارستقراطیت کو سمجھنے میں غلطی کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ یہ چاہتے تھے کہ امامت اس وقت تک مہاجرین میں رہے جب تک کہ وہ اپنے اندر اس بارگراں کے متحمل ہونے کی پوری صلاحیت و قوت رکھیں۔ لیکن قریش نے اسے بدل کر اپنی خاندانی عصبیت اور منفعت اندوزی کا وسیلہ بنا لیا اور اس طرح اس چیز نے اسلام کے ایک عظیم بنیادی اصول مساوات بین المسلمین کو توڑ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ان قریشیوں میں وہ بوڑھے اور وہ جوان بھی شامل تھے جنہوں نے بہ رضا و رغبت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ یا تو اسلام کے پلڑے کو جھکتا ہوا دیکھ کر طمع و لالچ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے یا پھر جب وہ مکہ میں چاروں طرف سے گھرے تو کرہا" اسلام قبول کر لیا۔ ان دونوں اسباب کی بنا پر اسلام لانے والوں نے دین اسلام کو اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق قلوب و ضمائر سے ہے اور جس میں اللہ کے حقوق و فرائض کی پابندی لازمی ہوتی ہے بلکہ انہوں نے اسلام کو ایک بڑے سودے کی حیثیت سے دیکھا۔ جیسے سودے وہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اسے بھی ایک خطرناک اور جرات مندانہ اقدام خیال کیا جیسے اقدامات وہ عموماً اندرون و بیرون عرب کرتے رہتے تھے۔ انہیں یہ بھی یاد تھا کہ جب رسولؐ خدا نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی تو ان سے دنیوی حکومت اور اخروی جزائے خیر کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ دنیوی حکومت تو سب ہی کے خیال میں تھی لیکن اخری ثواب کا خیال معدودے چند

Marfat.com

کو تھا۔ اس دنیوی خیال نے انہیں قبول اسلام پر آمادہ کیا اور یہی سبب تھا کہ انہوں نے جہاد اور فتوحات کی گرانبار ذمہ داریوں کو دوسرے لوگوں کی طرح بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے رہ کر برداشت کیا۔۔۔۔ ان میں سے بیشتر متاع دنیوی کے طلبگار تھے اور بہت ہی کم ثواب آخرت کے طالب تھے۔[4]" اسلم جیراج پوری لکھتا ہے کہ "قریش کی خلافت کی وجہ سے یہ لوگ (صحابہ کرام) بمنزلہ شاہی خاندان کے ارکان کے سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے یہ جہاں جہاں گئے۔ ان کی عزت و حرمت ہوئی اور ایک سال کا زمانہ بھی نہ گزرنے پایا کہ مختلف شہروں میں ان کی بڑی بڑی ملکیتیں اور جائیدادیں ہو گئیں۔ لوگ ان کے پاس جمع ہونے لگے کہ ممکن ہے کہ ایک دن یہ خلیفہ ہو جائیں۔ یہ تمنائیں دلوں سے زبانوں تک آنے لگیں اور ان کی وجہ سے خیالات و آراء میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گیا۔۔۔۔ عہد عثمان میں اعیان قریش کے متفرق ہو جانے سے وہ اتحاد جو پہلے تھا باقی نہ رہ سکا۔ علاوہ ازیں خلیفہ کی نرم مزاجی کی وجہ سے شورش انگیز لوگوں نے غوغائے عام شروع کر دیا۔[5]"

حضرت عثمانؓ نے عنانِ اقتدار سنبھالنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد 24ھ میں کوفہ کی گورنری سے مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے اس کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو مقرر کر دیا۔ مغیرہ ثقفی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ سعد بن ابی وقاص قریشی تھے اور عشرہ مبشرہ میں ان کا نام شامل تھا۔ "شعبی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد بن ابی وقاص کو حاکم بنائے کیونکہ میں نے انہیں کسی جرم کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی بدنامی نہ ہو۔ بعض لوگوں نے مدائن کے فتح کے کچھ عرصہ بعد کوفہ میں ادائیگی نماز کے بارے میں ان کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی کی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے کوفہ کا امیر سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا اور خراج کی تحصیل پر مشہور صحابی عبداللہؓ بن مسعود کا تقرر کیا۔ شعبی کا مزید بیان ہے کہ کوفہ پہلا شہر ہے جہاں شیطان نے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے عبداللہؓ بن مسعود سے بیت المال سے قرض مانگا تو انہوں نے کچھ مال قرض دے دیا مگر جب انہوں نے اس کا تقاضا کیا تو وہ ادا نہ کر سکے۔ اس پر ان کے درمیان تکرار ہو گئی۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مال وصول کرنے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن مسعود

Marfat.com

کے طرفدار ہو گئے اور کچھ لوگوں سے سعدؓ نے مدد مانگی تاکہ انہیں کچھ عرصہ تک مہلت دی جائے۔ آخرکار لوگ منتشر ہو گئے مگر کچھ لوگ حضرت سعدؓ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کچھ لوگ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو ملامت کر رہے تھے۔ قیس بن ابی حازمؓ بیان کرتا ہے۔ میں حضرت سعدؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ہاشم بن عتبہؓ بھی موجود تھے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سعدؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ وہ رقم ادا کر دیں جو آپ کے ذمے ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا' میرے خیال میں تم کسی برائی کا نشانہ بنو گے؟ تمہاری ہستی کیا ہے؟ تم تو ابن مسعود ہو اور ہذیل کے غلام ہو۔ وہ بولے ہاں' میں ابن مسعود ہوں اور تم ابن حمینہ ہو۔ ہاشم نے کہا' بخدا تم رسول اللہ صلعم کے صحابی ہو۔ رسول اللہ صلعم تم پر نظر شفقت رکھتے تھے۔ حضرت سعدؓ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ انہوں نے پھینک کر ماری کیونکہ ان کے مزاج میں بہت تیزی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ بددعا کرنے والے تھے۔ اے آسمان و زمین کے پروردگار! کہ اتنے میں حضرت عبداللہؓ نے کہا: تم پر افسوس ہے۔ تم کلمہ خیر کہو اور لعنت نہ بھیجو۔ اس موقعہ پر حضرت سعدؓ نے کہا: بخدا! اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارے برخلاف ایسی بددعا کرتا جو خطا نہ ہوتی۔ اس پر حضرت عبداللہؓ بن مسعود جلدی سے نکل گئے۔ عبداللہؓ بن حکیم کی روایت ہے کہ جب قرض کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت سعدؓ میں جھگڑا ہوا اور حضرت سعدؓ ادا نہ کر سکے تو حضرت عثمانؓ ان دونوں پر ناراض ہوئے اور قرض کی رقم حضرت سعدؓ سے وصول کی اور انہیں معزول کر دیا۔[6]"

ڈاکٹر طہٰ حسین کا خیال یہ ہے کہ "حضرت سعدؓ کی معزولی اصل سبب یہ تھا کہ بنو امیہ اور آل ابی معیط نے ولایت حاصل کرنے کے لئے جلد بازی' تقاضے اور مختلف حیلے اختیار کرنا شروع کر دیئے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ پر دباؤ ڈال رکھا تھا کہ وہ ان کے لئے حکومت تک پہنچنے کی راہ صاف کریں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے حضرت سعدؓ کو کوفہ سے معزول کیا تو ان کی جگہ صحابہ کبار یا مہاجرین (انصار) میں سے کسی کو متعین نہ کیا۔ نہ حضرت طلحہ کو بھیجا نہ حضرت زبیرؓ کو نہ حضرت عبدالرحمانؓ کو نہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اور نہ حضرت ابو طلحہؓ کو۔ انہوں نے بھیجا تو ولیدؓ بن عقبہ بن ابی معیط کو۔ حالانکہ مسلمانوں کو ولیدؓ پر کوئی اعتماد نہ تھا۔ کیونکہ اس نے نبی اکرمؐ کو دھوکہ دیا تھا۔ ان

Marfat.com

کے بارے میں دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ وہ اسلام قبول کر کے کافر ہو گیا تھا۔ قرآن میں اس کے بارے میں اس مفہوم کی آیات نازل ہوئی تھیں۔ "اے ایمان والو! جب تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی کی وجہ سے تم ایک قوم کو نقصان پہنچا دو۔ پھر تم اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ۔" حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت سعدؓ کی مدت گورنری ایک سال اور چند مہینے رہی۔ اسی سال جب فلسطین کے والی عبدالرحمان بن علقمہؓ کنانی نے وفات پائی تو حضرت عثمانؓ نے فلسطین کا علاقہ دمشق کے والی معاویہ بن ابو سفیانؓ کی عملداری میں دے دیا۔ پھر جب حمص کے والی عمیر بن سعد انصاریؓ نے اپنی علالت کے باعث استعفیٰ دے دیا تو اس کا علاقہ بھی معاویہؓ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اس طرح خلافت عثمانیؓ کے دوسرے سال معاویہؓ تمام بلاد شام کا حاکم مقرر ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی کوفہ سے معزولی کے تقریباً ایک سال بعد حضرت عثمانؓ نے پہلے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو افریقہ کی سپہ سالاری سے معزول کیا اور پھر والی مصر عمرو ابن العاصؓ کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کو مقرر کر دیا ان معزولیوں کا پس منظر "سیف کی روایت مطابق یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عمرو بن العاص کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔ وہ کسی حاکم کو شکایت یا استعفیٰ کے بغیر الگ نہیں کرتے تھے۔ عبداللہؓ بن سعد مصری فوج سے تعلق رکھتے تھے اس لئے حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کئے بغیر عبداللہ بن سعدؓ کو فوج کا سردار بنایا اور فوج دے کر انہیں افریقہ بھیج دیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع. حصین فہری کو بھی روانہ کیا۔ انہوں نے (خلیفہ عثمانؓ نے) عبداللہ بن سعدؓ سے کہا: اگر خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ہاتھوں سے افریقہ کو فتح کرا دیا تو تمہیں خاص انعام کے طور پر مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) ملے گا۔ چنانچہ وہ سب روانہ ہو گئے۔ مصری علاقہ طے کرنے کے بعد وہ افریقہ کی سرزمین میں گھس گئے یہاں تک کہ وہ اجل کے پاس پہنچ گئے اور اس سے جنگ کرنے لگے۔ عبداللہؓ بن سعد نے اجل کو قتل کر دیا اور افریقہ کے میدان اور پہاڑوں سب علاقوں کو فتح کر لیا۔ پھر اہل افریقہ مسلمان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن سعدؓ نے اہل فوج پر مال

Marfat.com

غنیمت تقسیم کیا۔ انہوں نے خمس کا پانچواں حصہ (حسب ہدایت) خود لیا اور چار حصے ابن وثیمہ نصریؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیئے۔ انہوں نے قیروان کے محل وقوع پر ایک بہت بڑا خیمہ نصب کر دیا تھا۔ انہوں نے ایک وفد بھی بھیجا جس نے وہاں جا کر عبداللہؓ بن سعد کی شکایت کی کہ انہوں نے خاص مال لیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں نے خود انہیں یہ مال انعام کے طور پر دیا تھا اور اس بات کا حکم دیا تھا کہ اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم اس کی خوشی سے اجازت دے دو گے تو وہ انعام برقرار رہے گا اور اگر تم اس بات پر ناخوش ہو تو اسے لوٹا لیا جائے گا۔ ان لوگوں نے کہا "ہم اس بات سے ناخوش ہیں"۔ آپ نے فرمایا' پھر وہ لوٹا لیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن سعدؓ کو یہ انعام لوٹانے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت لکھی۔ مگر وہ کہنے لگے: اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد ہم نہیں چاہتے تھے کہ وہ ہمارے حاکم رہیں۔ اس لئے آپ انہیں معزول کر دیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں لکھا: تم افریقہ کے علاقے پر ایسا جانشین مقرر کرو جس سے تم بھی مطمئن ہو اور یہ لوگ بھی خوش ہوں اور وہ پانچواں حصہ جو میں نے تمہیں انعام کے طور پر دیا تھا اس کو ان میں تقسیم کر دو کیونکہ یہ لوگ اس انعام سے ناخوش ہیں۔ عبداللہؓ بن سعد تعمیل کرنے کے بعد مصر لوٹ آئے۔ اس وقت افریقہ (شمالی) کا تمام علاقہ مفتوح ہو چکا تھا اور اجل مارا گیا تھا۔"

طٰہٰ حسین اس واقعہ پر اپنے تبصرے میں لکھتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے افریقہ پر یورش کی اور کچھ مال غنیمت لے کر لوٹ آئے۔ اصولاً یہ لازم تھا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان کے والی کو ہمسایہ سرحدی علاقوں میں یورش کرنے کی آزادانہ اجازت ہوتی۔ تاکہ ان یورشوں سے اولاً وہاں کے حالات کے جائزہ لیا جاتا اور پھر مکمل فتح حاصل کی جاتی۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ایسا نہ کیا انہوں نے عمرو بن العاص کو ایسی مہموں سے روک دیا اور افریقہ میں اپنے رضاعی بھائی عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کی زیر قیادت ایک ایسا لشکر بھیجا جو والی مصر کے زیر اقتدار نہ تھا بلکہ اس کا تعلق خلاف معمول براہ راست مدینہ کی مرکزی حکومت سے تھا۔ اس بات سے عمرو بن عاص کا ناراض ہونا طبعی امر تھا۔ جب عبداللہؓ بن سعد کے مال غنیمت کی تقسیم پر لشکریوں سے جھگڑے کے پیش نظر عبداللہؓ بن سعد کو افریقہ کی سپہ سالاری اور ولایت سے معزول کرنا پڑا اور وہ مصر واپس آ گیا تو حضرت

Marfat.com

عثمانؓ کے رشتہ دار برافروختہ ہوئے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر حضرت عثمانؓ نے عبداللہؓ بن سعد کو مصر کا والی خراج مقرر کر دیا۔ اور عمرو بن عاصؓ کو صلوٰۃ اور حرب کا والی رہنے دیا۔ ان دونوں والیوں کے مابین اختلاف کا رونما ہونا لابدی تھا۔ ہو سکتا ہے کہ عمرو بن عاصؓ نے لوگوں کو عبداللہؓ بن سعد کے خلاف بھڑکایا ہو جس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے ان سے اپنا عطیہ بھی واپس لے لیا تھا اور انہیں افریقہ کی سپہ سالاری سے بھی معزول کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں حقیقت خواہ کچھ بھی ہو عبداللہؓ بن سعد اور عمروؓ بن عاص میں خراج میں رخنہ اندازی کے معاملہ پر تنازعہ ہوا جس کے بعد حضرت عثمانؓ نے عمروؓ بن عاص کو معزول کر دیا اور عبداللہؓ بن سعد کو مصر کا والی خراج کے علاوہ صلوٰۃ و حرب کا بھی والی بنا دیا۔ اور اس طرح عمرو بن عاص کی آتش غیرت شعلہ زن ہوئی اور قریش کی باہمی منافرت میں اضافہ ہوا۔ عبداللہؓ بن سعد سے مصر کے مسلمان خوش نہیں تھے۔ غیر قریشی عام لوگوں سے اس کا رویہ متکبرانہ تھا اور اس نے رعایا پر ناقابل برداشت مالی بوجھ ڈال دیا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے رسول خدا ﷺ کو سخت اذیت پہنچائی تھی اور آپ کا تمسخر اڑایا تھا۔ خود قرآن نے ان کے کفر کی شہادت دی ہے اور ان کی مذمت کی ہے۔[9]"

عمرو بن العاصؓ کی مصر کی گورنری سے معزولی سن 27 ہجری میں ہوئی۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عثمانی عہد میں عمال کی تقرریاں ان کی دینداری' پرہیزگاری' قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان معاملات میں حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں اور بنو امیہ کی رائے فیصلہ کن ہوتی تھی۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عمال کے مابین رقابت' عداوت محض اقتدار و دولت کی بنا پر ہوتی تھی اس میں دین اسلام کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مصر میں بھی قریش کے طبقہ امراء کے خلاف عام مسلمانوں کی طبقاتی نفرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

سن 29 ہجری میں حضرت عثمانؓ نے بصرہ کی ولایت سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے اس کی جگہ اپنے ایک ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کا تقرر کر دیا۔ یہ 25 سال کا نوجوان تھا اور اسے امور حکومت کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ "علی بن مجاہد کی روایت ہے کہ غیلان بن خرشہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا' کیا آپ کے پاس کوئی کمتر آدمی نہیں ہے جسے آپ پناہ دیں۔ اے قبیلہ قریش کب تک یہ بوڑھا اشعری اس ملک کو کھاتا رہے گا۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کو یہ بات پسند آئی تو انہوں نے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا اور ساتھ ہی اسے ابو موسیٰ اشعری اور عثمان بن ابی العاص دونوں کی فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔" ابو موسیٰ الشعری قریشی تھے نہ مصری نہ عدنانی بلکہ یمنی تھے جبکہ بصرہ کی آبادی کی اکثریت حجازی قبائل پر مشتمل تھی لہٰذا ابو موسیٰ کی معزولی پر یمنی قبائل میں ناگزیر طور پر خفگی پھیلی اور اس کا اظہار کچھ عرصہ بعد ناگزیر طور پر ہوا۔

ابو موسیٰ اشعری کی معزولی سے تقریباً دو سال قبل ولید بن عقبہ بطور گورنر کوفہ پہنچا تھا۔ اپنے اس عہد کے ابتدائی دو تین سالوں میں اس نے ایران میں فتوحات کیں مگر اس دوران اس کا کوفہ کے یمنی خواص کے ساتھ تضاد پیدا ہو گیا جس نے سن 33 ہجری میں شدت اختیار کر لی۔ چنانچہ اس پر ایک جادوگر کی جادوگری کا تماشا کرنے اور ابو زبید شاعر کے ساتھ شراب نوشی کا الزام عائد ہوا۔ مقدمہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے دو شہادتوں کی بناء پر ولید کو کوڑے لگوائے اور اسے گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص کو مقرر کر دیا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا اس واقعہ پر تبصرہ یہ ہے کہ "ولید ایک عام قریشی فرد تھا۔ بظاہر مسلمان تھا ساتھ ہی جاہلی خصائل کا بھی پابند تھا۔ اس دور میں وہی پہلا شخص نہ تھا جو شراب نوشی کر رہا تھا بلکہ اس جیسے اور بہت سے تھے جن کی زبانیں مسلمان ہو چکی تھیں مگر دل سے خلوص ایمان نہ لائے تھے بلکہ کفر و ایمان کے مابین تذبذب تھا۔ اکیلا ولید ہی نہ تھا جو پوشیدہ طور پر عشرت کوشی' تماشا پسندی اور ہنسی مذاق کا دلدادہ تھا بلکہ اس جیسے اور بھی بہت تھے۔ لیکن قرین قیاس بات یہی ہے کہ ولید اس جادوگر کی شعبدہ بازی سے لطف اندوز ضرور ہوا ہو گا۔ میں مانتا ہوں کہ ولید کی معزولی کا ایک سبب اس کی شراب خوری تھی۔ لیکن کچھ اسباب اور بھی تھے جو ممکن ہے اس کی شراب خوری اور اس جادوگر کے کمالات کے معائنہ سے بھی زیادہ اہم اور بعید الاثر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسباب اہل کوفہ کے حق میں ولید کی عام سیاسی حکمت عملی یا طرز عمل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اہل کوفہ کے اکثریت یمنی قبائل پر مشتمل تھی۔ مضریوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ولید قریشی تھا اور اسے اپنی قریشیت اور حضرت عثمانؓ سے قرابت کا جو اس کی ماں کی طرف سے اس کے بھائی تھے بہت گھمنڈ تھا۔ میں اس بیان کو بعید از قیاس نہیں سمجھتا کہ یہ یمنی اکثریت اس حجازی قریشی حاکم سے تنگ دل ہو گئی ہو کیونکہ وہ کھلے بندوں اپنی بڑائی

Marfat.com

کا اظہار اور دوسروں کی تحقیر کرتا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ ولیدؓ سے متنفر ہوتے چلے گئے۔ خود اسے بھی اس تنفر کا احساس تھا مگر مجبوراً" اسے یہ گوارا کرنا پڑتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ولید اس ارستقرائیت سے مقابلہ کر رہا تھا جسے وہ باعث فخر و ناز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے بعض افراد نے اعلان کر رکھا تھا جو شخص کوفہ میں آئے اور اس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو اس کا ٹھکانہ فلاں قبیلہ میں ہو گا۔ گویا بظاہر یہ اشراف اس ضمن میں باہم مقابلہ کر رہے تھے اور اس طرح ایک روایاتی قدیم عربی رواج کو زندہ کر رہے تھے۔ وہ قدیم رواج یہ تھا کہ مہمان کے پرتپاک استقبال کرنے یا اسے اپنے یہاں زیادہ سے زیادہ ٹھہرانے اور بڑھ چڑھ کر اس کی مہمانی کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ دیکھ کر ولید نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے یا خود اپنی طرف سے ایک مہمان خانہ قائم کیا اور اس طریقے سے ان رؤسا کی باہمی رقابت و تفاخر اور عصبیت کا در بند کر دیا۔ ابو زبید شاعر بھی آکر اسی مہمان خانے میں اترتا۔ پھر جا کر ولید سے ملتا اور جب تک وہاں مقیم رہتا اکثر ولید کے یہاں اس کی آمد و رفت جاری رہتی۔ ہو سکتا ہے کہ کئی بار ابو زبید ولید کے ہاں سے مہمان خانہ کی طرف نشہ کے عالم میں لوٹا ہو اور زبان کو قابو میں نہ رکھ سکا ہو لہٰذا وہ لوگ ولید کے بارے میں تجسّس کرنے لگے ہوں۔ ادھر ولید کو بھی محسوس ہو گیا تھا کہ لوگ اس سے متنفر اور درپردہ آمادہ پیکار ہیں۔ چنانچہ اس نے ایسی سیاست سے کام لیا جس میں بظاہر نرمی اور خیر و معروف کی اشاعت معلوم ہو اور درپردہ عوام میں مقبولیت و ہردلعزیزی اور اکثریت کی ہمدردی حاصل کرنا مقصود ہو۔ انہوں نے غلاموں کی آسائش کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا تین درہم ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور اس رقم کی وجہ سے ان غلاموں کے آقاؤں اور ان کے موالی کے وظیفوں میں کچھ کمی نہ کی بلکہ انہیں یہ رقم فاضلہ دولت میں سے ملتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فاضلہ دولت موجود تھی جو اصولاً ان وظیفہ پانے والوں میں تقسیم ہونی چاہئے تھی جنہوں نے اسے لڑ کر بطور غنیمت حاصل کیا تھا۔ لیکن ولید اس فاضلہ رقم کو ان مجاہدین کے حوالے کرنے کی بجائے اس سے لونڈی غلاموں کی سہولت کا بند و بست کرتا تھا۔ گویا وہ مال غنیمت کو مال غنیمت ہی میں لوٹا رہا تھا کیونکہ لونڈی غلام بھی مال غنیمت ہی کا ایک حصہ تھے۔ جنہیں فاتحین نے سونے' چاندی اور دوسری اشیاء کی طرح آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ اب جو عربوں کی اس نفسیات سے واقف ہے کہ وہ بڑی حد

Marfat.com

تک جاہلیت کی عادات لے کر بظاہر مسلمان ہو گئے تھے' وہ بلا کسی تعجب کے اظہار کے یہ سمجھ لے گا کہ کوفہ کے یمنی قبائل اس قریشی گورنر سے کیوں بیزار تھے۔ جو ان کا مال غنیمت ان ہی کے مال غنیمت میں لوٹا رہا تھا اور ان ہی کی فاضلہ دولت کے ذریعے لونڈی غلاموں کو آسودہ کر کے ان کی ہمدردیاں' محبت اور تائید حاصل کر رہا تھا۔ عین ممکن ہے کہ ان کے ذریعے وہ اپنے لئے ایک ایسی طاقت بنا رہا ہو جو اپنے آقاؤں کے مقابلے میں اس کی حمایت کرے یا اپنے سرداروں کے خلاف بوقت ضرورت حکومت کی مدد کر سکے[10]۔"

طہٰ حسین کا یہ تبصرہ و تجزیہ بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ طبری نے بیان کیا ہے کہ "ولید بن عقبہ' حضرت عمرؓ کی طرف سے جزیرہ کے عرب باشندوں کے حاکم تھے۔ وہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے دوسرے سال کوفہ کے حاکم بن کر آئے اور لوگوں کی محبوب ترین شخصیت بن گئے کیونکہ وہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ نرم سلوک کرتے رہے۔ پانچ سال تک ان کا یہی طرز عمل رہا۔ ۔ ۔ ۔ عون بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں یہ کارخیر کیا کہ انہیں یہ اطلاع ملی کہ ابو سمال اسدی چند افراد کو لے کر یہ اعلان کراتا ہے کہ جب قبیلہ کلب یا کسی مخصوص قبیلہ کا کوئی فرد یہاں فروکش ہو اور اس کے خاندان یا قبیلہ کے پاس رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو وہ فلاں شخص کے گھر میں رہائش اختیار کرے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر حضرت عقیل اور ابن ہبار کے گھروں کو "مہمان خانہ" بنایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا گھر رمادہ کے مقام پر قبیلہ ہذیل کی بستی میں تھا۔ چنانچہ وہ بھی اپنے گھر میں رہنے لگے اور ان کا (سرکاری) گھر بھی مہمان خانہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب مہمانوں کے لئے مسجد کوفہ کے اردگرد کا حصہ تنگ ہو جاتا تھا تو وہ ہذیل کی بستی میں ان کے گھر میں فروکش ہوتے تھے۔ سیف کوفہ کے اہل علم سے روایت کرتا ہے کہ ابو سمال کا اعلانچی بازار اور محلوں میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اگر فلاں اور فلاں قبیلہ کے لوگوں کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو تو وہ ابو سمال کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ (یہ دیکھ کر) حضرت عثمانؓ نے مہمان خانے مقرر کئے ۔ ۔ ۔ ۔ جب حضرت عمرؓ نے ولید بن عقبہ کو جزیرہ کے عربوں کا حاکم مقرر کیا تھا تو وہ وہاں جا کر بنو تغلب کی بستی میں مقیم ہوا تھا۔ ابو زبید شاعر بھی دور جاہلیت اور اسلامی دور میں بنو تغلب کے ہاں رہائش پذیر رہا تھا۔ مسلمان ہونے تک وہ اسی قبیلہ کے لوگوں میں رہتا رہا تھا۔ کیونکہ قبیلہ تغلب اس کی ننھیال

Marfat.com

تھا۔ اس قبیلہ نے اسے قرض خواہی میں بہت تنگ کیا تو ولید نے اس کا حق ادا کیا۔ جس کا ابو زبیدہ نے بہت شکریہ ادا کیا اور وہ ولید کے پاس ہی رہنے لگا اور مدینہ بھی اس کے ساتھ گیا۔ جب ولید بن عقبہ کوفہ کا حاکم مقرر ہوا تو وہاں بھی اس سے ان کے پاس اسی طرح آمد و رفت رکھی جس طرح مدینہ و جزیرہ میں اس کی آمد و رفت تھی۔ آخرکار وہ کوفہ کے مہمان خانے میں رہنے لگا۔ اس سے پہلے وہ آکر لوٹ جاتا تھا۔ ابو زبید عیسائی تھا تاہم ولید بن عقبہ کی محبت اور ترغیب سے وہ ولید کے آخری دور حکومت میں مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ عرب تھا اور نہایت عمدہ شاعر تھا ۔ ۔ ۔ ۔ سیف ابوالعریف اور یزید فقعسی کے حوالے سے روایت کرتا ہے کہ ولید بن عقبہ کے بارے میں دو گروہ تھے۔ عوام ان کے حامی تھے۔ مگر خواص ان کے مخالف تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ولید بن عقبہ نے لوگوں کے ساتھ بہت بھلائی کی۔ یہاں تک کہ وہ لونڈیوں اور غلاموں میں بھی مال تقسیم کرتا رہا۔ (اس کی معزولی پر) آزاد اور غلام سب لوگوں نے اظہار افسوس کیا۔ چنانچہ لونڈیاں ماتمی لباس پہنے ہوئے یہ اشعار پڑھتی تھیں:

"افسوس ہے کہ ولید کو معزول کر دیا گیا اور ہمارے پاس بھوکا مارنے والا سعید (بن عاص) آگیا۔

"وہ خوراک کے پیمانوں میں کمی کرے گا۔ اس میں اضافہ نہیں کرے گا۔ اس طرح لونڈیاں اور غلام بھوکے مرنے لگیں گے"۔[11]

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کوفہ میں فتنوں سے متعلقہ ان بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کو بنو امیہ کے خواص کے دباؤ کے تحت معزول کیا گیا تھا اور ولید بن عقبہ کو یمنی قبائل کے خواص کی مخالفت کے باعث گورنری سے ہاتھ دھونا پڑا تھا اور یہ کہ کوفہ کا اجتماعی طرز زندگی قبائلی تھا۔ اسلامی نہیں تھا۔ اس لئے اس شہر کے معاشرے میں اسلامی اتحاد پیدا ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

سعید بن العاص اموی قریشی تھا اور حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھا۔ وہ قریش کی عظمت کی عموماً اور بنو امیہ کی عظمت و امتیاز کا خصوصاً قائل تھا۔ اس نے کوفہ میں زمام اقتدار سنبھال کر شہر کی صورت حال کا جائزہ لیا اور پھر حضرت عثمانؓ کو یہ رپورٹ بھیجی۔ "اہل کوفہ کے معاملات خراب ہو گئے۔ قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہو گئے ہیں

Marfat.com

بعد کے آئے ہوئے لوگ اور اعراب یہاں کے معاملات پر غالب ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ شریفوں اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا۔"[۱۲] طٰہٰ حسین، سعید کی اس رپورٹ کا ایک سبب یہ بیان کرتا ہے کہ "کوفہ میں "صاحب سبقت" حضرات کمزور ہو گئے تھے۔ دور ایام کے ساتھ ان کی حیثیت گھٹتی جا رہی تھی۔ اصحاب سبقت وہ روسا تھے جو فتوحات میں سب سے پہلے شریک ہوئے اور جب کوفہ کا شہر بسایا گیا تو وہیں مقیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض ایسے بزرگ بھی تھے جنہیں اپنے قبیلوں میں سرداری حاصل تھی۔ ان میں ایسے مبلغین بھی تھے جنہیں رسول خدا یا صحابہ کرام سے شرف زیارت کے باعث بلند دینی مرتبہ حاصل تھا مگر اب موت ان کی تعداد کو جنگ و امن ہر دو صورتوں میں گھٹائے جا رہی تھی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ نوجوانوں اور دیگر علاقوں سے آنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی۔ ان میں بڑی تعداد ان عربوں کے صحرا نشینوں کی تھی جو اپنی مرضی سے یا خلیفہ کے حکم سے لشکر میں بھرتی ہونے کے لئے آتے تھے اور اسی طرح ایک بڑی تعداد ان قیدیوں کی تھی جنہیں فاتحین، اسیران جنگ کی حیثیت سے مال غنیمت کے ساتھ آپس میں تقسیم کر لیتے اور پھر اپنے ساتھ کوفہ میں لا کر بسا لیتے۔ پھر اس نئی نسل میں بہت بڑی تعداد ان کی تھی جو آزاد ماؤں یا لونڈیوں کی اولاد تھی۔ علاوہ ازیں ایسے نوجوان بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جو یا تو آزاد عجمیوں کی اولاد تھے یا غلام عجمیوں کی۔ یہ تمام نئی پود بڑھ کر نمایاں حیثیت و قوت اختیار کر کے کوفہ کی عمومی زندگی پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ غرض عرب و عجم کے یہ اجنبی اور ان کی اولاد کوفہ میں اس قدر پھیل گئی کہ اہل سبقت دب کر رہ گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی بجائے حکومت کی باگ ڈور بھی اس نئی پود کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ یہ نئی پود ساری کی ساری علم کی بجائے جہل اور نرمی و مہربانی کی بجائے درشتی و تند خوئی سے زیادہ بہرہ ور تھی۔ بدو اپنے ہمراہ اپنی روایتی درشتی، تند خوئی، عصبیت اور جہل لاتے تھے۔ قیدی اپنے ہمراہ اپنا موروثی تمدن لاتے تھے جو زوال پذیر حالت میں ہوتا۔ جس میں شکست خوردگی کی وجہ سے عاجزی و ذلت، ماضی پر حسرت، مستقبل سے مایوسی، آقا کے خلاف دل میں بغض و کینہ، مکر و خوف اور چالبازی کے ملے جلے جذبات پائے جاتے تھے۔ اس ماحول میں پرورش پانے والوں نے دونوں گروہوں سے کچھ عادتیں اور اخلاق اپنا لئے۔ صحیح شکلیں ان کے سامنے نہ رہیں اس طرح نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی یہ پریشانی کا

Marfat.com

سبب بن گئے اور ان کی وجہ سے سیاسی معاملات بھی نہایت پیچیدہ بن گئے تھے۔ جنہوں نے امراء عمال کو عجیب و غریب مشکلات میں ڈال دیا تھا وہ اگر معاملات کے ایک سرے کو سلجھاتے تھے تو دوسرا سرا پھر الجھ جاتا تھا۔"[۱۳]

کوفہ کی اس صورت حال میں "حضرت عثمانؓ نے سعید بن العاص کی رپورٹ کے جواب میں تحریر فرمایا' "تم قدیم اور سابقہ خدمات کے ان لوگوں کو ترجیح دو جن کے ہاتھوں پر اللہ نے یہ ملک فتح کرایا ہے اور جو ان کی بدولت یہاں مقیم ہوئے ہیں۔ انہیں ان کا تابع قرار دو بجز اس صورت کے کہ وہ (اصلی فاتحین) حق و صداقت کے کاموں کے انجام دینے میں سستی کریں اور انہیں انجام نہ دے سکیں اور دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے ہیں۔ تم ہر ایک کی حیثیت اور مرتبہ کا خیال رکھو کیونکہ مردم شناسی کے ذریعے عدل و انصاف قائم ہوتا ہے"۔ اس ہدایت کے مطابق سعید بن العاص نے ان معزز حضرات کو بلوایا جنہوں نے اسلامی جنگوں اور بالخصوص جنگ قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا' "تم اپنی قوم کی شکل و صورت (چہرہ) ہو اور چہرہ کے ذریعے قوم کے جسم کا پتہ چلتا ہے۔ تم ہمیں ضرورتمند کی ضرورتوں سے مطلع کرو اور محتاجوں کی حاجتیں پیش کرو میں ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کروں گا جو بعد میں آکر مقیم ہوئے ہیں"۔ اس تقریر کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ کوفہ خشک (پودا) تھا جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد مختلف اقسام کی افواہیں اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ تاآنکہ سعید بن العاص نے حضرت عثمانؓ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اہل مدینہ کو اس سے آگاہ کیا تو عام مسلمانوں نے کہا' آپ کا طریقہ عمل صحیح ہے' آپ اس بارے میں ان کی تائید نہ کریں اور نہ انہیں ایسی توقعات دلائیں جن کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ جب نااہل اور غیر مستحق لوگ اپنے کام انجام دینے کی کوشش کریں گے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے بلکہ وہ کام کو خراب کر دیں گے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا' اے اہل مدینہ! تم تیار ہو جاؤ اور متحد ہو جاؤ' کیونکہ فتنہ و فساد کا آغاز ہو گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ بخدا میں تمہارے مال و جائیداد کو تمہارے پاس منتقل کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ یہ تمہاری رائے ہو۔ کیا تم پسند کرو گے کہ جو اہل عراق کے ساتھ فتوحات میں شریک ہوا ہو وہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ اپنے وطن میں مقیم ہو جائے۔ اس پر اہل مدینہ کھڑے ہو کر کہنے لگے اے

Marfat.com

امیرالمومنین! آپ ہمارے مال غنیمت کی اراضی کو کیسے منتقل کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہم ان اراضی کو کسی کے ہاتھ حجاز کی اراضی کے بدلے فروخت کر سکتے ہیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے کیونکہ اللہ نے ان کے لئے ایسا راستہ کھول دیا جو ان کے خیال و گمان میں نہیں تھا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی تھی۔[۱۲]"

حضرت عثمانؓ کے اس فیصلے کا مطلب یہ تھا کہ فوجی خدمات کے علاوہ جو ناگزیر ہے کوفہ' بصرہ اور مصر میں صرف وہی افراد رہیں جن کا وہاں رہنا ضروری ہو۔ ان کا یہ فیصلہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کے خلاف تھا جس کے تحت انہوں (عمرؓ) نے اہل مدینہ کو مفتوحہ علاقوں میں بغیر اجازت جانے کی ممانعت کر دی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں جاگیرداری نظام رائج کرنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ "الزبیر فتح مصر میں شریک ہوئے اور یہاں انہوں نے اپنے لئے ایک زمین کی خط بندی کی اور کہا اے عمرو بن العاص تقسیم کرو۔ عمرو نے انکار کیا۔ الزبیر نے کہا خدا کی قسم تمہیں تقسیم کرنا پڑے گا۔ جس طرح رسول اللہ صلعم نے خیبر تقسیم فرمایا تھا۔ عمرو نے اس کے متعلق حضرت عمرؓ کو لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس کو آئندہ نسلوں کے لئے یونہی رہنے دو ۔ ۔ ۔ ۔ اثنا فتح سواد (عراق) میں حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا' تمہارا خط ملا جس میں ذکر کیا ہے کہ لوگ تم سے مال کی تقسیم چاہتے ہیں۔ جو اللہ نے ان پر فے کیا ہے۔ جب میرا مکتوب تمہیں ملے تو تم یہ دیکھنا کہ اہل لشکر نے اپنے گھوڑے اور اونٹوں سے کتنا مال اور سواری و بار برداری کتنے حاصل کئے ہیں اور پھر خمس نکال کر یہ چیزیں تقسیم کر دینا اور زمینیں' نہریں ان لوگوں کے لئے چھوڑ دینا جو ان میں کام کرتے تھے تاکہ (ان کی آمدنی) مسلمانوں میں عطا کے کام آئے۔ اگر تم یہ زمینیں ان لوگوں میں تقسیم کر دو گے جو اس وقت موجود ہیں تو ان کے بعد والوں کے لئے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ عبداللہ بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے مجاہد سے السواد کی زمینوں کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا: وہ نہ خریدی جا سکتی ہیں اور نہ بیچی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ بزور قوت فتح ہوا ہے اور اس کو تقسیم اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ ابراہیم النخعی نے کہا کہ جب حضرت عمرؓ نے السواد فتح کر لیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کو ہمارے درمیان تقسیم کرو۔ کیونکہ ہم نے بزور قوت فتح

Marfat.com

کیا ہے۔ انہوں نے تقسیم کرنے سے انکار کیا اور کہا پھر ان مسلمانوں کے لئے کیا رہے گا جو تمہارے بعد آئیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس کو تقسیم کر دوں تو پھر تم آپس میں پانی پر بھی فساد کرو گے۔ راوی نے کہا' حضرت عمرؓ نے اہل السواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھا۔ ان کے سروں پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا اور اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا۔۔۔۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق میں پانچ لاکھ پچاس ہزار ذمیوں کی گردنوں پر مہریں لگائی گئیں اور یہاں سے مال دس کروڑ درہم تک پہنچ گیا تھا۔ محمد بن عبداللہ الثقفیؒ کا بیان ہے کہ البصرہ میں ایک شخص تھا جسے نافع کہتے تھے۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے البصرہ میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کا کام شروع کیا۔ وہ مدینہ مبارکہ گیا اور حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ البصرہ میں ایک زمین ہے جو خراجی زمینوں میں سے نہیں' اگر وہ مجھے عطا کر دی جائے تو اس سے مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ ہو گا۔ ابو موسیٰ نے بھی اس کے حق میں لکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی درخواست منظور کی اور ابو موسیٰ کو ہدایت کر دی کہ زمین اس کو جاگیر میں دے دی جائے۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کے خط میں لکھا تھا ابو عبداللہ نے ہم سے ذکر کیا ہے کہ وہ البصرہ میں ابن غزوان کی ولایت کے زمانے سے کاشت کر رہا ہے اور وہاں اس زمانے میں گھوڑوں کی پرورش پرداخت کی جب کہ اہل البصرہ میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ اس کام میں جو کچھ اس نے دیکھا ہے اس سے وہ مطمئن ہے تم اس کی زراعت اور گھوڑوں کی پرداخت میں اس کی مدد دو۔ میں نے اس کو زراعت کی اجازت دے دی ہے جس زمین میں اس نے زراعت کی ہے اس کو واپس دیدو بشرطیکہ وہ عجمیوں کی ایسی زمین پر نہ ہو جس پر جزیہ ہے اور نہ اس میں ایسی زمین کا پانی بہہ کر آتا ہو جس پر جزیہ ہے۔[15]" گویا حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں صرف ایک جاگیر دی تھی اور وہ بھی سرکاری اراضی کی۔ مقصد بظاہر یہ تھا کہ جنگی خدمات کے لئے اس پر گھوڑے پالے جائیں گے۔

"سیف کی روایت ہے کہ حضرت سعدؓ نے مدائن سے (آدمیوں کو) جمع کیا اور ان کے شمار کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک لاکھ تین ہزار سے کچھ زیادہ تھے اور گھر والے تیس ہزار سے کچھ زیادہ۔ تقسیم میں ہر مرد کے ساتھ (اوسطاً") اہل و عیال نہیں تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کے بارے میں لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا جو کسان ہیں انہیں اپنی

Marfat.com

(سابقہ) حالت پر برقرار رکھو اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ان سے پہلے کے کسانوں کے ساتھ کیا گیا تھا بجز ان کسانوں کے جنہوں نے جنگ کی ہو یا وہ بھاگ کر تمہارے دشمن کے پاس چلے گئے ہوں پھر تم نے ان کو پکڑ لیا ہو۔۔۔۔ تمہارے جنگجو دشمنوں میں سے جس کسی نے زمین چھوڑ دی ہو اور وہ چلا گیا ہو تو وہ تمہاری ہے تاہم اگر تم نے انہیں (جزیہ دینے کی) دعوت دی ہو اور تم نے ان کا جزیہ قبول کر لیا ہو اور تقسیم سے پہلے ان کی زمین لوٹا دی ہو تو وہ تمہارے ذمی ہیں۔ اگر تم نے ان کو دعوت نہ دی ہو تو وہ تمہارے لئے خدا کا دیا ہوا مال غنیمت ہے۔ ان اراضی کے مال غنیمت کے حق دار اہل جلولا ہیں جنہوں نے نہروان کے پیچھے کا مال غنیمت حاصل کیا اور لوگوں کو اس سے پہلے کے مال غنیمت میں شریک کیا۔ (ان ہدایات کی بنا پر) مسلمانوں نے کسانوں کو برقرار رکھا اور جو واپس آئے انہیں جزیہ کی دعوت دی اور کسانوں پر خراج مقرر کیا اور ان پر بھی (خراج مقرر کیا) جو لوٹ آئے تھے اور (مسلمانوں کی) ذمہ داری میں آ گئے تھے۔ کسریٰ کے خاندان کی اور ان کی اراضی جو ان کے ساتھ بھاگ گئے تھے مال غنیمت میں شامل ہو گئی۔ چنانچہ جبل (عجم) سے جبل عرب تک اراضی کی فروخت ممنوع ہو گئی اور جنہیں مال غنیمت نہیں حاصل ہوا ان کے درمیان ان اراضی کی فروخت جائز تھی۔ مسلمانوں نے ان اراضی کو تقسیم نہیں کیا کیونکہ ان کی تقسیم ممکن نہیں تھی۔ ان میں جنگل' دلدلی زمین' آتش کدے اور کسریٰ کی زمینیں ملی جلی تھیں۔ اور ان لوگوں کی اراضی بھی تھی جو مقتول ہو گئے تھے یا جو ان کے رشتہ دار تھے۔ چنانچہ جب کبھی حکام ان کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو جمہور مسلمان تقسیم کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ لہٰذا ان کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے اگر فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تقسیم کر دیتے۔ ماھان کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے کسریٰ کی سرکاری زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ تحریر کیا "وہ خالص سرکاری زمینیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے پانچ میں سے چار حصے فوج میں تقسیم کر دو اور اس کا پانچواں حصہ میرے پاس رہے گا اور اگر وہاں سکونت اختیار کرنا چاہیں تو جو وہاں قیام کرے گا اسی کی زمین ہو گی"۔ جب مسلمانوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا تو ان کی یہ رائے ہوئی کہ وہ بلاد عجم میں منتشر ہو کر نہ رہیں لہٰذا انہوں نے اسے ان ہی کے لئے برقرار رکھا۔ وہ جس پر رضامند ہوتے تھے اس کو حاکم

Marfat.com

بناتے تھے پھر ہر سال (اس کی پیداوار) تقسیم کر لیتے تھے اور وہ اس کو حاکم بناتے تھے جس پر وہ خوشی اور رضامندی سے متفق ہوتے تھے وہ امراء پر ہی متفق ہوتے تھے۔ ان کی یہ حالت مدائن میں رہی اور جب وہ کوفہ کی طرف منتقل ہوئے تو اس وقت بھی ان کا یہی طریقہ رہا۔ ابو طیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ تحریر فرمایا "تم اپنا مال غنیمت حاصل کر لو کیونکہ اگر تم نے اس پر قبضہ نہیں کیا اور دیر ہو گئی تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ میں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے ہیں۔ اے اللہ! تو اس بات پر گواہ ہے۔ کسانوں کا یہ کام تھا کہ وہ راستوں، پلوں، بازاروں اور کھیتوں کی حفاظت کریں اور مسلمانوں کو راستہ بتائیں اور حسب حیثیت اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ بڑے زمینداروں کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ راستہ بتلائیں اور مہاجرین کے مسافروں کی ضیافت کریں۔ فاتحین کی ضیافت خاص میراث ہو گئی تھی۔[16]" حضرت عمرؓ نے جب قریش کو مدینہ کا پابند کیا تھا تو صرف افراد کو پابند نہیں کیا تھا بلکہ بڑی حد تک ان کی دولت کو بھی وہاں سے باہر نہ جانے دیا تھا۔

"وہ حجاز اور ممالک مفتوحہ کے درمیان بڑے پیمانے پر تجارت کرتے تھے۔ جس سے انہیں بڑی مقدار میں منافع حاصل ہوتا تھا۔ لیکن وہ اس دولت کے سیل بے پناہ کو ہماری آج کل کی اصطلاح کے مطابق کسی بڑے منافع بخش کام میں نہ لگا سکتے تھے۔ مال پر مال اور نقدی پر نقدی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ فقراء اور متوسط درجے کے لوگ اس دولت کو دیکھتے تو حیرت و تعجب کا اظہار کرتے۔ کبھی اس کے خلاف زبانیں بھی کھولتے جس سے مجبور ہو کر اصحاب ثروت اپنی دولت کا کفارہ، بخشش خیرات اور عطیوں کی شکل میں ادا کرتے رہتے تھے۔ نیک دل اغنیاء اس سخاوت و بخشش سے خوشنودی مولیٰ اور عوام کی دلجوئی کے طالب ہوتے تھے اور دوسرے لوگ اس عمل سے بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے حسد و کینہ سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔[17]"

حضرت عمرؓ کی مفتوحہ اراضی کے بارے میں اور سرمایہ اندوزی کے بارے میں یہ پالیسی عہد عثمانی میں تقریباً چھ سال تک قائم رہی تاآنکہ کوفہ کے گورنر سعید بن العاص کی متذکرہ رپورٹوں کے پیش نظر اس پالیسی میں بنیادی تبدیلی کر کے جاگیردارانہ نظام کا آغاز کیا گیا۔

"نئی پالیسی کے تحت حضرت عثمانؓ نے اولاً اہل حجاز کے لئے اور ازاں بعد تمام اہل عرب کے لئے یہ پیشکش کی کہ وہ اپنی ان زمینوں کی بجائے جو عراق یا دوسرے علاقوں میں ہیں

Marfat.com

حجاز یا عرب کے دوسرے اقطاع میں جہاں چاہیں زمینیں خرید سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عثمانؓ نے اس اجازت کی عام تشہیر کی اور لوگوں کے لئے وہ عظیم راہ کھول دی جس کا لوگوں کی سیاسی اجتماعی اقتصادی اور عقلی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا۔ حجاز میں کئی صحابہ کبارؓ بڑی بڑی منقولہ اور غیر منقولہ املاک رکھتے تھے۔ جلد ہی انہوں نے دیگر صوبہ جات میں زمینیں خریدنے کے لئے اپنا تمام مال خرچ کر دیا انہیں علم تھا کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینیں حجاز کی زمینوں سے زیادہ شاداب اور زرخیز ہیں اور وہاں کاشتکاری بھی کم محنت طلب ہے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نے بڑی جدوجہد صرف کر کے خیبر کے تقریباً تمام حصے ان لوگوں سے ان کی اولاد سے خرید لئے تھے جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ فتح خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ مگر جب حضرت عثمانؓ نے یہ در کھول دیا تو انہوں نے خیبر کے حصے ان اہل حجاز کے ہاتھوں بیچ دیئے جو فتح عراق میں شریک تھے ان کے عوض ان لوگوں کی عراق کی زمینیں لے لیں۔ حضرت طلحہ کے پاس خیبر کی زمینوں کے علاوہ بھی بہت مال متاع تھا لہٰذا انہوں نے چند اور اہل حجاز سے بھی ان کی عراق میں واقع زمینیں خرید لیں۔ بلکہ خود حضرت عثمانؓ کو اپنی حجاز والی زمین دے کر اس کے عوض ان کی عراق والی زمین لے لے۔ دوسرے لوگوں نے بھی یہی سلسلہ جاری رکھا۔ جس کو حجاز سے ہجرت ناگوار گزری اس نے اپنی مفتوحہ علاقوں والی زمین بیچ کر اپنے وطن سے قریب کی زمین خرید لی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عراق اور دوسرے علاقہ جات میں بڑی بڑی جاگیریں ظہور میں آگئیں۔ کیونکہ اس جدید پالیسی سے فائدہ اٹھا سکنے والے وہی لوگ تھے جن کے پاس بڑا سرمایہ تھا اور جو چھوٹی چھوٹی جائیداد کے مالکوں سے ان کی جائیدادیں خرید سکتے تھے۔ لہٰذا حضرت طلحہؓ نے خرید لی۔ حضرت زبیرؓ نے خریدی۔ مروان بن الحکم نے خریدی' اور اس سال زمین کی خرید و فروخت' قرضہ جات اور تبادلے کی وجہ سے دولت خوب مختلف ہاتھوں میں گھومتی پھرتی رہی۔ پھر یہ سلسلہ صرف حجاز و عراق تک محدود نہ رہا بلکہ یہ ایک طرف تمام ملک عرب اور دوسری طرف تمام ممالک مفتوحہ میں عام ہو گیا۔ ایک طرف بڑی بڑی زمینداریاں اور جاگیریں نظر آتی تھیں تو دوسری طرف ان کی دیکھ بھال کرنے والے مزدور بھی نظر آتے تھے جن میں غلام' موالی اور آزاد بھی شامل تھے۔ بایں صورت اسلام میں وہ طبقہ جدید ظہور میں آگیا جسے مالداروں کی حکومت (Plutocracy) کہتے ہیں جس کا امتیازی نشان وہ ارستقراطیت ہے جو نسلی

Marfat.com

سیادت کے علاوہ جائیداد کی کثرت' دولت کی فراوانی اور خدمت گذاروں کی افراط رکھتی ہے۔

"ثانیاً" اس کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ کہ جن لوگوں نے ملک عرب میں اور بالخصوص حجاز میں زمینیں خرید لی تھیں۔ وہ انہیں زرخیز بھی بنانا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے زیادہ سے زیادہ غلام فراہم کر لئے۔ چنانچہ کچھ ہی مدت بعد حجاز کا دنیا کے بہترین گل زاروں میں شمار ہونے لگا۔ ایسے باغات جو سب سے زیادہ شاداب اور زرخیز' اعلیٰ پھلوں سے لدے ہوئے اپنے مالکوں کے لئے بڑی آمدنیوں کا باعث بنے جس کا نتیجہ خوشحالی اور فارغ البالی ہوا۔ نتیجتہً" جلد ہی خود مکہ' مدینہ اور طائف میں فارغ البال رئیسوں کا وہ طبقہ پیدا ہو گیا جو خود کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتے جس کا تمام کام غلاموں کے ہاتھ سرانجام پاتا اور جس کا اپنا وقت لہو و لعب' عشرت کوشی اور ہنسی مذاق میں گزرتا۔ ازاں بعد ایک صورت یہ رونما ہوئی کہ حجاز اور اس کے علاوہ تمام اقطاع عرب میں تمدن بسرعت تمام کھنچ آیا۔ چنانچہ خوشحالی اور آرام پرستی کا دور دورہ ہو گیا۔ وہ فنون بھی پیدا ہو گئے جو خوشحالی اور آرام پرستی کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ یعنی نغمہ سرود' رقص و شاعری کی وہ قسمیں جو سنجیدگی اور قوت عمل پیدا نہیں کرتیں بلکہ بیکاری اور آرام پرستی اور ان کی لذت کے لئے مرمٹنے کی عکاسی کرتی ہیں۔ یا ان اغراض کے لئے اپنے آپ میں کھوئے رہنے اور اپنے نفس کی فکروں میں لگے رہنے کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس خوشحال اور آرام پرست طبقہ کے جلو میں غلاموں کا وہ طبقہ زندگی گزار رہا تھا جو اپنے آقاؤں کا مالک تھا اور ان کی زندگیوں کے پروگرام مرتب کرتا تھا۔ ان کے لئے ان کی باطل سرگرمیوں اور ہوس پرستیوں کا انصرام و اہتمام کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ان غلام سرداروں یا سردار غلاموں کے پہلو میں ایک اور طبقہ بھی زندگی بسر کر رہا تھا اور وہ تھا محروم صحرا نشین عربوں کا جو عراق میں کسی زمین کے مالک نہ ہونے کی وجہ سے حجاز میں کوئی قطعہ اراضی نہ خرید سکے۔ اور اسی طرح حجاز میں ان کے قبضہ میں کوئی زمین نہ تھی جسے بیچ کر عراق میں جائیداد خرید سکتے"[۱۸]۔ گویا حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمانوں کی جو طبقاتی تقسیم ہوئی تھی حضرت عثمانؓ کی اس نئی پالیسی سے اس میں بہت اضافہ ہو گیا اب مسلمانوں میں کچھ اس قسم کے طبقات میں منقسم تھے: (1) فاتح عرب مولا (2) مفتوح عجمی موالی (3) قریش سرمایہ دار* اور جاگیردار (5) ان کے غلام اور موالی (6) کھیت مزدور (7) چھوٹے

Marfat.com

مالکان اراضی (8) بٹائی پر کام کرنے والے کسان (9) بے زمین عرب بدو اور (10) شہروں کا چھوٹا سا درمیانہ طبقہ۔ ان طبقات کے درمیان کشمکش و تصادم ناگزیر تھا اور اس کشمکش و تصادم کی موجودگی میں اسلامی اتحاد و اتفاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ خلیفہ سوئم کے عہد میں مسلمانوں میں انتشار و افتراق فتنہ و فساد اور خانہ جنگیوں کے لئے زمین بالکل ہموار ہو گئی تھی۔

حضرت عثمانؓ نے یہ نظام اراضی 30 ہجری میں رائج کیا تھا۔ اسی سال دمشق میں زر اندوزی کے مسئلہ پر حضرت ابوذر غفاریؓ اور شام کے گورنر معاویہ کے درمیان تنازعہ ہوا۔ جس کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ”حضرت ابوذر غفاریؓ ملک شام میں قیام کے دوران اس قسم کا وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے ”اے دولتمند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں صرف نہیں کرتے تم انہیں آگ کے ٹھکانے کی خوش خبری سناؤ جہاں ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پشت پر داغ لگایا جائے گا۔ غریب طبقے پر ان کی اس قسم کی تقریروں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دولتمندوں کو بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا اور دولتمند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر معاویہ بن ابو سفیان نے حضرت عثمانؓ کو لکھا" ابوذر میرے لئے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں۔ اور ایسی ایسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔" حضرت عثمانؓ نے تحریر کیا فتنہ و فساد کی جڑیں نمودار ہو گئی ہیں۔ اب وہ پھوٹنا چاہتا ہے۔ تم اس زخم کو مت چھیڑو' بلکہ ابوذرؓ کو میرے پاس بھیج دو۔ ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔ ان کے لئے زاد راہ مہیا کر کے ایک رہنما کے ساتھ انہیں بھیجو۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کو روکے رکھو کیونکہ تمہارا یہ نظم و ضبط تمہارے کام آئے گا'۔ معاویہ نے ابوذر غفاریؓ کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ مدینہ آئے تو وہاں انہوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس اور محفلیں دیکھیں۔ اس پر انہوں نے یہ پیش گوئی کی تم اہل مدینہ کو سخت غارتگری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سنا دو'۔ جب ابوذرؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیا بات ہے اہل شام تمہاری شکایت کرتے ہیں'۔ اس پر ابوذرؓ نے جواب دیا مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کہنا مناسب نہیں۔ نیز دولتمندوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مال و دولت جمع کریں۔ حضرت عثمان نے فرمایا اے ابوذرؓ! میرا یہ فرض ہے کہ

Marfat.com

میں اپنے فرائض ادا کروں اور رعایا کے ذمہ جو واجبات ہوں انہیں وصول کروں۔ میں انہیں زاہد بننے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ البتہ انہیں محنت کرنے اور کفایت شعار بننے کی تلقین کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے فرمایا آپ مجھے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دیں! کیونکہ مدینہ اب میرا گھر نہیں رہا' اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا تم مدینہ کی بجائے اس سے بدتر مقام پر رہنا چاہتے ہو'۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا مجھے رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے کہ جب مدینہ کی عمارتیں خفیہ اڈے بن جائیں تو میں وہاں سے نکل جاؤں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا ایسی صورت میں تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ مدینہ منورہ سے نکل کر ربذہ چلے گئے۔[19]" کہتے ہیں کہ "اس واقعہ سے پہلے جب ابوذر غفاریؓ شام میں تھے تو وہ جب حج کے لئے آتے تھے تو مدینہ کی زیارت بھی کیا کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ سے کچھ وقت روضہ رسول کی ہمسائیگی میں ٹھہرنے کی اجازت طلب کر لیتے اور حضرت عثمانؓ انہیں اجازت دے دیا کرتے۔ ایک روز حضرت ابوذرؓ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ مروان بن حکم کو بہت سا زر و مال اور اس کے بھائی حارث بن حکم کو تین لاکھ درہم دے رہے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا کہ وہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو ایک لاکھ درہم عطا کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بخشش قابل اعتراض معلوم ہوئی ان کی نظر میں بخشش کی یہ مقدار بھی بہت زیادہ تھی چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے نہ رہا گیا اور انہوں نے کہا" دولت جمع کرنے والوں کو عذاب دوزخ کی بشارت دے دو"۔ اور اس مفہوم کی آیہ کریمہ تلاوت کی "اور جو لوگ سونے چاندی کے ذخیرے جمع کر رکھتے ہیں اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں المناک عذاب کی بشارت دے دو"۔ مروان نے حضرت ابوذرؓ کے اس قول کا شکوہ حضرت عثمانؓ سے کیا۔ اس پر حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوذر میں تلخ کلامی ہوئی جس کے بعد ابوذرؓ کو شام بھیج دیا گیا۔ وہاں ان کا معاویہ سے تنازعہ ہوا تو انہیں پھر مدینہ بھیج دیا گیا۔ مدینہ میں پھر ان کا حضرت عثمانؓ سے اختلاف ہوا تو انہیں ربذہ بھیج دیا گیا۔[۲۰]"

حضرت ابوذر غفاریؓ کے اس واقعہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ عثمانی عہد کے پانچ چھ سال بعد اسلامی مملکت میں طبقاتی تضاد کس قدر شدید ہو گیا تھا اور طبقہ امراء طبقہ غرباء سے کس قدر خائف تھا۔ معاشرے کی ایسی صورت حال میں اسلامی اتحاد و اتفاق کیسے

Marfat.com

قائم رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اسی سال جب حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلعم کی انگوٹھی گم ہو گئی تو اس واقعہ کو ان کے لئے بدشگونی تصور کیا گیا اور ان کے مخالفین نے اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا۔ جس معاشرے میں بڑی تیزی کے ساتھ سیاسی، معاشی اور قومیتی تضاد ابھر رہے ہوں اس میں ارباب اقتدار کے مخالفین ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑی باتیں ظاہر کر کے ان سے سیاسی فائدہ اٹھایا ہی کرتے ہیں۔ بالخصوص توہم پرست قبائلی معاشرے میں اس قسم کی چھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ قبل ازیں بعض یمنی قبائل نے اس مسئلہ پر تنازعہ کھڑا کر دیا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے حج میں عرفات سے واپسی پر منیٰ میں مکمل نماز کیوں پڑھائی جبکہ رسول اللہ صلعم اس مقام پر صرف دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ معترضین میں حضرت علیؓ سمیت بعض صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ رسول اللہؐ کی یہ انگوٹھی چاندی کی تھی اور رسول اللہؐ نے عجمی اکابر کو خطوط بھیجنے کے لئے بنوائی تھی۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہ لوگ صرف مہر زدہ خطوط قبول کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اس انگوٹھی کو استعمال کرتے رہے تھے اور حضرت عثمانؓ بھی چھ سال تک اسی انگوٹھی سے مہر لگاتے رہے تھے۔ سن 30 ہجری میں ایک دن انہوں نے اہل مدینہ کے لئے پانی کا ایک کنواں کھدوایا۔ وہاں آپ کنویں کے سرے پر بیٹھے ہوئے اس انگوٹھی کو حرکت دے رہے تھے اور اسے اپنی انگلیوں میں گھما رہے تھے کہ انگوٹھی ان کے ہاتھ سے نکل کر کنویں میں گر گئی۔ لوگوں نے کنویں میں اس کو تلاش کیا اور اس کا سارا پانی نکلوایا مگر انگوٹھی کا سراغ نہ ملا۔

سن 31 ہجری میں جبکہ والی مصر عبداللہ بن ابی سرح اہل روم کے ساتھ بحری لڑائی کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو مدینہ کے دو نوجوان مصر میں منظر عام پر آئے۔ محمد بن ابی حذیفہ معزز باپ کا بیٹا تھا۔ اس کے والد قبیلہ قریش میں عالی نسب اور قریشی سرداروں میں بلند مرتبہ سردار تھے ابو حذیفہؓ ان افراد میں سے تھے جو پہلے پہل نبی اکرمؐ کے دارالارقم میں داخل ہو کر دعوت اسلام دینے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اس کار زار میں خود اپنے والد کو دعوت مبارزت دی تھی۔ بعد کی تمام لڑائیوں میں بھی وہ رسول اللہؐ کے دوش بدوش رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں یمامہ کی جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ دوسرا نوجوان محمد بن ابی

Marfat.com

بکر خلیفہ صدیق اکبرؓ کا فرزند اور حضرت عائشہؓ کا بھائی تھا۔ وہ قریشی نوجوان تھا اور اس عزت کا مالک تھا جو قریش کو حاصل تھی۔ اسے اپنے والد بزرگوار کی عزت پر بھی ناز تھا۔ یہ دونوں نوجوان حضرت عثمانؓ سے کسی عہدے کے خواہاں تھے مگر انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا۔ البتہ انہیں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ مفتوحہ ممالک میں جا کر سیر کریں۔ ''امام زہری فرماتے ہیں محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر مصر میں حضرت عثمانؓ کے عیوب اور ان کی تبدیلیوں کا کھلم کھلا اظہار کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے طریقے کی مخالفت کی ہے اس لئے حضرت عثمانؓ کا خون حلال ہے۔ ان کا یہ قول تھا کہ ''حضرت عثمانؓ نے ایک ایسے شخص (عبداللہ بن سعد) کو حاکم مقرر کیا ہے جس کے خون کو رسول اللہؐ نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا۔ نیز رسول اللہؐ نے ایک جماعت کو نکال دیا تھا مگر انہوں نے ان لوگوں کو واپس بلوایا اور رسول اللہؐ کے صحابہ کرام کو نکال دیا۔ نیز انہوں نے سعید بن العاص اور عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔''[21]

ابن ابی حذیفہ لشکر میں اور ابن ابی بکر شہر میں یہ زہریلا پراپیگنڈا کرتے رہے تاآنکہ بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے۔ فوجی مہم سے واپسی پر عبداللہ بن سعد کو ان دونوں کی طرف سے خدشہ لاحق ہوا۔ چنانچہ اس نے حضرت عثمانؓ سے شکایت کر کے ان کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی اجازت چاہی مگر حضرت عثمانؓ نے ان پر سختی کی اجازت نہ دی اور انہیں نرمی اور خوش اسلوبی سے راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ راضی نہ ہوئے اور بدستور عبداللہ بن سعد پر فسق و فجور اور حضرت عثمانؓ پر کنبہ پروری کا الزام عائد کرتے رہے۔ اسی قسم کا الزام کوفہ کے بعض عناصر بھی عائد کرتے تھے۔

بعض سنی العقیدہ علماء اور مورخین طبری کے حوالے سے یہ موقف پیش کرتے ہیں کہ عثمانی عہد کے عالم اسلام میں فتنہ پردازی اور افتراق کی ذمہ داری دراصل ایک یہودی عبداللہ بن سبا پر عائد ہوتی ہے۔ ''یہ شخص صنعا کا رہنے والا تھا جو اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس کی کنیت ابن سوداء تھی۔ سب سے پہلے اس کا ظہور بصرہ میں ہوا۔ اس کے پراپیگنڈے کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ اے مسلمانو! یہ کس قدر حیرتناک امر ہے کہ تمہارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل موجود ہے اس کو تم خلیفہ نہیں

Marfat.com

بناتے۔ والی بصرہ عبداللہ بن عامر کو جب اس کے اس پراپیگنڈے کی اطلاع ملی تو اس نے اسے بصرہ سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ کوفہ چلا گیا۔ جہاں اس نے اہل فتنہ سے مل کر ان میں اپنے خیالات پھیلائے مگر تھوڑے ہی عرصے میں نکالا گیا اور مصر پہنچا۔ عبداللہ بن سبا نے یہاں آ کر مخفی جماعت بنائی اور ان میں اپنے وہی خیالات پھیلانے لگا لیکن اب ان پر کچھ اور اضافہ کیا یعنی یہ کہ دنیا میں ایک ہزار نبی گزرے ہیں۔ ہر نبی کا ایک وصی بھی ہوا کرتا تھا۔ حضرت علیؑ نبی صلعم کے وصی ہیں اور جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اسی طرح حضرت علیؑ خاتم الاوصیاء ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے نبی کی وصیت پوری نہیں کی۔ ان سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ خلافت کے مستحق نہیں ہیں جبکہ وصی رسول موجود ہیں تو اس کے سوا کسی کو خلیفہ ہونے کا کیا حق ہے۔ تم لوگ اٹھو۔ اس تحریک کو پھیلاؤ اور ان ظالم امراء کو جو تمہارے اوپر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے ہیں نکال دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمہارا فرض ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس خیال پر جو لوگ پختہ ہو جاتے ان کو جابجا شہروں میں بھیج دیتا تاکہ مخفی طور پر اس کی اشاعت کریں۔ چنانچہ مختلف مقامات پر اس کی ہم خیال ایک جماعت تیار ہو گئی۔ یہ لوگ اپنے شہر سے دور شہروں میں خطوط بھیجتے۔ جن میں عمال حکومت کے ظلم و ستم کی مصنوعی شکائتیں لکھتے۔ ان خطوط کے مضمون لوگوں کو سنا کر خلیفہ اور امراء وقت کے خلاف ان کے جذبات بھڑکائے جاتے تھے۔ جب یہ خطوط پہنچتے تو اہل عراق مصریوں پر اور اہل مصر، عراقیوں پر ترس کھاتے اور شکر کرتے کہ ہم اس مصیبت سے محفوظ ہیں۔ مدینہ والے جہاں ہر طرف سے اس قسم کے خطوط جاتے تھے سب کی حالت پر افسوس کرتے اور کہتے کہ الحمد للہ ہم عافیت سے ہیں۔ صحابہ نے حضرت عثمانؓ سے اس کا تذکرہ کیا کہ ہمارے پاس اس قسم کے خطوط آتے ہیں۔ آپ کو بھی ان امور کی کچھ اطلاع ہے۔ یا نہیں۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میرے پاس تو ہر جگہ سے یہی خبر آتی ہے کہ عافیت اور امن ہے۔ لوگوں کے مشورہ سے حالات دریافت کرنے کے لئے جا بجا معتبر صحابہ کو روانہ کیا۔ محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ، عبداللہ بن عمر کو ملک شام اور عمار بن یاسر کو مصر۔ ان کے علاوہ اور بھی خاص خاص آدمیوں کو اطراف ملک میں روانہ کیا کہ جو اصلیت ہو بے کم و کاست اس کی اطلاع دیں۔ یہ سب فرستادے بجز حضرت عمار بن یاسر کے واپس آئے اور کہا کہ ہم نے کوئی نئی

Marfat.com

بات نہیں دیکھی تمام حالات سابق بدستور ہیں۔ عمار بن یاسر کے متعلق عبداللہ بن سعد والی مصر نے لکھا ہے کہ وہ یہاں آ کر ایک جماعت میں شامل ہو گئے ہیں جن کے سرکردہ عبداللہ بن سبا، خالد بن ملجم اور سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اسی عبداللہ بن سبا نے ملک شام میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو معاویہ کے خلاف بھڑکایا تھا۔"[۴۲]

ڈاکٹر طٰہٰ حسین ابن سبا کی اس داستان کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کی رائے یہ ہے کہ "بلاذری نے اپنی کتاب "انساب الاشراف" میں کچھ نہیں بتایا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کے واقعات معلوم کرنے کے لئے انساب الاشراف اہم ترین ماخذ ہے۔ مزید برآں حضرت عثمانؓ کے عہد کے مسلمان ایسے گئے گزرے نہ تھے کہ اہل کتاب میں سے ایک نو مسلم جو عہد عثمان ہی میں اسلام لایا ہو یہ مقام حاصل کر لے کہ ان کی عقل و فکر اور حکومت تک سے مذاق کرنے لگے۔ وہ بھی اس طرح کہ ادھر اسلام لائے اور ادھر فتنہ و فساد پھیلانا شروع کر دے۔ حتیٰ کہ اپنی سازشوں کو تمام سلطنت میں نشر کر دے۔ اگر اس نو مسلم کو جو محض مسلمانوں میں شرانگیزی کی خاطر اسلام لایا تھا عبداللہ بن عامر نے یا امیر معاویہ نے پکڑا ہوتا تو اس کے خلاف دونوں میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ضرور تحریر کیا ہوتا ورنہ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کی سخت گرفت کرتا اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھ لگ جاتا تو اسے سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔ وہ سزا جو حضرت عثمانؓ کے خوف سے وہ محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کو نہ دے سکا تھا۔ بھلا وہ شخص جو حضرت عثمانؓ سے محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر اور بعض روایات کے مطابق عمار بن یاسر کو سزا دینے کی اجازت دینے کا طلبگار ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ایک ایسے آدمی کو سزا دیئے بغیر رہ جاتا جس کے نزدیک اسلام محض مسلمانوں کے مابین آتش افراق کو ہوا دینے کا ایک ذریعہ تھا جو مسلمانوں کی نگاہوں میں ان کے امام بلکہ سارے دین ہی کو مشتبہ بنا رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ یہ نو مسلم شخص حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اسلام کیسے سکھا سکتا تھا۔ حضرت ابوذرؓ بہت سے انصار اور بہت سے مہاجرین سے قبل اسلام لائے تھے۔ وہ حضور اکرمؐ کی صحبت میں تادیر رہے تھے۔ انہوں نے بطریق احسن قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ وہ سنت پر پختگی سے کاربند رہے تھے۔ انہوں نے اموال و حقوق سے متعلق مسلک نبویؐ اور سیرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بچشم خود دیکھا

Marfat.com

تھا۔ وہ اصول حرام و حلال سے اس طرح آگاہ تھے جس طرح دوسرے اصحاب رسول آگاہ تھے اور ان پر بطرز احسن عمل پیرا بھی تھے ۔ ۔ ۔ ۔ عبداللہ بن سبا کے متعلق جو روایات ہیں انہیں درست بھی مان لیا جائے تب بھی گمان غالب یہی ہے کہ اس کی تعلیم و تبلیغ اور دعوت فتنہ کے رونما ہونے اور مخالفت و بغاوت کی آگ بھڑکنے کے بعد شروع ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے فتنہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا لیکن یہ غلط ہے کہ وہ اس فتنہ کو برانگیختہ کرنے والا ہے۔ اس طرح گمان اغلب ہے کہ شیعہ دشمن عناصر نے عہد امیہ و عباسیہ میں عبداللہ بن سبا کے معاملے میں اس لئے مبالغہ کا رنگ دے دیا کہ ایک طرف تو کچھ ایسے واقعات جو حضرت عثمانؓ اور ان کے والیوں سے منسوب ہیں وہ مشکوک ہو جائیں اور دوسری طرف حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں پر زد پڑے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ شیعہ ایک یہودی کے جھانسے میں آئے ہوئے تھے جو محض علم دشمنی کی خاطر اسلام لایا تھا۔ ظاہر ہے کہ مخالفین شیعہ نے شیعہ اور جواباً" شیعہ نے اپنے مخالفین پر جو جو اتہام و الزام عائد کئے ہیں وہ حد و حساب سے باہر ہیں اس طرح وہ اتہامات بھی بہت زیادہ ہیں جو شیعہ حضرت عثمانؓ اور دیگر حضرات کے بارے میں اپنے مخالفین پر عائد کرتے ہیں[۲۳]۔"

دراصل واضح بات جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں یہ ہے کہ اس دور کی اسلامی زندگی کے حالات طبعی طور پر اختلاف آراء اور افتراق اہواء اور گوناگوں سیاسی مذاہب کے ظہور کی طرف مائل تھے۔ "ایک طرف تو وہ لوگ تھے جو قرآن و سنت نبوی اور سیرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے وابستہ تھے اور وہ ایسے نئے امور وقوع پذیر ہوتے دیکھ رہے تھے جن سے ان کا سابقہ پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان حالات کا اس طرح حزم و احتیاط' قوت و شدت' بے غرضی اور خوش انتظامی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے جس طرح حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف قریش اور دوسرے عرب قبائل کے نوجوان تھے جو نئی صورتحال سے نئے جذبات کے ساتھ دوچار ہو رہے تھے۔ ایسے جذبات جن میں طمع' مراتب عالیہ کا حصول' خودغرضی' خود پرستی' خوش رنگ امیدیں' کسی حد پر نہ ٹھہرنے والی خواہش ملی جلی تھیں۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ان جذبات میں رشک و رقابت اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی تمنا بھی شامل تھی۔ یہ باہمی مقابلہ محض مناصب کے حصول ہی کے لئے نہ تھا بلکہ ماحول کی ہر شے کو حاصل کرنے کے لئے موجود تھا ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ناممکن تھا

Marfat.com

کہ اس قدر عظیم الشان اقتدار جو مسلمانوں کو حاصل تھا وہ حاصل ہو جائے اور اس میں کوئی حکومت اور اس کی مخالف طاقت پیدا نہ ہو اور پھر اس مخالف طاقت اور حکومت میں ٹکراؤ نہ ہو۔ یہ ناگزیر امر آخر اس تصادم کی صورت میں رونما ہوا جس میں مبتلا ہو کر مسلمان بھی اسی راہ پر گامزن ہو گئے جس پر ان سے قبل اور بعد کی قومیں گامزن رہیں کیونکہ اس وقت تک سیاسی و اجتماعی نظام کی ترقی کا سلسلہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور وہ تاحال تشنہ تکمیل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ لہٰذا وہ لوگ جو دور حاضر میں نظام سیاسی و اجتماعی کی کشمکش کا تماشا دیکھ رہے ہیں انہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی کی اس کشمکش کو بہ نظر حیرت دیکھیں جو عہد عثمانؓ میں نظام سیاسی و اجتماعی کے مسائل کی وجہ سے برپا تھی۔[۲۴]"

مزید برآں ایک ایسے قبائلی معاشرے میں جس کے ارکان ساتویں صدی عیسوی کے ساتویں عشرے میں اسلامی فتوحات سے قبل سرسبز و شاداب مقامات کی نعمتوں و لذتوں سے محروم تھے۔ جو کیڑے مکوڑے، سانپ بچھو، عود بلاؤ، سوسمار چھچھوندر اور اونٹ کی اون خون میں پکا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے، جب یکایک بے پناہ دولت آ گئی تو اس میں سیاسی، معاشرتی، معاشی، قبائلی، قومیتی اور نسبی تضادات پیدا ہونا لابدی تھا۔ ان سب تضادات میں سب سے بڑا تضاد وہ تھا جو راتوں رات عربوں کے طبقہ امراء اور طبقہ غرباء میں پیدا ہو گیا تھا۔ مسعودی حضرت عثمانؓ کے عہد کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اس زمانے میں صحابہ بڑی بڑی جاگیروں اور مال و دولت کے مالک بن گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ان کے خزانہ میں ایک لاکھ درہم دینار اور دس لاکھ درہم موجود تھے اور وادی قریٰ اور حنین میں جو آپ کی جاگیر تھی وہ بھی دو لاکھ دینار سے کم نہ تھی اور اس کے علاوہ آپ نے اونٹ گھوڑے بہت چھوڑے تھے۔ زبیرؓ کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی، اس کے علاوہ ہزار گھوڑے اور ہزار لونڈیاں اور تھیں۔ طلحہؓ کی غلہ عراق کی یومیہ آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ اور ناحیہ سراۃ کے غلہ کی آمدنی اس سے بھی زیادہ بیان کی گئی ہے۔ عبدالرحمان بن عوفؓ کے اصطبل میں ہزار گھوڑے، ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں موجود تھیں اور انتقال کے بعد ان کا ترکہ چوراسی ہزار دینار معلوم ہوا۔ زید بن ثابتؓ نے ایک لاکھ دینار کی جاگیر اور بہت کچھ نقد چھوڑا اور چاندی سونے کی اینٹیں اس کے علاوہ

Marfat.com

تھیں۔ زبیرؓ نے بصرہ، مصر، کوفہ اور اسکندریہ میں بڑے بڑے مکانات بنوائے۔ اسی طرح طلحہؓ نے بھی کوفہ میں اپنے لئے عمارت بنوائی اور مدینہ میں اپنا گھراز سرنو چونے ساج اور اینٹ سے تعمیر کرایا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا گھر سنگ سرخ سے بہت عالیشان اور بلند بنوایا جس کا صحن کشادہ و فراخ اور اس کے بالائی منزل میں جھروکے رکھوائے۔ مقدادؓ نے مدینہ میں مکان بنوایا جس کے اندر باہر چونے کا پلاستر کرایا۔ علی بن منبہؓ نے پچاس ہزار دینار نقد اور جاگیر چھوڑی اور مال و اسباب جس کی قیمت تین لاکھ قرار پائی۔[۲۵]" ایک اور روایت کے مطابق "عبدالرحمان بن عوفؓ نے بہت بڑی میراث چھوڑی تھی۔ ان کے پاس ایک ہزار اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریاں تھیں۔ ان کی زراعت شاداب زریں زمینوں میں تھی جس میں بیس اونٹ سیراب کرتے تھے۔ ان کی چار بیوگان میں سے ہر ایک کا حصہ اسی ہزار سے لے کر ایک لاکھ تک بنتا تھا۔ انہوں نے جو سونا چھوڑا تھا اسے کلہاڑیوں سے توڑا گیا تھا اور اسے کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے تھے۔۔۔۔ حضرت زبیرؓ کے وارثوں کو میراث میں سے جو رقم ملی تھی اس کے متعلق لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کم سے کم بتانے والوں کا خیال ہے کہ وارثوں نے ساڑھے تین کروڑ درہم باہم تقسیم کئے۔ زیادہ سے زیادہ بتانے والوں کا کہنا ہے کہ یہ رقم سوا پانچ کروڑ درہم تھی لیکن اعتدال پسندوں کا بیان یہ ہے کہ یہ رقم کوئی چار کروڑ درہم تھی۔ اس میں اچنبھے اور حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ حضرت زبیر کی ملکیت میں کئی اقطاع فسطاط میں تھے، کئی اقطاع اسکندریہ میں، کئی بصرہ میں اور کئی کوفہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اکیس مکان مدینہ شریف میں تھے۔ علاوہ ازیں متعدد ذرائع آمدنی اور دیگر جائیدادیں اور ساز و سامان بھی تھا۔[۲۶]" جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں اراضی کی نجی ملکیت کی اجازت نہیں اور یہ کہ اسلام ارتکاز کے خلاف ہے وہ بالواسطہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کبارؓ کا کردار اسلامی تعلیمات کے خلاف تھا۔

"حافظ ابن عبدالبر لکھتا ہے کہ طلحہ بن عبیداللہؓ کی روزانہ آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ ۔۔۔ زبیر بہتؓ دولتمند تاجر تھے۔ ایک دن ان سے پوچھا کہ تجارت میں اس قدر تمہارے پاس کیونکر جمع ہوا۔ جواب دیا کہ میں تو نفع نہیں چاہتا تھا، لیکن خدا برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو اس کو خراج ادا کرتے تھے۔۔۔۔ ابن نافع کہتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد تین سو عورتوں سے نکاح کیا۔

Marfat.com

ابن وضاح کہتا ہے کہ ابن نافع نے کم بیان کیا۔ اس نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا۔ ۔ ۔ ۔ علامہ جرجی زیدان لکھتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد جبکہ لوگوں کے دلوں میں عہد نبوت کا رعب و جلال گھٹ چلا تو انسانی فطرت نے ان کو مغلوب کر لیا اور وہی مسلمان جو دولتمندی سے نفرت کرتے تھے مال و زر جمع کرنے کے شائق بن گئے اور بعض ان میں بڑے بڑے مالدار تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ایک بار 27 ہجری میں اسلامی افواج نے بہ ماتحتی عبداللہ بن سعد کے جو حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ افریقہ کا ملک فتح کیا تو دو لاکھ پچاس ہزار دینار مال غنیمت میں حاصل ہوئے۔ عبداللہ بن سعد نے اس کا خمس بجائے بیت المال میں جمع کرنے کے مروان بن حکم کو بخش دیا اور اپنی لڑکی اس کے عقد میں دے دی۔ اس نے عثمانؓ کے عاملوں سے حساب فہمی کا قاعدہ توڑ دیا۔ اس لئے اکثر عاملوں کو جو ان کے رشتہ دار تھے دل کھول کر زر و مال جمع کرنے کا موقع مل گیا۔ خاص کر معاویہ بن ابی سفیان نے جو ملک شام کے عامل اور بڑے بلند نظر اور عالی حوصلہ شخص تھے بے شمار دولت فراہم کر لی۔ اور سب سے پہلے عمرؓ کے اس قاعدہ کو جو مسلمانوں کو اراضیاں خریدنے اور زراعت کرنے سے باز رکھنے کے بارہ میں تھا ان ہی کو توڑا ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عمرؓ نے معاویہ کو ملک شام کا عامل مقرر فرمایا تھا اور ان کی تنخواہ سالانہ ہزار دینار قرار دی تھی۔ جو اس وقت کے دوسرے عاملوں کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ اب حضرت عثمانؓ کے عہد میں انہوں نے مفتوحہ اراضیوں کو اپنی جاگیر بنانے کی خواہش کی جسے خلیفہ ممدوح نے منظور کر لیا۔ اس طرح معاویہ نے ان زمینوں پر قبضہ کر کے اپنے کنبہ کے اور لوگوں کو بلا حق تقسیم کر دیا۔ اس بات سے ان کو یہ جرات بھی پیدا ہو گئی کہ وہ جائیداد اور علاقہ خریدیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ خلافت پر مستقل ہونے کے زمانہ میں مسلمانوں کو عام طور پر اس کی اجازت دے دی کہ وہ آزادی کے ساتھ اراضیاں خریدیں۔ امیر معاویہ کی پیروی میں دوسرے صوبہ جات کے عاملوں نے بھی علاقے خریدنے شروع کئے اور تمام صحابہ نے املاکیں اور جائیدادیں مول لے لیں۔ جن میں حضرت زبیرؓ سعدؓ اور طلحہؓ وغیرہ جیسے اعلیٰ درجہ کے صحابی بھی شامل تھے اور ان کی دولتمندی روز افزوں ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ خود خلیفہ عثمانؓ بن عفان نے بھی بہت بڑا حصہ زمینوں کا خرید فرمایا اور بے شمار مال و زر جمع کیا۔"[۲۷]

Marfat.com

ساتویں صدی عیسوی میں نوزائیدہ اسلامی مملکت کے مسلمانوں میں حصول اراضی و جائیداد اور اکتساب کے اس رجحان میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی اور نہ ہی یہ رجحان مذمت و ملامت کے قابل تھا بلکہ اس زمانے کے عربوں کے قبائلی معاشرے میں یہ ایک ترقی پسندانہ بلکہ انقلابی رجحان تھا۔ قبائلی معیشت و معاشرت کے جاگیردارانہ معیشت و معاشرت میں منتقل ہونے میں کوئی برائی نہیں تھی۔ یہ ایک ایسا تاریخی عمل تھا جس میں سے دنیا کا ہر معاشرہ کسی نہ کسی وقت گزرا ہے۔ فتوحات' خونریزی اور استبدادیت اس تاریخی عمل کے لازمی اجزاء تھے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ ان برائیوں سے مبرا نہیں رہا ہے۔ ان برائیوں میں اچھائی یہ تھی کہ ان کے بغیر عربوں کی معاشی و معاشرتی ترقی ممکن نہیں تھی۔ اہل عجم اور اہل روم کا معاشی و معاشرتی نظام ظہور اسلام سے پہلے ہی حالت نزع میں تھا۔ اگر عربوں نے ان سلطنتوں کے زوال پذیر نظام کے کھنڈرات پر اپنا نیا جاگیردارانہ نظام تعمیر کیا تو انہوں نے کوئی انوکھا جرم نہیں کیا تھا۔ ظہور اسلام سے پہلے دنیا کے بیشتر حصوں میں ایسا ہی ہو چکا تھا اور قبائل عرب بھی اسلام کا پرچم اٹھا کر اسی راہ پر چلے۔ اس کے بغیر سیاسی' معاشرتی' معاشی اور ثقافتی ترقی ممکن نہیں تھی۔ ان کا ایمان و ایقان تھا کہ رسول اللہ صلعم نے انہیں دنیاوی و اخروی دونوں ہی زندگیوں میں خوشحالی اور آسودگی کی راہ دکھائی ہے۔

Marfat.com

باب: 10

نئے طبقہ امراء کے خلاف طبقاتی، قبائلی اور قومیتی تضادات

بلاشبہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوذر غفاریؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام کا کردار ہوس مال و زر اور حرص املاک و جائیداد سے بالاتر تھا۔ انہوں نے اپنی سادگی اور بے مزہ زندگی کو نہیں چھوڑا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے منصب سے ان کی عادات میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ آپ اپنے عہد خلافت میں حسب سابق بزازی کے ذریعے اپنی روزی کماتے تھے آپ ہر روز بازار جاتے۔ خرید و فروخت میں مشغول رہتے۔ ان کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ کبھی آپ خود ان کو چرانے کے لئے جاتے اور کبھی آپ کا یہ کام کوئی شخص کر دیتا تھا۔ آپ قبیلے والوں کی بکریوں کا دودھ دوھ آیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ میری وہ زمین جو فلاں مقام پر ہے اس رقم کے معاوضہ میں دی جائے جو آج تک میں نے بیت المال سے لی ہے۔ چنانچہ وہ زمین، ایک اونٹنی، ایک قلعی گر غلام اور کچھ غلہ جس کی قیمت پانچ ہزار درہم ہو گی یہ سب چیزیں عمرؓ کو دے دی گئیں۔ انہوں نے اپنے پورے زمانہ خلافت میں بیت المال سے صرف آٹھ ہزار درہم تنخواہ وصول کی تھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی سادہ زندگی کے بارے میں بہت سی روائتیں ہیں۔ آپ اپنے کپڑوں میں چمڑے کے پیوند لگاتے تھے۔ حسنؓ کہتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ ایک روز خطبہ پڑھ رہے تھے ان کی تہ بند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک چمڑے کا تھا۔ ابو عثمانؓ کا بیان ہے کہ میں نے فاروق اعظمؓ کو دیکھا ان کی تہ بند میں ایک پیوند جراب کا لگا ہوا تھا۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق فتح بیت المقدس کے وقت

Marfat.com

جب آپ تشریف لے گئے تھے تو آپ کی قمیض میں ستر پیوند تھے جس میں ایک چمڑے کا تھا۔ بیت المقدس کا چیف پادری انہیں اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اسی طرح ایران کے شاہی خاندان کے ایک فرد ہرمزان کو جب گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا تھا وہ فاروق اعظمؓ کو مسجد نبوی میں پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں محو خواب دیکھ کر سکتہ میں آ گیا تھا۔ ہرمزان نے اس وقت خود ریشمی لباس پہنا ہوا تھا جو سونے سے مرصع تھا اور اس کے سر پر تاج تھا جو یاقوت سے مرصع تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس کا یہ فاخرہ لباس شاہی اتروا کر اسے سادہ لباس پہنوا دیا تھا اور پھر اس سے بات چیت کی تھی۔ آپ کی دیانتداری' اخلاص' بے نیازی اور ایثار کی یہ حالت تھی کہ جو اہل تشیع اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر اپنی تحریروں اور تقریروں میں انہیں برا بھلا کہتے ہیں ان میں سے کبھی کسی نے فاروق اعظمؓ پر کنبہ پروری' مفاد پرستی' خود غرضی' ہوس زر یا حرص املاک و جائیداد کا الزام عائد نہیں کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنے رشتہ داروں کو متنبہ کیا کہ اگر تم سے کسی نے بھی کوئی بدعنوانی کی تو میں اس کو دوسروں کے مقابلے میں دگنی سزا دوں گا۔ آپ کی سخت گیری سے ان کی اپنی اولاد اور خود ان کی اپنی ذات بھی مستثنیٰ نہیں تھی۔ سلام بن مسکین کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب مالی ضرورت ہوتی تھی تو بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اس سے قرض مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپ بہت تنگ دست ہو جاتے تھے۔ حضرت علیؓ' عثمانؓ' طلحہؓ اور زبیرؓ کو عمرؓ کی اس تنگ دستی کا احساس تھا۔ ایک دفعہ آپ بیمار پڑ گئے۔ کسی نے اس بیماری کے علاج کے لئے شہد تجویز کیا۔ تو آپ منبر پر کھڑے ہو کے مسلمانوں سے کہنے لگے کہ بیت المال میں شہد کا پیالہ ہے اگر تم مجھے اجازت دے دو کہ میں اس میں سے کچھ شہد لے لوں تو میں کچھ مقدار حاصل کروں گا ورنہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے عہد میں حضرت ابو موسیٰؓ اشعری مرغ کا گوشت نہیں کھاتے تھے کیونکہ عرب میں مرغ کم دستیاب ہونے کی وجہ سے وہ اس کے خوگر نہ تھے اور آٹا چھاننے کی چھلنی کا تو رواج ہی نہیں تھا اس لئے وہ بے چھنا آٹا کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے عثمانی عہد کے آٹھویں سال میں ربذہ میں انتقال کیا تھا تو ان کی بیٹی کے پاس کفن کے لئے پیسے نہیں تھے اور ان کی تکفین و تدفین عبداللہ بن مسعود اور ان کے بعض ساتھیوں نے کی تھی جو کوفہ جاتے ہوئے اتفاق سے وہاں سے گزرے تھے۔ اسی طرح

Marfat.com

حضرت علیؓ نہایت قناعت پسند' شریف الطبع اور کریم النفس تھے۔ آپ زیور علم سے آراستہ اور لباس تقویٰ سے پیراستہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے سونے چاندی میرے سوا کسی اور کو جا کر بہکاؤ۔ انھوں نے نہ تجارت کی اور نہ مال و دولت کو بڑھایا۔ ہمیشہ اپنے وظیفہ پر گزارا کیا اور اہل و عیال کے نان نفقہ کا بھی بندوبست کیا۔ اپنی ضرورت سے زائد رقم وہ اپنی جائیداد کو مفید بنانے میں لگاتے تھے جو انھوں نے مقام ینبع پر خریدی تھی اور اس سے زیادہ انھوں نے کچھ نہ کیا۔ جب آپ شہید ہوئے تو آپ کا ترکہ ہزاروں میں شمار نہ کیا جا سکا۔ چہ جائیکہ لاکھوں یا کروڑوں میں محسوب ہوتا۔ ان کا ترکہ صرف سات سو درہم تھا اور وہ اس رقم سے ایک ملازم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اپنی قلیل المدت خلافت میں وہ موٹے جھوٹے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔

بایں ہمہ ان صحابہ کرام کی متاع دنیا سے یہ بے نیازی' یہ قناعت اور یہ سادگی ان کے اپنے عہد کے بسرعت تغیرپذیر عرب معاشرے کے سیاسی تقاضوں کے مطابق نہ تھی۔ ان کے عہد میں بہت سے سیاسی' معاشرتی' معاشی' ثقافتی' قومیتی' نسلی اور قبائلی تضادات سے بھرپور ایک عظیم الشان اسلامی مملکت کی تشکیل ہوئی تھی۔ اس مملکت میں عرب قبائل اپنی دیرینہ بدوی معاشرت سے برق رفتاری کے ساتھ منتقل ہو کر زرعی معاشرت میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ان کی وحشت و بدویت راتوں رات جاگیردارانہ تہذیب و تمدن کی شکل اختیار کر رہی تھی۔ جو عرب قبائل بیرونی فتوحات سے قبل کیڑے مکوڑے' سوسمار' عود بلاؤ' چھچھوندر' سانپ' بچھو اور اونٹ کی اون خون میں پکا کر کھایا کرتے تھے اور جو چپاتی کے تصور سے ناآشنا تھے۔ انھوں نے اب مرغ' پلاؤ' بھنا گوشت' پسندے اور پراٹھے کھانے شروع کر دیئے تھے۔ اس قدر عظیم الشان سلطنت میں اور ہر شے کی فراوانی کی ایسی صورت حال میں عام بدو عربوں کو مزید عرصے تک قبائلی معاشرت میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ان میں ہوس زر اور حرص املاک کا پیدا ہونا لابدی تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے ساتھ قدرتی طور پر ان کے طبقاتی شعور اور قبائلی عصبیت نے بھی نشوونما پائی۔ ان کے اس طبقاتی تصور اور قبائلی عصبیت کی کوکھ سے ان کے اور قریش کے طبقہ امراء کے درمیان تضاد نے ابتدا" غیر محسوساتی طور پر اندر ہی اندر پرورش پائی۔ پھر یہ تضاد عثمانی عہد میں بالائی سطح پر آنے لگا اور اس عہد کے ساتویں سال میں یہ تضاد ایک نہایت خطرناک فتنہ کی

Marfat.com

صورت میں سب سے پہلے کوفہ میں پھٹ پڑا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا بیان ہے کہ "دراصل یہ فتنہ خالص سرزمین عرب کی پیداوار تھا جو زرداروں کی ہوس زر اندوزی اور اقتدار پرستی کی جنگ کے باعث نیز عربی عوام کے دلوں میں ان زرداروں کے خلاف حسد و عداوت کے جذبات کے سبب رونما ہوا تھا اور جونہی حضرت عثمانؓ کا مجوزہ نظام پھیلا اور زرداروں نے تیزی سے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی یہ فتنہ ظاہر ہو گیا اور دوسرے علاقوں سے پہلے یہ فتنہ کوفہ سے اٹھا اور خود والی کوفہ سعید بن العاص کی محفل سے۔ یہ واقعہ 33 ہجری کا ہے!"

طبری لکھتا ہے کہ "سعید بن العاص کی خلوت خاص میں قدیم مجاہدین قادسیہ' قراء اہل البصرہ اور معزز حضرات ہی شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کی خاص مجلس ہوتی تھی مگر جب وہ دربار عام کرتا تھا تو اس وقت ہر ایک وہاں آ سکتا تھا۔ ایک دن اس کی عام مجلس میں کسی شخص خنیس نامی نے کہا کہ طلحہ بن عبیداللہ کتنے فیاض ہیں؟ اس پر سعید بن العاص نے کہا کہ "جس شخص کے پاس نشاستج جیسی جائیدادیں ہوں گی وہ ضرور بہت سخی اور فیاض ہو گا۔ لہٰذا اگر میرے پاس اس جیسی اراضی ہوتی تو اللہ تمہیں بہت خوشحالی کے ساتھ زندگی عطا کرتا۔ اس پر خنیس کا نوجوان فرزند عبدالرحمان بن خنیس بول اٹھا۔ بخدا میری خواہش یہ ہے کہ ملطاط کا علاقہ آپ کے پاس ہوتا۔ اس کی مراد خاندان کسریٰ کی وہ اراضی تھیں جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے پر تھیں۔ دوسرے لوگ (بھڑک اٹھے اور) کہنے لگے۔ اللہ تمہارا منہ توڑے۔ بخدا۔ ہم تمہاری خبر لیں گے۔ خنیس بول اٹھا: یہ بچہ ہے اسے معاف کر دو۔ وہ بولے یہ ہمارے علاقے کی اراضی انہیں دینا چاہتا ہے۔ وہ بولا "آپ لوگوں کے لئے بھی دگنی اراضی کی تمنا کرتا ہے۔ وہ بولے وہ نہ ہمارے لئے چاہتا ہے اور نہ ان کے لئے چاہتا ہے'۔ وہ بولا پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے'۔ وہ بولے بخدا تم نے اسے یہ بات کہنے کا حکم دیا ہے' بعدازاں اشتر اور چار پانچ دوسرے لوگ مزید بھڑک اٹھے اور انہوں نے اس نوجوان کو اور اس کے باپ کو اتنا مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہو گئے۔ اس وقت سعید بن العاص انہیں بہت منع کر رہے تھے۔ مگر وہ نہیں مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو خوب مارا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔ جب قبیلہ اسد کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر محل کو گھیر لیا اور دوسرے قبائل نے آ کر سعید بن العاص سے پناہ لینے کی

Marfat.com

درخواست کی اور کہا، آپ ہمیں ان سے بچائیے، اس پر سعید بن العاص نکل کر لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے، اے لوگو کچھ لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا اور اللہ نے امن و عافیت عطا کی ہے"۔ اس کے بعد لوگ بیٹھ گئے اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب دونوں افراد ہوش میں آ گئے تو سعید بن العاصؓ نے کہا، تم میں سے کون زندہ ہے۔ وہ بولے، آپ کے مصاحب ہمیں قتل کرنے والے تھے۔ سعید بن العاص نے کہا، بخدا وہ میرے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔ تم دونوں اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور لوگوں کے پاس جانے کی جرات نہ کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان لوگوں کے شر و فساد کی توقعات پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اس قدر افواہیں پھیلانے لگے کہ اہل کوفہ نے سعید بن العاص کو اس بات پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے کہ تمہارا خلیفہ موجود ہے۔ انہوں نے مجھے کوئی قدم اٹھانے سے منع کر رکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ خلیفہ سے سلسلہ جنبانی کرے۔ چنانچہ کوفہ کے معززین اور نیک افراد نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ وہ ان لوگوں کو کوفہ سے نکال دیں۔ حضرت عثمانؓ نے تحریر فرمایا "اگر تمہارے معزز سردار اس پر متفق ہوں تو انہیں امیر معاویہ کے پاس بھیج دو"۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو نکال دیا اور وہ ذلیل و مطیع ہو کر امیر معاویہ کے پاس پہنچے۔ یہ لوگ دس سے کچھ زیادہ افراد تھے۔ انہوں نے اس کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو دی اور حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہ کو یہ تحریر کیا "اہل کوفہ نے چند افراد کو جنہوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا نکال کر بھیجا ہے۔ تم ان سے محتاط رہو اور ان کی نگرانی رکھو۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ راست اور اصلاح پذیر ہو گئے ہیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرو اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں لوٹا دو"[۲]۔

اس واقعہ کے بارے میں "حضرت شعبی کی روایت یہ ہے کہ جب سعید بن العاص ولید بن عقبہ کی جگہ میں بطور والی آئے تو انہوں نے معزز لوگوں کا (اپنی مجلس کے لئے) انتخاب کرنا شروع کیا۔ یہ لوگ ان کے پاس آ کر رات کے وقت داستان گوئی کرتے تھے۔ ایک رات کوفہ کے معزز لوگ داستان گوئی کی محفل میں جمع تھے۔ ان میں دیگر افراد کے علاوہ یہ افراد بھی شامل تھے: (1) مالک بن کعب الارحبی (2) اسود بن یزید نخعی (3) علقمہ بن قیس نخعی (4) مالک الاشتر۔ اس موقع پر سعید بن العاص نے کہا کہ یہ سواد (یعنی

Marfat.com

سرزمین کوفہ) قریش کا باغ ہے۔ اس پر اشتر نے کہا "کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ علاقے جسے اللہ نے بزور شمشیر مال غنیمت میں ہمیں دیا ہے تمہارا اور تمہاری قوم کا باغ ہے؟ خدا کی قسم! تمہارا بڑے سے بڑا حصہ دار بھی ہمارے برابر ہے"۔ اس کی تائید میں دوسرے لوگ بھی بولنے لگے۔ عبدالرحمان اسدی جو سعید بن العاص کا کوتوال تھا' اس نے کہا "کیا تم امیر کی گفتگو کی مخالفت کر رہے ہو؟" اس نے انہیں بہت سخت سست کہا۔ اس پر اشتر نے کہا "دیکھو یہ شخص جانے نہ پائے"۔ چنانچہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر زد و کوب کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کی ٹانگ گھسیٹ کر اسے لٹا دیا گیا اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ اس کے بعد جب اسے ہوش آیا تو سعید بن العاصؓ نے اس سے پوچھا' کیا تم زندہ ہو' اس نے کہا مجھے آپ کے انتخاب کردہ اسلام کے رہنماؤں نے مار ڈالا' اس پر سعید نے کہا' بخدا اب کوئی میری مجلس میں شریک نہیں ہو گا۔ اس واقعہ کے بعد یہ لوگ اپنی مجلسوں اور گھروں میں بیٹھ کر حضرت عثمانؓ اور سعید بن العاص کو سب و شتم کرنے لگے۔ ان لوگوں کے پاس دوسرے لوگ بھی آنے لگے۔ جب یہ تعداد بہت بڑھ گئی تو سعید بن العاص نے حضرت عثمانؓ کو ان حالات سے بذریعہ تحریر آگاہ کیا اور لکھا "کوفہ کے چند لوگ جن کی تعداد دس تک ہے جمع ہو کر آپ کے اور میرے خلاف عیب گوئی کر رہے ہیں اور ہماری دینداری پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا تو تعداد زیادہ ہو جائے گی"۔ حضرت عثمانؓ نے سعید بن العاص کو تحریر کیا تم انہیں معاویہ کے پاس بھیج دو۔ امیر معاویہ اس زمانے میں شام کے حاکم تھے۔ چنانچہ نو افراد کو معاویہؓ کے پاس روانہ کیا گیا جن میں یہ لوگ بھی شامل تھے: مالک ابن الاشتر' ثابت بن قیس بن منقعؓ ' کمیل بن زیاد نخعیؒ' صعصعہ ابن صوحان[۲]

"چنانچہ جب وہ امیر معاویہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ ایک دن امیر معاویہ نے ان کے سامنے یہ گفتگو کی۔ "تم لوگ عرب قوم میں سے ہو۔ تم نے اسلام کے ذریعے عزت حاصل کی اور اسی کی بدولت دوسری قوموں پر غالب آئے اور ان کے مراتب و میراث پر قبضہ کیا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم قریش سے ناراض ہو۔ اگر قریش کا قبیلہ نہ ہوتا تو تم اس طرح ذلیل و خوار رہتے جیسا کہ تم پہلے تھے۔ تمہارے حکام تمہارے لئے آج تک ڈھال بنے ہوئے ہیں اس لئے تم اپنی ڈھال سے الگ نہ رہو۔ تمہارے حکام

Marfat.com

آج کل تمہاری زیادتیوں پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم تم باز آ جاؤ ورنہ اللہ تمہارے اوپر وہ حاکم مسلط کر دے گا جو تم پر ظلم و ستم کرے گا اور اسے تمہارے صبر و تحمل کا کوئی خیال نہ ہو گا۔ اس طرح تم اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں رعایا پر مظالم کرنے میں ان لوگوں کے شریک کار اور ذمہ دار سمجھے جاؤ گے۔ ان لوگوں میں سے ایک نے کہا "آپ نے قریش کا تذکرہ کیا ہے مگر قریش کا قبیلہ عرب کا اکثر قبیلہ نہیں ہے اور نہ وہ دور جاہلیت میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا کہ آپ ہمیں اس سے خوفزدہ بنائیں۔ آپ نے ڈھال کا ذکر کیا ہے تو ڈھال جب ٹوٹ جائے گی تو ہمارے لئے میدان خالی ہو جائے گا"۔ امیر معاویہ نے کہا۔۔۔۔ تم بات کو سمجھو۔ میرے خیال میں تم اس بات کو نہیں سمجھ سکے ہو کہ قریش کو دور جاہلیت میں اور اسلامی دور میں محض خدائے بزرگ و برتر کی بدولت عزت حاصل ہوئی۔ بلا شک و شبہ قریش کا قبیلہ اکثریت میں نہیں تھا اور نہ سب سے زیادہ طاقتور تھا تاہم وہ حسب و نسب میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا تھا۔ اس کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور شرافت و مروت میں وہ کامل ترین تھا۔" معاویہ نے اپنی گفتگو میں قریش کی فضیلت کا ذکر کیا اور کہا کہ "تمہاری یمن کی بستی بدترین بستی ہے۔ جس کی پیداوار سب سے زیادہ بدبودار تھی اور اس کی وادی عمیق ترین ہے جو شر و فساد میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے۔ جب کبھی کوئی شریف یا رذیل یہاں قیام کرتا ہے تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور اس پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام عرب میں بہت بدنام ہیں تمام قوموں سے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ایرانیوں کی رعایا تھے اور ان کے پاس رسول اللہؐ کی طرف سے دعوت اسلام پہنچی مگر تم عمان میں رہے اور بحرین میں قیام نہیں کیا۔ اس لئے تم نبی کریمؐ کی دعوت میں بھی شریک نہیں ہوئے اور اپنی قوم کے بدترین انسان ہو۔ جب اسلام نے تمہیں نمودار کیا اور تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان قوموں پر غالب آئے جو تم پر غالب تھیں تو تم اللہ کے دین میں کجروی اختیار کرنے لگے اور ذلت و رسوائی کے کاموں کی طرف مائل ہوئے۔ اس طریقہ سے قریش کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ کوئی شخص انہیں اپنے فرض کی ادائیگی سے نہیں روک سکے گا"۔ اس روایت پر مزید مذکور ہے کہ "جب حضرت معاویہ

Marfat.com

واپس آئے تو انہوں نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: قریش کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ابو سفیان (معاویہ کا باپ) نہ صرف قریش کے شریف ترین انسان ہیں بلکہ سب سے شریف انسان (حرب) کے فرزند بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام شریفانہ اخلاق کو نہایت صاف اور پاکیزہ بنایا ہے اور ہر قسم کی برائی سے پاک و صاف رکھا ہے۔ اس لئے ان کی جو اولاد ہو گی وہ دانشمند ہو گی۔ صعصعہ نے اس کے جواب میں کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ اللہ نے اپنے ایک شخص کو (حضرت آدم کو) پیدا کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے ان کے لئے سجدہ کیا۔ مگر ان کی اولاد میں نیک بھی ہوئے اور بدکار بھی ہوئے ان میں احمق بھی اور عقلمند بھی ہوئے ۔۔۔۔ تم اس حکومت کے مستحق نہیں ہو اور اللہ کی نافرمانی کے لئے تمہاری اطاعت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ۔۔۔۔ تم نے نبی کریمؐ کی تعلیمات کے خلاف بات کہی تھی ۔۔۔۔ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے کام سے الگ ہو جاؤ کیونکہ مسلمانوں میں تم سے زیادہ مستحق اور قابل لوگ موجود ہیں ۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے باپ سے زیادہ اچھے اسلامی کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور وہ خود بھی تم سے زیادہ پختہ مسلمان ہیں"۔ اس پر امیر معاویہ نے انہیں تفرقہ اندوزی سے باز رہنے اور اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کی تلقین کی تو انہوں نے یہی بات دہرائی کہ تم اس کام کے اہل نہیں ہو اور پھر یہ لوگ امیر معاویہ پر جھپٹے اور ان کے سر اور داڑھی کو پکڑ لیا۔ تاہم معاویہ ان سے اپنے آپ کو چھڑا کر اٹھ گئے اور پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ "ان لوگوں کا مقصد تفرقہ پردازی اور انتشار پھیلانا ہے' وہ فتنہ و فساد کو قریب لا رہے ہیں اور اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور وہ اس سے بیزار ہیں بلکہ شیطان کی غلامی ان کے دل میں سرایت کر چکی ہے۔ ان لوگوں نے کوفہ میں اپنے ماحول کے بہت لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر وہ اہل شام کے درمیان مقیم رہے تو یہ لوگ انہیں بھی اپنی جادو بیانی اور فسق و فجور کے ذریعے خراب کر دیں گے۔ آپ انہیں ان کے شہر لوٹا دیں تاکہ وہ اسی شہر میں رہیں۔ جہاں سے ان کی منافقت پھوٹی ہے؟"

"حضرت عثمانؓ نے معاویہ کو تحریری حکم بھیجا کہ وہ انہیں سعید بن العاص کے پاس واپس کوفہ بھیج دیں۔ وہاں پہنچ کر ان کی زبانیں پھر کھل گئیں۔ چنانچہ سعید نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ وہ ان سے بہت تنگ آ گئے ہیں اس لئے حضرت عثمانؓ نے سعید کو لکھا کہ

Marfat.com

وہ عبدالرحمان بن خالد بن ولید کے پاس حمص روانہ کر دیں۔ وہ معاویہؓ کی طرف سے حمص اور جزیرۃ (فرات اور دجلہ کے درمیانی علاقے) کے امیر تھے۔ نیز حضرت عثمانؓ نے اشتر کو اور اس کے ساتھیوں کو یہ خط تحریر فرمایا: میں نے تمہیں حمص روانہ کر دیا ہے۔ جب میرا یہ خط آئے تو تم وہاں سے روانہ ہو جاؤ کیونکہ تم اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ہو۔ جب اشتر نے یہ خط پڑھا تو وہ کہنے لگا "اے اللہ! یہ خلیفہ رعایا کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ اور سب سے زیادہ معصیت اور گناہ کے کام کرتے ہیں اس لئے تو ان سے جلدی انتقام لے۔[5]" یہ لوگ جب عبدالرحمان کے پاس پہنچے تو "ساری روایات کے مطابق عبدالرحمانؓ نے ان کے ساتھ نہایت سخت اور درشت طرز عمل اختیار کیا۔ انہیں ذلیل و خوار کرنا شروع کیا اور ان کے سامنے اپنے والد (خالد بن ولیدؓ) کی اور قریش کی عظمت و شوکت کی ڈینگیں مارنا شروع کر دیں وہ ایسی باتیں بحث و تمحیص اور استدلال کے رنگ میں نہیں بلکہ تحکمانہ تلخ کلامی کی صورت میں کرتا تھا اور عملاً ان باتوں سے بھی زیادہ سختی کا سلوک کرتا تھا۔ جب وہ سوار ہو کر نکلتا تو انہیں اپنے پیچھے پیدل چلاتا۔ انہیں ڈانٹتا، جھڑکتا، ذلیل کرتا اور لوگوں کے سامنے قابل عبرت نمونہ بنا کر پیش کرتا۔ جب یہ بدسلوکی برداشت کی حد سے بڑھ گئی تو انہوں نے مار مار کر اطاعت و توبہ کا اعلان کر دیا اور ان کی طرف سے تنہا اشتر کو حضرت عثمانؓ کے پاس توبہ و اطاعت کی خبر دینے کے لئے بھیج دیا۔ اشتر، حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ اپنی کہی کچھ ان کی سنی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اسے اجازت دے دی کہ وہ اسلامی مملکت میں جہاں چاہے مقیم ہو جائے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جانے اور عبدالرحمان کے پاس اقامت گزیں ہونا پسند کیا۔ لیکن یہ اقامت زیادہ دیر نہ رہی کیونکہ ادھر سعید بن العاص اپنی جگہ کسی اور شخص کو نائب بنا کر حضرت عثمانؓ سے ملنے کے لئے گئے اور ادھر تمام جلاوطن اور علاقہ بدر لوگوں کے گھر والوں نے متحد ہو کر فیصلہ کر لیا کہ سعید کو واپس کوفہ میں نہ آنے دیا جائے۔ پھر انہوں نے اپنے شہربدر اعزاء کو بھی کوفہ بلوا لیا اور یہ لوگ تیزی سے کوفہ پہنچ گئے اور ان سب نے قسمیں کھائیں کہ جب تک بس چلے گا سعید کو کوفہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ ازاں بعد وہ سب جمع ہو کر اشتر کی قیادت میں کوفہ سے نکلے اور مقام جرعہ پر پہنچ کر سعید کا انتظار کرنے لگے تاکہ اسے واپس کر دیں اور حضرت عثمانؓ کو مجبور کر دیں کہ انہیں

Marfat.com

معزول کر کے کسی دوسرے شخص کو ان کا حاکم مقرر کریں۔ ان کی مرضی یہ تھی کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو ان کا والی مقرر کیا جائے۔ آخر حضرت عثمانؓ نے مجبوراً سعیدؓ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کر دیا۔ یہ تھے وہ حالات جس کے تحت حضرت عثمانؓ کو بہ امر مجبوری دوبارہ کوفہ کا عامل بدلنا پڑا۔ ولید بن عقبہ کو اس لئے کہ "لہو و لعب شراب نوشی میں پڑ گئے۔ تکبر کرنے لگے۔ سعید بن العاص کو اس لئے کہ انہوں نے سختی اختیار کی اور قریش و غیر قریش میں بے جا امتیاز رکھا۔ ولیدؓ کی معزولی کے وقت اہل کوفہ نے کوئی نام اپنے نئے حاکم کے لئے تجویز نہ کیا تھا لیکن حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو والی مقرر کر دیا۔ اب کوفہ والوں نے نئے والی کا انتخاب اس مرتبہ حضرت عثمانؓ پر نہ چھوڑا بلکہ خود ایک صحابی کا نام پیش کر دیا جو یمنی تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان پر حضرت ابو موسیٰ الشعری کو والی بنا کر بھیج دیا۔ جس سے وہاں قدرے سکون نظر آیا لیکن یہ سکون زیادہ مدت قائم نہ رہا۔[۶]"

ایک روایت کے مطابق "حمص میں عبدالرحمان نے اشتر اور صعصعہ سے کچھ اس قسم کی گفتگو کی تھی "مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کس طرح خطاب کروں۔ آیا تم عرب ہو یا عجمی؟ تم مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرنا جیسی تم میری اطلاع کے مطابق معاویہ سے کیا کرتے تھے۔ میں ابن خالد بن ولید ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے آزمانے والے نے آزما لیا۔ میں ارتداد کی کمر توڑنے والے کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم! اے کمینے صعصعہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے کسی ساتھی نے تمہاری ناک توڑ دی ہے اور پھر تمہارا خون چوس لیا ہے تو میں تمہیں دور تک اڑا دوں گا۔[۷]"

کوفہ کا یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی حیثیت رکھتا تھا۔ ڈاکٹر طہٰ کے مطابق یہ واقعہ زر داروں کی ہوس زر اندوزی اور اقتدار پرستی کی جنگ کے باعث نیز عربی عوام کے دلوں میں ان زرداروں کے خلاف حسد و عداوت کے جذبات کے سبب رونما ہوا تھا۔ دوسری وجہ برسر اقتدار اور زردار قبیلہ قریش اور یمنی قبائل کے درمیان قومیتی تضاد میں پنہاں تھی۔ معاویہ اور عبدالرحمان نے جس طریقے سے اپنے باپوں اور قریش کی فضیلت کے بارے میں ڈینگیں ماریں۔ ان کا شدید ردعمل ہونا لازمی و لابدی تھا۔ اسلام قریش کو عربوں پر یا دوسرے بنی نوع انسان پر کوئی فضیلت نہ دیتا تھا۔ اگر کوئی فضیلت تھی تو یہ کہ رسول اللہ صلعم ان میں پیدا ہوئے تھے مگر رسول خداؐ کے قریش میں پیدا ہو جانے

Marfat.com

سے قریش کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ لوگوں پر تسلط جما کر ان کے حاکم بن بیٹھیں یا دوسروں کے مقابلے میں اپنے لئے کوئی امتیازی حیثیت اختیار کر لیں۔ تیسری وجہ عربوں اور عجمیوں کے درمیان قومی تضاد میں پنہاں تھی۔ چونکہ قبیلہ قریش کے ارکان اپنے آپ کو قولاً" اور عملاً طبقہ اشراف و خواص و امراء ظاہر کرتے تھے اس لئے کوفہ کے مظلوم عجمیوں نے عربوں کے ان عناصر کا ساتھ دیا جو قریش کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے تھے۔ عجمیوں کا یہ ایک قدرتی ردعمل تھا اس میں ان کی کسی سازش کا عنصر شامل نہیں تھا۔ طبری اس کی ایک وجہ یہ بتاتا ہے کہ "حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے سرکردہ و باا‌ثر افراد کو ایران میں عامل بنا کر بھیج دیا تھا اس طرح کوفہ فوجی حکام اور کمانڈروں سے خالی ہو گیا تھا اور فتنہ پرداز لوگ باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں یزید بن قیس نے حضرت عثمانؓ کو خلافت سے معزول کرنے کی سازش کی۔ وہ مسجد کوفہ میں پہنچا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اس کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا جن سے ابن السوداء (عبداللہ بن سبا) خط و کتابت کرتا تھا۔ قعقاع اس پر ٹوٹ پڑا اور اس نے یزید بن قیس کو پکڑ لیا۔ وہ بولا ہم سعید بن العاص کا استعفیٰ چاہتے ہیں۔ اس نے کہا اس کام کی تکمیل یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی تم اس مقصد کے لئے یہاں نہ بیٹھو اور نہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوں بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرو۔ تمہیں ضرور کامیابی ہو گی۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اس نے بذریعہ خط ان کوفیوں کو واپس بلایا جو حمص میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مالک الاشتر وہاں سے خفیہ طریقے سے کوفہ پہنچ گیا۔ جمعہ کے دن لوگوں نے اچانک اشتر کو مسجد کوفہ کے دروازے پر دیکھا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا" "اے لوگو! میں تمہارے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے پاس سے آیا ہوں اور میں نے سعید بن العاص کو اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ خواتین کے سو درہم کم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہ بھی تجویز کر رہا ہے کہ تمہارے بہادر سپاہیوں کا وظیفہ صرف دو ہزار رکھا جائے۔ سعید یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارا مال غنیمت قریش کا باغ ہے۔ میں ایک منزل تک اس کے ساتھ چلا وہ اس قسم کی دھمکی آمیز باتیں کرتا رہا۔ عام لوگوں نے اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور دانش مند حضرات اسے منع کرتے رہے۔ مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔ اتنے میں یزید بن قیس آیا اور اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے "جو شخص چاہتا ہو کہ سیعد بن العاص کو معزول کرانے کے لئے امیرالمومنین کے پاس جائے

Marfat.com

تو وہ یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہو جائے۔" اس اعلان کے بعد دانشمند حضرات' شرفاء اور معززین شہر مسجد میں رہ گئے باقی لوگ چلے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ باغیوں کا مزید اعلان یہ تھا کہ اب شمشیر بے نیام ہی عوام کو مطمئن کرے گی۔ وہ جلدی ہی بے نیام ہو گی۔ پھر وہ ایک زبردست ہنگامہ برپا کریں گے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے رہیں گے۔ جسے اللہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دے گا۔ تم صبر کرو۔ اس کے بعد تقریباً ایک ہزار افراد مسلح ہو کر مقام جرعہ پہنچے اور انہوں نے سعید بن العاص کو واپس مدینے جانے پر مجبور کر دیا[8]" اس سے قبل حضرت عثمانؓ نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کئے۔ ایک عمال کے نام تھا جبکہ دوسرا عام رعایا کے نام اس مضمون کا کہ "مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ چند عمال سے عام رعایا کو کچھ نقصان پہنچا ہے۔ اس وجہ سے میں نے حکم دیا ہے کہ میرے کل عمال موسم حج میں آئیں۔ پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہوا ہو اس کو چاہئے کہ اس موقع پر آ کر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے لے۔ لیکن اس کی تصدیق کرائے' ثبوت دے[9]" کوفہ کے باغیوں کے سرگروہ مالک الاشتر نے اس گشتی خط کے جواب میں حضرت عثمان کو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا "منجانب مالک الاشتر بخدمت آزمائش میں پڑے ہوئے' خطا کار' سنت رسول سے گریزاں اور حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دینے والے خلیفۃ المسلمین= اما بعد! ہم نے آپ کا خط پڑھا' آپ اپنے آپ کو اور اپنے حکام کو ظلم و زیادتی سے بعض رکھیں اور نیک افراد کی جلاوطنی سے رک جائیں تو ہم آپ کے تابع فرمان بن جائیں گے۔ آپ نے کہا کہ ہم نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے۔ یہ آپ کی وہ خوش خیالی ہے کہ جس نے آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑا' اس کی وجہ سے آپ کو جور عدل اور باطل حق دکھائی دیتا ہے۔ اگر آپ ہماری محبت چاہتے ہیں تو وہ اسی شکل میں ممکن ہے کہ آپ اپنے طرز عمل سے باز آ جائیں' تائب ہوں' اور آپ نے ہمارے جن نیک چلن افراد پر ظلم و زیادتی کی ہے اور ہمارے جن اشخاص کو بے گھر کر کے جلاوطن کیا ہے اس پر خدا کے سامنے معافی کے طلبگار ہوں۔ ہم پر کل کے لونڈوں کو حاکم نہ بنائیں۔ ہمارے علاقے کا انصرام حضرت ابو موسیٰ اشعری' اور حضرت حذیفہ کے سپرد کر دیں کہ ہم ان دونوں سے راضی ہیں۔ ہمیں اپنے ولید' سعید اور اپنے خاندان کے دیگر محبوب نظر افراد سے بچائیے۔ آگے جو خدا کی مرضی۔ والسلام[10]"

Marfat.com

جب سعید بن العاص سپہ سالاروں اور عمال کی متذکرہ میٹنگ کے لئے مدینہ پہنچا اور اس نے کوفہ میں سرکشی کی رپورٹ دی تو حضرت عثمانؓ نے اہل کوفہ کے نام یہ خط لکھا: "میں نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو اور سعید کو الگ کر دیا ہے۔ بخدا! میں تمہارے لئے اپنی عزت قربان کر دوں گا اور تمہارے لئے صبر کروں گا اور مقدور بھر تمہاری بھلائی چاہوں گا۔ تم ہر ایسی بات کا مطالبہ کر سکتے ہو جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے اور جو بات تمہیں پسند نہ ہو اس سے تمہیں مستثنیٰ رکھا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے اللہ کی معصیت نہ ہوتی ہو۔ میں نے تمہاری پسند کے مطابق کام کیا ہے تاکہ تم میرے خلاف کوئی حجت نہ لا سکو"۔" حضرت عثمانؓ کا یہ خط کوفہ کے باغیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے مترادف تھا اور اس سے عہدہ خلافت کے وقار کو ساری اسلامی مملکت میں بہت دھچکا لگا اور قریش کے طبقہ امراء کو بھی خفت اٹھانا پڑی۔ اس عرصہ میں بصرہ میں بھی لوگوں نے والی بصرہ عبداللہ بن عامر اور دوسرے حکام کے خلاف نکتہ چینی شروع کر دی۔ وہ اہل بیت سے محبت کے پردے میں حضرت عثمانؓ پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ جب ان مخالفین کے گروہ میں اضافہ ہو گیا تو انہوں نے ایک نمائندہ مدینہ بھیج کر حضرت عثمانؓ سے ان کے حکام کی شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے اس شکایت کو قابل اعتناء نہ سمجھا اور بصریوں کے نمائندہ عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری المعروف عامر بن عبدالقیس کو شام میں جلا وطن کر دیا۔ مگر معاویہ نے اسے بے قصور پایا تاہم وہ واپس بصرہ نہ آیا اور اس نے شام میں ہی بقیہ زندگی بسر کی۔

کوفہ میں ابو موسیٰ اشعری کی تقرری اور بصرہ کے عامر بن عبدالقیس کی جلاوطنی سے قبل حضرت عثمانؓ نے مختلف سپہ سالاروں کا ایک اجلاس طلب کیا تھا جن میں معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سعید بن العاص، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عامر شریک ہوئے تھے۔ "اس اجلاس میں عبداللہ بن عامر کی رائے یہ تھی کہ فتنہ پردازوں کو جہاد میں مصروف رکھا جائے۔ آپ انہیں فوجی مہموں کی طرف متوجہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور آپ کے بارے میں غلط افواہیں نہ پھیلائیں۔ عبداللہ بن سعد کا مشورہ یہ تھا کہ یہ عوام اہل طمع ہیں۔ آپ انہیں کچھ مال دے دیں تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ معاویہ کا مشورہ یہ تھا کہ آپ اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیں کہ ان میں سے

Marfat.com

ہر ایک اپنے علاقے کا انتظام کرے۔ میں اہل شام کو قابو میں رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کے علاقے کی طرف لوٹا دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں پر سختی کریں۔ نیز یہ بھی ہدایت کی کہ انہیں فوجی مہموں میں مشغول رکھا جائے۔ نیز آپ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ ایسے لوگوں کو ان کے عطیات سے محروم رکھا جائے تاکہ وہ مطیع رہیں اور ان کے محتاج رہیں[12]۔ مگر یہ سخت گیر پالیسی کوفہ کی حد تک ناکام ہو گئی جبکہ وہاں کے مسلح لوگوں نے سعید بن العاص کو واپس بھیج دیا اور اپنی مرضی کا گورنر مقرر کروا لیا۔

Marfat.com

باب: 11

عثمانؓ کے خلاف علیؓ و دیگر صحابہ کبارؓ کا شدید تضاد

واقدی کا ابو عبداللہؒ محمد کے حوالے سے بیان یہ ہے کہ "جب سن 34 ہجری شروع ہوا تو رسول اللہؐ کے صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو خطوط لکھے کہ تم آؤ اور اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو ہمارے پاس جہاد کرنے کا موقع ہے۔ اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے ان کو اس قدر برا بھلا کہا کہ اس سے زیادہ اور کسی کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ رسول اللہؐ کے صحابہ ان باتوں کو دیکھتے تھے اور سنتے تھے مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا اور نہ مخالفت کرتا تھا۔ لوگ بہت سے اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے گفتگو کی تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ "لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق گفتگو کی ہے۔ بخدا! میں نہیں سمجھتا میں تم سے کیا بات کروں۔ جو بات میں جانتا ہوں اسے تم بھی جانتے ہو۔۔۔۔ خدا کے واسطے تم اپنے معاملے پر غور کرو' بخدا! تم بے بصیرت نہیں ہو اور کم سمجھ اور نادان بھی نہیں ہو۔ راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں۔ اے عثمانؓ! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی رہنمائی بھی کرے۔ وہ جانی پہچانی ہوئی سنت نبوی کو قائم کرتا ہے اور متروک العمل بدعت کا خاتمہ کرتا ہے۔ بخدا! یہ دونوں چیزیں (سنت و بدعت) بالکل واضح ہیں۔ سنت نبوی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ قائم ہو چکی ہے اس طرح بدعت کے نشانات بھی واضح ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے

Marfat.com

نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حاکم ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔ سنت نبوی کا خاتمہ کرے اور متروک العمل بدعات کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن ظالم حاکم کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو اس کا کوئی مددگار ہو گا اور نہ کوئی معذرت پیش کرنے والا ہو گا۔ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے اس طرح وہ دوزخ کے بھنور میں تھپیڑے کھاتا رہے گا"۔ میں تمہیں اللہ اور اس کی سطوت اور انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور درد ناک ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں تم اس امت کے ایسے شہید حاکم نہ بن جاؤ جس کی شہادت سے روز قیامت تک قتل و غارت کا دروازہ کھل جائے۔ اور پھر واقعات و حوادث اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں بٹ جائیں اور باطل کے غلبہ کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں وہ بری طرح ملوث نہ ہو جائیں اور ان سے ان کو الگ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: بخدا! مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی وہی کہتے ہوں گے جو تم نے کہا ہے۔ لیکن اگر تم میرے مقام پر ہوتے تو میں تمہیں نہ ملامت کرتا' نہ چھوڑتا' نہ اعتراض کرتا اور نہ اس بات پر برا بھلا کہتا کہ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے یا کسی کی حاجت روائی کی ہے یا کسی بے کس کو پناہ دی ہے یا تم نے اس شخص کو حاکم بنایا ہے جو اس شخص کے ہم پلہ اور مشابہ ہے جسے عمرؓ حاکم بنایا کرتے تھے۔ اے علیؓ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (حاکم) نہیں تھے۔ وہ بولے: ہاں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں حاکم مقرر کیا۔ وہ بولے "ہاں"۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا: پھر تم مجھے کیوں ملامت کرتے ہو میں نے عبداللہ بن عامر کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرتا ہوں حضرت عمرؓ بن خطاب جس کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے تو وہ اس کے گوش گزار کرتے تھے کہ اگر انہیں اس کے برخلاف ایک بات بھی معلوم ہوئی تو وہ اس کی گوش مالی کر دیں گے۔ پھر وہ اس معاملے میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے۔ مگر تم کمزور ہو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "تمہارے رشتہ دار بھی

Marfat.com

ہیں۔" حضرت علیؑ نے اس پر جواب دیا: وہ میرے بھی رشتہ دار ہیں مگر فضیلت دوسرے لوگوں کو حاصل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ عمرؓ نے معاویہ کو اپنے پورے دور خلافت میں حاکم بحال رکھا۔ میں نے انہیں حاکم بنا دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ حضرت عمرؓ سے اس قدر خوفزدہ رہتے تھے کہ ان کا غلام یرفا بھی ان سے اس قدر نہ ڈرتا تھا؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "ہاں' مجھے معلوم ہے" حضرت علیؑ نے فرمایا (اب یہ حالت ہے کہ): معاویہ تمہاری اجازت کے بغیر تمام امور سلطنت انجام دیتے ہیں جس کا تمہیں بھی علم ہے۔ وہ مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں۔ یہ عثمانؓ کا حکم ہے۔ تمہیں ان باتوں کی خبر ملتی رہتی ہے مگر تم معاویہ کو کوئی متنبہ نہیں کرتے ہو۔ (اس گفتگو کے بعد) حضرت علیؑ ان کے پاس سے چلے گئے اس کے بعد عثمانؓ نکلے اور منبر پر بیٹھ کر یوں فرمایا: ہر چیز کے لئے کوئی مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری ہوتی ہے۔ چنانچہ اس امت (اسلامیہ) کے لئے باعث مصیبت اور آفت وہ نکتہ چین ہیں اور طعن و تشنیع کرنے والے لوگ ہیں جو دیکھنے میں تمہیں بہت اچھے معلوم ہوں گے مگر ان کی پوشیدہ باتیں تمہیں ناگوار ہوں گی اور وہ تمہاری تکالیف پر خوش ہوں گے۔ وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے جو زور سے چیخے اور چلائے گا۔ وہ گدلا پانی پئیں گے اور گندے مقام پر پہنچیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور تمام ذرائع معاش ان کے لئے مسدود ہو چکے ہیں۔ دیکھو! بخدا! تم نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی تم عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں تائید کر چکے ہو۔ حالانکہ انہوں نے تمہیں اپنے پاؤں سے روندا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے مارا اور اپنی زبان سے تم کو روکا۔ مگر تم مجھ پر دلیر ہوتے گئے۔ دیکھو! بخدا! میرے حامیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میری مدد کے لئے مستعد ہیں۔ میں نے تمہارے مد مقابل کے لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ تم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اپنے اخلاق و عادات کو تبدیل کروں اور اپنے لب و لہجہ میں تبدیلی کروں جسے میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔ تم اپنی زبانوں کو روکو اور اپنے حکام پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کو بند کرو کیونکہ میں نے ان لوگوں کو روک رکھا ہے جو میری اس گفتگو کے بغیر تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمہیں مطمئن کر دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری کوئی حق تلفی نہیں ہو گی۔ میں نے لوگوں کے

Marfat.com

حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ میں نے اپنا مال بخشش اور سخاوت میں صرف کر دیا ہے کیونکہ میں کسی کام کا خلیفہ نہ رہوں گا اگر میں نے مال کو لوگوں میں بخشش میں تقسیم نہیں کیا۔ اس کے بعد مروان بن الحکم (سیکرٹری) کھڑے ہو کر کہنے لگے، "اگر تم چاہو تو ہم تمہارے اور اپنے درمیان تلوار کے ذریعے فیصلہ کروا سکتے ہیں"۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تم خاموش ہو جاؤ۔ تم مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دو۔ تم کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نہ بولا کرو۔" اس پر مروان خاموش ہو گئے اور حضرت عثمانؓ منبر سے اتر گئے[1]۔"

حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ کی اس گفتگو اور پھر حضرت عثمانؓ کے خطبے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ لوگوں کے اس اعتراض سے متفق تھے کہ حضرت عثمان کنبہ پروری کے مرتکب ہوئے ہیں اور حضرت عثمانؓ کا اشارۃً کہنا یہ ہے کہ حضرت علیؑ خفیہ طور پر مفسدین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو قریش کے معززین پر بھروسہ تھا جبکہ حضرت علیؑ کو ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی تھی جو قریش کے طبقہ امراء کے مخالف تھے اور اس بنا پر حضرت عثمانؓ اور ان کے حکام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ یہ حقیقت 34 ہجری کے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد بھی عیاں ہوئی جبکہ حضرت عثمانؓ نے مکہ سے مدینہ واپس آ کر علیؑ، طلحہؓ اور زبیرؓ سے مشورہ کیا۔ "معاویہ اس وقت موجود تھے۔ اس نے اس موقعہ پر کھڑے ہو کر جو تقریر کی اس میں ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص خلافت اور امارت کی طمع کرے تو واللہ تم لوگ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے اس سے اور کچھ نہ دیکھو گے"۔ اس فقرے پر حضرت علیؑ بن ابی طالب نے معاویہ کو جھڑک دیا اور حضرت عثمانؓ بولے: مجھ سے پیشتر جو دو بزرگ (ابوبکرؓ اور عمرؓ) تھے ان لوگوں نے بنظر احتساب اپنے اعزہ و اقارب کو نہ پوچھا۔ حالانکہ رسول اللہؐ اپنے قرابت داروں کا لحاظ فرماتے اور ان کو مدد دیتے تھے۔ میرے اعزہ و اقارب غریب اور کم مایہ ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کے لئے کھول دیا۔ پس اگر اس میں تم لوگ میری غلطی دیکھتے ہو تو میں اس سے باز آؤں۔ کسی نے کہا تم نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار اور مروان کو پندرہ ہزار روپے دیئے۔ امیرالمومنین عثمانؓ نے جواب دیا۔ میں ان دونوں آدمیوں سے یہ رقمیں واپس لینے والا ہوں"۔ لوگ یہ سن کر راضی ہو گئے اور بخوشی خاطر اٹھ کر چلے گئے۔ اصحاب کبار کے جانے کے بعد معاویہ نے عرض کی"

Marfat.com

امیرالمومنین اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں، مناسب ہو گا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیں۔ کیونکہ کل اہل شام میرے مطیع ہیں" امیرالمومنین عثمانؓ نے جواب دیا "میں کسی قیمت پر رسول اللہ صلعم کا جوار نہیں چھوڑ سکتا"۔ پھر معاویہ نے گزارش کی "اچھا میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کو بھیج دیتا ہوں جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے۔ جواب دیا: میں رسول اللہؐ کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ معاویہ بولے: واللہ! آپ دھوکا اٹھائیں گے یا نزع خلافت کریں گے۔ امیرالمومنین عثمانؓ حسبی اللہ و نعم الوکیل کہہ کر خاموش ہو گئے اور معاویہ آپ کی خدمت سے اٹھ کر علیؑ طلحہؓ اور زبیرؓ کے پاس گئے اور لوگوں سے بوقت ضرورت امیرالمومنین عثمانؓ کی اعانت و امداد کرنے کو کہا اور رخصت ہو کر شام کا راستہ لیا[۲]" صحابہ کبارؓ کی میٹنگ میں معاویہ کی تقریر اور پھر اس کی حضرت عثمانؓ سے گفتگو سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو اس فتنہ کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ طمع خلافت میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہ نہیں سمجھتا تھا یا نہیں سمجھنا چاہتا تھا کہ کوفہ، بصرہ اور مصر میں یہ فتنہ طبقاتی، قبائلی اور قومیتی تضادات کی پیداوار ہے۔ حضرت علیؑ چونکہ ابتدا ہی سے خلافت کے امیدوار تھے اس لئے وہ حضرت عثمانؓ کے مخالفین سے ہمدردی رکھتے تھے۔ ویسے بھی اس وقت حضرت علیؑ کے حامیوں کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا تھا جس میں یمنی قبائل اور عجمیوں کی تعداد زیادہ تھی کیونکہ یہی لوگ قریش کے طبقہ امراء سے حسد و عداوت رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ قریش کے اس طبقہ امراء میں شامل نہیں تھے اس لئے وہ ظالم حاکموں کی مذمت اور مظلوم عوام کی حمایت کرتے تھے۔

اہل تشیع کا علامہ جرجی زیدان کے حوالے سے الزام یہ ہے کہ "امیر معاویہ کو حصول خلافت کی بڑی تمنا تھی۔ مگر وہ اس بات کو جانتے تھے کہ موجودہ حالت میں خلافت کے ایسے دعویدار موجود ہیں جو قرابت نبویؐ اور سبقت ایمانی کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے روپیہ کی امداد سے اپنے طرفداروں کی ایک قومی جماعت فراہم کرنے کی سعی کی اور اس کے لئے انہیں نے بافراط زر و مال خرچ کرنا اور اس کی فراہمی میں کئی قسم کی تدبیروں سے کام لینا پڑا[۳]"

بظاہر فریقین کی جانب سے عائد کردہ الزامات سراسر بے بنیاد دکھائی نہیں دیتے۔ یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ جیسا کہ انہوں نے خود صحابہ کبارؓ کی میٹنگ میں

Marfat.com

اعتراف کیا' رشتہ داروں کی امداد و اعانت کرتے تھے اور انہوں نے مختلف عہدوں پر بھی اپنے قریبی رشتہ داروں کو متعین کیا ہوا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ امیر معاویہ چھ سات سال تک پورے ملک شام (فلسطین و لبنان سمیت) کے خود مختار حاکم رہنے کی وجہ سے بہت طاقتور ہو گئے تھے۔ وہ ایک کامیاب حکمران تھے اس لئے ان کے دل میں خلافت کی تمنا پیدا ہونا غیر متوقع نہیں ہو سکتا تھا۔ بالخصوص جبکہ مصر اور بصرہ میں ان کے اپنے رشتہ دار حکمران تھے۔ دوسری طرف یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد تین مرتبہ خلافت سے محروم رہنے پر صبر کیا تھا اور سید امیر علی کے بقول انہوں نے خلوص دل اور بلا تامل تینوں خلفاء (ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ) کی بیعت کی تھی۔ مگر اب معاویہ کے طاقتور ہونے سے انہیں بجاطور پر یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ اب چوتھی مرتبہ بھی انہیں خلافت نہیں ملے گی۔ اس لئے وہ کچھ تو اپنے رجحان غریب نوازی کی وجہ سے اور تمنائے خلافت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کے مخالفین سے ہمدردی رکھتے تھے اور معاویہ کی تمنائے خلافت کے راستے میں حائل ہونے کا عزم رکھتے تھے۔ یہ ایک سیدھی سادھی کشمکش اقتدار تھی جسے توسیع پذیر مملکت اسلامیہ میں پیدا شدہ سیاسی' معاشرتی' معاشی' قبائلی اور قومیتی تضادات نے تند و تیز کر دیا تھا۔ ایسی صورت حال میں صحابہ کبارؓ اور مسلمان عوام میں اتحاد و اتفاق کا قائم رہنا ناممکن تھا۔ طٰہٰ حسین کے بقول "یہ ناممکن تھا کہ اس قدر عظیم الشان اقتدار جو مسلمانوں کو حاصل تھا وہ حاصل ہو جائے اور اس کی حکومت میں کوئی ٹکراؤ نہ ہو۔ یہ ناگزیر امر آخر اس تصادم کی صورت میں رونما ہوا جس میں مبتلا ہو کر مسلمان بھی اسی راہ پر گامزن ہو گئے جس پر ان سے قبل اور بعد کی قومیں گامزن رہیں۔"

ایک اور روایت یہ ہے کہ جب امیر معاویہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے رخصت ہوئے تو جب وہ وہاں سے نکلے۔ اس وقت سفری لباس میں ملبوس تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور وہ تیر کمان سے لیس تھے۔ انہوں نے مہاجرین کے چند لوگوں کو دیکھا جن میں حضرات طلحہؓ' زبیرؓ اور علیؓ بھی شامل تھے۔ انہوں نے ان کو سلام کرنے کے بعد اپنی کمان کا سہارا لیا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے: جب (عہد جاہلیت میں) لوگوں پر چند گنتی کے لوگ غالب آ جاتے تھے اس وقت تمہارے ہر خاندان اور قبیلے میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اپنی قوم کے خودمختار اور مطلق العنان سردار بن کر حکومت کرتے تھے اور وہ کسی سے مشورہ

Marfat.com

نہیں لیتے تھے۔ تا آنکہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیغمبرؐ آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا اور ان کی پیروی کرنے والوں کو عزت بخشی۔ اس کے بعد وہ باہمی مشورہ کے بعد حاکم مقرر کرنے لگے۔ وہ (اس معاملہ میں) ان کی بزرگی، سابقہ اسلامی خدمات اور ذاتی صلاحیت و محنت کو ترجیح دیتے تھے۔ اگر آئندہ بھی انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس طریقہ پر قائم رہے تو ان کی حکومت برقرار رہے گی اور لوگ ان کی پیروی کریں گے اگر یہ دنیا دار بن گئے اور طاقت کے ذریعے دنیا طلبی میں لگ گئے تو ان سے یہ نعمت چھن جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان میں پھر رئیسانہ نظام کو قائم کر دے گا ورنہ انہیں غیروں سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تبدیل کرنے پر قادر ہے اور اپنی خدائی سے اسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔ میں اس بوڑھے (خلیفہ عثمانؓ) کو تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ تعاون کرو اس کی وجہ سے تم زیادہ خوشحال رہو گے"۔ اس کے بعد وہ انہیں الوداع کہہ کر چلے گئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "میری رائے میں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے" حضرت زبیرؓ نے فرمایا "نہیں، بخدا! جیسا عظیم شخص وہ آج ہمارے اور تمہارے دلوں میں ہے پہلے کبھی نہیں تھا"۔ موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے طلحہ کو دعوت دے کر بلوایا۔ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب وہ عثمانؓ کے پاس پہنچے تو علیؑ، سعدؓ، زبیرؓ اور معاویہ وہاں موجود تھے۔ امیر معاویہ نے حمد و ثنا کے بعد یوں تقریر کی: آپ لوگ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں اور روئے زمین کے بہترین انسان ہیں۔ آپ لوگ اس امت کے ارباب حل و عقد ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس حکمرانی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے اپنے ساتھی (حضرت عثمانؓ) کو جبرو طمع کے بغیر انتخاب کیا ہے۔ وہ سن رسیدہ ہو گئے ہیں اور ان کی عمر ختم ہو گئی ہے اور اگر تم ان بڑھاپے کی انتہائی عمر کا انتظار کرو گے تو وہ بھی قریب ہے۔ تاہم مجھے توقع ہے کہ اللہ کو اس قدر عزیز ہیں کہ وہ انہیں اس عمر تک نہیں پہنچائے گا۔ وہ افواہ پھیل گئی ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ تم اس کے لئے قابل ملامت نہیں ہو۔ میرا یہ ہاتھ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ تاہم تم عوام کو اپنے بارے میں توقع نہ دلاؤ کیونکہ اگر وہ اس کی طرف مائل ہو گئے تو تم ہمیشہ اس میں تنزل و ادبار دیکھو گے حضرت علیؑ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔ تمہاری ماں نہ رہے۔ وہ بولے: تم میری والدہ کو اپنے مقام

Marfat.com

پر چھوڑو' وہ بدترین ماں نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہوئی ہیں اور نبی کریمؐ سے انہوں نے بیعت کی ہے۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں تم مجھے اسی کا جواب دو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے۔ میں اپنے بارے میں اور اپنی خلافت کے بارے میں تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ یہ واقعہ ہے کہ میرے ان دو ساتھیوں نے جو مجھ سے پہلے خلیفہ ہوئے تھے اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے لئے ثواب حاصل کرنے کے لئے تنگی برداشت کی تاہم حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے رشتہ داروں کو دیا کرتے تھے۔ میں بھی اس خاندان سے متعلق ہوں جو عیالدار اور تنگدست ہے۔ چنانچہ یہ مال میری نگرانی میں ہے اس لئے میں نے اس مال میں سے کچھ رقم اس وجہ سے دی کہ وہ میری ملکیت ہے۔ اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ آپ غلط ہیں تو اسے لوٹایا جا سکتا ہے کیونکہ میرا حکم تمہارے حکم کے تابع ہے۔[5]" موسیٰ بن طلحہ کی اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ مدینہ کے خواص میں اختلاف کی بنیاد مسئلہ خلافت پر تھی۔ امیر معاویہ کا حضرت علیؓ کو انتباہ یہ تھا کہ تم عوام کو اپنے بارے میں توقع نہ دلاؤ' کیونکہ ایسا ہوا تو پھر لڑائی ہو گی۔ لیکن حضرت علیؓ اس انتباہ سے مرعوب یا متاثر نہیں ہوئے تھے۔

مدینہ میں ان دنوں صحابہ کبار میں سعد بن ابی وقاصؓ اس مسئلہ پر غیر جانبدار تھے۔ زبیر بن العوامؓ حضرت عثمانؓ کے حق میں تھے لیکن طلحہ بن عبیداللہؓ ان کے سخت خلاف تھے۔ جبکہ عبدالرحمان بن عوفؓ بھی اپنے انتقال سے پہلے حضرت عثمان کے خلاف ہو گئے تھے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین رونما ہونے والا بگاڑ حضرت عثمانؓ کے اقربا کا پیدا کردہ تھا اور جو بالاخر اس حد تک پہنچ گیا کہ ایک روز حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو سزا دینے کی ٹھان لی۔ "بلاذری کی تصنیف انساب الاشراف کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ثالثی کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ سے کہا: میں آپ کو آپ کے چچا زاد' ماموں زاد بھائی اور رسول خدا کی دامادی و محبت میں آپ کے ساتھی کے متعلق آپ کو خدا کا خوف دلاتا ہوں۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: قبل اس کے کہ میں کچھ اور کہوں میں اپنے اور علیؓ کے درمیان آپ کو سفارشی اور ثالث بنانا قبول کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ اگر چاہتے تو میرے نزدیک ان کا ہم

Marfat.com

مرتبہ کوئی بھی نہ ہوتا۔ مگر وہ من مانی کرتے ہیں اس کے بعد حضرت عباسؓ نے حضرت علیؑ سے بھی ایسی ہی بات کہی جو انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے کہا، ''اگر حضرت عثمانؓ مجھے گھر چھوڑ دینے کا حکم دیں تو میں اپنے گھر سے بھی نکل جاؤں گا ''۔ لیکن اس ثالثی کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی سیاست کا رنگ نہ بدلا اور حضرت علیؑ کی مخالفت بدستور قائم رہی۔ ادھر حضرت عثمانؓ کے اقربا حسب معمول دونوں کے تعلقات بگاڑنے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ معاملہ نازک صورت اختیار کرنے لگا۔ بلاذری نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے اور اس صورت حال کو بہ اسناد بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عباسؓ سے حضرت علیؑ کے خلاف شکایت کی اور کہا: ماموں جان! علیؑ نے مجھ سے رشتہ داری کے تعلقات قطع کر لئے ہیں۔ اور آپ کے فرزند عبداللہ بن عباس لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کر رہے ہیں۔ بخدا اے بنی ہاشم! اگر آپ لوگوں نے خلافت کو بنی تیم (ابوبکرؓ) اور بنی عدی (عمرؓ) کے ہاتھوں میں گوارا کر لیا تو بنو عبد مناف اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ لوگ ان کے ساتھ دست و گریبان ہونے یا ان کا حسد کرنے سے احتراز کریں''۔ عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میرے والد بزرگوار نے دیر تک سر جھکائے رکھا اور پھر کہا: اے میرے بھانجے! اگر آپ علیؑ کے حق میں کلمہ خیر نہ کہیں تو وہ آپ کی تعریف کس طرح کریں۔ رہا آپ کا استحقاق باعتبار قرابت و امامت۔ تو وہ ایسا حق ہے جسے نہ تو روکا جا سکتا ہے اور نہ اس سے انکار ممکن ہے۔ اگر علیؑ کی فروگذاشت پر آپ اور آپ کی فروگذاشت پر علیؑ بلند نظری کا ثبوت دیتے رہتے تو زیادہ مناسب اور ایک دوسرے سے زیادہ قرب کا باعث ہو جاتے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا '' لیجئے یہ معاملہ آپ کے حوالے کئے دیتا ہوں۔ آپ ہماری کشیدگی دور کرا دیں۔'' عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جونہی ہم حضرت عثمانؓ کے پاس سے اٹھے۔ مروان ان سے ملا اور انہیں ان کی رائے سے برگشتہ کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عثمانؓ کا قاصد میرے والد کو بلانے آیا۔ جب میرے والد حضرت عثمانؓ کے پاس گئے تو حضرت عثمانؓ نے کہا: ماموں جان، میں نے جو معاملہ آپ کے سپرد کیا ہے اسے ذرا ملتوی کر دیجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ ذرا اطمینان سے اس پر غور و فکر کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں۔ یہ سن کر والد وہاں سے چل دیئے اور میری طرف مڑ کر کہا: بیٹا! یہ شخص بے بس ہے۔ پھر کہا: اے خدا! مجھے

Marfat.com

فتنوں کی بیداری سے قبل اٹھا لے۔ اور مجھے ان حالات کو دیکھنے کے لئے باقی نہ رکھنا۔ جن میں کوئی خیر نہ ہو۔ اس بات کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔[۹]" اگر عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے درمیان تضاد نے معاندانہ صورت اختیار کر لی ہوئی تھی۔ یہ کوئی غیر فطرتی بات نہیں تھی کیونکہ دونوں عرب معاشرے کے جن مفادات کی ترجمانی یا نمائندگی یا علمبرداری کرتے تھے ان کا باہمی تضاد معاندانہ ہی تھا۔ کوفہ، بصرہ اور مصر کے حالات سے اسی صورت حال کی عکاسی ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلعم کے صحابہ کرام میں سے عبداللہؓ بن مسعود بھی حضرت عثمانؓ کے انداز حکومت کے خلاف تھے اور کوفہ کی محفلوں میں ان پر شدید نکتہ چینی کرتے تھے۔ جب حضرت عثمانؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو مدینہ بلوا بھیجا۔ "چنانچہ ابن مسعود جب مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت عثمانؓ منبر رسول پر خطبہ دے رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابن مسعود کو داخل ہوتے دیکھا تو لوگوں سے کہا "لوگو! تمہارے پاس ایک چھوٹا سا رینگ کر چلنے والا جانور آیا ہے جو اپنی خوراک کو پاؤں تلے روندتا اور اس پر بول و براز کرتا ہے"۔ یہ سن کر ابن مسعودؓ نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں۔ میں تو رسول اللہؐ کا صحابی ہوں۔ جو جنگ بدر اور بیعت رضوان کے روز رسول خداؐ کی رفاقت میں تھا۔ حضرت عائشہؓ نے آواز دی: اے عثمانؓ! آپ رسول خداؐ کے مصاحب کو ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سختی کے ساتھ مسجد سے نکال دیا گیا۔ انہیں زمین پر گرا دیا گیا جس سے ان کی پسلی ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور حضرت عثمانؓ کو اس حرکت پر ملامت کی اور کہا: آپ ولیدؓ کے کہنے میں آ کر ایک صاحب رسول اللہ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا: میں نے یہ کچھ ولیدؓ کے کہنے پر ہی نہیں کیا بلکہ میں نے زبید بن کثیرؓ کو بھیجا تھا اور اس نے اپنے کانوں سے سنا کہ عبداللہ بن مسعودؓ میرے خون کو مباح قرار دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا: زبیدؓ تو ناقابل اعتبار آدمی ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے ابن مسعودؓ کو اٹھوا کر ان کے گھر پہنچوایا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر بھی بس نہ کیا بلکہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کا وظیفہ بھی بند کر دیا اور انہیں مدینہ میں نظر بند کر دیا۔

Marfat.com

حضرت ابن مسعودؓ نے مجاہدین میں شامل ہو کر شام جانا چاہا مگر حضرت عثمانؓ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ ان سے مروان نے کہہ دیا تھا کہ اس شخص نے کوفہ کو آپ سے برگشتہ کر دیا ہے۔ اب آپ اسے یہ موقع نہ دیں کہ وہ شام کو بھی آپ سے برگشتہ کر دے۔ بدیں صورت ابن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے لئے کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے۔ وہاں کوئی دو تین برس مقیم رہے اور اس مخالفت کو پھیلاتے رہے۔ اسی اثنا میں ان کی موت ہو گئی۔ راویوں کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ابن مسعودؓ کی علالت کے دوران ان سے مصالحت کرنے کی کوشش کی تھی۔ بعض راویوں کے مطابق دونوں میں مصالحت ہو گئی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا تھا مگر بعض دوسری روایتوں کے مطابق ایسا نہ ہو سکا تھا چنانچہ ابن مسعود نے یہ وصیت کی تھی کہ عثمانؓ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ چنانچہ جب ابن مسعودؓ فوت ہوئے تو عثمانؓ کو کسی نے خبر نہ دی تھی۔ حضرت عمار بن یاسر نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا گیا۔"

مسجد نبوی میں ابن مسعودؓ کے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ مدینہ میں مسئلہ خلافت پر صحابہ کرام کی جو مختلف گروہ بندیاں ہوئی تھیں ان میں تضادات بعض اوقات معاندانہ صورت اختیار کر لیتے تھے اور یہ صحابہ اس بنا پر نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کی پٹائی بھی کرتے تھے۔ حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان تو تلخ کلامی ہوتی ہی رہتی تھی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ بھی ایسے ہی صحابہ کرام میں سے تھے جن کے خلاف حضرت عثمانؓ نے غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ یمنی تھے۔ انہوں نے رسول اللہؐ کے قیام مکہ کے دوران ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر اس بنا پر قریش کے ہاتھوں بڑی اذیتیں اٹھائی تھیں۔ وہ بدر، احد اور دیگر تمام غزوں میں نبی اکرمؐ کے شانہ بشانہ شریک رہے تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں بھی بڑی بے جگری سے لڑے تھے۔ "جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمارؓ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان کی بیعت کر لی تھی لیکن جلد ہی واقعات نے ایسا رخ اختیار کر لیا کہ حضرت عمارؓ حضرت عثمانؓ کے شدید مخالف ہو گئے۔ وہ مسلسل ان پر اعتراضات اور تنقیدیں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک روز جب لوگوں میں چرچا ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے بیت المال سے ایک ہیرا نکال کر اپنے گھر والوں میں سے کسی کے

Marfat.com

لئے زیور بنا دیا تو لوگ طیش میں آ گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اس کارروائی پر ملامت کی۔ اس پر حضرت عثمانؓ غضبناک ہو گئے اور لوگوں کو خطاب کر کے کہا: ہم اپنی ضروریات اسی مال غنیمت سے پوری کریں گے خواہ بعض لوگوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا: اگر ایسا کیا گیا تو آپ کو روک دیا جائے گا اور آپ کے اور بیت المال کے درمیان آڑ کر دی جائے گی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے کہا: میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں اس امر پر اظہار ناپسندیدگی کرنے والوں میں سرفہرست ہوں۔ جواباً" حضرت عثمانؓ نے کہا "اے چاکر زادے! میرے سامنے یہ گستاخی؟" اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے انہیں گرفتار کرا دیا۔ جب حضرت عمارؓ کو حضرت عثمانؓ کے پاس لایا گیا تو حضرت عثمانؓ نے انہیں اتنا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ لوگ انہیں اٹھا کر ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر لے گئے۔ ۔ ۔ ۔ دن کا باقی حصہ بھی بے ہوشی میں گزرا۔ چنانچہ ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضا ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو وضو کیا اور نماز پڑھی اور کہا: الحمداللہ! یہ پہلا موقع نہیں کہ ہم نے راہ خدا میں تکلیفیں برداشت کی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عمارؓ نے ایک بار پھر دوسرے صحابہ کے ساتھ ایک خط کی تحریر میں شمولیت کی جو حضرت عثمانؓ کے نام لکھا گیا تھا جس میں انہوں نے حضرت عثمانؓ کو ملامت و نصیحت کی تھی۔ حضرت عمارؓ یہ خط لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور اس کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں گالیاں دیں اور لاتیں ماریں۔ ان کے پیروں پر چرمی موزے تھے حتیٰ کہ ایک لات لگنے کی وجہ سے حضرت عمارؓ کے پیٹ کا پردہ پھٹ جانے کی وجہ سے "فتق" کی بیماری ہو گئی۔ حضرت عمار بوڑھے اور ضعیف تھے"۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ کے صحابہ کرام کے درمیان کشمکش اقتدار کے دوران بعض اوقات ایسے افسوسناک واقعات پیش آئے تھے جن کے بارے میں عام مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان صحابہ کرام میں اتحاد اسلامی کا جذبہ کئی مرتبہ ناپید ہو جاتا تھا۔ اگر صحابہ کرام میں نفاق کی یہ حالت تھی تو عام مسلمانوں سے اسلامی اتحاد و اتفاق کی توقع کیسے کی جا سکتی تھی۔

فاتح مصر عمرو بن العاصؓ بھی حضرت عثمانؓ سے عناد رکھتا تھا کیونکہ حضرت عثمانؓ نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کر دیا تھا "راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو بن العاصؓ وہاں سے نکلے تو وہ حضرت عثمانؓ سے بہت

Marfat.com

عداوت رکھنے لگے تھے۔ کبھی وہ حضرت علیؑ کے پاس آ کر انہیں حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کبھی حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ کے پاس جا کر ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی وہ حاجیوں کے پاس پہنچ کر انہیں حضرت عثمانؓ کی نئی نئی باتوں کی خبریں سناتے تھے جب حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو بن العاصؓ مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور وہاں السبع کے مقام پر اپنے قصر عجلان میں مقیم ہو گئے۔ وہ کہتے تھے ابن عفان کے بارے میں عجیب و غریب خبریں ہمیں جلد موصول ہوں گی۔[9]"

Marfat.com

باب: 12

جملہ تضادات کی شدت میں اضافہ'
بلوہ عام اور شہادت عثمانؓ

ابن خلدون کا بیان ہے کہ سن 34 ہجری کے ذی الحجہ کے مہینے میں جب کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عمال اور صحابہ کبارؓ سے عوامی فتنوں کے بارے میں مشورے کئے تھے" مفسدوں اور بلوائیوں نے یہ عہد و پیمان کر رکھا تھا کہ جس وقت امیرالمومنین عثمانؓ کے سرداران لشکر اور گورنر و امراء صوبہ جات چلے جائیں گے اس وقت عثمانؓ پر دفعتہ" حملہ کیا جائے۔ لیکن اتفاق سے جب امراء اور عمال کی روانگی کے بعد عثمانؓ پر حملہ نہ کر سکے تو وہ دوبارہ نقض بیعت عثمانؓ کی ریشہ دوانی کرنے لگے اور مراسلات کے ذریعے طے کیا کہ فلاں روز آئندہ موسم حج میں مدینہ منورہ میں آ جانا چاہئے"۔ چنانچہ 35 ہجری میں سب سے پہلے مصر کے تقریباً ایک ہزار بلوائیوں نے مدینہ کی جانب خروج کیا۔ کوفہ کے بلوائیوں کی جمعیت بھی تقریباً ایک ہزار تھی اور اتنی ہی تعداد میں بصرے کے بلوائی تھے۔ یہ سب اسلامی فوج کے رسالہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی یہ بغاوت دراصل قریش کے طبقہ امراء اور عثمانی عہد کے قریش حاکموں کے خلاف تھی۔ شام سے کوئی بلوائی مدینہ نہیں آیا تھا۔ اول اس لئے کہ وہاں عرب لشکریوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی جبکہ زیادہ تر شامیوں پر مشتمل تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ معاویہ اپنی فوج کو بیرونی فتوحات میں مصروف رکھتا تھا اور اہل روم سے بحری لڑائیاں بھی شروع کر رکھی تھیں۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ معاویہ بہت اچھا منتظم تھا اور وہ اپنے لشکریوں کو نہ صرف مالی لحاظ سے مطمئن رکھتا تھا بلکہ اس نے نظم و ضبط بھی اچھی طرح قائم رکھا تھا۔ اور چوتھی وجہ یہ تھی کہ شام میں کوفہ' بصرہ' اور فسطاط جیسا عرب

Marfat.com

قبائل کا کوئی شہر آباد نہیں کیا گیا تھا۔ فسطاط (مصر) کوفہ اور بصرہ کے بلوائی "اپنے شہروں سے حج کا ارادہ ظاہر کر کے شوال میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ جب مدینہ تین منزل رہ گیا تو اہل بصرہ کے چند لوگ ذو خشب میں آ ٹھہرے۔ ان لوگوں کی طبیعتیں طلحہؓ کی طرف مائل تھیں اور کچھ لوگ بلوائیان کوفہ میں سے اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آ کر مقیم ہوئے' ان لوگوں کا رجحان زبیر بن العوامؓ کی جانب تھا۔ اسی گروہ کے ساتھ کچھ لوگ مصر کے بھی تھے اور عام بلوائی ذوالمروہ میں ٹھہرے رہے۔ مصریوں کی طبیعت علیؓ ابن ابی طالب کی طرف مائل تھی۔ زیاد اور عبداللہ مدینہ پہنچ کر علیؓ' طلحہؓ' زبیرؓ اور امہات المومنین سے ملے اور یہ ظاہر کیا کہ ہر فریق جدا جدا طلحہؓ زبیرؓ اور علیؓ کے پاس جائے اور ان کو جس طرح ممکن ہو اپنا ہم آہنگ بنائے۔ چنانچہ چند مصری بلوائی علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت لشکر میں بہ مقام احجار الزیت رونق افروز تھے۔ اور اپنے لڑکے حسنؓ کو بلوائیان کو منتشر کرنے کی غرض سے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تھا۔ مصریوں نے علی ابن ابی طالبؓ سے کہا "ہم عثمانؓ کی امارت سے بیزار ہیں۔ آپ ہم سے بیعت لے لیجئے۔ ابھی ہم لوگ واپس جاتے ہیں"۔ علی ابن ابی طالب غصہ سے کانپ اٹھے۔ چلا کر فرمایا "بے شک لشکر ذوالمروہ و ذوخشب و اعوص رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق ملعون ہیں اور اس حدیث کو صلحاء مومنین جانتے ہیں۔ تم لوگ میرے سامنے سے دور ہو۔ آئندہ اس قسم کی گفتگو میرے روبرو نہ کرنا۔" بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں جو طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس گئی تھیں۔ ان لوگوں نے طلحہؓ و زبیرؓ سے بھی ایسا ہی کہا۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی ایسا ہی سختی کا جواب دیا۔ جب اس حیلہ سازی میں ان کو کامیابی نہ ہوئی تو ان مقامات سے متفرق ہو کر اپنے اپنے لشکر گاہ میں چلے آئے۔!" ابن خلدون کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کی زندگی ہی میں عہدہ خلافت کے لئے تین امیدوار تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمانؓ کو قتل کر کے یہ عہدہ حاصل کرنے کا متمنی نہیں تھا۔ گویا صحابہؓ کبار میں اتفاق صرف اس بات پر تھا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل نہ کیا جائے۔ اتفاق اس بات پر نہیں تھا کہ عثمانؓ کا جانشین کون ہو۔ ان کا یہ عدم اتفاق باغیوں کے اس مسئلہ پر عدم اتفاق کا آئینہ دار تھا۔ ہر گروہ نے یہ کہا تھا کہ اگر دوسری جماعتیں ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ ہم ان کے خلاف تدبیر کریں گے اور ان کی جماعت سے الگ ہو جائیں گے۔

Marfat.com

طبری کا بیان ہے کہ "بلوائیوں کے عثمانؓ کے خلاف الزامات میں سے ایک الزام یہ تھا کہ عثمانؓ نے اراضی لوگوں کو عطا کی اور عثمانؓ کا جواب یہ تھا کہ ان اراضی میں مہاجرین و انصار کے وہ لوگ شریک ہیں جنھوں نے انہیں فتح کیا۔ لہٰذا جو شخص ان فتوحات کے مقام پر مقیم ہے وہ اس کا مالک ہے مگر جو اپنے اہل و عیال کے پاس آ گئے تو ان کے ساتھ وہ اراضی منتقل نہیں ہوئیں۔ اس لئے میں نے اس قسم کی اراضی کے بارے میں غور خوض کیا تو اصل مالکوں کی اجازت اور مرضی سے عرب کی اراضی کے ساتھ ان کا تبادلہ کیا گیا۔ اس طرح یہ اراضی انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں۔ میری ملکیت میں نہیں ہیں۔" طبری کا مزید بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنا مال و متاع اور اراضی بنو امیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی اولاد کو بھی ان کا عام حصہ دار بنایا تھا۔ اس تقسیم کا آغاز انہوں نے فرزندان ابوالعاص سے کیا تھا۔ چنانچہ آل حکم میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار اور اس طرح ان سب نے کل ایک لاکھ کی رقم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو بھی اسی قدر رقم دی تھی نیز بنو العاص، بنو العیص اور بنو حرب نے بھی مال و دولت کو تقسیم کر دیا تھا[2]۔"

حضرات علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ سے انکار سن کر یہ سب لوگ بظاہر واپس چلے گئے مگر جب اہل مدینہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو باغی لوگ واپس آ گئے اور مدینہ پہنچ کر اس کے گرد و نواح میں اپنی ناگہانی تکبیروں سے اہل مدینہ کو حیران کر دیا اور حضرت عثمانؓ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گئے۔ وہ اپنی واپسی کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سیکرٹری مروان بن حکم کے تحریر کردہ خطوط پکڑے ہیں جن میں خلیفہ کی جانب سے صوبائی حکام کو ہدایت کی گئی کہ وہ انہیں (باغیوں) قتل کر دیں۔ جب خلیفۃ المسلمین کے مکان کے اردگرد ڈیرے ہی ڈال دیئے تو حضرت عثمانؓ نے مختلف شہروں میں امداد کے لئے خطوط بھیجے جن کا آخری حصہ یہ تھا کہ مدینہ پر حملہ آوروں کے ساتھ "اعراب اور بدو لوگ اس طرح شامل ہوئے ہیں جس طرح وہ جنگ احزاب میں ہمارے برخلاف شریک ہوئے تھے یا جس طرح احد میں (دشمن) ہمارے برخلاف لڑے تھے۔ لہٰذا جو ہماری مدد کر سکتا ہو وہ یہاں پہنچ جائے۔" یہ خطوط ارسال کرنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمانؓ نکلے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے مصری باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے دشمنو! تم اللہ سے ڈرو! بخدا اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے تم لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس لئے تم نیکی کے ذریعے گناہوں کو مٹاؤ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر برائی کو نیکی کے ذریعے ہی مٹاتا ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں ۔انہیں حکیم بن جبلہؓ نے پکڑ کر بٹھا لیا پھر حضرت زید بن ثابتؓ کھڑے ہوئے۔ انہیں دوسری طرف سے آ کر محمد بن ابی قتیرہؓ نے آ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنگامہ بڑھ گیا اور لوگ بھڑک اٹھے اور وہ لوگوں کو پتھر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ پر بھی سنگباری کی یہاں تک کہ وہ منبر پر سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچا دیا گیا۔ یہ مصری باغی اہل مدینہ میں سے صرف تین افراد سے اپنی امداد کی توقع رکھتے تھے کیونکہ ان تینوں سے وہ پہلے سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ وہ تین افراد یہ تھے (1) محمد بن ابوبکرؓ (2) محمد بن ابی حذیفہ اور (3) عمار بن یاسرؓ۔ کچھ حضرات ان باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوئے جن میں حضرت سعد بن مالکؓ (2) حضرت ابو ہریرہؓ (3) حضرت زید بن ثابتؓ اور (4) حضرت حسنؓ و حسینؓ بن علیؓ شامل تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے کہلا بھیجا کہ وہ جنگ سے باز آ جائیں۔ اس لئے وہ رک گئے۔ جب حضرت عثمان بے ہوش گھر پہنچا دیئے گئے تو حضرات علیؓ طلحہؓ اور زبیرؓ ان کی عیادت کے لئے آئے اور اظہار افسوس کیا اور پھر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ۔ ۔ ۔ حضرت عثمانؓ نے بیس یا تیس دن تک نماز پڑھائی۔ پھر انہوں (باغیوں) نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔ ۔ ۔ ۔ ان کا محاصرہ چالیس دن تک رہا اور اس اثنا میں قتل و غارت بھی ہوا۔ جو کوئی ان سے مزاحمت کرتا تھا وہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھاتے تھے۔ اس سے پہلے تیس دن تک انہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔[3] اسماعیل بن محمدؒ کی روایت ہے کہ "جب حضرت عثمانؓ گھر میں بے ہوش تھے تو حضرت علی بن ابی طالبؓ وہاں گئے۔ اس وقت ان کے چاروں طرف بنو امیہ تھے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا "اے امیرالمومنین! آپ کا کیا حال ہے؟" اس وقت بنو امیہ کے تمام افراد حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیک زبان کہنے لگے "اے علیؓ" تم نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ تم نے امیرالمومنین کے ساتھ یہ سلوک کرایا ہے۔ آگاہ رہو کہ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا زمانہ بھی تم پر بہت تلخ گزرے گا۔ اس پر حضرت علیؓ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے اور چلے گئے۔"

Marfat.com

مصر کے بلوائیوں کے دونوں محاصروں کے بارے میں "سیفؒ" کے علاوہ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمانؓ سے مناظرہ کیا اور محاصرہ کا سبب ابو سعید مولیٰ ابو اسید انصاریؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ سنا کہ اہل مصر کا ایک وفد آیا ہوا ہے۔ اس وقت مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ آپ وہاں مقیم ہیں تو وہ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ موجود تھے۔ آپ بھی یہ چاہتے تھے کہ وہ مدینہ میں آپ سے ملاقات نہ کریں۔ جب وہ آپ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو سورۂ یونس پڑھنے کو کہا۔ جب آپ نے یہ سورت پڑھی اور آخر اس آیت پر پہنچے "(اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے' اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا ہے کیا وہ تم نے دیکھا ہے؟ تم نے اس میں سے کچھ کو حرام کیا اور کچھ کو حلال قرار دیا ہے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہو"۔ اس پر انہوں نے (باغیوں نے) کہا' آپ ٹھہر جائیے اور یہ بیان کریں کہ آپ نے یہ چراگاہیں محفوظ کر لی ہیں اس کی آپ کو اللہ نے اجازت دی ہے یا آپ اللہ کے برخلاف الزام لگا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس بات کو چھوڑو یہ آیت ایسے موقع پر نازل نہیں ہوئی ہے۔ جہاں تک محفوظ چراگاہوں کا تعلق ہے تو عمرؓ نے مجھ سے پہلے صدقات کے اونٹوں کے لئے چراگاہیں محفوظ کیں۔ جب میں خلیفہ مقرر ہوا تو صدقات کے اونٹوں میں اضافہ ہو گیا تو میں نے بھی محفوظ چراگاہوں میں اضافہ کیا کیونکہ صدقات کے اونٹ بہت زیادہ ہو گئے تھے۔ انہوں (باغیوں) نے پھر اس آیت کی بنا پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا "یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی"۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری باتوں پر اعتراض کیا جن سے آپ گریز نہیں کر سکے تو آپ نے فرمایا "میں اللہ سے بخشش کا طلبگار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "تم کیا چاہتے ہو؟" اس پر انہوں نے آپ سے عہد و پیمان لئے اور کوئی شرط بھی لکھوائی۔ آپ نے بھی اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ نافرمانی نہیں کریں گے اور جماعت سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ان کی شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا "تم مزید کیا چاہتے" ہو؟ وہ بولے' ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہل مدینہ کو عطیات نہ دیئے جائیں کیونکہ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اس کے لئے جہاد کیا ہو یا ان بوڑھے صحابہ کرام کے لئے ہے"۔ آخرکار وہ اس پر رضامند ہو گئے اور

Marfat.com

آپ کے ساتھ خوش خرم مدینہ آئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا "میں نے روئے زمین پر اس وفد سے بہتر اپنے مقاصد کے لئے کوئی وفد نہیں دیکھا جو میرے پاس آیا ہوا ہے۔ تاہم مجھے اس وفد کے بارے میں اہل مصر سے اندیشہ ہے۔ دیکھو جس کے پاس کوئی کھیت ہو تو وہ اپنے کھیت میں کام کرے اور جس کے پاس دودھ دینے والے مویشی ہوں تو وہ ان سے فائدہ اٹھائے۔ تم آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لئے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے کہ یہ مال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے جہاد کیا ہو' یہ مال رسول اللہ صلعم کے بوڑھے صحابہ کے لئے ہے۔ اس پر لوگ (اہل مدینہ) ناراض ہو گئے اور کہنے لگے' یہ بنو امیہ کا مکر و فریب ہے"۔[5] یہ روائتیں صحیح ہیں تو ظاہر ہے کہ مصری بلوائیوں اور حضرت عثمانؓ میں تنازعہ کسی مذہبی مسئلہ پر نہیں تھا بلکہ مال غنیمت کی تقسیم پر تھا۔ عرب قبائل عہد رسالت میں اور اس کے بعد مسلسل مال غنیمت کے لئے جھگڑا کرتے آئے تھے اور وہ اسلام کو بھی مال غنیمت کی اپنے حق میں تقسیم کے لئے استعمال کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر اسلام ان کا وسیلہ معاش بن گیا تھا۔ مدینہ میں بہت سے لوگ کوئی کام کاج کئے بغیر مال غنیمت میں سے وظیفے لیتے تھے۔ اس لئے ان کے خلاف لشکریوں میں حسد و عداوت کا پیدا ہونا تعجب خیز نہیں تھا۔

ان ہی روایتوں میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ "مصری وفد رضامند ہو کر لوٹا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو کبھی ان کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سوار سے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا تم کسی اہم کام پر جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں امیرالمومنین کا قاصد ہوں اور مصر کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں۔ ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی' تو انہیں حضرت عثمانؓ کا سربمہر خط ملا جو انہوں نے اپنے حاکم مصر کو لکھا تھا۔ اس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو سولی پر لٹکا دے یا انہیں قتل کر دے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ یہ دیکھ کر وہ مدینہ واپس لوٹے اور حضرت علیؑ کے پاس آ کر کہنے لگے: کیا آپ نے دشمن خدا کو دیکھا ہے کہ اس نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ نے اب اس کا خون حلال کر دیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ان کے پاس چلیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: بخدا! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے کہا پھر آپ ہماری طرف خطوط

Marfat.com

کیوں لکھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا' بخدا! میں نے تمہیں کوئی خط نہیں لکھا۔ اس جواب پر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم اس شخص کے لئے جنگ کر رہے ہو یا اس کے لئے غضبناک ہو رہے ہو؟ بہرحال حضرت علیؓ وہاں سے اٹھ کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں چلے گئے۔ پھر یہ لوگ خود حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: تم میرے برخلاف دو مسلمانوں کی شہادتیں لاؤ یا مجھ سے حلف اٹھواؤ' اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ میں نے لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ کبھی کسی طرف سے (جعلی) خط بھی لکھا جاتا ہے اور مہر بھی لگا دی جاتی ہے۔ اس پر بھی وہ یہی کہتے رہے: بخدا! اللہ نے اب تمہارا خون حلال کر دیا ہے کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے اس کے بعد انہوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب پہلے محاصرے کے بعد اہل مصر واپس چلے گئے تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے کے مطابق مسجد میں بڑا رقت انگیز خطبہ دیا تھا جس میں آپ نے اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور لوگوں سے اپنی لغزشوں کی معافی مانگی تھی۔ مگر اس خطبہ کے بعد جب وہ گھر گئے تو وہاں مروان بن حکم' سعید بن العاصؓ اور بنو امیہ کے چند دوسرے افراد موجود تھے۔ اس موقعہ پر مروان بن حکم نے کہا کہ آپ کو اپنی غلطی کا اعتراف ایسی حالت میں نہیں کرنا چاہئے تھا جبکہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور جبکہ ذلیل افراد ذلیل طریقوں پر اتر آئے ہیں۔ اس کے بعد مروان نے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر جمع شدہ افراد کو خطاب کیا اور انہیں دھمکیاں دیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس غضبناک حالت میں آئے اور فرمایا: کیا آپ مروان سے مطمئن ہیں؟ وہ آپ کی عقل اور دین کو خراب کر کے چھوڑے گا۔ اس کے سامنے آپ ایک سواری کے اونٹ کی طرح ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے آپ کو ہنکاتا ہے۔ بخدا! مروان عقلمند اور دیندار نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو ہلاکت کی طرف لے جائے گا۔ جہاں سے آپ نکل نہیں سکیں گے۔ اب میں اس کے بعد آپ کو مشورہ دینے کے لئے بھی نہیں آؤں گا۔ کیونکہ آپ مغلوب اور لاچار ہو گئے ہیں[6]۔" راوی کہتا ہے کہ "حضرت علیؓ نے پہلے بھی بار بار حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے رشتہ

Marfat.com

داروں کے مشورہ پر عمل نہ کریں۔ حضرت علی نے کہا تھا کہ میں بار بار آپ کو مشورہ دیتا ہوں اور ہر موقع پر ہماری گفت و شنید ہوتی ہے مگر ہر موقع پر آپ مروان بن حکم، سعید بن العاص، عبداللہ ابن عامر اور معاویہ بن ابو سفیان کے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور میرے مشورے کی مخالفت کرتے رہے۔" حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان بار بار کے مشوروں اور بار بار کی ناراضگی کے پس منظر میں علیؓ کا یہ تاثر تھا کہ حضرت عثمانؓ اپنے رشتہ داروں اور بنو امیہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہیں اور بنو امیہ کے افراد کا تاثر یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کا سرچشمہ حضرت علیؓ ہیں۔ بظاہر دونوں کے تاثرات میں کچھ نہ کچھ صداقت تھی۔ حضرت عثمان واقعی اپنے رشتہ داروں کے زیر اثر تھے اور حضرت علیؓ واقعی کم از کم مصر کے باغیوں کے نظر میں متبادل خلیفہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت علیؓ کے حامیوں کی کمی نہیں تھی اور مدینہ میں بھی بعض صحابہ کرام سمیت ان کے حامی موجود تھے۔ عجمیوں کی ہمدردیاں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھیں۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ "حضرت عثمانؓ نے باغیوں سے گفت و شنید کے دوران اپنے عمال کے نام مبینہ خط کی صحت سے انکار کیا اور فرمایا: وہ اونٹ چوری کا تھا، کتابت میں مشابہت ہو سکتی ہے، مہر کسی دوسرے نے لگا دی ہو گی۔ وہ (باغی) بولے: گو ہم آپ کو ملزم گردانتے ہیں۔ تاہم عجلت میں کام نہیں لیا جائے گا۔ آپ اپنے برے حکام کو معزول کر دیں اور ہم پر وہ حکام مقرر کریں جو ہماری جان و مال کے درپے نہ ہوں۔ نیز آپ ہماری شکایات دور کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق کام کا تقرر کروں اور تمہارے مخالف حکام کو معزول کروں تو میری حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ اس وقت حکومت کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہوں گے۔ وہ بولے: بخدا! آپ کو ضرور یہ کرنا ہو گا ورنہ آپ کو معزول کر دیا جائے گا۔ آپ اپنے معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔ حضرت عثمانؓ نے یہ مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں (خلافت کی) قمیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا۔" ان مصریوں نے گفتگو کے لئے ابن عدیس کو پیش کیا۔ "اس نے مصر میں عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ وہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ظلم کر رہا ہے اور مسلمانوں کے مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیتا ہے اور جب اس پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے مجھے امیرالمومنین

Marfat.com

نے خود خط میں یہی تحریر کیا ہے"[9] ۔۔۔۔ "حضرت عثمانؓ نے مالک الاشتر کو گھر میں بلا کر بات چیت کی۔ آپ نے فرمایا: اے اشتر! لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ وہ بولے: وہ تین چیزوں میں سے ایک چیز کے طلبگار ہیں۔ آپ نے فرمایا' وہ کیا ہیں؟ وہ بولا: یہ لوگ چاہتے ہیں کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ یہ تمہارا معاملہ ہے تم جس کو چاہو انتخاب کر لو یا خود آپ اپنا قصاص لیں' اگر آپ کو ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک سے انکار ہے تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا: کیا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: جہاں تک خلافت سے دستبرداری کا تعلق ہے تو میں اس قمیص کو نہیں اتار سکتا' جو اللہ بزرگ و برتر نے مجھے پہنائی ہے پھر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرتے رہیں۔ خدا کی قسم! مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آگے بڑھوں تاکہ تم میری گردن مار دو بہ نسبت اس کے کہ میں وہ قمیص اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔ جہاں تک اپنی ذات سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو بخدا! مجھے اس بات کا علم ہے کہ میرے پیش رو دونوں ساتھی سزا دیتے تھے۔ تیسری بات یہ ہے کہ تم مجھے قتل کرو گے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بخدا! میرے بعد تم میں اتحاد قائم نہیں ہو گا اور کبھی تم متحد و مجتمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ میرے بعد پھر کبھی تم متحد ہو کر دشمن سے جنگ کر سکو گے۔ اس کے بعد اشتر کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ ۔۔۔ اس واقعہ کے چند دن کے بعد محمد بن ابوبکرؓ تیرہ افراد کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر گھسے۔ محمد بن ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ لی اور کہنے لگے: معاویہ نے تمہیں کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ اب ابن عامر کہاں چلا گیا۔ تمہارے خطوط کا کیا نتیجہ نکلا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے' تو میری داڑھی چھوڑ دے' راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا تو وہ ایک بھالا لے کر گیا اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا۔ پھر یہ سب لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر دیا۔[10]"

مصریوں کے سردار غافقی نے چھرے سے وار کیا۔ اس کے بعد سودان بن حمران نے تلوار ماری۔ حضرت عثمانؓ کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ درمیان میں حائل ہوئیں۔ سودان کی تلوار سے ان کی نصف ہتھیلی مع انگلیوں کے کٹ کر دور جا پڑی۔ پھر اس نے ایک اور وار کر کے

Marfat.com

خلیفہ کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اس کے بعد باغیوں نے گھر کا سارا مال و متاع لوٹ لیا اور مدینہ میں ان کے قتل کا اعلان کر دیا۔ ان باغیوں نے قتل کرنے کے بعد ان کے دفن کی بھی اجازت نہیں دی۔ بڑی مشکل سے مخفی طور پر رات کو چند گروہوں نے لے جا کر انہیں دفن کیا۔

ابو حبیبہ بیان کرتے ہیں کہ ''جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے اس دن میں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے گھر گئے۔ پھر وہاں سے نکل کر انہوں نے دروازہ پر جو مشاہدہ کیا اس پر وہ انا للہ و انا علیہ راجعون پڑھتے رہے۔ مروان نے ان سے کہا آپ اب پشیمان ہو رہے ہیں آپ ہی نے تو اس کا احساس دلایا ہے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا، استغفر اللہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لوگ اس حد تک جرات کریں گے کہ انہیں شہید کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں اب ان کے پاس گیا تھا انہوں نے اس وقت جو گفتگو کی ہے اس وقت نہ تم موجود تھے اور نہ تمہارے ساتھی موجود تھے۔ انہوں نے تمام ناخوشگوار باتوں سے بریت کا اظہار کیا اور ان سے توبہ کی ہے اور یہ فرمایا ہے: میں ہلاکت کے کاموں کو طول دینا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ جو ظلم و ستم کو طول دیتا ہے وہ راستے سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں توبہ کرتا ہوں اور ان تمام باتوں سے رجوع کرتا ہوں۔ مروان نے کہا اگر آپ ان کی مدافعت کرنا چاہتے ہیں تو آپ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے پاس جائیں۔ جو چھپے بیٹھے ہیں۔ حضرت سعدؓ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت علیؓ کے پاس آئے جو مزار نبوی اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعدؓ نے آ کر فرمایا: اے ابو حسن! آپ اٹھ کھڑے ہوں، میرے والدین آپ پر قربان ہوں، ایک نیک کام کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ان کی جان بچائیں۔ اس کے بعد جیسا آپ جانتے ہیں ویسا ہی ہو گا۔ کیونکہ تمہارے خلیفہ نے اپنی طرف سے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ بخدا! میں ہمیشہ ان کی حمایت کرتا رہا ہوں، یہاں تک کہ اب مجھے شرم آنے لگی ہے۔ مگر یہ مروان، معاویہ، عبداللہ بن عامر اور سعید بن العاصؓ ہیں جنھوں نے یہ نوبت پہنچائی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ جب میں انہیں نصیحت کرتا ہوں اور انہیں ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے الگ ہو جائیں تو وہ

Marfat.com

مجھے فریب میں مبتلا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ نتیجہ نکلا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وہ باتوں میں مصروف ہی تھے کہ محمد بن ابوبکر آئے اور انہوں نے پوشیدہ طور پر کچھ کہا۔ اس وقت حضرت علیؓ میرے ہاتھ کو پکڑ کر اٹھے اور فرمانے لگے: ان کی یہ توبہ کتنی اچھی ہے۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو یہ خبر تھی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ہم مصیبت اور شر و فساد میں مبتلا ہیں[11]۔" حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اس واقعہ کا یہ پہلو قابل ذکر ہے کہ محمد بن ابوبکر خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کا فرزند تھا' اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بھائی تھا' اس نے حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر سب سے پہلے حضرت علیؓ کو آ کر دی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی خواہش کے مطابق اسے کوئی عہدہ نہیں دیا تھا۔ دوسرا قابل ذکر پہلو یہ تھا کہ مصری باغیوں کے محاصرے کے دوران حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ ان لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ خود خلافت کے امیدوار تھے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا بیان ہے کہ "طلحہؓ باغیوں کے سرغنوں میں تھے۔ جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت طلحہؓ محاصرین میں شامل تھے۔ اور جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے حضرت طلحہ ان لوگوں میں سے تھے جو قتل عثمانؓ پر حضرت علیؓ کے رنج و غم کو حیرت و تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے[12]۔" تیسرا پہلو یہ تھا کہ جب فلسطین میں فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تھی تو انہوں نے کہا تھا: میں جب کبھی کسی زخم کو چھیڑتا ہوں تو اسے پھوڑ دیتا ہوں' میں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کی چوٹی پر بکریوں کو چرانے والے چرواہے کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا۔" حضرت عثمانؓ نے اسے مصر کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن سعد کو مقرر کر دیا تھا اور وہ اس پر اتنا ناراض ہوا تھا کہ اپنی بیوی ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ابی معیط کو طلاق دے دی تھی جو حضرت عثمانؓ کی سوتیلی بہن تھی۔ چوتھا پہلو یہ تھا کہ جب حضرت عثمانؓ محصور ہو گئے تھے اور عبداللہ بن سعد ان کی امداد کے لئے مصر سے روانہ ہو گئے تھے تو محمد بن ابی حذیفہ نے مصر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگ بھی اس کے مطیع ہو گئے تھے۔ محمد بن ابی حذیفہ کے والد کا جب انتقال ہوا تھا تو حضرت عثمانؓ اس کے کفیل والی ہو گئے تھے اور جوانی میں بھی محمد حضرت عثمانؓ کی زیر نگرانی رہے تھے لیکن عثمانؓ نے خلیفہ بننے کے بعد انہیں کوئی عہدہ نہیں دیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کی شہادت' اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر طٰہ حسین نے اس المیہ کے بارے میں جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی فتنۃ الکبریٰ رکھا ہے کیونکہ اس فتنہ میں سے بعد میں بے شمار فتنے پھوٹے جن کے باعث اتحاد اسلامی کا خواب محض خواب ہی رہا۔ "بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ 22 روز رہا اور 18 ذی الحجہ 35 ہجری مطابق 2 مئی 656ء کو وہ قتل ہوئے۔ اسی تاریخ سے امت میں فتنہ کا آغاز ہوا اور ایک مسلمان کی تلوار دوسرے مسلمان پر چلنے لگی۔ بیشتر علماء اور مورخین جب حضرت عثمانؓ کے قتل کے اسباب کا ذکر کرتے ہیں تو سب سے بڑا سبب یہ بتاتے ہیں کہ ان کے عہد میں صحابہ کبار نے باہم شدید تہمت تراشیاں کیں۔ ایک نے دوسرے کو کافر و فاسق گردانا۔ یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت عثمانؓ کو کافر بتاتے تھے اور ان کا خون مباح قرار دیتے تھے۔ نیز انہوں نے ان کا نام نعثل (جس کے معنی ہیں لمبی داڑھی والا بے وقوف) رکھ دیا تھا۔ اسی طرح یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ قیام کوفہ کے دوران میں حضرت عثمانؓ کا خون مباح ہونے کا اعلان کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں سے خطاب کر کے کہتے تھے "بدترین امروہ ہے جو غیر مسنون ہو' ہر غیر مسنون امر بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کی سزا جہنم ہے"۔ اس سے ان کا اشارہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عامل ولید بن عقبہ کی جانب ہوتا تھا۔ "یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تلوار اٹھائیے۔ میں بھی اپنی تلوار اٹھاتا ہوں کیونکہ حضرت عثمانؓ نے میرے ساتھ جو عہد کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے دوران مرض الموت کہا' عثمانؓ کا فوری تدارک کرو انہیں اتنی مہلت نہ دینا کہ ملک میں سرکشی و بغاوت پھیل جائے۔"[۱۳]

لیکن یہ مسلمان علماء اور مورخین جب یہ روایتیں بیان کرتے ہیں تو یہ نہیں بتاتے کہ آخر رسول اللہؐ کی وفات کے بیس بائیس سال بعد ہی مدینہ کے صحابہ کبارؓ کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ بلکہ دشمنانہ رویہ اختیار کر لیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو کافر' فاسق اور فاجر کہتے تھے ایک دوسرے کا خون مباح قرار دیتے تھے۔ گویا مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف کفر اور واجب القتل ہونے کے فتوے دینے کی ابتدا

Marfat.com

صحابہ کبار کے زمانے سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ ان صحابیوں میں عشرہ مبشرہ کے ارکان بھی شامل تھے۔ تاہم تاریخ کے کسی غیر جانبدار طالب علم کے لئے ان مادی عوامل کی نشاندہی کرنا مشکل نہیں ہے جو اسلام کے ابتدائی عہد میں ہی مسلمانوں میں ایسے نفاق و افتراق کا باعث بنے کہ جذبہ و اتحاد اسلامی ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے ان عوامل کی نمود رسول اللہؐ کی حیات طیبہ کے دوران ہی ہونا شروع ہو گئی تھی جبکہ مختلف غزوات کے بعد مختلف قبائل نے مال غنیمت کی تقسیم پر جھگڑے کئے تھے اور ایک سے زیادہ مرتبہ دوسری وجوہ کی بنا پر قبائلی عصبیت کے مظاہرے کئے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو اس کے فوراً ہی بعد عہدہ خلافت کے مسئلہ پر تین گروہوں کے درمیان جو رسہ کشی اور تلخ کلامی ہوئی اس سے ان عوامل میں بہت اضافہ ہوا۔ خلیفہ اول کے عہد میں ارتداد کی جنگوں اور بیرونی فتوحات کے باعث اگرچہ یہ عوامل دبے رہے لیکن درپردہ ان کی آگ سلگتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ کے عہد میں عظیم الشان بیرونی فتوحات کے باعث یہ عوامل منظر عام پر نہ آئے اگرچہ ان میں نئے عوامل کا اضافہ ہو گیا تھا۔ خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے موقع پر ان عوامل میں مزید اضافہ ہوا جبکہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی دیرینہ عداوت کی کھلم کھلا کارفرمائی شروع ہو گئی۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کے عہد کے پانچ چھ سال بعد ان فتنہ انگیز عوامل کا لاوا پھوٹ پڑا جبکہ قبیلہ قریش کے طبقہ امراء نے بالعموم اور بنو امیہ کے خواص نے بالخصوص پوری مملکت اسلامیہ میں اپنا غلبہ قائم کر لیا اس کے بعد اسلامی مملکت کے طول و عرض میں سیاسی، معاشرتی، معاشی، طبقاتی، ثقافتی قبائلی اور قومیتی تضادات و اختلافات کا ایک آتش فشاں پہاڑ کھڑا ہو گیا۔ طہٰ حسین کے بقول ایک نوزائیدہ وسیع و عریض مملکت میں یہ تضادات و اختلافات ناگزیر تھے اور ان کی عکاسی صحابہ کبار کی گروہ بندی کی صورت میں ہونا بھی ناگزیر تھا۔ ان سارے تضادات و اختلافات میں ایک بھاری تضاد و اختلاف قدیم و جدید کا تضاد و اختلاف تھا۔ چونکہ اسلامی سلطنت دس پندرہ سال ہی میں ایران، عراق، شام، مصر اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی تھی اور سپین اور ہندوستان کی فتوحات کے دروازے بھی کھل گئے تھے اس لئے عربوں کے حکمران طبقہ کے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ محروسہ ممالک کے پرانے جاگیردارانہ نظام کے کھنڈرات پر اپنا نیا جاگیردارانہ نظام قائم کرے۔ مگر حضرت علیؓ سمیت متعدد صحابہ کرام اور عرب قبائل کے بیشتر عناصر اپنی روایات و عادات سے مجبور ہو کر اس نئی تبدیلی کے لئے

Marfat.com

آمادہ نہیں تھے اور وہ قبائلی معاشرت کو قائم رکھنے پر ہی مصر رہے۔ ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتا ہے کہ "بوڑھے مہاجرین و انصار نے جو زندگی بسر کی تھی اگر وہ ٹھیٹھ دیہاتی اور خالص خانہ بدوش زندگی نہ بھی تھی تو بہر حال مہذب شہری زندگی کے مقابلے میں بہت زیادہ دیہاتی اور غیر متمدن ضرور تھی۔ پھر اچانک جب ان لوگوں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ایک عظیم سلطنت کے سامنے پایا جو دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسے گوناگوں پیچیدہ مسائل درپیش تھے۔ جن سے عہدہ برا ہونے کے لئے کسی نئی تہذیب کی نہیں بلکہ ایک ایسے قدیم و مستحکم تمدن کی ضرورت تھی جس کے اصول و ضوابط معین ہوں اور جو مقررہ خطوط پر چلے جا رہے ہوں۔ جب ان تمام امور کو ایک دوسرے سے ملا کر دیکھیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ جن حالات نے حضرت عثمانؓ کو آ گھیرا تھا وہ حضرت عثمانؓ اور ان کے اصحاب کی طاقت سے باہر تھے"۔[۱۴] یہ مطلوبہ قدیم و مستحکم تمدن ایران' عراق' شام' فلسطین اور مصر کا ہی جاگیردارانہ تمدن تھا جس کی اپنائیت کو روایت پسند عناصر بدعت کہتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں کوئی شورش نہ ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اس تہذیب و تمدن کو نہیں اپنایا تھا یہاں تک کہ انہوں نے ایران کا کتب خانہ تک تلف کروا دیا تھا اور اپنی پرانی قبائلی معاشرت کو حتی الامکان قائم رکھا تھا۔ ان کا قتل ان کی اپنی پرانی قبائلی معاشرت کی وجہ سے ہی ہوا۔ ان کا اپنا ذاتی طرز زندگی اور طرز حکومت ایک توسیع پذیر عظیم الشان مملکت کے سربراہ کا سا نہیں تھا بلکہ ان کے سارے طور طریقے ایک قبیلہ کے سربراہ کے سے ہی رہے۔ ان کے بعد جب حضرت عثمانؓ نے بہ تقاضائے سیاست حضرت عمرؓ کا رائج کردہ نظام اراضی تبدیل کر دیا اور مملکت پر بنو امیہ کی گرفت مضبوط ہو گئی تو کوفہ' بصرہ اور مصر کے لشکریوں میں قریش کے طبقہ امراء کے خلاف بالعموم اور بنو امیہ کے خلاف بالخصوص سخت بے چینی پھیل گئی۔ جس سے حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ (یہ تینوں ہی خلافت کے امیدوار تھے) نے قدرتی طور پر فائدہ اٹھانا چاہا۔ بصرہ' کوفہ' مصر اور مدینہ میں ابو موسیٰ الشعری' عبداللہ بن مسعودؓ' محمد بن ابی حذیفہؓ' ابو ذر غفاریؓ' عمار بن یاسر ان قدامت پسند صالحین میں سے تھے جو عثمانی عہد کی ہر نئی چیز کو بدعت قرار دیتے تھے۔ حامیان علیؓ کی موقف یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے لئے ایسے معاملہ میں جس کی وضاحت قرآن نے بہ نص صریح کر دی ہو اجتہاد کرنا ناجائز تھا اور روایت پسند

Marfat.com

عوام ان کی باتوں پر کان دھرتے تھے۔ جبکہ ہوس اقتدار' حرص زر' حب جاہ و جلال اور قبائلی عصبیت نے بنو امیہ کے ارکان کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر مہریں لگا دی تھیں۔ ان کی زندگیوں میں ایک سیاسی' معاشرتی اور معاشی انقلاب آگیا تھا اس لئے وہ اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکے تھے۔ شاید وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اہل عجم اور اہل روم کی پرانی تہذیب و ثقافت سے یکایک مستفید ہونے کے بعد ان کے لئے یہ آسان نہیں تھا کہ وہ اعتدال و احتیاط کی راہ پر گامزن رہیں۔ تاہم ان کی بے اعتدالی سے پیدا شدہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ بصرہ' کوفہ اور مصر کے سوار لشکریوں نے اپنے طبقاتی اور قبائلی تضادات کی بنا پر مفاد پرست ارباب اور طبقہ امراء کے خلاف بغاوت کی اور نتیجتہ" حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔

بعض سنی العقیدہ علماء اور مورخین اس سارے فتنے کی ذمہ داری یمن کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا' جو ان کے بقول محض فتنہ انگیزی کے لئے اسلام میں داخل ہو گیا تھا' پر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس مملکت کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے خفیہ جماعتیں بنائیں۔ پھر خفیہ خط و کتابت کے ذریعے اہل بیت کے حق خلافت کا تصور پھیلایا اور اس طرح مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کا باعث بنا۔ ان علماء اور مورخین کے برعکس اہل تشیع علماء اور مورخین بدزبانی کر کے یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا بیج حضرت عمرؓ کی "سازشی سیاست" نے بویا تھا۔ حضرت عمرؓ اس گروہ کے سربراہ تھے جس نے رسول اللہؐ کی زندگی ہی میں حضرت علیؓ اور بنو ہاشم کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سنی اور شیعہ فرقوں کے ان دونوں قسم کے علماء و مورخین سے کوئی علمی بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی ایک فرد یا چند افراد کسی معاشرے کے تاریخ کے دھارے کو بدل سکتے ہیں اور تاریخ سازی محض ایک فرد یا چند افراد کے مفادات کے تحت ہوتی ہے ان سے کوئی بات کرنا فضول ہے۔ قرآن حکیم کی ہدایت کے مطابق انہیں دور ہی سے سلام کرنا چاہئے۔ تاریخ سازی میں بہت سے سیاسی' معاشرتی' معاشی' قومیتی' ثقافتی' نسلی اور قبائلی تضادات کی کارفرمائی ہوتی ہے اور ان تضادات میں سب سے زیادہ فیصلہ کن تضاد بالآخر معاشی یا طبقاتی تضاد ہی ہوتا ہے مزید برآں ذرائع پیداوار میں تبدیلی کسی معاشرے کے تاریخی ارتقا میں بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب ذرائع پیداوار میں تبدیلی ہوتی ہے تو اس سے بہت سے تضادات جنم لیتے ہیں اور یہ

Marfat.com

تضادات تاریخ کو آگے بڑھاتے ہیں۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جو بیرونی فتوحات ہوئیں ان کی وجہ سے عرب قبائل نئے ذرائع پیداوار اور ترقی یافتہ تہذیب و ثقافت سے روشناس ہوئے اور ان کی اس روشناسی کی وجہ سے انہیں دیرینہ قبائلی معاشرت و معیشت میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے بقول انہیں ایران کی نعمتوں کا چسکا لگ گیا تھا۔ سیف محمد و طلحہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ "جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے طریقے کے مطابق عمل نہیں کیا۔ اس لئے یہ لوگ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے جب انہوں نے ان شہروں کو دیکھا اور لوگوں نے ان سے ملاقات کی تو جن لوگوں کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ اسلام میں انہوں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا تھا وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس طرح مختلف گروہ پیدا ہو گئے اور لوگوں نے ان سے بہت توقعات قائم کر لیں اور ان معاملات میں وہ آگے بڑھتے گئے اور وہ کہنے لگے (یہ لوگ بہت سی زمینوں کے) مالک ہیں ہم ان سے واقف ہوں گے اور ان سے اپنے تعلقات بڑھائیں گے۔ سیف کا مزید بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ قریش کے افراد نے مختلف شہروں میں مال و دولت و جائیداد جمع کر لی اور عوام ان کی طرف مائل ہو گئے۔ وہ سات سال تک اس حالت میں رہے ہر جماعت یہ چاہتی تھی کہ ان کا شخص خلیفہ بنے۔"[15] یہ گروہ بندیاں بالآخر رنگ لائیں اور عثمانؓ قتل ہوئے۔ ان کے قتل کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے امیر معاویہ کے مشورہ کے برعکس اپنی حفاظت کا وہ بندوبست نہیں کیا تھا جو ایک عظیم مملکت کے سربراہ کو کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے بھی اپنی نجی زندگی کے لئے حضرت عمرؓ کی طرح قبائلی معاشرت کو ہی پسند کیا اور اسی معاشرت کی روایت کے مطابق وہ قتل ہوئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی رائے یہ ہے کہ "قتل عثمانؓ نے مسلمانوں کو ایک دوراہے پر کھڑا کر دیا تھا۔ ان کے سامنے دو راستے تھے اور دونوں راستے بالکل سیدھے اور پوری طرح واضح تھے جن میں کوئی کجی، موڑ یا پیچیدگی نہ تھی۔ ایک راستہ وہ تھا جس پر امم سابقہ گامزن رہی تھیں یعنی ملوکیت جس میں حکومت کو تدبر، عزم و حزم، قوت و استبداد، زور اور دبدبہ کے ذریعے چلایا جاتا ہے اور دنیوی مشکلات کو دنیوی وسائل کے ذریعے حل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطنت روبہ ترقی ہوتی ہے، طاقت پکڑتی ہے اور خوب پھلتی پھولتی ہے۔ پھر وہ کمزور ہو کر روبہ زوال و انحطاط ہو جاتی ہے تاکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں ایک ریاست سے

Marfat.com

دوسری ریاست میں، ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہو جائے۔ دوسرا راستہ وہ نیا راستہ تھا جس کی طرح رسول خداؐ نے ڈالی تھی اور جسے آپ کے بعد آنے والے دو خلفاء (ابوبکرؓ اور عمرؓ) نے سربلندی و تقویت دی تھی۔ یہ وہ طرز حکومت ہے جس میں اقتدار کا دار و مدار قوت پر نہیں ہوتا بلکہ اقتدار کی بنیاد محبت اور انصاف پر مبنی ہوتی ہے جو قوت کو اپنے ذرائع میں سے ایک ذریعہ اور وسائل میں سے ایک وسیلہ بناتی ہے۔ جس میں خود غرضی، تحکم اور زور و جبر سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس میں دنیوی مشکلات کو دنیوی وسائل سے حل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ انہیں دینی وسائل سے حل کیا جاتا ہے اور وہ وسائل جن کی اساس امر بالمعروف نہی عن المنکر، نیکی سے محبت اور شر سے نفرت، قربانی و ایثار اور خود غرضی سے برآت پر ہوتی ہے اس حکومت کی اولین شرط باطن کی صفائی، ضمیر کی پاکیزگی اور دلوں کی طہارت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں دنیا کو محض وسیلۂ آخرت ہی بنا دیا جاتا ہے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک اعتبار سے اسے وسیلۂ آخرت اور دوسرے اعتبار سے اسے ایک ایسی نئی دنیا کا وسیلہ بنایا جاتا ہے جو زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی، پاکیزگی، رونق و صفائی میں آگے بڑھتی چلی جائے۔ قتل عثمانؓ کے بعد مسلمانوں میں سے اکثر لوگوں نے پہلی راہ اختیار کر لی۔ انہیں اس راہ میں وہی آزمائشیں پیش آئیں اور اب تک پیش آ رہی ہیں جو دوسری قوموں اور نسلوں کو پیش آئیں۔ البتہ ان میں سے بہت چھوٹے افراد نے دوسری راہ اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن آخر وہ بھی انسان ہی تھے جیسے ہی وہ اس راہ پر ذرا آگے بڑھے ان کے خون اور ان کی جانیں ابتلا و آزمائش میں پڑ گئیں اور بالآخر اکثریت ان پر غالب آ گئی۔[16]" ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے دوسرے راستے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض اس کی مذہبی عقیدت کا مظہر ہے۔ اس نے محض خوبصورت و دلکش اصطلاحات پر مشتمل جو انشا پردازی کی ہے اس کا ساتویں صدی عیسوی کے عرب معاشرے کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی لئے جن تھوڑے سے افراد نے یہ دوسرا راستہ اختیار کیا وہ بھی اس پر زیادہ دیر تک نہ چل سکے تھے۔ رسول اللہؐ نے پہلے مدینہ میں جو سٹی سٹیٹ اور پھر پوری سرزمین عرب میں جو اسلامی مملکت قائم کی تھی اس میں انہوں نے بھی بیشتر دنیوی مسائل کو دنیوی طریقے سے ہی حل کیا تھا۔ انہوں نے یہودیوں سے اپنے دنیوی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دنیوی طریقے کو اختیار کیا تھا۔ پھر شورش پسند اور نفاق انگیز اعرابیوں کو بھی انہوںؐ نے نظم و ضبط کے ماتحت لانے کے لئے دنیوی طریقے اختیار کئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد

Marfat.com

انہوںؒ نے نظم و ضبط کی خاطر تالیف قلوب بھی دنیوی طریقے سے کی تھی۔ اور پھر جب عرب قبائل جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے تھے تو ان سے دنیوی طریقے سے معاہدے کیئے تھے۔ یمن کے والی سے بھی معاہدہ دنیوی طریقے سے ہوا تھا اور خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ میں بھی دنیوی طریقہ ہی استعمال کیا گیا تھا۔ ساتویں صدی عیسوی میں جو عرب قبائل جوق در جوق مسلمان ہوئے تھے ان کی ماہیت قلبی نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو فتح مکہ کے بعد اس لئے مسلمان ہوئے تھے کہ ان کی مفاد پرستی اور موقع پرستی کا تقاضا یہی تھا۔ نیکی سے محبت' شر سے نفرت' قربانی و ایثار' خود غرضی سے برآت' باطن کی صفائی' ضمیر کی پاکیزگی اور دلوں کی طہارت وغیرہ بڑی خوبصورت و دلکش اصطلاحات ہیں۔ یہ لکھنے پڑھنے اور کہنے سننے میں بڑی اچھی لگتی ہیں لیکن اگر اس امر پر غور کیا جائے کہ ساتویں صدی عیسوی کے مفاد پرست اور موقع پرست اعرابیوں پر اور مفتوحہ ممالک کے لوگوں پر ان زریں اصولوں اور اقدار کا اطلاق کیسے ہو سکتا تھا تو ان اصطلاحات کی تجریدیت واضح ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے عربوں کے قبائلی معاشرے کے تاریخی ارتقا کے قانون کا تقاضا یہ تھا کہ وہ جاگیری نظام میں داخل ہوں۔ چنانچہ یہ تقاضا پورا ہو کر رہا اگرچہ اس عمل میں بہت خون خرابہ ہوا۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال پر یہ الزام عائد کرتے تھے کہ وہ بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں اور ناجائز اجتہاد کرتے ہیں وہ دراصل روایت پرست اور قدامت پسند تھے۔ انہیں عرب معاشرے میں ہر تغیر و تبدل برا لگتا تھا اور وہ مذہبی پاکیزگی کی آڑ لے کر اقتدار کے لئے کوشاں تھے۔ اگر ان کے طریقے پر عمل کیا جاتا تو کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہو سکتی تھی اور مسلمانوں کی مملکت طوائف الملوکی اور قبائلی شورش پسندی کا شکار ہو کر بہت جلد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ البتہ ان کا یہ الزام بہت حد تک صحیح تھا کہ حضرت عثمانؓ اور بنو امیہ کے دوسرے خواص و اشراف و عمال کنبہ پروری' ہوس اقتدار اور حرص املاک و جائیداد میں اعتدال کا دامن چھوڑ گئے تھے۔ اس معاملے میں انہوں نے اسلامی تدبر و بصیرت کا ثبوت نہیں دیا تھا اسی لئے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور بعد میں امیہ حکام کے لئے مشکلات در پیش ہوئیں۔ ان کی قبائلی عصبیت اور احساس برتری میں بھی اسلامی تعلیمات کا کوئی عنصر شامل نہیں تھا۔ اس لئے ان کے خلاف چھوٹے درجے کے لشکریوں کی بغاوت ناگزیر تھی۔

Marfat.com

عہد حضرت علیؓ

Marfat.com

Marfat.com

باب: 13

مسئلہ قصاص عثمانؓ

نئی صف بندی اور جنگ جمل

جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے ان کی مملکت پانچ ولایتوں بصرہ' کوفہ' قنسرین' مصر اور شام پر مشتمل تھی اور ان ولایتوں میں ایران' عراق' شام' فلسطین' لبنان' مصر' آرمینیہ' رے' آذر بائیجان' ہرات' کابل' قبرص' طبرستان' خراسان' زا بلستان' طالقان' قیروان اور شمالی افریقہ کے علاقے شامل تھے۔ سب سے بڑی ولایت شام کی تھی اور اس کا انصرام و انتظام امیر معاویہ کے سپرد تھا۔ کوفہ میں عبداللہ بن عامر حکمران تھا اور مصر کی ولایت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے سپرد تھی۔ اگرچہ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے دنوں میں محمد بن ابی حذیفہ نے اس پر تسلط جما لیا تھا۔ کوفہ ابو موسیٰ الشعری کے ماتحت تھا اور قنسرین کا والی حبیب بن مسلمہ فہری تھا۔ مکہ' طائف' صنعاء (یمن) اور جند پر علی الترتیب عبداللہ بن حضری' قاسم بن ربیعہ ثقفی' یعلی بن منیہ اور عبداللہ بن ربیعہ والی تھے اور اردن میں ابوالاعور بن سفیان اور بحرین میں عبداللہ بن قیس فرازی عامل تھے۔ عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ کے بیشتر لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کے انکار کے باوجود اصرار کر کے ان کو خلیفہ بنایا۔ اہل کوفہ اور اہل بصرہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کے حق میں نہیں تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ علیؓ خلیفہ بن گئے تو وہ اہل مصر کے مطیع ہو جائیں گے اور مصریوں کی موجودگی میں ان کی وہی حیثیت ہو گی جو کوڑا کرکٹ کی ہوتی ہے۔ کچھ لوگ سعد بن ابی وقاصؓ یا عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے مگر جب ان دونوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور طلحہؓ و زبیرؓ بھی آگے نہ بڑھے تو سب سے پہلے مسجد

Marfat.com

نبوی میں علیؓ کے ہاتھ پر مالک الاشتر نے بیعت کی۔ چونکہ طلحہؓ و زبیرؓ خود بھی خلافت کے امیدوار تھے اس لئے خطرہ تھا کہ وہ بیعت نہیں کریں گے۔ چنانچہ وہ بلائے گئے۔ طلحہؓ کو کچھ پس و پیش ہوا اس پر اشترؓ نے تلوار کھینچ کر کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو ایک وار میں پیشانی کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ مجبوراً انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور پھر زبیرؓ نے بھی ان کی تقلید کی۔ سعد بن ابی وقاصؓ بھی طلب ہوئے۔ انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور کہا کہ جب تک سب لوگ بیعت نہ کر لیں گے میں نہیں کروں گا۔ لیکن میری طرف سے کسی خطرہ کا اندیشہ نہ کرو۔ لوگوں نے ان کو مہلت دی۔ عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی کہا' ان سے کہا گیا ضامن لاؤ۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس پر اشتر نے غصہ میں کہا کہ حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرت علیؓ نے روکا اور کہا یہ کیا جہالت ہے۔ اس کا ضامن میں ہوں۔ رؤساء انصار میں سے حسان بن ثابتؓ' کعب بن مالکؓ' مسلمہ بن مخلدؓ ' ابو سعید خدریؓ ' محمد بن مسلمہؓ ' نعمان بن بشیرؓ ' زید بن ثابتؓ ' رافع بن خدیجؓ ' فضالہ بن عبیدؓ اور کعب بن عجرہ' صہیبؓ ' اسامہ بن زیدؓ اور سلمہ بن وقش نے بیعت نہیں کی۔ دیگر مشاہیر میں سے مغیرہ بن شعبہؓ ' عبداللہ بن سلامؓ ' قدامہ بن مظعون بھی بیعت میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ بنو امیہ کے لوگ اس خیال سے کہ ان کو بیعت نہ کرنی پڑے مدینہ سے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ولید بن عقبہؓ اور سعید بن العاصؓ بھاگ کر مکہ چلے گئے یہ دونوں سب سے پہلے بھاگے تھے ان لوگوں کے بعد مروان بن حکم فرار ہوا۔

حضرت علیؓ کی بیعت کے موقعہ پر اہل مدینہ میں اس انتشار و افتراق میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت پر اہل مدینہ کبھی بھی متفق نہیں ہوئے تھے اور جذبہ اتحاد اسلامی نے کبھی بھی اپنا جلوہ نہیں دکھایا تھا۔ اگر اس انتشار و افتراق میں کوئی فرق تھا تو وہ یہ تھا کہ اب اس میں مسلمانوں میں خانہ جنگی کے خطرات مضمر تھے ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے عہدہ خلافت پر متمکن ہونے کے واقعات کو حضرت علیؓ اور بنو ہاشم نے پسند نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے تھوڑی یا زیادہ پس و پیش کے بعد بیعت کر لی تھی لیکن علیؓ کی بیعت کے موقع پر بنو امیہ کا کوئی فرد موجود نہیں تھا اور وہ سب یکے بعد دیگرے مدینہ سے فرار ہو گئے تھے۔ گویا اس طرح خانہ جنگی کے لئے زمین ہموار ہو گئی تھی۔ طبری میں ہے کہ "حضرت علیؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دیگر صحابہ کے

Marfat.com

ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے علیؓ! ہم نے آپ کی بیعت کے وقت یہ شرط کی تھی کہ آپ حدود اللہ کو قائم فرمائیں گے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ باغیوں کی یہ تمام جماعت قتل عثمانؓ میں شریک ہے اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خون کو حلال کیا ہے اس لئے آپ پر ان سب لوگوں سے قصاص لینا فرض ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! میں تمہاری طرح ان امور سے ناواقف نہیں ہوں لیکن ہم اس قوم کا کیا کر سکتے ہیں جو ہماری مالک بنی ہوئی ہے اور ہم ان کے مالک نہیں اور پھر اس قتل میں تم لوگوں کے غلام بھی شریک ہیں اور ان کے ساتھ کچھ دیہاتی بھی مل گئے ہیں اور وہ تمہارے دوست ہیں اور جس بات پر چاہتے ہیں تمہیں مجبور کر دیتے ہیں تو کیا ان حالات میں قصاص لینے پر کچھ قدرت رکھتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم جو کچھ دیکھ رہے ہو میں بھی ان حالات کو دیکھ رہا ہوں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حالات بعینہ زمانہ جاہلیت کے حالات ہیں اور اس قوم میں ابھی جاہلیت کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان کی کوئی معینہ راہ اور طریقہ نہیں کہ جو اس طریقہ پر چل کر ہمیشہ زمین میں خوش رہے۔ لوگ خلافت کے معاملے میں کئی قسم کے ہیں۔ ایک طبقہ کی وہی رائے ہے جو تمہاری رائے ہے اور دوسرے طبقہ کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہے اور ایک فرقہ نہ اس رائے کا حامی ہے نہ اس رائے کا۔ تاوقتیکہ لوگ ایک رائے پر جمع نہ ہو جائیں اور دل درست نہ ہو جائیں' اس وقت تک قصاص ممکن نہیں۔ اب تم میرے پاس سے جاؤ اور دیکھو کہ تمہارے لئے کیا نئے حالات پیش آتے ہیں اور ان حالات کا مطالعہ کر کے میرے پاس واپس آؤ۔ یہ بات قریش پر بہت گراں گزری اور انہوں نے مدینہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے بنو امیہ مدینہ چھوڑ کر بھاگے اور لوگ متفرق ہو گئے۔[1]" حضرت علیؓ کا یہ موقف صحیح تھا۔ مدینہ کے اس وقت کے حالات میں قاتلین عثمانؓ کو سزا دینا ممکن نہیں تھا۔ لیکن طلحہؓ بھی قصاص کا مطالبہ کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت عثمانؓ کے محاصرے کے دوران باغیوں کے ساتھ تھے اور طبری کے بیان کے مطابق وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ طلحہؓ و زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے لیکن ان کی اس حیثیت نے ان کی اقتدار پرستی اور ہوس زر پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ ان دونوں نے اس واقعہ کے بعد کوفہ اور بصرہ جانے کی اجازت طلب کی تھی لیکن حضرت علی نے وقتی طور پر ان کی یہ

Marfat.com

درخواست منظور نہیں کی تھی۔ صرف غور کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

خلیفہ ہونے کے بعد حضرت علیؑ نے سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے عہد کے تمام والیوں کی معزولی کا فرمان لکھوایا۔ انہوں نے یہ فیصلہ اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے اس مشورے کے باوجود کیا کہ فی الحال کسی عثمانی عہدیدار کو معزول نہ کیا جائے۔ عبداللہ بن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ بنو امیہ آپ کو اس خلافت پر متہم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے اور لوگوں کو شبہات میں ڈالیں گے۔ وہ بھی اس قصاص کا مطالبہ کریں گے جس کا اہل مدینہ نے مطالبہ کیا ہے اور ان کے ارادے پر نہ تو آپ کو قدرت حاصل ہو سکے گی اور نہ وہ خود اس قصاص پر قدرت پا سکیں گے اور اگر بالفرض یہ امور انہیں سپرد بھی کر دیئے جائیں تو وہ اپنے حقوق کو خود فنا کر دیں گے اور وہ امور اختیار کریں گے جن سے زیادہ سے زیادہ شبہات پیدا کئے جا سکیں گے۔" ان کی مزید رائے یہ تھی کہ "معاویہ اور ان کے ساتھی دنیا دار ہیں۔ اگر آپ انہیں ان کے عہدوں پر قائم رکھیں گے تو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہ ہو گی کہ خلیفہ وقت کون ہے اور اگر آپ انہیں معزول کر دیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ خلافت بغیر مشورہ کے قائم ہوئی ہے اور اسی خلیفہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ اس طرح وہ آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے اور اہل عراق آپ کے باغی بن جائیں گے۔ دوسری جانب میں طلحہؓ اور زبیرؓ سے بھی مطمئن نہیں ہوں کہ کہیں وہ آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہے کہ میں ان عہدیداروں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھوں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اصلاح کے لئے یہی بہترین تدبیر ہے لیکن جہاں تک حق کا اور ان امور کا تعلق ہے جس کے عثمانی عہدیدار مرتکب ہو رہے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے تو یہ امور مجھے اس پر مجبور کرتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی عہدہ نہ دوں۔ اگر برطرفی کے باوجود یہ میری خلافت قبول کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے اور اگر یہ اس سے انحراف کریں تو میں تلوار میان سے نکال لوں گا۔" ابن عباس نے کہا تو میری ایک اور رائے تسلیم کر لیجئے کہ آپ ینبع اپنی زمین پر چلے جایئے اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جایئے کیونکہ عرب پریشان اور مضطرب ہونے کے بعد آپ ہی کے پاس آئیں گے اور آپ کے علاوہ انہیں کوئی ایسا دوسرا شخص نظر نہ آئے گا جو کہ خلافت کا بار سنبھال سکے اور اگر آپ

Marfat.com

نے آج ان کا ساتھ دے کر معاویہ وغیرہ پر لشکر کشی کی تو خدا کی قسم کل تمام لوگ عثمانؓ کے خون کی ذمہ داری آپ کے سر ڈال دیں گے۔ حضرت علیؑ نے کہا: میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تم شام جاؤ۔ میں تمہیں وہاں کا عامل بناتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا کہ وہاں معاویہ موجود ہیں جو بنو امیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کے چچا زاد بھائی ہیں جب میں وہاں پہنچوں گا تو وہاں عثمانؓ کے خون کے قصاص میں میری گردن اتار لیں گے اور اگر وہ ایسا بھی نہ کریں گے تو کم از کم مجھے قید ضرور کر دیں گے اور میرے خلاف کوئی نہ کوئی حکم صادر کر دیں گے۔ حضرت علیؑ نے کہا، میری اور تمہاری جو قرابت ہے تم نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا۔ تم پر جو شخص بھی حملہ آور ہو گا وہ دراصل مجھ پر حملہ آور ہو گا[۲]۔"

بعض سنی العقیدہ مورخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے عثمانی عہدیداروں کی معزولی کا فرمان جاری کر کے اور ابن عباس کا مشورہ قبول نہ کر کے سیاسی تدبر کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ ان کا یہ موقف صحیح نہیں جیسا کہ ابن عباس کی یہ رائے صحیح نہیں تھی کہ امیرالمومنین ایک بہادر شخص ضرور ہیں لیکن تدابیر حکومت سے قطعاً" ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ عثمانی عہدیداروں کی موجودگی میں حضرت علیؑ اپنے اقتدار کو ایک دن کے لئے بھی مستحکم نہیں کر سکتے تھے۔ بنو امیہ نے ان کی بیعت نہیں کی تھی اور قریش کا طبقہ امراء خوفزدہ ہو کر بنو امیہ کے افراد کے ساتھ ہی مدینہ سے چلا گیا تھا۔ اس طبقہ کو خوف تھا کہ حضرت علیؑ غریب لشکریوں پر مشتمل باغیوں کے دباؤ کے تحت قریش پر سختی کریں گے۔ اس طبقے کا یہ خوف اس کے باوجود تھا کہ "حضرت علیؑ نے ایک خطبہ عام میں قریش کی فضیلت کا ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں خود قریش کا محتاج ہوں اور مجھے ہر وقت ان کی فکر لگی ہوئی ہے اور ان کے بغیر میری زندگی بھی نہ رہے اور اس خلافت کے علاوہ میری ان پر کوئی زبردستی نہیں[۳]۔" مزید برآں اگر حضرت علیؑ ان عہدیداروں کی معزولی کا فرمان جاری نہ کرتے تو وہ لشکری جنہوں نے ان کے ظلم و ستم، ان کے ہوس زر، اقتدار پرستی اور بدعات کے خلاف بغاوت کی تھی وہ اپنے منتخب کردہ خلیفہ کی حمایت سے دستبردار ہو جاتے۔ یہ باغی لشکر غریب و مظلوم غلاموں اور اعرابیوں پر مشتمل تھا۔ ان کی روایات و عادات بدوی نوعیت کی تھیں۔ جس مقصد کے لئے انہوں نے بغاوت کی تھی اگر اس کی فوری تکمیل نہ ہوتی تو وہ حضرت

Marfat.com

علیؓ سے باغی ہونے میں بھی تامل نہ کرتے۔ حضرت علیؓ نے محض اس خیال سے قصاص کی تجویز کو قابل عمل نہیں سمجھا تھا۔ نیز وہ خود بھی اموی عہدیداروں کو بدعنوان تصور کرتے تھے اس لئے ان کی روایت پسندی اور حق پرستی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ان عہدیداروں سے بہرقیمت چھٹکارا حاصل کریں۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی دیرینہ عداوت کا بھی تقاضا یہی تھا۔ خانہ جنگی تو قتل عثمانؓ کے بعد مسلمانوں کا مقدر بن چکی تھی اس میں جتنی دیر ہوتی وہ حضرت علیؓ کے حق میں نہ ہوتی۔

حضرت علیؓ نے مدینہ میں زمام اقتدار سن 35 ہجری کے اواخر میں سنبھالی تھی۔ سن 36 ہجری کے اوائل میں انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے گورنر روانہ کئے۔ عثمان بن حنیف کو بصرہ' عمارہ بن شہاب کو کوفہ' عبیداللہ بن عباس کو یمن' قیس بن سعد کو مصر اور سہل بن حنیف کو شام بھیجا۔ ان میں سے سہل بن حنیف تو دمشق نہ پہنچ سکا کیونکہ اسے راستے ہی میں شام کے بعض سواروں نے دھمکی دے کر مدینہ واپس بھیج دیا تھا۔ جب قیس بن سعد مصر پہنچا تو وہاں کے لوگ کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ تو قیس بن سعد کے ساتھ مل گیا اور بیعت میں داخل ہو گیا۔ دوسری جماعت نے خربتا پہنچ کر پناہ لی اور اس نے اس قسم کے اختلافات سے علیحدگی اختیار کر لی اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر حضرت عثمانؓ کے قاتل قتل کر دیئے گئے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہم تمہارے مخالف ہیں۔ اور یا تو ہم اپنا قصاص لے کر رہیں گے یا ختم ہو جائیں گے۔ تیسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم علیؓ کے ساتھ ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارے بھائیوں سے قصاص نہ لیا جائے۔ یہ لوگ بھی حضرت علیؓ کی جماعت میں شامل تھے۔ قیس بن سعدؓ نے یہ تمام حالات لکھ کر حضرت علیؓ کو روانہ کر دیئے۔ بصرہ میں عثمان بن حنیف پہنچا تو وہاں بھی لوگ تین جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت تو حضرت علیؓ کی مخالف تھی۔ دوسری جماعت نے حضرت علیؓ کی خلافت قبول کی۔ تیسری جماعت یہ کہتی تھی کہ ہم اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک ہمیں اہل مدینہ کا طرز عمل معلوم نہ ہو جائے جو طریقہ اہل مدینہ اختیار کریں گے ہم بھی وہی طریقہ اختیار کریں گے۔ عمارہ بن شہابؓ کوفہ نہ پہنچ سکا کیونکہ اسے راستے ہی میں طلیحہ وغیرہ نے دھمکی دے کر واپس کر دیا۔ عبیداللہ بن عباسؓ یمن پہنچا تو یعلی بن امیہ تمام مال و دولت لے کر یمن چھوڑ کر اپنے حامیوں کے پاس مکہ چلا گیا۔ جب حضرت علیؓ کو مصر'

Marfat.com

شام، بصرہ، کوفہ اور یمن کی اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو "انہوں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بلوایا اور فرمایا: اے قوم! جس بات سے میں تمہیں ڈراتا تھا آج وہ پیش آ چکی ہے اور حالات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ ان کو ختم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ آگ کی طرح ایک فتنہ ہے کہ جب آگ ایک بار لگ جاتی ہے تو وہ بڑھتی اور بھڑکتی چلی جاتی ہے۔ حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ نے عرض کیا کہ آپ ہمیں مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دیجئے تاکہ ہم اس کی کوئی تدبیر کریں، ورنہ آپ ہمیں چھوڑ دیں؟" اس کا مطلب یہ تھا کہ مملکت کے کسی بھی علاقے میں حالات حضرت علیؑ کے لئے پوری طرح سازگار نہیں تھے۔ مصر، بصرہ اور کوفہ میں افتراق تھا، شام پوری طرح باغی تھا اور یمن کی حالت مشکوک تھی اور مدینہ میں حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ کی نیتیں ٹھیک نہیں تھیں۔

تاہم حضرت علیؑ نے ہمت نہ ہاری اور انہوں نے کہا کہ میں ان حالات کو سنبھالنے کی کوشش کروں گا اور جب کوئی بھی تدبیر باقی نہ رہے گی تو آخری دوا داغ لگانا ہی ہوتی ہے کہ انسان تکلیف سے نجات پانے کے لئے اپنے جسم کو جلوانا بھی گوارا کر لیتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے امیر معاویہ اور ابو موسیٰ الشعریؓ کو بیعت کے خط لکھے کیونکہ ان کے مقررہ کردہ عمال دمشق اور کوفہ نہیں پہنچ سکے تھے۔ ابو موسیٰؓ نے اہل کوفہ کی اطاعت اور بیعت کے بارے میں تو تحریر کیا کہ "وہ سب آپ کے مطیع ہیں، ان میں سے کچھ لوگوں نے تو زبردستی بیعت کی ہے اور کچھ آپ کی بیعت پر راضی ہیں"۔ لیکن امیر معاویہ نے فوری طور پر خط کا کوئی جواب نہ دیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد اس کا خط موصول ہوا۔ "مہر توڑی گئی۔ لفافہ کھولا گیا تو اس میں سوائے عنوان خط کے اور کچھ نہیں لکھا تھا۔ اس پر حضرت علیؑ کے استفسار پر معاویہ کے قاصد نے بتایا کہ میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں جو کسی طرح آپ سے راضی نہ ہوں گے۔ میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ عثمانؓ کی قمیص خون آلودہ پر روتے ہیں اور یہ قمیص لوگوں میں جوش پیدا کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھی ہے"۔ امیرالمومنین علیؑ نے پکار کر کہا "وہ لوگ مجھ سے عثمانؓ کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں؟ اے اللہ میں خون عثمانؓ سے بری ہوں۔ قاتلین عثمانؓ سے اللہ سمجھے۔[5]" معاویہ کے اس کورے خط، اس کے قاصد کے بیان کردہ حالات اور حضرت علیؑ کے ردعمل سے واضح ہے کہ قریش کا وہ طبقہ امراء جس نے مفتوحہ ممالک میں

Marfat.com

زمینیں حاصل کی تھیں اور زر اندوزی کی تھی وہ حضرت علیؑ کے خلاف تھا اور ادنیٰ طبقہ کے اعرابیوں اور غلاموں کا ایک بڑا حصہ آپ کے ساتھ تھا۔ بالفاظ دیگر ایک طرف جاگیرداری نظام تھا اور دوسری طرف قبائلی سادگی کا نظام۔ امیر معاویہ نئے جاگیرداری نظام کا نمائندہ تھا اور حضرت علیؑ کو حالات نے عربوں کے پرانے قبائلی نظام کی نمائندگی کا کام دے دیا تھا۔ حضرت علیؑ نے ان حالات کے پیش نظر جنگ کی تیاری شروع کی۔ ان کا اہل مدینہ کو خطاب یہ تھا کہ "تم لوگ اس قوم کے مقابلے میں چلو جو تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کر رہی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ان کی اصلاح فرما دے اور چاروں طرف جو فسادات پھیلے ہوئے ہیں وہ ختم ہو جائیں اور تم اس چیز کا فیصلہ کر لو جو تم پر لازم ہے۔[6]"

امیرالمومنین کی اس جنگی تیاری کے دوران حضرت طلحہؓ و زبیرؓ عمرہ کی اجازت لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پہلے ہی مکہ میں تھیں۔ وہ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے دنوں میں وہاں چلی گئی تھیں۔ "ہنوز شام پر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی کہ اہل مکہ کی مخالفت کی خبر گوش گزار ہوئی۔ امیرالمومنین علیؑ نے شام کی عزیمت فسخ کر دی۔ کہا" "بے شک طلحہؓ زبیرؓ اور عائشہؓ بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلاتے ہیں لیکن درپردہ میری خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں لیکن میں اس وقت تک برداشت کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہو گا اور میں رکا رہوں گا اگر وہ لوگ رکے رہے' امیرالمومنین حضرت علیؑ نے یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا۔ اہل مدینہ کو یہ امر شاق گزرا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد وہ تیار ہو گئے۔ اس دوران عبداللہ بن عمرؓ بھی عمرہ کے لئے چلے گئے۔ جہاں حضرت عائشہؓ یہ کہہ رہی تھیں کہ "واللہ عثمانؓ مظلوم مارے گئے۔ میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی۔ وہ مزید کہہ رہی تھیں' افسوس کہ اطراف و جوانب کے شہروں اور جنگلوں اور مدینہ کے غلاموں نے جمع ہو کر بلوہ کیا اور اس شخص مقتول (عثمانؓ) سے مخالفت کی اس وجہ سے کہ اس نے نو عمروں کو عامل مقرر کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے بد عہدی کی۔ جس خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا۔ جس شہر کو رسول اللہؐ نے ہجرت گاہ بنایا تھا وہاں پر خونریزی کی۔ جس مہینے میں خونریزی ممنوع تھی اس میں کشت و خون کیا۔[7]"

حضرت عائشہؓ کی زیر قیادت مکہ میں اہلیان قریش کی جانب سے حضرت علیؑ کی مخالفت کوئی تعجب انگیز نہیں تھا۔ ولید بن عقبہؓ' سعید بن العاصؓ اور بنو امیہ کے دوسرے ارکان

Marfat.com

حضرت علیؓ کے عہدہ خلافت سنبھالنے کے وقت مدینہ سے فرار ہو کر مکہ چلے گئے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ بھی عمرہ کے لئے مکہ پہنچ گئے تھے۔ ان سب میں کوئی بھی حضرت علیؓ کا خیر خواہ نہیں تھا۔ اس لئے یہ قدرتی امر تھا کہ مکہ میں ان کی موجودگی اہل مکہ کو حضرت علیؓ کی مخالفت پر آمادہ کر دے۔ لیکن جو تعجب کی بات تھی وہ یہ تھی کہ قاتلین عثمانؓ کا سرغنہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بھائی محمد بن ابی بکر تھا۔ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اس وقت حضرت عائشہ مدینہ میں تھیں اور انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان کے بچاؤ کے لئے کچھ کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی جبکہ ایک دوسری ام المومنین ام سلمہؓ بلوائیوں سے ہمدردی رکھتی تھیں اور حضرت علیؓ کی حامی تھیں۔ طلحہؓ بلوائیوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ انہوں نے عہد عثمانی میں نشا سج میں زمین حاصل کی تھی اور زبیرؓ کی زیادہ تر زمین مصر میں تھی۔ طبری کا بیان ہے کہ "جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سرف کے مقام پر خروج کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو عبد بن ابو سلمہ نے عرض کیا' اے ام المومنین' آخر اس انحراف کی کیا وجہ ہے اور خدا کی قسم سب سے اول آپ ہی نے علیؓ سے انحراف کیا ہے اور آپ تو پہلے کہا کرتی تھیں اس نعثل (عثمانؓ) کو قتل کر دو۔ یہ کافر ہو چکا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "ان قاتلین نے اولاً عثمانؓ سے توبہ کرائی پھر انہیں قتل کر دیا۔ میں نے پہلے قتل کے لئے کہا تھا۔ اب یہ کہہ رہی ہوں اور میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے"۔ یہ سن کر عبد بن ابو سلمہؓ نے یہ اشعار پڑھے :

"آپ کی طرف سے فساد کی ابتدا ہے اور آپ کی جانب سے یہ تمام تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ آپ کی جانب سے یہ عذاب کی آندھیاں چلی ہیں اور آپ ہی کی جانب سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

"آپ ہی نے لوگوں کو امام کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ ہی نے ہم سے کہا تھا کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

"ہم نے ان کے قتل میں آپ کی اطاعت کی۔ اب ان کا قاتل ہمارے سامنے موجود ہے اور وہ شخص ہے جس نے قتل کا حکم دیا ہے۔

"نہ تو اس واقعہ سے ہم پر چھت گری اور سورج و چاند کو گہن لگا۔

"آپ لوگوں نے ایسے باہمت کی بیعت کی ہے جو آفتوں کو پیچھے ہٹا دیتا اور سخت

Marfat.com

چٹانوں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

"جو جنگی لباس پہنے ہر وقت تیار رہنے اور غدر کرنے والوں میں کوئی اس کا ثانی نہیں"[۸]

اس کے بعد "حضرت عائشہؓ مکہ لوٹیں اور انہوں نے مسجد کے پاس قیام کر کے لوگوں کو حضرت علیؓ کے خلاف ترغیب دینا شروع کی۔ اس عرصے میں عبداللہ بن عامرؓ بصرہ سے اور یعلی بن منیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ آئے۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ "تم لوگ کیسے آئے؟" جواب دیا "بلوائیوں کے خوف سے! وہ لوگ' اخیار و شرفاء مدینہ پر مستولی ہو گئے ہیں۔ حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے"۔ ام المومنین عائشہؓ نے کہا "ہمارے ساتھ ان کی طرف خروج کرو"۔ بعض نے شام جانے کی رائے دی لیکن ابن عامرؓ نے کہا شام میں معاویہ ہیں وہ بلوائیوں کی روک تھام کے لئے کافی ہیں۔ بصرے کی طرف چلو' میرے بات وہاں بنی ہوئی ہے اور لوگوں کا رجحان طلحہؓ کی جانب ہے" ۔ زبیرؓ کوفہ جانے کے حق میں تھے جہاں کے لوگ ان کی طرف مائل تھے مگر ان کی رائے سے اتفاق نہ کیا گیا اور حاضرین بولے' بصرہ جانا ہی مناسب ہے کیونکہ اس طرح ہم ان باغیوں کا راستے روک دیں گے۔ مزید برآں جس قدر ہمارے ہمراہی ہیں وہ ان لوگوں کا حملہ نہ برداشت کر سکیں گے جو مدینہ میں ہیں اور جب ہم بصرہ پر قبضہ کر لیں گے تو اہل بصرہ کو بھی قصاص عثمانؓ پر آمادہ و تیار کر لیں گے جیسا کہ اہل مکہ کو آمادہ و مستعد کر لیا ہے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا اور قاتلین عثمانؓ پر خروج کرنے کو کہا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم مدینہ والوں کے ساتھ ہیں جو وہ کریں گے وہی ہم کریں گے۔ امہات المومنین میں جو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ جانے والی تھیں بصرہ کا قصد سن کر ٹھہر گئیں۔ ام المومنین حفصہؓ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رک گئیں۔ تاہم عبداللہ بن عمرؓ کی تجویز کے مطابق مکہ میں منادی کرا دی گئی کہ ام المومنین عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ جا رہے ہیں جس شخص کو اسلام سے ہمدردی اور خون عثمانؓ کا بدلہ لینا ہو اور اس کے پاس سواری نہ ہو وہ آئے اس کو سواری دی جائے گی۔ چنانچہ چھ سو آدمی چھ سو اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ و مدینہ کے ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ بصرہ روانہ ہوئے۔ آگے چل کر اطراف و جوانب کے اور آدمی آملے

Marfat.com

جس سے تین ہزار کی جمعیت ہو گئی اس لشکر میں سعید بن العاص، مروان بن الحکم اور تمام بنو امیہ شامل تھے مگر راستے میں سعید بن العاص الگ ہو گیا کیونکہ وہ حضرت عثمانؓ کے بیٹے کو خلیفہ بنانے کا خواہاں تھا جبکہ طلحہؓ و زبیرؓ اس نو عمر لڑکے کے حق میں نہ تھے"[9]۔ حضرت عائشہؓ کے خروج کے بارے میں ابن خلدون اور طبری کے اس بیان سے واضح ہے کہ عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کا مقصد محض قاتلین عثمانؓ کو سزا دلوانا نہیں تھا بلکہ وہ حضرت علیؑ کی جگہ کسی اور کو خلیفہ بنانے کا عزم رکھتے تھے۔ زیادہ لوگوں کا خیال طلحہؓ کے حق میں تھا اور کچھ لوگوں کا خیال زبیرؓ کے حق میں تھا حالانکہ طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں مدینہ میں حضرت علیؑ کی بیعت کر چکے تھے۔ جب حضرت علیؑ نے طوعا" و کرہا" ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی تو انہوں نے بعد میں اپنی شکایات کے باوجود کبھی نقض بیعت نہیں کیا تھا لیکن طلحہؓ و زبیرؓ مدینہ سے مکہ جا کر اپنے حلف بیعت سے منحرف ہو گئے۔ بعض سنی العقیدہ علماء اور مورخین صحابہ کبار کی اس عہد شکنی کو یہ کہہ کر جائز قرار دیتے ہیں کہ مدینہ میں ان سے جبرا" بیعت لی گئی تھی۔ ابن ابی ملیکہؓ کا بیان ہے کہ جس روز عائشہؓ کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا "اس روز سے زیادہ لوگ اسلام پر کبھی نہیں روئے۔ ان کا رونا اس باعث تھا کہ اسلام کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حتیٰ کہ اس دن کا نام آنسوؤں کا دن مشہور ہو گیا[10]"

جب حضرت علیؑ کو طلحہؓ زبیرؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے حالات کی خبر پہنچی تو "وہ مدینہ سے اس ارادہ کے ساتھ نکلے کہ عائشہؓ وغیرہ کے لشکر کو راہ میں گھیر لیں گے۔ اس موقع پر ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین اگر اللہ عز و جل کی نافرمانی نہ ہوتی اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ یہ تسلیم نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاتی میرا یہ بیٹا عمرؓ موجود ہے خدا کی قسم، یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے یہ آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے گا[11]۔" حضرت علیؑ نے ام سلمہؓ کی یہ درخواست منظور نہ کی اور وہ اپنا لشکر لے کر ربذہ پہنچے جہاں انہیں معلوم ہوا کہ عائشہؓ کے لشکر نے راستہ بدل دیا ہے۔" عائشہؓ کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچا تو وہاں حضرت علیؑ کے مقرر کردہ والی عثمان بن حنیفؓ مقابلہ پر آ گیا حالانکہ شہر کے سارے لوگ اس کے ساتھ نہیں تھے۔ عثمان (بن حنیف) کا سپہ سالار حکیم بن جبلہ تھا۔ پہلے دن کی لڑائی میں عائشہؓ کے لشکر نے کچھ پیش قدمی کی اور وہ بیت المال کے صحن میں ڈیرہ زن ہو گیا۔۔۔۔ اگلے دن صبح ہوئی تو عثمانؓ بن حنیف

Marfat.com

نے لوگوں کو پکارنا شروع کیا اور حکیم بن جبلہ بھی بڑ بڑانے لگا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ بنو عبدالقیس کے ایک شخص نے اس حکیم سے کہا، وہ کون شخص ہے جو گالیاں دے رہا تھا اور جسے تو گالیاں سکھا رہا تھا۔ میں نے یہ سب باتیں اپنے کانوں سے سنی ہیں۔ حکیم نے کہا، وہ شخص عائشہؓ کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ اے خبیثہ کے بیٹے، تو ام المومنین کی شان میں اس قسم کی گستاخی کرتا ہے یہ سن کر حکیم نے اس شخص کے سینے پر نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد حکیم کے پاس سے ایک عورت گزری اور یہ بدستور حضرت عائشہؓ کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس عورت نے کسی سے سوال کیا کہ یہ کسے گالیاں دے رہا ہے اس نے جواب دیا عائشہؓ کو۔ یہ سن کر اس عورت نے حکیم سے کہا، اے خبیث عورت کے بیٹے تو ام المومنین کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ حکیم نے یہ سن کر اس عورت کے بھی نیزہ مارا اور اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر بیت المال کے سامنے جنگ شروع ہو گئی اور سورج نکلنے کے وقت سے شروع ہو کر زوال تک نہایت شدت سے جاری رہی۔ عثمان بن حنیفؓ کے کافی ساتھی مارے گئے اور دونوں فریق کے کافی لوگ زخمی ہوئے۔ اس پر عثمان (بن حنیف) کے ساتھیوں کی کمر ٹوٹ گئی تو انہوں نے صلح کے لئے پکارنا شروع کر دیا جو ان لوگوں نے قبول کی۔ جنگ بندی ہوئی اور باہم یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ مدینہ ایک قاصد روانہ کیا جائے اور جب تک قاصد واپس نہ آ جائے جنگ بند رہے گی۔ قاصد مدینہ پہنچ کر یہ معلوم کرے کہ آیا زبیرؓ اور طلحہؓ نے خوشی سے علیؑ کی بیعت کی تھی یا ان سے زبردستی بیعت لی گئی تھی۔ اگر طلحہؓ و زبیرؓ سے زبردستی بیعت لی گئی ہے تو عثمان بن حنیف ان دونوں کے لئے بصرہ خالی کر دیں گے اور اگر دونوں نے خوشی سے بیعت کی ہے تو یہ دونوں بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔[12]" اس عہد نامے میں حضرت عثمانؓ کا کوئی ذکر نہیں تھا گویا مسلمانوں کے درمیان بصرہ میں پہلی خانہ جنگی قتل عثمانؓ کے قصاص کے لئے نہیں تھی بلکہ عہدہ خلافت کے لئے تھی۔ یہ قاصد کعب بن سور تھا۔ جب وہ مدینہ پہنچا تو اسامہ بن زیدؓ نے مدینہ کے لوگوں کی زبردست مخالفت کے باوجود کھڑے ہوکر اسامہؓ سے کہا کہ طلحہؓ و زبیرؓ سے زبردستی بیعت لی گئی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے بھی اسامہ کی تائید کی۔ "حضرت علیؑ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور اہل مدینہ کا طرز عمل معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً عثمان (بن حنیفؓ) کو ایک خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا کہ "خدا کی قسم! ان دونوں کو کسی فرقہ بندی

Marfat.com

پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ جماعت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور ایک نیک کام کی خاطر زبردستی کی گئی تھی۔ اگر یہ دونوں بیعت توڑنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں اور اگر وہ کسی اور شے کے طلبگار ہیں تو ہم اس پر غور و فکر کریں گے۔" ادھر یہ خط عثمان بن حنیف کے پاس پہنچا اور ادھر مدینہ سے کعب پہنچا۔ حامیان عائشہؓ نے عثمان بن حنیف کے پاس کہلا بھیجا کہ تم حسب وعدہ بصرہ خالی کر دو۔ انہوں نے حضرت علیؑ کے خط کو پیش کر کے کہا یہ تو معاملہ ہی جداگانہ ہے جس کا فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر عائشہؓ کے لشکر اور عثمان بن حنیف کے حامیوں کے درمیان مسجد میں لڑائی ہوئی۔ عائشہؓ کے ساتھیوں نے عثمان (بن حنیفؓ) کے بہت سے حامیوں کو گرفتار کر لیا اور چالیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عثمان بن حنیفؓ کو طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس لایا گیا۔ لوگوں نے انہیں خوب لاتوں سے روندا اور ان کے چہرے کے تمام بال اکھاڑ ڈالے۔ عثمانؓ رسول اللہؐ کے صحابی تھے اس لئے حضرت عائشہؓ نے ان کی جان بچا لی اور حکم دیا کہ انہیں قتل نہ کرو بلکہ قید کر دو۔ لوگوں نے عثمانؓ کو چالیس کوڑے مارے اور ان کی داڑھی کے بال نوچ لئے اور مونچھیں اور پلکیں اکھاڑ ڈالیں اور قید کر دیا[۱۳]"۔

ایک اور روایت کے مطابق "حضرت عائشہؓ نے زبیرؓ و طلحہؓ کو کہلا بھیجا کہ عثمانؓ بن حنیف کا راستہ نہ روکا جائے۔ یعنی قید نہ کیا جائے چنانچہ زبیرؓ و طلحہؓ نے اس پر عمل کیا اور عثمانؓ بصرہ سے نکل کر اپنے آدمیوں کی تلاش میں چلے گئے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جب رسول اللہؐ کے صحابی حضرت عثمانؓ بن حنیف ربذہ میں حضرت علیؑ کے پاس پہنچے تو ان کے سر داڑھی اور پلکوں کے بال اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا "اے امیرالمومنین! آپ نے مجھے داڑھی والا بھیجا تھا لیکن اب میں آپ کے پاس بغیر سفید داڑھی کے واپس آیا ہوں"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا' مجھ سے قبل دو شخص (ابوبکرؓ و عمرؓ) لوگوں کے والی ہوئے۔ ان دونوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا۔ پھر تیسرا شخص (عثمانؓ) لوگوں کا والی بنا۔ لوگوں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا اور جو ان کے ساتھ سلوک کیا وہ سامنے ہے۔ پھر لوگوں نے بیعت کی اور طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی بیعت کی لیکن ان دونوں نے بعد میں بیعت توڑ دی اور لوگوں کو مجھ پر چڑھا لائے۔ مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ دونوں ابوبکرؓ اور عمرؓ کے کیسے مطیع فرمانبردار تھے لیکن میرے اتنے مخالف ہیں۔ خدا کی قسم یہ دونوں یہ بات

Marfat.com

خوب جانتے ہیں کہ میں گذشتہ لوگوں سے کم نہیں ہوں۔ اے اللہ! انہوں نے میرے لئے جو مشکل پیدا فرمائی ہے اسے حل فرما اور انہوں نے اپنی ذات کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس میں انہیں ذلیل نہ کر اور ان کے عمل کی برائی انہیں دکھا دیجئے۔[14]" اس کے بعد "جب حضرت علیؑ کو حکیم بن جبلہ اور دیگر قاتلین عثمانؓ کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اب کیا وجہ ہے جو مجھے طلحہؓ و زبیرؓ سے نجات نہیں ملتی جبکہ ان دونوں نے اپنا قصاص لے لیا ہے۔ یا خدا ان دونوں سے مجھے نجات دلا دے۔[15]"

بصرہ میں حضرت عثمانؓ بن حنیف کے ساتھ اس بہیمانہ سلوک کے اگلے دن "صبح کے وقت حکیم بن جبلہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اس کے ساتھ کچھ بنو عبدالقیس اور کچھ ربیعہ کے لوگ تھے۔ یہ لوگ دارالرزق کی جانب بڑھے اور حکیم بن جبلہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں عثمانؓ (بن حنیف) کی مدد نہ کروں تو اس کا بھائی نہیں۔ اس کے بعد یہ حکیم حضرت عائشہؓ کو گالیاں دینے لگا۔ ایک عورت نے جو اس کی ہم قوم تھی جب یہ گالیاں سنیں تو اس سے بولی: اے خبیث عورت کے بیٹے تو اس لائق ہے کہ گالیاں دیتا پھرے۔ حکیم نے اس کے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر بنو عبدالقیس بپھر گئے۔ صرف اس کے ساتھ چند لوگ رہ گئے۔ بنو عبدالقیس نے اس سے کہا تم نے کل بھی یہی حرکت کی تھی اور آج بھی یہی حرکت کی ہے۔ خدا کی قسم! اب ہم تیرا ساتھ نہیں دیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے قید میں مبتلا کرے۔ یہ لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور اس کے ساتھ عثمان بن حنیفؓ کے بقیہ ساتھی شامل تھے۔ اور تمام قبائل کے وہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے جنہوں نے خلیفہ عثمانؓ بن عفان کے خلاف بغاوت کر کے انہیں شہید کیا تھا کیونکہ وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ اب ان کے لئے بصرہ میں کوئی جائے پناہ موجود نہیں۔ اس لئے وہ سب لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ آگے بڑھ کر دارالرزق کے قریب زابوقہ پہنچے۔" یہاں ان کی عائشہؓ کے لشکر سے بہت سخت لڑائی ہوئی۔ حکیم بن جبلہ مارا گیا۔ مرنے سے پہلے اس کی تقریر یہ تھی "بات یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں (یعنی زبیرؓ اور طلحہؓ) کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور ان کی اطاعت کا دم بھرا۔ پھر یہ دونوں اس کے مخالف ہو گئے اور قصاص عثمانؓ کا نام لے کر ان سے جنگ چھیڑ دی۔ اس طرح انہوں نے ہماری جماعت میں تفریق پیدا کی حالانکہ ہم بہت سے گھروں کے مالک تھے اور ہمارے بہت

Marfat.com

سے مددگار تھے۔ اے اللہ، تو گواہ ہے کہ ان دونوں کی غرض عثمانؓ کا قصاص نہیں"۔ ایک منادی نے اسے جواب دیا، اے خبیث تجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو تو گھبرا گیا۔ حالانکہ تو نے اور تیرے ساتھیوں نے امام مظلوم کے خلاف تمام الزامات لگائے تھے اور اس طرح تم نے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور تم نے لوگوں کا خون بہا کر خوب دنیا حاصل کر لی۔ اب تم اللہ کے عذاب کا مزا چکھو اور تم ان جہنمیوں کے پاس پہنچ جاؤ جہاں جانے کے تم مستحق ہو۔ اس کے بعد حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے بصرہ میں اعلان کر دیا کہ جن جن قبائل کے پاس وہ لوگ موجود ہیں جو عثمانؓ کو شہید کرنے کے لئے مدینہ چڑھ کر گئے تھے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ لوگ ان قاتلوں کو کتوں کی طرح گھسیٹ گھسیٹ کر لائے اور ان سب کو قتل کر دیا۔ حرقوص بن زہیر کے علاوہ اہل بصرہ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچا جس نے قتل عثمانؓ میں حصہ لیا تھا۔ حرقوص بن زہیر نے اپنی جماعت کے ساتھ بھاگ کر اپنی قوم بنو سعد میں جا کر پناہ لے لی تھی۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے بنو سعد کو اس بات پر سخت برا بھلا کہا اور ان کے لئے ایک مدت معین کر دی کہ اس کے دوران میں حرقوص کو حاضر کر دو۔ بنو سعد کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ اس لئے کہ وہ سب عثمانی تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ کہلا کر بھیج دیا کہ ہم اس جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور جب بنو سعد مخالف ہو گئے تو بنو عبدالقیس بھی اپنے مقتولین کی وجہ سے بھڑک اٹھے اور جس شخص پر بھی کوئی الزام تھا وہ بھاگ بھاگ کر علیؓ کے پاس جانے لگا اور ان کی اطاعت کا دم بھرنے لگا۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے لوگوں کو عطیات اور تنخواہیں تقسیم کرنے کا حکم دیا اور جن لوگوں نے ان کی اطاعت کی تھی۔ ان کی خاطر جانیں قربان کی تھیں ان کے مدارج بڑھائے۔[16]" بصرہ میں عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس شہر میں حجازی قبائل مضر کی اکثریت تھی۔ عبدالقیس اور ربیعہ بھی حجازی تھے لیکن ان کی آل مضر سے دیرینہ عداوت تھی اس لئے انہوں نے پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوے میں حصہ لیا تھا اور پھر وہ بصرہ پر طلحہؓ و زبیرؓ کے قبضہ کے بعد علیؓ سے جا ملے تھے۔ بنو سعد بھی محض قبائلی عصبیت کی وجہ سے علیؓ کے پاس گئے تھے۔ تاہم جب بصرہ، پر عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کا قبضہ ہو گیا تو انہوں نے اہل کوفہ اور اہل شام کے نام خطوط لکھ کر انہیں سارے قاتلین عثمان کے قتل کی خوشخبری دی اور یہ بھی بتایا کہ نیک اور شریف لوگوں نے ہماری بیعت کر لی ہے۔

Marfat.com

دوسری طرف "حضرت علیؑ نے بھی اہل کوفہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا' میں تم لوگوں کو سب سے بہتر سمجھتا اور تمہارے درمیان رہنا پسند کرتا ہوں کیونکہ مجھے تمہاری دوستی کا اچھی طرح علم ہے کہ تم اللہ عز و جل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے ہو جو شخص میرے پاس آئے گا اور میری مدد کرے گا اس نے حق کو قبول کیا اور اس فریضہ کو ادا کیا جو اس کے ذمہ تھا۔[17]" کوفہ میں یمنی قبائل کی اکثریت تھی اور اس کا والی بھی ابو موسی الشعری یمنی تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ "حضرت علیؑ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ اور محمد بن جعفر کو کوفہ بھیجا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو لوگ حضرت ابو موسیٰ الشعریؓ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے جنگ میں شرکت کے لئے مشورہ طلب کیا' اس پر ابو موسیٰ نے اہل کوفہ کو غیر جانبداری کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم آخرت چاہتے ہو تو اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اگر دنیا کے طلبگار ہو تو بے شک اس جنگ میں شریک ہو جاؤ۔ کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابوبکرؓ کی ناکامی کے بعد جو دوسرا وفد کوفہ میں ابو موسی الشعری کے پاس گیا تھا۔ اس میں حضرت حسنؑ بھی شامل تھے۔ جب حسنؑ نے ابو موسی الشعریؓ سے پوچھا کہ اس نے لوگوں کو حضرت علیؑ کی مدد سے کیوں روکا ہے۔ تو ابو موسیٰ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان' میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہو گا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار سے' اللہ تعالیٰ نے ہم سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ہمارے اموال و خون ایک دوسرے پر حرام کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو' آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو شخص کسی مومن کو عمداً" قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی اور اس کے لئے اللہ نے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔" تاہم حسنؑ' اشتر اور بعض دوسرے لوگوں کی ترغیب پر کوفیوں کا تقریباً 9 ہزار افراد پر مشتمل لشکر علیؑ کی امداد کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس دوران میں حضرت علیؑ نے ربذہ میں جنگی تیاریاں کی تھی۔ جب مطلوبہ سواریاں اور ہتھیار مدینہ سے پہنچ گئے تو حضرت علیؑ نے لشکریوں کو ایک خطبہ دیا تھا جس کا ایک حصہ یہ تھا کہ "ایک جماعت نے جسے شیطان نے ورغلایا تھا اس

Marfat.com

شخص (حضرت عثمانؓ) کو قتل کر دیا اور اس طرح شیطان نے امت میں پھوٹ ڈال دی۔ خبردار جس طرح پہلی امتوں میں تفریق پیدا ہوئی اس طرح اس امت میں تفریق پیدا ہو کر رہے گی۔ ہم اس پیدا ہونے والی برائی سے پناہ مانگتے ہیں یہ تفریق ضرور پیدا ہو کر رہے گی اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور سب سے بدترین فرقہ وہ ہو گا جو مجھے چھوڑ دے گا اور اس چیز پر عمل نہ کرے گا جس پر عمل کرتا ہوں[18]"۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے کوچ کیا۔ اور انہوں نے ذی وقار پہنچ کر اہل کوفہ کے پاس تین وفود بھیجے تھے۔ ان کی دعوت پر جب اہل کوفہ ذی وقار پہنچے تو حضرت علیؑ چند اشخاص کے ساتھ جن میں عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے ان سے ملنے کے لئے آئے اور انہیں طلحہؓ و زبیرؓ کے خلاف لڑائی کی ترغیب دی۔ جب وہ آمادہ ہو گئے تو وہ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں بنو عبدالقیس کے چھ ہزار لشکری بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ حضرت علیؑ نے ذی قار سے اپنے ایک قاصد قعقاع کو بصرہ بھیجا تھا اور اس نے عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ سے بات چیت کی تھی۔ قعقاع کا موقف یہ تھا کہ تم نے بصرہ میں چھ سو لوگوں کو قتل کر کے حضرت عثمانؓ کا قصاص لے لیا ہے اس لئے اب تمہیں حضرت علیؑ سے صلح کر لینی چاہئے۔ مگر اسے ناکامی ہوئی۔ تاہم بصرہ کے بہت سے لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ آ کر مل گئے۔ اہل بصرہ کے تین گروہ ہو گئے تھے کچھ لوگ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے ہمراہ تھے اور کچھ لوگ حضرت علیؑ کا ساتھ دینے پر تلے ہوئے تھے۔ اور تیسرا گروہ وہ تھا جو سکوت میں تھا۔ نہ ان کے ہمراہ اور نہ ان کا ساتھ دیتا تھا۔

جب مصالحت کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو بالاخر وہ کچھ ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ایک صبح کو بصرہ کے نزدیک خریبہ کے مقام پر مسلمانوں میں زبردست خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ کہتے ہیں اس لڑائی کی ابتدا حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوہ کرنے والوں نے کی تھی کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر فریقین میں مصالحت ہو گئی تو ان کی خیر نہیں ہو گی۔ اس لڑائی کو جنگ جمل اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو کر خود اس میں شریک ہوئی تھیں۔ "اس لڑائی میں بلوائیان مضر نے مضر پر' فتنہ پردازان ربیعہ نے ربیعہ پر' باغیان یمن نے یمنیوں پر اور اہل بصرہ نے اہل بصرہ پر غرض ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے پر حملہ آور ہوا۔ ۔ ۔ ۔ لڑائی شروع ہونے پر کعب بن سور' ام المومنین کے پاس آئے۔

Marfat.com

عرض کی، اے ام المومنین لوگوں نے لڑائی شروع کر دی۔ آپ موقع جنگ پر تشریف لے چلئے شائد اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مصالحت کرا دے۔ ام المومنین چلنے پر آمادہ ہوئیں۔ لوگوں نے آپ کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہودج کو زرہیں پہنائیں اور اونٹ کو ایسے موقع پر لا کر کھڑا کیا۔ جہاں سے لڑائی کا منظر بخوبی دکھلائی دیتا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہنے کے بعد اصحاب جمل کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ طلحہؓ کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس کے صدمہ زخم سے مجبور ہو کر وہ بصرہ چلے گئے۔ خون کسی طرح نہ رکا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ زبیرؓ وادی السباع کی جانب چلے گئے۔ راستہ میں احنف کا لشکر مل گیا۔ عمرو بن الجرموز نے لشکر سے نکل کر تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر مسئلہ پوچھنے لگا۔ جب نماز کا وقت آیا اور زبیرؓ نماز پڑھنے لگے تو عمرو بن الجرموز نے ان کو شہید کر ڈالا اور گھوڑا، ہتھیار اور انگوٹھی لے کر احنف کے پاس آیا۔ احنف نے کہا، واللہ میں نہیں جانتا کہ تم نے یہ کام اچھا کیا یا برا؟ ابن جرموز یہ سن کر امیرالمومنین علیؑ کے خیمہ کی طرف آیا۔ دربان سے کہا، امیرالمومنین سے کہہ دو کہ قاتل زبیرؓ حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اجازت دے دو اور جہنم میں جانے کی بشارت دے دو۔ اس وقت لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی منہزم گروہ، بصرے کے قریب پہنچ گیا تھا اس سے اصحاب جمل ام المومنین کو بچانے کے جوش میں آ کر پھر لوٹے اور لڑائی اسی زور شور سے پھر شروع ہو گئی جیسا کہ اس کے پیشتر تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی ام المومنین نے لڑائی روکنے کی غرض سے کعب بن سور سے فرمایا، تم ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صف لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ"۔ چنانچہ کعب قرآن شریف لے کر صف لشکر سے نکلے۔ امیرالمومنین علیؑ کا لشکر آگے بڑھا۔ فرقہ سبئیہ نے جو سب سے آگے تھا کعبؓ پر تیر برسائے۔ کعبؓ شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے ام المومنین کی عماری پر تیر برسانے شروع کیے۔ ام المومنین نے بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو امداد کے لئے بلایا۔ پھر قاتلین عثمانؓ کے حق میں بددعا کرنے لگیں۔ اہل لشکر بھی آپ کے ہمراہ بددعا کر رہے تھے۔ ایک طرف لڑائی کا شور برپا تھا نیزہ اور تلواروں کی آوازوں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ دوسری طرف سے بددعا کی آواز آتی تھی جس سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ امیرالمومنین علیؑ نے اس شور کو سن کر دریافت کیا۔ معلوم ہوا ام المومنین عائشہؓ قاتلین عثمانؓ کو دعائے

Marfat.com

بد دے رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا' اے خدا' قاتلین عثمانؓ پر لعنت بھیج۔۔۔۔ تاہم لڑائی نہ رکی۔ ام المومنین کے ناقہ کی مہار پر چالیس یا ستر آدمی کام آئے اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے۔۔۔۔ مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کے بدن پر بہتر زخم تیر اور نیزہ کے لگے۔ جب اس پر بھی ہمراہیان ام المومنین کا جوش فرو نہ ہوا تو امیرالمومنین علیؑ نے بلند آواز سے پکار کر کہا ناقے پر حملہ کرو۔ یہ لوگ آپ ہی متفرق و منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بڑھ کر ناقہ کو مارا۔ ناقہ چلا کر گر پڑا۔ اس کے پاؤں پر تلوار لگی تھی۔۔۔ ۔ بعض نے کہا ہے کہ جس وقت ناقہ گرا تھا محمد بن ابوبکرؓ (عائشہؓ کے بھائی اور علیؑ کے ساتھی) مع عمار بن یاسرؓ ناقہ کے پاس گئے اور عماری کو اٹھا کر ایسے مقام پر لے جا کر رکھا جہاں پر کوئی شخص نہ تھا۔ امیرالمومنینؑ عماری کے قریب تشریف لے گئے دریافت کیا: اے ماں تو کیسی ہے؟ جواب دیا: الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ پھر امیرالمومنین نے کہا' اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے۔ ارشاد کیا: اور تم سے بھی اللہ تعالیٰ درگزر کرے۔ جب علیؑ کے سرداران لشکر ام المومنین کے پاس گئے تو ام المومنین نے تعقاع کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مرجاتی۔' تعقاع نے واپس ہو کر امیرالمومنین علیؑ سے اس قول کو بیان کیا۔ امیرالمومنین علیؑ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔[19]"

تاہم ان دونوں بزرگان دین کا یہ اظہار افسوس اس حقیقت کی پردہ پوشی نہ کر سکا کہ اس جنگ میں دونوں فریق کے دس ہزار مسلمان کام آئے۔ ان میں آدھے حضرت عائشہؓ کے ساتھی تھے اور آدھے حضرت علیؑ کے۔ "قبیلہ ازد کے دو ہزار' یمن کے پانچ سو' مضر کے دو ہزار' بنو قیس کے پانچ سو' بنو تمیم کے پانچ سو' بنو ضبہ کے ایک ہزار اور بنو بکر بن وائل کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلی جنگ میں بصرہ کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور اس کے بعد دوسری جنگ میں پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ اس طرح بصرہ کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی اور پانچ ہزار کوفی مارے گئے"۔۔۔۔ "محمد بن طلحہؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے ناقہ کے پاس کوفہ اور بصرہ کے مضریوں میں جنگ ختم ہو گئی تو حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؑ کے لشکر میں یہ اعلان کیا گیا کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ اب اپنے ہاتھ پاؤں تلاش کرو۔ لوگ اپنے ہاتھوں اور پیروں کی تلاش میں

Marfat.com

معروف ہو گئے۔ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد کوئی ایسی جنگ ہوئی ہے اور نہ آج تک کوئی ایسا واقعہ سننے میں آیا ہے جس میں لوگوں کے اتنے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں۔ جیسا کہ اس جنگ میں کٹے تھے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اور یہ کس کا پاؤں ہے۔[۲۰]"

ہلاک شدگان میں طلحہؓ و زبیرؓ کے علاوہ کعب بن سورؓ عبدالرحمان بن عتاب جیسے صحابہ کبار بھی شامل تھے۔ یہ وہ صحابہ کرام تھے جنھوں نے قبل ازیں راہ اسلام میں بے شمار قربانیاں دی تھیں اور نمایاں کام سرانجام دیئے تھے۔ ان میں وہ صحابہؓ کرام بھی شامل تھے جنہیں نبی اکرمؐ نے خوش ہو کر جنت کی خوشخبری یا ضمانت دی تھی۔ ان صحابہ کرام نے کیوں ایسا کیا جبکہ رسول اللہؐ نے انہیں اخوت و مساوات اور اتفاق و اتحاد کی تعلیم دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص کسی مومن کا عمداً" قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا؟ مسلمانوں کے سارے فرقوں کے علماء مورخین اس سوال کا کوئی معقول جواب نہیں دیتے۔ طبری وغیرہ لکھتے ہیں کہ انہیں شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔ اسلم جیراج پوری وغیرہ کہتے ہیں یہ ساری خونریزی عبداللہ بن سبا کے فرقے کی فتنہ انگیزی کا نتیجہ تھی اور آغا محمد سلطان مرزا وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ یہ سب کچھ "سیاست عمریہ" کا منطقی نتیجہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں موقفوں میں سے کسی موقف میں بھی معقولیت کا عنصر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علماء اور مورخین اپنے اپنے عقیدے کے مطابق صحابہ کبار کی باہمی جنگ کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ تاریخ اسلام کا کوئی طالب علم بھی جو آزادی فکر کی نعمت سے مالا مال ہے' وہ ان میں سے کسی موقف سے اتفاق نہیں کر سکتا ہے۔ صاف اور کھری بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کبار تقاضائے بشریت سے بالاتر نہیں تھے۔ لہٰذا وہ عملاً دین کو سیاست سے ملوث نہیں کرتے تھے۔ ان کے درمیان رسول اللہؐ کی وفات کے فوراً ہی بعد دنیوی اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی تھی اور جس رفتار سے مملکت اسلامیہ وسیع ہوتی چلی گئی' اس میں مختلف النوع تضادات کا اضافہ ہوتا چلا گیا' اسی رفتار سے ان کے باہمی تضادات بھی معاندانہ صورت اختیار کرتے چلے گئے اور بالآخر یہ تضادات مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا لامتناہی سلسلہ قائم کرنے کا باعث بنے۔ صحابہ کبار کی محض سیاسی اقتدار کے لئے باہمی رسہ کشی کا یہ مظاہرہ جنگ جمل شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے بھی ہوا جبکہ حضرت علیؑ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے نکلے اور حضرت زبیرؓ کو آواز دی۔ جب حضرت زبیرؓ قریب آ گئے تو حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا: یہ لشکر لے کر تم کیوں آئے ہو۔

Marfat.com

حضرت زبیرؓ: اس لئے کہ میں آپ کو اس خلافت کا اہل اور اپنے سے زیادہ مستحق نہیں سمجھتا۔"

حضرت علیؓ: حضرت عثمانؓ کے بعد تم بھی خلافت کے اہل نہ تھے اور ہم تمہیں بنو عبدالمطلب ہی میں شمار کیا کرتے تھے لیکن تمہارے اس برے بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) نے تمہیں اس مقام پر پہنچا دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان تفریق پیدا کر دی۔

"اس کے بعد حضرت علیؓ نے چند اور باتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہؐ ہم دونوں کے پاس سے گزرے تھے اور مجھ سے فرمایا تھا "یہ تیرا پھوپھی زاد بھائی کیا کہہ رہا ہے حالانکہ یہ ایک روز تجھ سے جنگ کرے گا اور یہ اس کا تجھ پر ظلم ہو گا۔

"یہ سن کر حضرت زبیرؓ میدان سے یہ جواب دیتے ہوئے واپس لوٹے۔ "خدا کی قسم! میں اب تم سے کبھی جنگ نہ کروں گا۔ حضرت زبیرؓ جب اپنے بیٹے عبداللہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا مجھے تو اس جنگ میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی۔

"عبداللہؓ: آپ جب میدان میں نکلے تھے تو بھلائی سوچ کر نکلے تھے لیکن جب آپ نے علیؓ کے جھنڈے دیکھے تو آپ کو ان کے نیچے اپنی موت نظر آنے لگی۔ اس لئے آپ نے جنگ سے جی چرانا شروع کر دیا۔" عبداللہؓ باپ کو غصہ دلانے کے لئے اسی طرح طعنے دیتے رہے۔

"حضرت زبیرؓ: لیکن میں علیؓ کے سامنے قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس سے جنگ نہ کروں گا۔

عبداللہؓ: اپنے غلام سرجس کو آزاد کر کے قسم کا کفارہ ادا کیجئے۔

حضرت زبیرؓ نے اسے آزاد کر دیا اور صف میں جا کر کھڑے ہو گئے لیکن جب انہوں نے عائشہؓ کے پاس شکست کی خبر سنی تھی وہ میدان چھوڑ کر وادی السباع میں چلے گئے تھے۔ (ایک اور روایت کے مطابق حضرت زبیرؓ جنگ شروع ہوتے ہی اپنی سواری پر سوار ہو کر میدان سے لوٹ گئے تھے)۔ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ "تم مجھ سے عثمانؓ کا قصاص طلب کر رہے ہو حالانکہ تم ہی نے انہیں قتل کیا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ روز بد دکھایا جس کا دیکھنا ہم ہرگز بھی پسند نہ کرتے تھے۔" نیز حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا تھا "تم رسول اللہ صلعم کی زوجہ کو اس لئے لے کر آئے تاکہ ان کی پشت پناہی میں تم جنگ کر سکو حالانکہ تم نے اپنی بیوی کو اپنے گھر میں چھپا کر

Marfat.com

بٹھا دیا ہے۔ کیا تم نے میری بیعت نہ کی تھی۔

حضرت طلحہؓ: "بیعت تو ضرور کی تھی لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔[۲۱]"

اس جنگ اقتدار مین فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت علیؑ بصرہ میں داخل ہوئے تو اہل بصرہ نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو زخمی تھے یا کسی کی امان میں تھے لیکن مروان بن الحکم نے بیعت نہ کی اور وہ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب حضرت علیؑ اہل بصرہ کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو بیت المال کا جائزہ لیا اس میں چھ لاکھ سے زیادہ کا مال تھا۔ حضرت علیؑ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا جو ان کے ساتھ شریک جنگ تھے۔ ان سب کے حصے میں پانچ پانچ سو درہم آئے اور فرمایا کہ اگر اللہ نے تمہیں شام پر کامیابی دی تو اتنے ہی عطیات تمہیں اور دیئے جائیں گے۔ سبائیہ کو یہ تقسیم ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت علیؑ پر مختلف قسم کے اعتراضات کئے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا والی بنایا اور خراج اور بیت المال زیاد بن ابی سفیانؓ کے سپرد کیا۔ زیاد بن ابی سفیانؓ اگرچہ اموی تھا تاہم اس نے علیؑ کے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔ رجب 36 ہجری کو امیرالمومنین حضرت علیؑ نے سامان سفر درست کر کے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا۔ متابعت کی غرض سے چند میل خود آئے اور آپ کے بڑے بیٹے حسنؑ بن علی انہیں ایک دن کی مسافت تک پہنچانے کو گئے۔ عائشہؓ پہلے مکہ تشریف لے گئیں۔ حج ادا کیا۔ واپس ہو کر مدینہ منورہ گئیں۔ بنوامیہ کا وہ گروہ جو معرکہ جنگ سے بچ گیا تھا' شام چلا گیا۔ عبداللہ نے احمد' سلیمان' عبداللہ' جریر بن حازمؒ کے واسطے سے ابو یزید المدینی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جنگ سے فراغت کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا۔ "آپ سے جو پردہ نشینی کا عہد لیا گیا تھا آپ کا یہ سفر اس عہد کے کتنا متضاد ہے۔"

عائشہؓ: کیا یہ ابو الیقظان ہیں؟

عمارؓ: جی ہاں۔

عائشہؓ: خدا کی قسم' میں جانتی ہوں کہ تو خوب کہنے والا ہے۔

عمارؓ: ہر قسم کی تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کی زبان سے میرے لئے اس فیصلہ کا اظہار کرایا۔[۲۲]"

Marfat.com

باب:14

قبائلی سادگی اور جاگیردارانہ عیاری کی جنگ'
جنگ صفین

جس سال حضرت علیؓ نے بصرہ فتح کیا اسی سال معاویہ اور عمرو بن العاص نے مصر پر لشکر کشی کر کے محمد بن ابی حذیفہؓ کو قتل کر دیا۔ محمد بن ابی حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ کی محصوری کے دنوں میں مصر پر اپنا تسلط قائم کر لیا تھا جبکہ حضرت عثمانؓ کا تقرر کردہ گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمانؓ کی امداد کے لئے وہاں سے روانہ ہوا تھا۔ عمرو بن العاص اگرچہ حضرت عثمانؓ کے سخت معترضین میں سے تھا اور اس نے مدینہ اور مکہ کے بہت سے لوگوں کو عثمانؓ کے قتل پر اکسایا تھا تاہم جب ان کے قتل کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت ہوئی اور امیر معاویہ نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا تو عمرو بن العاص نے اس اختلاف پر معاویہ کی بیعت کر لی اور پھر دونوں نے مل کر محمد بن ابی حذیفہؓ کے خلاف لشکر کشی کی۔ اس وقت حضرت علیؓ کا مقرر کردہ والی مصر قیس بن سعد الانصاری وہاں نہیں پہنچا تھا۔ محمد بن ابی حذیفہؓ کے ساتھ اس کے تیس آدمی مارے گئے تھے۔ یہ سب کے سب مسلمان تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان اسی قسم کی خانہ جنگی بجستان میں بھی ہوئی جہاں جبلہ بن عتاب حبطی اور عمران بن الفصیل البرجمی نے عرب کے عوام الناس کا ایک گروہ جمع کر کے امیرالمومنین حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ یہ بغاوت والی بصرہ عبداللہ بن عباسؓ کے ارسال کردہ چار ہزار کے لشکر نے خود کی تھی۔ جبلہ عین معرکے میں ان کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

حضرت علیؓ نے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد شام پر لشکر کشی کی تیاری شروع

Marfat.com

کی جبکہ دمشق میں ان کے خلاف زبردست پراپیگنڈا ہو رہا تھا اور یہ قسمیں کھائی جا رہی تھیں کہ جب تک خون عثمانؓ کا معاوضہ نہ لیں گے اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے۔ سوائے غسل جنابت کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے اور جو شخص اس کا معاوضہ لینے میں سد راہ ہو گا اس کو قتل کریں گے۔ جب حضرت علیؑ نے امیر معاویہ کے مقابلے کے لئے کوچ کیا تو معاویہ نے بھی عمرو بن العاص کے مشورے کے مطابق پیش قدمی کی۔ اس سے قبل وہ حضرت علیؑ کے مقرر کردہ گورنر قیس بن سعدؓ کے ساتھ سفارتی خط و کتابت کے ذریعے اس امر کا اطمینان کر چکا تھا کہ شام پر مصر کی جانب سے حملہ نہیں ہو گا۔ "دریائے فرات کے نزدیک صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ پہلے چند دن فرات کے پانی پر قبضہ کے لئے لڑائی ہوئی جس میں حضرت علیؑ کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے فرات پر قبضہ کر لیا۔ پھر دو دن تک بلا جدال و قتال فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑے رہے۔ تیسرے روز یکم ذی الحجہ 36 ہجری کو امیرالمومنین حضرت علیؑ نے ابو عمرؓ بشیر بن عمرو بن محصن انصاریؓ، سعید بن قیس ہمدانیؓ، شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بیعت و اطاعت کا پیغام دے کر بھیجا۔ بشیر بن عمرو نے خدا کی قسم دلا کر معاویہ سے کہا کہ تفریق جماعت نہ کرو، خونریزی سے باز آؤ، معاویہ نے قطع کلام کر کے کہا: کیا تم نے اپنے دوست (امیرالمومنین علیؑ) کو بھی اس کی ہدایت کی ہے۔

بشیرؓ: وہ تمہاری طرح نہیں ہے۔ وہ بوجہ سابق الاسلام اور رسول اللہؐ کے قریب ہونے کے امارت کا حقدار ہے۔

معاویہ: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

شبثؓ: اے معاویہ، تم خون عثمانؓ کو چند کمینوں اور اوباش طبقوں کے ذریعے طلب کرتے ہو ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے تم نے عثمانؓ کی امداد میں اسی امر (خلافت) کے حاصل کرنے کے خیال سے تاخیر کی تھی۔ تم دل سے چاہتے تھے کہ وہ قتل ہو جائیں تاکہ تم ان کے خون کا مطالبہ کر کے یہ مقام حاصل کر سکو۔ اللہ کا خوف کرو۔ جس خیال کا تمہارا دل پابند ہے اس کو چھوڑ دو اور اس شخص سے جو امارت کا مستحق ہے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ: ہم کو تیری شرافت کا حال معلوم ہے۔ اے عرب کے کمینے، ہمارے پاس سے

Marfat.com

ابھی چلا جا' ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔

شبثؓ: کیا تو ہم کو تلوار سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم بہت جلد تمہارے بدبخت سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں برسا دیں گے!"

اس گفتگو سے بھی ظاہر ہے کہ جھگڑا خلافت کا تھا' قصاص عثمانؓ کا نہیں تھا۔ شبثؓ نے معاویہ پر خلافت کے حصول کے لئے چالبازی کا جو الزام عائد کیا تھا وہ بعید از قیاس نہیں تھا۔ معاویہ ایک عرصہ سے شام کے وسیع و عرض علاقے کا حکمران تھا۔ اس کے روابط اہل عجم اور اہل روم کے جاگیردار طبقوں سے رہے تھے اس لئے وہ سیاسی حیلہ بازی کا ماہر تھا۔ اس نے قبل ازیں مصر میں حضرت علیؓ کے گورنر قیس بن سعد کو ایسی ہی حیلہ بازی کے ذریعے اپنے خلاف لڑائی سے باز رکھا تھا۔ وہ بیک وقت دو محاذوں پر نہیں لڑنا چاہتا تھا۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ کو حیلہ بازی نہیں آتی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو ان کی دینداری تھی اور دوسری وجہ ان کی قبائلی معاشرت تھی۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان اس سفارتی گفت و شنید کی ناکامی کے بعد دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی چھوٹے چھوٹے دستوں کی صورت میں ہوتی تھی جو تقریباً ایک ماہ تک جاری رہی۔ "ماہ محرم 37 ہجری کے آ جانے سے بہ امید صلح لڑائی بند ہو گئی مگر یہ زمانہ بھی منفی ہو گیا اور صلح نہ ہوئی۔ محرم کے مہینے میں ایک سے زیادہ مرتبہ صلح کی کوشش کی گئی۔ پہلے امیرالمومنین حضرت علیؓ نے عدی بن حاتمؓ' یزید بن قیس الارحبی' شبث بن ربعیؓ اور زیاد بن حفصہ کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدیؓ نے معاویہ سے کہا: امیرالمومنین علیؓ کی اطاعت قبول کر لو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بیعت کرنے سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کر دے اور واقعی تمہارے سوا کسی اور شخص نے بیعت سے انکار نہیں کیا۔ اے معاویہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سامنے وہی واقعہ پیش آئے جو اصحاب جمل کے آگے آیا تھا۔ معاویہ نے قطع کلام کر کے غصے کے لہجے میں کہا اے عدی: تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ گویا لڑنے کو آیا ہے نہ کہ صلح کو۔ اے عدی تو نہیں جانتا' میں حرب کا بیٹا اور صخر کا پوتا ہوں واللہ مجھے لڑائی سے مطلق ہراس نہیں اور میں جانتا ہوں کہ تو عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تجھے بھی قتل کرائے گا۔

یزید بن قیسؓ: ہم لوگ سفیر بن کر آئے ہیں سوائے اس کے ہم کو اور کچھ حق حاصل

Marfat.com

نہیں ہے کہ جو پیام ہم لے کر آئے ہیں تم سے کہہ دیں اور جو تم جواب دو اس کو امیرالمومنین علیؑ تک پہنچا دیں۔ ہم تم سے بحث و مباحثہ نہیں کرنے آئے۔ لیکن اس امر کی ضرور کوشش کریں گے کہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھے۔ ہمارے امیر وہ شخص ہیں جن کی دینداری، تقویٰ اور زہد بے مثال ہے۔ اے معاویہ اللہ سے ڈرو اور علیؑ کی مخالفت نہ کرو۔

امیر معاویہ : تم مجھے اطاعت امیر اور اتحاد جماعت کی دعوت دیتے ہو تو جہاں تک جماعت کا تعلق ہے تو وہ میرے ساتھ بھی موجود ہے اور جہاں تک تمہارے امیر کا تعلق ہے تو ہم اسے امیر ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے کہ تمہارے ساتھی نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہماری جماعت میں انتشار پھیلایا۔ ہمارے قاتلوں کو پناہ دی۔ تمہارے ساتھی کا یہ خیال کہ اس نے حضرت عثمانؓ کو شہید نہیں کیا تو ہم اس کی تردید کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن کیا تم قاتلین عثمانؓ سے واقف نہیں ہو۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قاتلین عثمانؓ ہی تمہارے امیر کے ساتھی ہیں۔ وہ ان قاتلین کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم انہیں عثمانؓ کے قصاص میں قتل کر دیں۔ اس کے بعد ہم تمہارے امیر کی اطاعت کرنے اور اتحاد جماعت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔

شبث بن ربعیؓ : معاویہ! اللہ تجھے ہدایت دے۔ کیا تو عمار کو قتل کرے گا۔

معاویہ : مجھ کو کون چیز اس کے قتل سے منع کرے گی۔ واللہ اگر مجھے موقع ملا تو میں عثمانؓ کے غلاموں کے بدلے اس کو مار ڈالوں گا۔[2]" اس کے بعد شبثؓ اور اس کے ہمراہی اس خشونت آمیز تقریر سے برانگیختہ ہو کر اٹھ کر چلے آئے۔ اس کے بعد معاویہ نے زیاد بن حفصہ کو تنہائی میں لے جا کر امیرالمومنین علیؑ کی شکایت کی اور ان کے قبیلے سے مدد طلب کی اور یہ کہا کہ کوفہ و بصرہ دونوں شہروں میں جس کو پسند کرو گے میں اس کا تم کو والی مقرر کروں گا۔ مگر زیادؓ نے علیؑ کی وفاداری سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔ معاویہ نے اس سے پہلے والی مصر قیس بن سعدؓ کو اسی قسم کا لالچ دیا تھا اور اس قسم کی حیلہ بازی کے ساتھ عمرو بن العاص کے ساتھ اتحاد کیا تھا حالانکہ عمرو بن العاص لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قتل پر اکساتا تھا اور جب اسے فلسطین میں عثمانؓ کے قتل کی خبر ملی تھی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ حضرت علیؑ کے سفیروں کی ناکامی کے چند دن بعد معاویہ نے حبیب ابن مسلمہ

Marfat.com

الفہری، شرجیل بن السمط اور معن ابن یزید ابن الاء خنس کو امیرالمومنین کے پاس بھیجا۔ حبیب نے حضرت علیؓ سے کہا: حضرت عثمانؓ ایک ہادی خلیفہ تھے۔ اللہ عز و جل کی کتاب پر عمل فرماتے اور اللہ کے حکام کو بجا لاتے۔ تم نے ان کی زندگی اجیرن بنا دی۔ تم ان کی موت کے خواہاں تھے۔ تم نے ان سے دشمنی برتی اور انہیں شہید کیا۔ اب اے علیؓ! اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم نے عثمانؓ کو قتل نہیں کیا تو قاتلین عثمانؓ کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم انہیں عثمانؓ کے قصاص میں قتل کر دیں۔ نیز آپ یہ خلافت لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیجئے تاکہ وہ آپس میں مشورہ کر کے جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں اور جس پر سب کا اتفاق ہو تمام لوگ اپنے کام اس کے سپرد کر دیں۔ حضرت علیؓ نے جواباً" فرمایا: تیری ماں مرے! تیرا اس خلافت اور اس کی دست برداری سے کیا تعلق ہے۔ خاموش رہ کیونکہ تو اس کا اہل نہیں۔ ۔ ۔ ۔ حضرت علیؓ نے مزید کہا کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا پھر ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ یہ دونوں حضرات نیک سیرت تھے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ کام کیا۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں ہم پر زبردستی خلیفہ بن گئے تھے اس لئے کہ رسول اللہؐ کی آل ہونے کی وجہ سے ہم اس کے مستحق تھے۔ ہم خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے کچھ ایسے کام کئے جن کے باعث لوگوں نے ان پر نکتہ چینی کی اور ان سے بغاوت کر کے انہیں شہید کر دیا۔ عثمانؓ کے بعد لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کے ماحول سے علیحدگی اختیار کر چکا تھا اور مجھ سے اصرار کیا کہ آپ بیعت لیجئے۔ میں نے خلیفہ بننے سے انکار کیا۔ انہوں نے مجھ سے اصرار کیا اور کہا کہ امت آپ کے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہ ہو گی اور ہمیں خوف ہے کہ اگر آپ خلافت قبول نہ کریں گے تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور لوگوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا۔ میں نے ان لوگوں سے بیعت لی۔ میں صرف دو شخصوں کے اختلاف سے ڈرتا تھا لیکن انہوں نے میری بیعت کر لی (غالباً" طلحہؓ و زبیرؓ)۔ رہا معاویہ کا اختلاف تو اللہ عز و جل نے نہ تو انہیں دین میں سبقت عطا فرمائی اور نہ اسلام کی صداقت پر ان کا کوئی کارنامہ ہے۔ بلکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں (فتح مکہ کے موقع پر) امان دے کر چھوڑ دیا گیا تھا اور ان کے بھائی اسی قسم کے تھے۔ یہ لوگ تو کافروں کی جماعت میں شامل تھے۔ ہمیشہ یہ اللہ عز و جل،

Marfat.com

اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے دشمن رہے حتیٰ کہ انہوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا۔[۳]"

اس دوسری سفارت کاری کی روئیداد سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ معاویہ اور علیؑ کے درمیان اصل جھگڑا عہدہ خلافت پر تھا۔ معاویہ علیؑ کو ہٹا کر قبیلہ قریش کے طبقہ امراء کی حمایت سے خود خلیفہ بننے کا متمنی تھا جبکہ حضرت علیؑ اہل بیت ہونے کے حوالے سے اپنی افضلیت ظاہر کرتے تھے۔

جب یہ دوسری سفارت کاری بھی ناکام ہو گئی تو یکم صفر 37 ہجری کو پھر لڑائی شروع ہو گئی پہلے چند دن چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں اور پھر بھرپور لڑائی شروع ہو گئی جس کے دوران ہلاک شدگان میں امیر معاویہ کے لشکر میں سے عبیداللہ بن عمرؓ فاروق اور حضرت علیؑ کے لشکر میں سے عمار بن یاسرؓ بھی شامل تھے۔ اس دوران حضرت علیؑ نے مسلمانوں کے بلا وجہ قتل کو رکوانے کے لئے معاویہ کو انفرادی لڑائی کے لئے للکارا۔ لیکن معاویہ نے یہ چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس نے عمرو بن العاص سے کہا کہ جو شخص بھی اس کے مقابلے پر جائے گا وہ اسے قتل کر دے گا۔ چنانچہ اجتماعی لڑائی جاری رہی۔ امیر معاویہ کی فوج منظم اور فرماں بردار تھی اور اس میں قریش کے طبقہ امراء کے سرداروں کے علاوہ شامیوں کی اکثریت تھی جبکہ حضرت علیؑ کی فوج ادنیٰ طبقہ کے مختلف قبائل کے لشکریوں پر مشتمل تھی جن میں یمنیوں اور ایرانی لونڈیوں کی اولاد کی اکثریت تھی۔ ان موالیوں کی عصبیت سیاسی عصبیت تھی جو عربوں کی قبائلی عصبیت سے الگ تھی۔ چنانچہ ایک دن جب حضرت علیؑ کے ایک سپہ سالار مالک الاشترؓ نے یمنیوں اور موالیوں کے ساتھ زوردار حملہ کیا تو معاویہ کی فوج کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ "جب عمرو بن العاص نے یہ دیکھا کہ علیؑ کی فوج غالب آ رہی ہے اور اسے ہلاکت کا خوف پیدا ہوا تو اس نے معاویہ سے کہا: کیا دیکھتے ہو۔ تمہارے ہاتھ میدان آئے گا۔ لوگوں کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن شریف ہے۔ اگر اس کو وہ لوگ منظور کر لیں گے تو سردست لڑائی بند ہو جائے گی۔ کشت و خون سے نجات مل جائے گی اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ اس پر شامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھا لئے اور بولے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصلہ کن ہے۔ شامیوں کا فیصلہ سب اہل شام پر ہو گا اور عراقیوں کا فیصلہ تمام اہل عراق پر

Marfat.com

نافذ ہو گا۔ عراقیوں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن اٹھا لئے گئے ہیں تو بولے کہ ہم اللہ عز و جل کی کتاب کو قبول کرتے اور اس کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ جس وقت یہ صورت حال رونما ہوئی حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم اپنے حق و صداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو کیونکہ معاویہ، عمرو بن العاص، عقبہ بن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس دیندار لوگ اور قران پر (پورے طور پر) چلنے والے نہیں۔ میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ میں تو بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے ہو کر بھی ان کے ساتھ رہا۔ یہ بچپن میں نہایت شریر بچے تھے اور بڑے ہو کر بھی نہایت شریر آدمی نکلے۔ تم پر افسوس۔ انہوں نے وہ شے نیزوں پر اٹھائی ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے صرف دھوکہ دینے اور فریب میں مبتلا کرنے کے لئے قرآن اٹھایا ہے۔

طرفداران علیؑ نے جواب دیا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں ۔۔۔۔ ان طرفداران علیؑ میں سے مسعر بن فدکی التمیمی اور زید بن حصین الطائی السنبسی جو بعد میں قاریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خارجی بن گئے تھے بولے، اے علیؑ جب تجھے کتاب اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے تم اسے قبول کرو ورنہ ہم تجھے اور تیرے مخصوص ساتھیوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیں گے یا جو سلوک ہم نے عفانؓ کے بیٹے (حضرت عثمانؓ) کے ساتھ کیا وہی تیرے ساتھ کریں گے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ عز و جل کی کتاب پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں شامیوں کی یہ دعوت قبول ہے۔ خدا کی قسم یا تو تجھے اس پر ضرور بالضرور عمل کرنا ہو گا یا ہم تیرا بھی ضرور وہی حشر کریں گے (یعنی عثمانؓ جیسا حشر)۔ انہوں نے مزید کہا کہ " اپنے سپہ سالار مالک الاشتر کو میدان جنگ سے واپس بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے ان کی خواہش کے مطابق ایک پیام بھیج کر مالک الاشتر کو واپس بلایا۔ مگر اس نے جنگ جاری رکھنے پر اصرار کیا اور واپس نہ آیا۔ اس پر ایک شور و شر بلند ہوا اور اشتر کے بارے میں لوگ چیخنے لگے اور حضرت علیؑ سے کہا: خدا کی قسم! ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہمارے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت علیؑ نے دوبارہ پیغام بھجوایا۔ پیام بر نے اشتر کو مطلع کیا کہ شیعان علیؑ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یا تو آپ کسی شخص کو بھیج کر

Marfat.com

اشتر کو واپس بلا لیجئے ورنہ ہم تجھے بھی اس طرح قتل کر دیں گے جیسے ہم نے عفان (عثمانؓ) کو قتل کیا ہے۔ اس پر اشتر نے واپس آ کر انہیں عراقیو' ذلیلو اور بزدلو کہہ کر خطاب کیا اور انہیں یہ کہہ کر جنگ جاری رکھنے کی ترغیب دی کہ تمہیں فریب دیا جا رہا ہے۔ اشتر کے اس فقرے سے لوگوں میں شورش پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے کو سخت سست کلمات کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آ گئی۔ عجیب نہ تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی لیکن امیر المومنین کے ڈانٹنے سے شور و غل فرو ہو گیا۔[4]"

اس کے بعد جب فریقین میں جنگ بند ہو گئی.تو معاویہ نے سفارتی گفت و شنید کے دوران دو ارکان پر مشتمل ایک ثالثی ٹربیونل مقرر کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس نے اپنی طرف سے عمرو بن العاصؓ کو اس مقصد کے لئے معین کیا۔ طرفداران علیؑ معاویہ کی اس تجویز پر رضامند ہو گئے اور انہوں نے حضرت علیؑ کو دھمکیاں دے کر مجبور کر دیا کہ وہ اپنی طرف سے ابو موسیٰ الشعری کو نمائندہ مقرر کریں۔ ابو موسیٰ الشعری' عمر رسیدہ شخص تھا۔ سید امیر علی کے بقول وہ در پردہ حضرت علیؑ کے خلاف تھا۔ اس نے والئی کوفہ کی حیثیت سے اہل کوفہ کو منع کیا تھا کہ وہ علیؑ اور معاویہ میں سے کسی کی بھی امداد نہ کریں۔ حضرت علیؑ کا موقف یہ تھا کہ "یہ شخص ابو موسیٰ صحیح نہیں ہے۔ اس نے میری رفاقت ترک کر دی تھی۔ اس نے لوگوں کو میرے ساتھ واقعہ جمل میں جانے سے روکا تھا۔ مجھ سے متنفر ہو کر بھاگا تھا لیکن پھر بھی میں نے ایک ماہ کے بعد اسے امان دے دی تھی البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے منتخب کر سکتا ہوں۔ مگر اشعث بن قیس الکندی اور اس کے ہمراہیوں نے کہا کہ ابن عباس تمہارے عزیز ہیں ہم ان کو ثالث نہ بنائیں گے۔ ہم ایسے شخص کو ثالث مقرر کرنا چاہتے ہیں جن کا تعلق تمہارے اور معاویہ کے ساتھ یکساں ہو۔[5]"

اس کے بعد اشعثؓ اور اس کے ہمراہیوں کی ضد کے مطابق فریقین میں ثالثی کے لئے تحریری معاہدہ ہوا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ یہ دونوں ثالث (یعنی ابو موسیٰ الشعری یمنی اور عمرو بن العاص قریشی) کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے۔ اس پر عمل پیرا ہوں گے اور اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل و انصاف پر مبنی ہو گا اور جس پر سب کا اتفاق ہو گا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہو گا۔ فریقین پر ان کے فیصلے کی پابندی لازمی ہو گی۔ یہ معاہدہ 13 صفر 37

Marfat.com

ہجری کو لکھا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ علیؑ اور معاویہ دونوں ماہ رمضان میں دومتہ الجندل میں جمع ہوں گے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں چار سو اشخاص ساتھ آئیں گے۔

"ابو مخنف نے ابو جناب سے نقل کیا ہے کہ جب اس معاہدہ پر علیؑ کی طرف سے دستخط کروا لئے ایک شخص اشعث بن قیس الکندی نے یہ تحریر علیؑ کے لشکر کے مختلف دستوں کو سنائی۔ جب وہ یہ تحریر لے کر بنو تمیم (حجاز کے قبیلہ مضر کا ایک ذیلی قبیلہ جو بصرہ کے صحرا میں رہتا تھا) کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس میں عروۃ بن ادیہ بھی موجود تھا۔ جب اشعثؓ نے یہ تحریر انہیں پڑھ کر سنائی تو عروۃ بن ادیہ بولا تم اللہ عز و جل کے احکام میں انسانوں کو حکم بناتے ہو اور اللہ کے علاوہ کوئی ثالث نہیں ہو سکتا۔ پھر تلوار لے کر اشعثؓ کی طرف لپکا اور اس کی سواری کی پچھاڑی پر اس نے ہلکے سے وار کیا جس سے سواری بھڑک اٹھی۔ مگر خوش قسمتی سے اس موقعہ پر فساد نہ ہوا[6]۔" ابن خلدون لکھتا ہے کہ "اس وثیقہ کی تحریر کے بعد چند لوگ امیرالمومنین علیؑ کے پاس آئے اور ان کو جنگ کرنے کی رائے دی۔ آپ نے فرمایا صلح کے بعد جنگ کرنا اور اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے۔ لوگ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ فریقین صفین سے واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ امیرالمومنین علیؑ صفین سے مع اپنے لشکر کے کوفہ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کے لشکر کے تقریباً 12 ہزار افراد اس بنا پر آپ سے علیحدہ ہو گئے کہ انہیں ثالثی کے اس فیصلے سے اتفاق نہیں تھا۔ انہوں نے شبث بن عمرا التمیمی کو اپنا امیر جنگ اور عبداللہ بن الکداء الیشکری کو اپنا امام نماز مقرر کیا۔ ان کی منادی یہ تھی کہ: بیعت اللہ عز و جل کی ہے۔ نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے بچانا ہی ہمارا فرض ہے۔ فتح کے بعد شوریٰ سے کل کام انجام دیا جائے گا[7]۔" انہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کا اعلان کیا اور حضرت علیؑ کی تردید شروع کی اور بولے' "اللہ عز و جل کے حکم میں انسان کے حکم کا کیا دخل اور کیا اللہ سبحانہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں ہو سکتا[8]۔"

"ابو مخنف نے ابو جناب الکلبی کے ذریعے عمارۃ بن ربیعہؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب شیعان علیؑ ' حضرت علیؑ کے ساتھ میدان صفین گئے تھے تو باہم ایک دوسرے کے دوست تھے اور ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا تھا اور جب میدان صفین سے لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہر ایک دوسرے سے کینہ رکھتا تھا۔ یہ لوگ

Marfat.com

میدان صفین میں جب تک علیؑ کے لشکر میں موجود رہے خوب خوش تھے۔ لیکن جب تحکیم (ثالثی) کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے اور ایک دوسرے کو کوڑے مارتے۔ خارجی حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں سے کہتے اللہ کے دشمن تم نے احکام خداوندی میں مداہنت سے کام لیا اور ثالث بنایا۔ دوسرے ان کا جواب یہ دیتے تم نے ہمارے امام کو چھوڑا ہماری جماعت کو منتشر کیا۔ جب حضرت علیؑ کوفہ پہنچے تو یہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ نہیں آئے بلکہ انہوں نے حروراء میں قیام کیا۔ ان لوگوں میں سے بارہ ہزار حروراء جا کر مقیم ہو گئے (بارہ ہزار کا باغی یا خارجی لشکر قبیلہ بنو تمیم کے علاوہ قبیلہ بکر کے افراد پر مشتمل تھا۔ یہ دونوں قبیلے حجازی تھے) اور ان کے منادی نے اعلان کیا کہ آئندہ ہمارا جنگی امیر شبث بن ربعیؒ تمیمی ہو گا اور نماز کا امیر عبداللہ بن کدراء الیشکری ہو گا اور جب فتح ہو جائے تو خلافت کا کام مشورہ سے طے پائے گا اور بیعت صرف اللہ عز و جل کے لئے ہو گی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہو گی ۔۔۔ جب حضرت علیؑ کوفہ تشریف لائے اور خارجیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو شیعان علیؑ نے آپ کے پاس جمع ہو کر کہا کہ ہم اپنی گردنوں میں آپ کی دوسری بیعت کا طوق ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ بیعت یہ ہو گی کہ ہم ہر اس شخص کے دوست ہوں گے جسے آپ دوست رکھیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہوں گے جسے آپ دشمن رکھیں گے۔ اس پر خارجیوں نے کہا تم اور شامی دونوں کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شامیوں نے معاویہ سے بھی اس بات پر بیعت کی ہے جسے معاویہ پسند کریں گے یہ لوگ بھی اسی کو پسند کریں گے اور جسے معاویہ برا سمجھیں گے اسے یہ لوگ برا سمجھیں گے اور تم لوگوں نے علیؑ سے اس بات پر بیعت کی ہے علیؑ جسے دوست رکھیں گے تم اس کے دوست ہو گے اور علیؑ جسے دشمن رکھیں گے تم اس کے دشمن ہو گے[9]۔"

"کچھ عرصہ بعد معن بن یزید بن الاخنس السلمی حضرت علیؑ کے پاس آئے تاکہ جلد از جلد فیصلہ کرانے میں انہیں آمادہ کریں۔ معن نے کہا معاویہ نے اپنا عہد پورا کیا ہے آپ بھی اپنا عہد پورا کیجئے۔ کہیں یہ بکر و تمیم کے اعرابی آپ کو اس کام سے غافل نہ کر دیں۔ حضرت علیؑ نے حکمین کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علیؑ صفین سے چلے تھے تو یہ

Marfat.com

فیصلہ ہوا تھا کہ ہر دو حکم چار چار سو آدمی لے کر دومتہ الجندل آئیں گے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ سعدؓ بن ابی وقاص بھی ان لوگوں کے ساتھ آئے جنہیں حکمین اپنے ساتھ لائے تھے ان کا بیٹا عمرؓ ان سے اذرح چلنے پر برابر اصرار کرتا رہا۔ لیکن یہاں پہنچ کر وہ اپنی اس آمد پر نادم ہوئے اس لئے انہوں نے بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کے لئے چلے گئے۔ ۔ ۔ ۔ عمر بن سعدؓ انہیں خلیفہ بنانے کا خواہاں تھا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ لیکن سعدؓ نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہو گا۔ اس فتنہ کے وقت سب سے بہتر وہ شخص ہو گا جو لوگوں سے چھپ کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ خدا کی قسم میں تو کبھی اس جیسے کام میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں[1]۔" تاہم اس مجلس حکم میں عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمان بن ابوبکرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبدالرحمان بن الحارثؓ بن ہشام المخزومی، عبدالرحمان بن عبد یغوث الزہریؓ، ابو جہم بن حذیفہؓ العدوی اور مغیرہ بن شعبہ الثقفیؓ شریک ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ابو موسیٰ الشعریؓ کے ساتھ جو چار سو آدمی بھیجے تھے۔ ان پر شریح بن ہانی الحارثی کو امیر بنایا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ کو بھی بھیجا۔ ابن عباس ہی لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے تھے۔ معاویہ نے عمرو بن العاصؓ کے ساتھ چار سو اشخاص روانہ کئے۔ یہ دونوں جماعتیں اذرح میں دومتہ الجندل کے مقام پر جمع ہوئیں۔ "راوی کہتا ہے کہ معاویہ جب بھی کوئی قاصد عمرو بن العاصؓ کے پاس بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا تھا اور کیا پیغام لے کر واپس گیا ہے اور شامی اس سے کوئی سوال نہ کرتے۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ سے کوئی قاصد ابن عباسؓ کے پاس آتا تو عراقی فوراً ابن عباسؓ سے سوال کرتے کہ امیرالمومنین نے آپ کو کیا تحریر کیا ہے اور اگر ابن عباسؓ کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے اور کہتے ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہو گا۔ ابن عباسؓ نے مجبور ہو کر فرمایا: کیا تم ذرا سی بھی عقل نہیں رکھتے کیا تم معاویہؓ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے اور اس پیغام کی کسی کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہاں سے پیغام لے کر واپس جاتا ہے اور کسی کو علم نہیں ہوتا کہ یہ کیا پیغام لے کر گیا ہے اور نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں اور نہ زبان سے کوئی لفظ

Marfat.com

نکالتے ہیں اور ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی بدگمانیاں کرتے ہو۔[11]"

جب دونوں ثالث ایک دوسرے سے ملے تو عمرو بن العاصؓ نے کہا: ابو موسیٰ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔

ابو موسیٰ: ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔

عمرو: کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ معاویہ اور ان کی اولاد عثمان کی وارث ہیں۔

ابو موسیٰ: کیوں نہیں؟ تو اللہ عز و جل کا ارشاد ہے کہ "جو شخص مظلوم قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قصاص کی قدرت دی ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی مدد کی جاتی ہے"۔ تو اے' ابو موسیٰ! آخر اس شے سے کیا مانع ہے کہ معاویہ کو خلیفہ بنا دیا جائے کیونکہ معاویہ عثمانؓ کے وارث اور قریش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے۔ اگر آپ کو یہ خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے معاویہ کو کیسے خلیفہ بنا دیا حالانکہ انہیں اسلام میں سبقت حاصل نہیں تو آپ یہ دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ معاویہ عثمانؓ خلیفہ مظلوم کے وارث تھے اور ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ سیاست و تدبر میں علیؓ سے زیادہ ماہر اور زوجہ رسول اللہ صلعم ام حبیبہ کے بھائی ہیں اور خود بھی حضورؐ کی صحبت میں رہے ہیں اس لئے وہ بھی اصحاب میں داخل ہیں۔ پھر عمرو نے انہیں حکومت پیش کی اور کہا اے ابو موسیٰ اگر معاویہ خلیفہ بن گئے تو وہ آپ کی وہ عزت کریں گے جو کسی خلیفہ نے نہ کی ہو گی۔[12]"

ابن خلدون کے مطابق "عمرو بن العاص نے کہا کہ معاویہ اگرچہ سابق الاسلام نہیں ہیں لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا مادہ بہت زیادہ ہے اور وہ ام المومنین ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلعم کے بھائی ہیں اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہو سکتی ہے اور مدتوں رسول اللہؐ کے کاتب رہے ہیں اور شرف محبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر تم میری رائے سے موافقت کرو گے اور معاویہ کو امارت کی کرسی پر متمکن کرو گے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو گے فوراً دی جائے گی۔[13]"

"ابو موسیٰ: اے عمرو' اللہ عز و جل سے ڈر! تو نے جو معاویہ کی شرافت بیان کی ہے تو وہ اس قسم کی شرافت نہیں جس کے باعث اسے خلافت سونپ دی جائے اور اگر اس شرافت کی بناء پر خلافت مل جایا کرتی تو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابرہۃ بن

Marfat.com

الصباح ہوتا۔ یہ خلافت تو اہل دین اور اہل فضل کا حق ہے۔ اس لئے میں اگر کسی کو خلیفہ بناتا تو اس شخص کو خلافت دیتا جو قریش میں سب سے افضل ہے یعنی علیؑ بن ابی طالب۔ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ خون عثمانؓ کے وارث ہیں تو تم معاویہ کو خلیفہ بنا دو لیکن میں یہ نہیں کر سکتا کہ میں معاویہ کو خلیفہ بنا دوں اور مہاجرین اول کو چھوڑ دوں۔ اگر معاویہ مجھے اپنی تمام حکومت بھی دے دے گا تب بھی میں اس حکومت کا حاکم نہ بنوں گا۔ میں اللہ عز و جل کے احکام پر رشوت نہیں لیتا۔ ہاں اگر تو چاہے حضرت عمرؓ بن الخطاب کا نام زندہ کر دے۔[۱۴]" ابن خلدون لکھتا ہے کہ "ابو موسیٰ نے کہا کہ امارت و خلافت' سیاست و ملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی اگر ایسا ہوتا تو آل ابرہتہ بن الصباح (حبشہ کے حکمران) زیادہ اس کے مستحق تھے بلکہ دینداری' تقویٰ اور ایمانداری کے لحاظ سے امیر و خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو بھی علی ابن طالبؑ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ اگر معاویہ کو امیر بناؤ گے تو تم کو حکومت دی جائے گی تو اس کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ واللہ اگر معاویہ مجھ کو اپنی کل حکومت و سلطنت دینے کا کہیں تو بھی میں اس کو امیر و خلیفہ نہ بناؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا۔ بہتر ہو گا کہ عبداللہ بن عمرؓ کو حاکم بناؤ۔[۱۵]"

"عمرو بن العاص: تم کو میرے لڑکے کو والی مقرر کرنے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت و صلاحیت و فضیلت سے بخوبی واقف ہو۔

ابو موسیٰ: تمہارا لڑکا ضرور نیک اور سچا تھا۔ لیکن تم نے اس کو بھی اس فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ابو موسیٰ اور عمرو بن العاص میں اس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ عبداللہ بن عمرؓ خاموش' سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ابن زبیر منشاء گفتگو سمجھ گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ کو ذرا چونکا دیا۔ ابن عمرؓ چلا اٹھے: واللہ میں اس معاملے میں رشوت ہرگز نہ لوں گا۔ ابو موسیٰ نے کہا: اے ابن العاص عرب نے بعد جدال و قتال اپنی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پھر فتنے میں نہ ڈالو۔

عمرو بن العاص: تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو۔ تمہارا کیا مقصد ہے۔

Marfat.com

ابو موسیٰ : میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ ان دونوں شخصوں کو ہم لوگ معزول کر دیں اور اس کام کو عام مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔ جس کو وہ چاہیں مشورہ کر کے امیر مقرر کریں۔

عمرو بن العاص : صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ نے دی ہے۔[۱۶]"

"اس کے بعد دونوں ایک ساتھ باہر آئے۔ ایک جم غفیر فیصلہ سننے کو موجود تھا۔ عمرو بن العاص نے ابو موسی سے کہا چونکہ آپ کو رسول اللہ صلعم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں۔ مناسب ہو گا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اور آپ نے اتفاق کیا ہے۔ ابو موسیٰ نے لوگوں سے کہا میں اور عمرو بن العاص ایک رائے پر متفق ہو چکے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اللہ عز و جل اس رائے کے ذریعے اس امت کی اصلاح فرما دیں گے۔ عمرو نے کہا' ابو موسیٰ' سچ بولتے اور نیک بات کر رہے ہیں۔ اے موسی آگے بڑھو اور لوگوں کو بتا دو۔ جب ابو موسی اعلان کرنے کے لئے آگے بڑھے تو ابن عباسؓ نے ابو موسیؓ سے فرمایا: آپ پر افسوس! خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ اگر آپ دونوں ایک امر پر متفق ہیں تو اعلان کے لئے عمرو کو آگے کیجئے تاکہ وہ پہلے اس کا اعلان کریں پھر بعد میں تم اعلان کرنا کیونکہ عمرو بن العاص دھوکہ باز شخص ہے اور مجھے یہ یقین نہیں کہ جو آپ کا اور اس کا فیصلہ ہوا ہے اس پر وہ راضی بھی ہو۔ اگر آپ پہلے لوگوں میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیں گے تو وہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ ابو موسیٰ نہایت سادہ آدمی تھے۔ انہوں نے ابن عباسؓ کو جواب دیا نہیں ہم دونوں ایک فیصلہ پر متفق ہو چکے ہیں۔ ابو موسی نے اعلان کیا جس پر میرا اور عمرو کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں۔ وہ جسے پسند کریں اپنا خلیفہ منتخب کر لیں اس لئے میں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کیا۔ تم اس کام میں خود غور کر لو اور جسے تم اس خلافت کا اہل سمجھو اسے یہ خلافت سونپ دو۔ یہ کہہ کر ابو موسیٰ پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد عمرو آگے بڑھے اور ابو موسیٰ کی جگہ کھڑے ہو کر کہا اس نے اپنے ساتھی کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اسے معزول کرتا ہوں جسے اس نے معزول کیا۔ لیکن میں اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے وارث اور ان کے قصاص کے طلبگار ہیں اور

Marfat.com

لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حقدار ہیں۔ ابو موسی نے کہا: اے عمرو! تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک کام کی توفیق دے تو نے غداری کی اور دھوکہ دیا۔ تیری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی مثال کتے کی طرح ہے کہ اگر اسے کچھ ڈالو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے۔" اس پر عمرو نے جواب دیا: تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔ یہ دیکھ کر شریح بن ہانی نے عمرو پر کوڑے سے حملہ کیا اور اس کے کوڑے مارے۔ عمرو کے بیٹے نے اس کے جواب میں شریح کو کوڑے مارے۔ فیصلہ کے بعد لوگ کھڑے ہو گئے اور ان میں مزید اختلاف پیدا ہو گیا۔ شریح کہتے ہیں مجھے عمرو بن العاص کو کوڑوں سے مارنے پر اتنی ندامت ہوئی کہ آج تک میں کسی بات پر اتنا نادم نہ ہوا تھا اور ندامت یہ ہے کہ کیوں نہ میں نے اسے تلوار سے مارا۔ پھر زمانے میں جو کچھ ہوتا سو ہوتا۔" اس فیصلے کے بعد شامیوں نے ابو موسیٰ کو تلاش کیا لیکن وہ اسی وقت سوار ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ ابو موسیٰ کی رائے کا برا کرے۔ میں نے انہیں ڈرایا تھا اور مشورہ بھی دیا تھا لیکن تب بھی انہیں عقل نہ آئی۔ ابو موسیٰ فرمایا کرتے تھے۔ "مجھے ابن عباسؓ نے ایک فاسق کی دھوکہ دہی سے خبردار کیا تھا لیکن میں نے اس پر اطمینان کیا اور یہ خیال کیا کہ یہ شخص امت کی بھلائی پر کسی شے کو ترجیح نہ دے گا۔" فیصلہ کے بعد عمرو اور شامی معاویہ کے پاس چلے گئے اور ان لوگوں نے معاویہ کو خلافت سونپ دی اور ابن عباسؓ اور شریح حضرت علیؓ کے پاس واپس چلے گئے۔ حضرت علیؓ کا قاعدہ تھا کہ جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھتے اور فرماتے اے اللہ، معاویہ، عمرو بن العاص، ابوالاعور السلمی، حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمان بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ پر لعنت نازل فرما۔ جب معاویہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے بھی قنوت شروع کر دی اور قنوت میں علیؓ، ابن عباسؓ، اشترؒ، حسنؓ، حسینؓ پر لعنت بھیجتے۔ ثالثوں یا حکمین کا یہ اجتماع (ماہ صفر کے تحریری معاہدے کے تقریباً چھ ماہ بعد) شعبان 37ھ میں ہوا تھا۔"[17] ☆

☆ (بقول واقدی یہ معاہدہ شعبان 38ھ میں طے پایا)۔

Marfat.com

باب: 15

عمرو بن العاص کا سیاسی پس منظر

حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے درمیان عہدہ خلافت کے لئے تنازعہ کے اس بیان میں جو بات اہل تشیع کو بہت نمایاں نظر آتی ہے کہ وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ کا حلیف عمرو بن العاص بہت دھوکہ باز، فریب کار، مکار اور عیار شخص تھا۔ یہ شخص فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے سعد ہذیم عذرہ اور عدس کے ملحقات جذام اور عرس وغیرہ قبائل کے صدقات کے وصولی کے لئے مامور کیا تھا اور پھر اسے عمان بھیجا گیا تھا اور وعدہ فرمایا گیا تھا کہ عمان سے واپس آؤ گے تو اس عہدہ پر تمہیں کو بھیجا جائے گا۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کے وعدے کو پورا کیا اور اس کو عمان کا عامل بنا کر بھیج دیا۔ جب جنگ شام چھڑی اور ابوبکرؓ لوگوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دینے لگے تو وہ ابوبکرؓ کی خواہش کے مطابق شام میں جنگ کرنے کے لئے چلا گیا۔ وہاں وہ جنگ یرموک میں شریک ہوا اور اس نے اس میں اپنی دلیری اور حیلہ بازی کے ذریعے مسلمانوں کی فتح میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بعدازاں اس نے اہل روم کے خلاف فلسطین میں جنگ اجنادین کی فیصلہ کن جنگ میں فتح حاصل کی اور پھر اس نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا جبکہ ابو عبیدہ بن جراح مسلمانوں کے کمانڈر انچیف تھے۔ فلسطین میں رومیوں کا سپہ سالار ارطبون نامی ایک شخص تھا جو سب سے بڑا سیاستدان، بہت گہرا مدبر اور چالاک سپہ سالار تھا۔ اس نے رملہ کے مقام پر بہت بڑا لشکر بھیج رکھا تھا اور ایلیا کے مقام پر بھی اس کا لشکر جرار موجود تھا۔ عمرو بن العاص نے جب خلیفہ عمرؓ کو اس سلسلے میں اطلاعات بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہم نے روم کے ارطبون کا عرب کے ارطبون سے مقابلہ کرایا ہے دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے"۔ حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ عمرو بن العاص بھی اتنا ہی بڑا

Marfat.com

سیاستدان، مدبر اور چالاک ہے جتنا کہ ارطبون ہے۔ چنانچہ عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کو درست ثابت کیا جبکہ اس نے اپنی سفارت کاری اور حیلہ بازی سے ارطبون کو ہزیمت دی اور اجنادین میں عظیم الشان فتح حاصل کی۔ اس پر عمر فاروقؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمرو بن العاص اس پر غالب آ گیا۔ اللہ عمرو کا بھلا کرے۔ اجنادین میں مسلمانوں کی فتح کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ عمرو بن العاص نے بڑی چالاکی، ہوشیاری، فریب کاری اور حیلہ بازی سے پہلے ارطبون کے سارے راز معلوم کر لئے تھے پھر اس سے جنگ کی تھی۔ ارطبون نے عمرو بن العاص سے ایک سفارتی ملاقات کے بعد اسے قتل کرنے کی تدبیر کی تھی مگر عمرو بن العاص اس کی بدنیتی کو فوراً سمجھ گیا اور وہ بڑی چالاکی سے ارطبون کو دھوکہ دے کر وہاں سے نکل آیا۔ جب ارطبون کو معلوم ہو گیا کہ وہ دھوکے میں آ گیا ہے تو وہ بولا، اس آدمی نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ یہ سب سے بڑا سیاستدان ہے۔" ارطبون نے اجنادین میں شکست کھانے کے بعد عمرو بن العاص کو یہ خط لکھا تھا، "آپ میرے دوست اور میرے مشابہ اور ہم پلہ ہیں۔ آپؓ کی اپنی فوج میں (سیاست دانی کے لحاظ سے) وہی حیثیت ہے جو میری اپنی قوم میں ہے۔ خدا کی قسم آپ اجنادین کے بعد فلسطین کا کوئی حصہ بھی فتح نہیں کر سکیں گے آپ لوٹ جائیے اور کسی قسم کا گھمنڈ نہ کریں۔ ورنہ آپ کا بھی وہی حشر ہو گا جو آپ سے پہلے آئے تھے اور شکست کھا کر گئے۔ عمرو بن العاص کی جانب سے اس خط کا جواب یہ تھا کہ "آپ اپنی قوم میں میرے ہم پلہ اور نظیر ہیں۔ آپ جان بوجھ کر میری فضیلت سے ناواقف بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ میں اس ملک کا فاتح ہوں، جب عمرو بن العاص کا قاصد جو رومی زبان جانتا تھا، یہ خط دے کر واپس آیا تو عمرو بن العاص کو پتہ چلا کہ ارطبون نے اسے عمرؓ بن الخطاب سمجھا ہے!"

سن 17 ہجری میں شام میں جب طاعون کی وبا پھیلی تو اس میں پہلے سالار اعظم ابو عبیدہ بن جراح کا انتقال ہوا۔ پھر ان کے جانشین معاذ بن جبلؓ نے وفات پائی اور عمرو بن العاص ان کا جانشین بن گیا۔ اس نے مسلمانوں کو پہاڑوں میں منتشر کر دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وبا دور کر دی۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عمرو بن العاص کے اس فعل کو ناپسند نہیں کیا تھا۔ سن 20 ہجری میں مصر فتح ہوا تو مسلمانوں کی فوج کا سپہ سالار

Marfat.com

عمرو بن العاص تھا۔ اس علاقے میں اس کی زیادہ تر فتوحات اس کی سفارت کاری کا نتیجہ تھیں۔ کیونکہ مصر کے مقامی لوگ رومیوں کے غلبہ سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے مصر کا والی مقرر کر دیا تھا۔ عمرو بن العاص نے اپنی اس ولایت کے دوران مصر میں ایک شہر آباد کیا جو فسطاط کے نام سے مشہور ہوا۔ فسطاط خیمہ کو کہتے ہیں اور مسلمان پہلے اس جگہ خیمہ زن ہوئے تھے۔ یہ شہر بھی کوفہ اور بصرہ کی طرح قبائلی امتیازات کو برقرار رکھتے ہوئے تعمیر کیا گیا تھا۔ نومبر 644ء میں جب حضرت عمرؓ کا قتل ہوا تھا اور حضرت عثمانؓ خلیفہ سوئم مقرر ہوئے تھے تو اس وقت عمرو بن العاص مدینہ میں تھا۔ حضرت علیؑ کے بیان کے مطابق عثمانؓ کے اس تقرر میں عمرو بن العاص کی فریب کاری یا سیاست دانی کا بہت دخل تھا۔ عبدالرحمان بن عوف نے جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کیا تھا اور پھر حضرت علیؑ نے ان کی بیعت کرائی تھی تو علیؑ نے یہ فرمایا تھا کہ دھوکہ اور فریب۔ کس قدر فریب دیا گیا ہے۔ راوی توضیح کرتا ہے کہ ”حضرت علیؑ نے دھوکہ اور فریب کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ عمرو بن العاص مجلس شوریٰ کی راتوں میں حضرت علیؑ سے ملے تھے اور انہوں نے ان سے یہ کہا تھا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ محنت و مشقت کرنے والے انسان ہیں۔ اس لئے اگر آپ ان کے سامنے عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار کریں گے تو آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے اس لئے آپ (اتباع شیخین) کے بارے میں طاقت و استطاعت کے لفظ استعمال کریں۔ اس طرح وہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے مل کر عمرو بن العاص نے یہ کہا: حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جدوجہد کرنے والے آدمی ہیں۔ خدا کی قسم۔ وہ آپ کے ہاتھ پر اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ (اتباع شیخین کے بارے میں) عزیمت (عزم مصمم) کا اظہار نہ کریں گے۔ انہوں نے یہ بات مان لی۔ لہٰذا حضرت علیؑ نے فریب کا جو لفظ کہا تھا اس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔[۲]“

مصر کے فتح کرنے کے بعد عمرو بن العاص وقتاً فوقتاً شمالی افریقہ کی طرف کامیاب یورشیں کر کے وہاں سے مال غنیمت لایا کرتا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی خلافت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد عمرو بن العاص کو مصر کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کر دیا۔

Marfat.com

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ مصریوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عمرو بن العاص کی شکایت کی تھی اس لئے اسے معزول کیا گیا لیکن بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ عثمانؓ نے ایک پوشیدہ مقصد کے تحت ایک حاکم کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرا مقرر کر دیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ "عمرو بن العاص کی معزولی سے پہلے حضرت عثمانؓ نے اسے شمالی افریقہ پر یورش کرنے سے منع کر دیا تھا اور اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو معاویہ کا امیر البحر تھا' یہ کہا تھا کہ وہ افریقہ کی فتح کا کام سرانجام دے گا اور اگر اس نے یہ کام سرانجام دے دیا تو اسے مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ بطور انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ جب عبداللہ بن سعد نے افریقہ میں فتوحات کے بعد خمس کا پانچواں حصہ اپنے لئے رکھ لیا تو اس کے لشکری بگڑ بیٹھے اور انہوں نے عثمانؓ کے پاس وفد بھیج کر عبداللہ بن سعد کی شکایت کی۔ ان کی اس شکایت کے پیش نظر حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو جو مال بطور انعام دیا تھا وہ واپس لے لیا اور پھر ان ہی لشکریوں کے اصرار پر اسے افریقہ کی سپہ سالاری سے الگ کر کے اسے مصر میں عمرو بن العاص کے ساتھ والئی خراج مقرر کر دیا۔ قدرتی طور پر عمرو بن العاص کو حضرت عثمانؓ کا یہ فعل پسند نہ آیا تو مصر کے ان دونوں حکام کے درمیان ناگزیر طور پر اختلاف پیدا ہو گیا جو بالآخر عمرو بن العاص کی معزولی کا باعث بنا۔ عبداللہ بن سعد کا الزام یہ تھا کہ عمرو بن العاص نے میرے خراج میں رخنہ اندازی کی ہے اور عمرو کی شکایت یہ تھی کہ عبداللہ نے میری جنگی تیاریوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ عمرو بن العاص اپنی معزولی کے بعد حضرت عثمانؓ کا دشمن بن گیا۔ جب مدینہ واپس آ کر عمرو بن العاص نے حضرت عثمانؓ کے خلاف زہر افشانی کی تو خلیفہ سوئم نے اس کے خلاف کبھی اشارۃ" کبھی صراحتا" بددیانتی کا الزام عائد کیا۔[2]"

تاہم عمرو بن العاص مدینہ میں خلیفہ عثمانؓ کے خلاف پراپیگنڈا کرتا رہا اور یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ اس نے مصر کے غیر قریشی لشکریوں کو پہلے عبداللہ بن سعد کے خلاف اور پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف اکسایا تھا۔ عمرو بن العاص حضرت عثمانؓ سے اس قدر برہم تھا کہ اس نے اپنی معزولی کے بعد اپنی بیوی ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کو طلاق دے دی محض اس لئے کہ یہ خاتون حضرت عثمانؓ کی سوتیلی بہن تھی۔ اس کے اس قسم کے معاندانہ رویے کے پیش نظر "ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے اسے تنہائی میں بلوا کر پوچھا اے ابن

Marfat.com

النا.بغہ (عمرو بن العاص) تم کتنی جلد اپنے جلے پھپھولے پھوڑنے لگے ہو۔ تم مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے ہو۔ تم مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہو۔ بخدا اگر تمہارے اندر بغض و کینہ نہ ہوتا تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔ عمرو بن العاص نے کہا' عوام جو باتیں کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے حکام کے پاس پہنچاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹ ہوتی ہیں اس لئے اے امیرالمومنین' آپ اپنی رعایا کے (حقوق) کے بارے میں اللہ سے ڈریئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا' بخدا' میں نے تمہاری کمزوریوں اور شکایات کی کثرت کے باوجود تمہیں حاکم مقرر کیا۔ عمرو بن العاص نے کہا: میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں بھی حاکم تھا وہ آخر دم تک مجھ سے خوش رہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اگر میں بھی اسی طرح باز پرس کرتا جس طرح حضرت عمرؓ تم سے باز پرس کیا کرتے تھے تو تم سیدھے رہتے۔ مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی اختیار کی تو تم مجھ پر گستاخ ہو گئے۔ بخدا میں دور جاہلیت میں بھی تم سے زیادہ معزز تھا اور خلیفہ بننے سے پہلے بھی میری بہت عزت تھی۔ عمرو بن العاص نے کہا: آپ ان باتوں کو چھوڑیئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمدؐ کے ذریعے عزت بخشی اور ان کے ذریعے ہمیں ہدایت دی ورنہ میں نے عاص بن وائل کو بھی دیکھ رکھا تھا اور آپ کے والد عفان کو بھی دیکھا تھا۔ بخدا عاص آپ کے والد سے زیادہ شریف تھا۔ اس پر حضرت عثمانؓ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے۔ اس دور جاہلیت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص چلا گیا اور مروان آیا اور کہنے لگا: اے امیرالمومنین! اب آپ اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں کہ عمرو بن العاص آپ کے والد کا ذکر کرتا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: جانے بھی دو جو کوئی دوسرے لوگوں کے باپ دادا کا تذکرہ کرے گا تو دوسرے بھی اس کے باپ کا تذکرہ کریں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو بن العاص وہاں سے نکلے تو حضرت عثمانؓ سے بہت عداوت رکھنے لگے تھے۔ کبھی وہ حضرت علیؑ کے پاس آکر انہیں حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکاتے تھے اور کبھی حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ کے پاس جا کر ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی وہ حاجیوں کے پاس پہنچ کر انہیں حضرت عثمانؓ کی نئی نئی باتوں کی خبریں سناتے تھے؟"

سن 34 ہجری میں اہل کوفہ کی پہلی بغاوت کے بعد حضرت عثمانؓ نے اپنے عمال اور سپہ سالاروں کا جو اجلاس منعقد کیا تھا اس میں عمرو بن العاص بھی شامل تھا۔ "عثمانؓ نے

Marfat.com

اس اجلاس میں معاویہ اور عبداللہ بن سعد کی رائے معلوم کرنے کے بعد عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولا: میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں پر بری طرح سوار ہو گئے ہیں آپ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں۔ اگر آپ یہ نہ کر سکیں تو الگ ہو جائیں۔ اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو آپ مصمم ارادہ کر کے آگے بڑھیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا' تم جلے پھپھولے کیوں پھوڑ رہے ہو۔ کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کر رہے ہو؟ اس پر عمرو بن العاص کافی دیر تک خاموش رہا۔ جب لوگ منتشر ہو گئے تو اس نے کہا: اے امیرالمومنین! یہ بات نہیں ہے۔ آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ہر ایک کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گی اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اپنی بات کو عوام تک پہنچا دوں تاکہ وہ مجھ پر اعتماد کریں اور آئندہ میں آپ کے کام آ سکوں۔ یا آپ کی طرف سے کسی شر و فساد کو دور کر سکوں[۵]۔"

طبری میں مندرجہ بالا اس بیان سے ظاہر ہے کہ عمرو بن العاص واقعی دوغلے' منافق اور فریب کار شخص تھے لیکن جو لوگ شام' فلسطین اور مصر میں اس کے جنگی کارناموں کی بناء پر اسے اسلام کا ہیرو تصور کرتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص بہت اعلیٰ پایہ کے سیاستدان مدبر اور سپہ سالار تھے۔ لیکن ایسے لوگوں کے لئے مشکل یہ ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے خلاف عمرو بن العاص کی سیاست کاری اور حیلہ بازی کی تعریف نہیں کر سکتے۔

طبری کا بیان ہے کہ "جب حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو بن العاص مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور وہاں السبع کے مقام پر اپنے قصر عجلان میں مقیم ہو گئے وہ کہتے تھے "ابن عفان کے بارے میں عجیب و غریب خبریں ہمیں جلد موصول ہوں گی۔ ایک دن وہ اپنے محل میں اپنے دونوں فرزندوں محمد و عبداللہ اور سلامت بن روح جذامی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں وہاں سے ایک سوار گزرا۔ عمرو بن العاص نے اس سے پکار کر پوچھا' کہاں سے آ رہے ہو؟ وہ بولا' مدینہ سے' آپ نے پوچھا' اس شخص (عثمانؓ) کا کیا حال ہے؟ وہ سوار بولا' میں نے انہیں شدید محاصرہ میں چھوڑا تھا۔" ابھی وہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ دوسرا سوار گزرا' انہوں نے اس سے پکار کر پوچھا' اس شخص (عثمانؓ) کا کیا رہا' وہ بولا' وہ شہید ہو گئے" اس پر عمرو بن العاص نے کہا' میں جب کسی زخم کو چھیڑتا ہوں' تو اسے پھوڑ دیتا ہوں۔ میں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہا۔ یہاں تک میں نے

Marfat.com

پہاڑ کی چوٹی پر بکریوں کو چرانے والے چرواہے کو بھی ان کے خلاف بھڑکایا۔" اس پر سلامت بن روح جذامی نے کہا "اے قریش کے لوگو! تمہارے اور عرب کی دوسری قوموں کے درمیان ایک مضبوط دروازہ قائم تھا جسے تم نے توڑ دیا۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟" وہ بولے "ہم یہ چاہتے تھے کہ باطل کے پنجے سے حق کو چھڑا لیا جائے اور لوگوں کو حق حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں"[6]۔ عمرو بن العاص کی جانب سے حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے بارے میں ایک اور روایت یہ ہے کہ "جب اہل مصر کا وفد حضرات عثمانؓ اور علیؓ کے سمجھانے پر مطمئن ہو کر واپس چلا گیا تو دوسرے دن مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ تقریر کریں اور لوگوں کو مطلع کریں کہ اہل مصر چلے گئے ہیں کیونکہ انہیں اپنے خلیفہ کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی وہ جھوٹ تھی۔ آپ کا خطبہ دور دراز کے ملکوں میں پہنچ جائے گا اس سے پہلے کہ لوگ اپنے شہروں سے آپ کے پاس آئیں اور اس وقت اس قدر لوگ آ جائیں گے جنہیں آپ لوٹا نہیں سکیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے گھر سے نکل کر تقریر کرنے سے انکار کیا مگر مروان اصرار کرتے رہے تاآنکہ حضرت عثمانؓ نکل آئے اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: مصر کے ان لوگوں تک اپنے خلیفہ کے بارے میں کچھ باتیں پہنچی تھیں۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ جو اطلاع انہیں ملی ہے وہ جھوٹ ہے تو وہ اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے"۔ عمرو بن العاص نے مسجد کے ایک گوشے سے پکار کر کہا: اے عثمانؓ! آپ اللہ سے ڈریں اور توبہ کریں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں گے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: تم ابھی تک جلے پھپھولے پھوڑ رہے ہو؟ بخدا تم اپنے کام سے معزول ہونے کے بعد سے یہی حرکتیں کر رہے ہو"۔ دوسرے گوشے سے بھی یہی آواز آئی۔ "آپ اللہ سے توبہ کریں اور توبہ کا اظہار بھی کریں تاکہ لوگ (آپ کی مخالفت سے) باز آ جائیں۔" اس پر حضرت عثمانؓ نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا: اے اللہ! میں توبہ کرنے والوں میں سے پہلا شخص ہوں جو تیرے سامنے توبہ کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ عمرو بن العاص بھی روانہ ہو گئے اور فلسطین میں اپنے گھر میں رہنے لگے۔ وہ کہا کرتے تھے بخدا! جب میں کسی چرواہے سے بھی ملاقات کرتا تھا تو اسے بھی ان (حضرت عثمانؓ) کے برخلاف بھڑکاتا تھا[7]۔"

Marfat.com

لیکن جب حضرت عثمانؓ مصر' کوفہ' اور بصرہ کے باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور اہل مدینہ کے اصرار پر حضرت علیؑ خلیفہ بن گئے تو عمرو بن العاص یکایک حضرت عثمانؓ مرحوم کی مظلومیت کا علمبردار بن گیا۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے محمد بن عمرو بن العاص کے مشورے کے برعکس حضرت علیؑ کا ساتھ نہیں دیا تھا اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ حضرت علیؑ اسے اپنے خلافت کے کسی کام میں شریک کرنے والے نہیں ہیں۔ (اسے یقیناً یاد ہو گا کہ حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین خلیفہ کے انتخاب کے موقع پر اس نے حضرت علیؑ سے دھوکہ کیا تھا) چنانچہ حضرت علیؑ جب عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کو شکست دینے کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے اور شام میں معاویہ کے خلاف لشکر کشی کی تیاری کرنے لگے تو عمرو بن العاص نے معاویہ کی بیعت کر کے اس سے ایک تحریری عہد نامہ کر لیا۔ جس کا مضمون یہ تھا' "یہ وہ عہد نامہ ہے جو قتل عثمان بن عفانؓ کے بعد بیت المقدس میں معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن العاص کے درمیان ہوا ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کی امانت برداشت کی ہے۔ ہمارے درمیان اللہ اور اسلام کے امر میں باہم مدد کرنے' خلوص کرنے اور خیر خواہی کرنے پر اللہ کا عہد ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی کی طرح کسی کی مدد ترک نہ کرے گا اور نہ بغیر اس کے کوئی راہ اختیار کرے گا۔ ان امور میں جو ہمارے امکان میں ہوں گے۔ ہماری حیات تک نہ بیٹا ہمارے درمیان حائل ہو گا نہ باپ۔ جب مصر فتح ہو جائے گا تو عمرو اس کے ملک اور اس کی امارت پر ہوں گے جس پر امیرالمومنین (معاویہ) نے انہیں امیر بنایا ہے۔ ہمارے درمیان میں ان امور پر جو ہمیں پیش آئیں گے باہم خیرخواہی' مشورہ اور مدد رہے گی۔ لوگوں میں اور عام امور میں معاویہ عمرو بن العاص پر امیر ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امت کو متفق کر دے۔ پھر جب امت متفق ہو جائے گی تو دونوں اس کے عمدہ طریقے میں اس عمدہ شرط پر ان لوگوں میں بھی ہوں گے جو اللہ کے معاملے میں ان دونوں کے درمیان اس صحیفے میں ہے۔ (یعنی ساری امت کے متفق ہونے پر بھی عمرو بن العاص معاویہ کے ماتحت ہوں گے)" جب علیؑ کو اس عہد نامے کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ کھڑے ہوئے۔ اہل کوفہ کو خطبہ سنایا اور کہا: مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ عمرو بن العاص نے جو بدتر ابن بدتر ہیں معاویہ سے خون عثمان کے مطالبہ پر بیعت کر لی ہے اور انہوں نے اس پر لوگوں کو برانگیختہ کیا ہے۔ واللہ عمرو اور

Marfat.com

اس کی مدد خشک بازو ہے۔[8]"

عمرو بن العاص اور امیر معاویہ کے درمیان اس عہد نامے کے مطلب میں کوئی ابہام نہیں تھا۔ صاف بات یہ تھی کہ عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کو اپنا امیر یا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اس کی امارت یا خلافت کے استحکام کے لئے اس کی ہر ممکن اور ہر حالت میں بھرپور امداد کرنے کا یقین دلایا تھا۔ اس کی قیمت کے طور پر اس نے معاویہ سے وعدہ حاصل کیا تھا کہ اسے مصر کی ولایت پر بحال کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمانؓ نے جائز یا ناجائز طور پر اسے 35 ہجری میں اس عہدے سے معزول کر دیا تھا اور وہ اس وقت سے حضرت عثمانؓ کی معاندانہ مخالفت کرتا رہا تھا۔ وہ نہ صرف عثمانؓ کی معزولی کا خواہاں تھا بلکہ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ وہ اس مقصد کے لئے حضرت علیؓ' طلحہؓ اور زبیرؓ سے لے کر ہر چرواہے کو بھڑکاتا رہا تھا۔ لیکن اب وہ قتل عثمانؓ کے انتقام کا علمبردار اور حضرت علیؑ کے خون کا پیاسا تھا۔ معاویہ عربوں میں ایک نہایت تجربہ کار حکمران تھا۔ اسے حکمرانی کے سارے تقاضوں اور تدبیروں کا اچھی طرح علم تھا۔ اس نے روم اور عجم کے جاگیرداروں سے جاگیردارانہ سیاست سے سارے ہتھکنڈے سیکھ لئے ہوئے تھے اس لئے کسی کو سیاسی رشوت دینے کا وعدہ کر کے اس کی حمایت حاصل کرنے میں وہ کوئی عار نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی اس میں اسے کوئی غیر اسلامی بات نظر آتی تھی۔ وہ عمرو بن العاص سے متذکرہ سودا بازی کرنے سے تقریباً ایک سال قبل مصر میں حضرت علیؑ کے مقرر کردہ والی قیس بن سعد کو اسی حربے سے غیر جانبداری کی پوزیشن میں لے آیا تھا۔ اس نے قیس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ علیؑ کے مقابلے میں اس کا (معاویہ کا) ساتھ دے اور جب علیؑ کو مغلوب کر لیا گیا تو' "تجھے عراق' عرب اور عراق و فارس کا حاکم بنا دوں گا"۔ پھر اس نے حضرت علیؑ کے ایک سفیر زیاد بن حفصہ التمیمی کو خلوت میں یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ (زیاد) اسے اپنی اور اپنے قبیلہ کی امداد دے تو وہ (زیاد) جس شہر کی ولایت کو پسند کرے گا اسے دی جائے گی اور پھر جنگ صفین شروع ہوئی تو معاویہ نے عمرو بن العاص کو اپنا امیر جنگ بنایا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عمرو بن العاص عرب کا ارطبون ہے۔ اور جنگی و سیاسی حیلہ بازی کا ماہر ہے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق میدان جنگ میں عمرو بن العاص نے اپنی جنگی مہارت اور دلیری کے خوب مظاہرے کئے مگر اس کے باوجود جب اس کی فوج کے پاؤں اکھڑنے لگے تو اس نے

Marfat.com

قرآن پاک کو ثالث بنانے کا نعرہ بلند کر دیا۔ اس کا مقصد حضرت علیؑ کے لشکر میں پھوٹ ڈلوانا تھا اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ چنانچہ قدرتی طور پر مجوزہ دو نفری ثالثی ٹریبونل میں معاویہ کی جانب سے عمرو بن العاص کو اپنا نمائندہ مقرر کیا گیا۔ "اس پر احنف بن قیسؓ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے امیرالمومنین! آپ پر زمین سے پتھر اٹھا کر مار دیا گیا ہے اور اس شخص کے ذریعے جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی ہے۔ اسلام کی ناک کاٹ دی گئی ہے۔ میں اس شخص (عمرو بن العاص) کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں نے بھی اس کا آدھا حصہ بتایا ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی یہ حیثیت ہے کہ جیسے کند چھری اور یہ شخص گڑھے میں گرنے کے قریب ہے اور اس قوم میں کوئی شخص بھی اس کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس کے قریب جائے گا وہ ظاہر میں ایسا بن جائے گا جیسے ان لوگوں کی مٹھی میں بند ہے اور جب وہ ان سے دور ہو گا تو ایسا دور ہو گا جیسے لوگوں کو دور پرے کوئی تارہ نظر آتا ہو۔ اگر آپ مجھے حکم (ثالث) بنانا نہیں چاہتے تو مجھے حکم کا پشت پناہ بنا کر دوسرا یا تیسرا ساتھ والا کر دیجئے کیونکہ یہ شخص جو بھی گرہ لگانا چاہتا ہے میں اسے کھول دوں گا اور جب بھی وہ گرہ لگائے گا میں اس پر دوسری گرہ لگا دوں گا جس کے باعث میں فیصلہ کر سکوں۔" اس پر تمام لوگوں نے سوائے ابو موسیٰ کے کسی کو حکم (ثالث) تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور معاہدہ لکھنے پر زور دیا۔ احنف نے کہا اگر تمہیں میری بات قبول نہیں تو تم ان لوگوں کو اپنی پشت دکھا دو۔ (یعنی شکست قبول کر لو)[9]۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب شعبان 37 ہجری میں دومتہ الجندل میں ثالثی کے لئے عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ الشعری کی گفت و شنید ہوئی تو حضرت علیؑ کا نمائندہ ابو موسیٰ الشعری، ابن عباسؓ کے انتباہ کے باوجود فریب کھا گیا اور شیعان علیؑ کو سفارتی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس نام نہاد ثالثی سے امت مسلمہ میں اتفاق و اتحاد تو نہ ہوا البتہ انتشار و افتراق کی خلیج اور وسیع ہو گئی۔ مملکت اسلامیہ دو خلیفوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک خلیفہ حضرت علیؑ تھے جن کا صدر مقام کوفہ میں تھا اور دوسرا خلیفہ امیر معاویہ تھا جس کا صدر مقام دمشق تھا اور یہ دونوں مساجد میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے۔

Marfat.com

باب: 16

قبائلی سادگی کی پسپائی۔ ملوکیت کا عروج اور شہادت علیؓ

شعبان 38 ہجری کے ثالثی فیصلے کے بعد دمشق میں امیر معاویہ کے اقتدار کو تو استحکام نصیب ہو گیا لیکن کوفہ میں حضرت علیؑ کی خلافت ڈانواں ڈول رہی۔ بنو بکر اور بنو تمیم کے جن لوگوں نے ثالثوں کے تقرر کے مسئلہ پر اختلاف کی بنا پر حضرت علیؑ سے علیحدگی اختیار کی تھی ان کا نعرہ تھا کہ "اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں"۔ یہ لوگ کوفہ میں یہ نعرہ لگا کر ہر جگہ انتشار پھیلاتے تھے۔ ایک روز حضرت علیؑ خطبہ دینے کے لئے نکلے۔ ابھی وہ خطبہ دے رہے تھے کہ مسجد کے مختلف گوشوں سے خارجیوں نے "لا حکم الا اللہ" کا نعرہ لگایا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر یہ حق کلمہ ہے لیکن اس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے۔ اگر یہ خاموش رہیں تو ہم بھی ان سے درگزر کریں گے اگر یہ کچھ بولیں گے تو ہم بھی ان سے بحث کریں گے۔ اور اگر یہ ہم سے بغاوت کریں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ اس کے بعد خارجیوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو امارت پیش کی۔ اس نے کہا ہاں میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خدا کی قسم یہ امارت دنیا کی خاطر قبول نہیں کر رہا ہوں اور نہ موت سے گھبرا کر کے اسے چھوڑوں گا۔ الغرض دس شوال (یعنی ثالثی کے ڈھونگ کے تقریباً دو ماہ بعد) کو ان لوگوں نے راسبی سے بیعت کر لی۔ گویا اب مملکت اسلامیہ میں تین خلیفہ ہو گئے تھے۔ خارجیوں کے امیر عبداللہ الراسبی کا لقب ذوالثفنات تھا' اس کے معنی ہیں گھٹنوں والا اور یہ لقب اس کا اس لئے تھا کہ طول طویل سجدے کرنے سے اس کے گھٹنے سیاہ پڑ گئے تھے۔ وہ مذہبی عقائد میں انتہا پسند تھے اور عمل کو بھی

Marfat.com

ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک ہر گناہ سے انسان کافر ہو جاتا تھا۔ تاہم حضرت علیؓ نے خارجیوں کی مذہب کے نام پر اس قسم کی فتنہ انگیزیوں کے باوجود معاویہ کے خلاف جنگ کی تیاری کی اور اس مقصد کے لئے اڑسٹھ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جس میں آٹھ ہزار غلام اور موالی بھی تھے۔ لیکن خارجیوں کی باغیانہ سرگرمیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن خبابؓ کو نہروان کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ ان کی لونڈی کا پیٹ چاک کیا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا اسے نکال پھینکا۔ اس پر شیعان علیؓ کی یہ رائے ہوئی کہ شامیوں سے جنگ سے پہلے خارجی فتنہ کا انسداد کر لینا چاہئے۔ پھر جب خارجیوں نے حضرت علیؓ کے ایک نمائندہ حارث بن مرۃ العبدی کو بھی قتل کر دیا تو ان کے مقابلے پر اتفاق رائے ہو گیا اور کوچ کا اعلان ہو گیا۔ نہروان کے کنارے حروراء کے مقام پر خارجیوں سے مقابلہ ہوا جس میں حضرت علیؓ کو فتح نصیب ہوئی۔ خارجیوں کا بہت جانی نقصان ہوا اور ان کا امیر عبداللہ بن وہب الراسبی بھی قتل ہوا۔ یہ واقعہ 38 ہجری کے وسط کا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے شیعوں کو شامیوں کے خلاف جنگ کی ترغیب دی۔ مگر راوی کہتا ہے کہ "ایک شخص بھی نہ تو جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور نہ اس نے کوئی تیاری کی۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ ان کی جانب سے مایوس ہو گئے۔ مجبوراً حضرت علیؓ نے ان کے رؤسا اور سرداروں کو جمع کیا اور ان سے ان کی رائے معلوم کی۔ ان میں سے کچھ تو جواب سے گریز کر رہے تھے کچھ صاف طور پر منکر تھے۔ کچھ زبردستی حضرت علیؓ کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور ایسے شاذ و نادر ہی لوگ تھے جو حضرت علیؓ کے ساتھ خوشی سے جنگ پر جانے کے لئے آمادہ ہوں!"

جب حضرت علیؓ کوفہ میں اپنے شیعوں کے داخلی انتشار کو ختم کرنے کی کوشش میں مصروف تھے تو انہیں مصر سے یہ اطلاع ملی کہ وہاں ان کا مقرر کردہ والی محمد بن ابوبکرؓ عمرو بن العاص کے ہاتھوں شکست کھا کر قتل ہو گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابوبکرؓ کو قیس بن سعد کی جگہ مصر کا والی مقرر کیا تھا کیونکہ قیس نے 37 ہجری میں معاویہ سے جو خط و کتابت کی تھی اس کی بناء پر اس کی وفاداری کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ کی عمرو بن العاص کے ہاتھوں شکست کا پس منظر یہ تھا کہ جب محمد بن ابوبکرؓ حضرت علیؓ کی جانب سے مصر پہنچا تھا تو اس نے مصریوں کو خربتا کے باشندوں سے جنگ کے لئے

Marfat.com

روانہ کیا تھا۔ خربتا تقریباً دس ہزار عرب لشکریوں کا ایک گاؤں تھا اور ان لشکریوں نے قیس بن سعد کے زمانے میں حضرت علیؑ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ مصریوں نے ان سے جنگ کی لیکن محمد بن ابوبکرؓ کو شکست ہوئی۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے مصر پر شامی لشکر بھیج دیا جس نے مصر فتح کر لیا اور محمد بن ابوبکرؓ کو قتل کر دیا۔ ابن خلدون معاویہ کے مصر پر قبضہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جب دومتہ الجندل میں حکمین نے فیصلہ کر دیا۔ اہل عراق امیرالمومنین حضرت علیؑ کے مخالف ہو گئے اور اہل شام نے خلافت معاویہ کی بیعت کر لی تو معاویہ نے مصر کو اس کی زرخیزی اور سرسبزی کی وجہ سے اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرنے کا قصد کیا۔ اس نے پہلے سرکردہ حواریوں سے مشورہ کیا۔ مصر میں مقیم ہوا خواہان عثمان بن عفانؓ سے خط و کتابت کی اور پھر عمرو بن العاص کی سرکردگی میں چھ ہزار فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ محمد بن ابوبکرؓ کی فوج کی تعداد صرف دو ہزار تھی۔ سواران شام نے محمد بن ابوبکرؓ کے سپہ سالار کنانہ بن بشر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ کنانہ گھبرا کر پیادہ پا ہو کر لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے کام آ گیا۔ یہ خبر محمد بن ابوبکرؓ تک پہنچی تو اس نے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی۔ لیکن ابن خدیج نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر فسطاط لائے۔ عبدالرحمان بن ابوبکرؓ نے اپنے بھائی کی سفارش کی لیکن عمرو بن العاص نے سماعت نہ کی۔ محمد بن ابوبکرؓ نے پانی مانگا۔ ابن حذیفہؓ نے اس بدلے میں کہ امیرالمومنین عثمانؓ کو محمدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے پانی نہیں دیا تھا ان کو بھی پانی نہ دیا۔ اور ایک مردار گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔[2]"

راوی کہتا ہے کہ "جب محمد بن ابوبکرؓ کے خلاف خربتا اور مصر کے دوسرے علاقوں کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی تو حضرت علیؑ نے مالک بن الحارث یعنی اشتر کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ امیر معاویہ کے جاسوسوں نے انہیں جا کر اس کی اطلاع دی کہ علیؑ نے مصر کی حکومت اشتر کو دی ہے۔ امیر معاویہ چونکہ مصر پر نگاہیں لگائے ہوئے تھے اس لئے انہیں اشتر کی امارت بہت شاق گزری۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اشتر مصر پہنچ گیا تو وہ محمد بن ابوبکرؓ سے زیادہ سخت ثابت ہو گا۔ امیر معاویہ نے ذمیوں میں سے ایک افسر خراج کو کہلوا کر بھیجا کہ اشتر کو مصر کی حکومت سونپی گئی ہے اگر تو اس کا کام تمام کر دے تو تو جب تک زندہ رہے گا میں تجھ سے خراج نہ لوں گا۔ جہاں تک ممکن ہو تو اسے کسی حیلہ سے ختم کر دے۔ یہ

Marfat.com

سن کر یہ افسر خراج، بحیرہ قلزم پر آیا اور وہاں قیام کیا۔ ادھر اشتر عراق سے مصر کی جانب چلا جب بحیرہ قلزم پر پہنچا تو اس افسر خراج نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے پاس ٹھہرایا، اسے کھانا کھلایا اور پھر وہ ایک شہد کا گلاس لے کر آیا جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا۔ اشتر نے گلاس لے کر پیا اور پیتے ہی جان دے دی ۔ ۔ ۔ ۔ راوی مزید کہتا ہے کہ جب عائشہؓ کو اپنے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کے قتل کی خبر ملی تو انہیں اس کا بہت افسوس ہوا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عائشہؓ ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو کے لئے بددعا کرتیں۔ محمدؓ کے قتل کے بعد عائشہؓ نے ان کی اولاد کو اپنے پاس رکھا، اس طرح قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ نے ان کے پاس پرورش پائی۔ وہ تمام تابعین میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے ۔ ۔ ۔ ۔ جب دمشق میں محمد بن ابوبکرؓ کے قتل کی خبر پہنچی تو منبر پر اس کا اعلان کیا گیا۔ فزاری نے حضرت علیؑ سے بیان کیا، اے امیرالمومنین میں نے کسی قوم کو آج تک اتنا خوش نہیں دیکھا جتنی محمدؓ کے قتل سے شامیوں کو خوشی حاصل ہوئی تھی۔ وہ خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اس کے قتل کا اتنا ہی غم ہے جتنی شامیوں کو اس کے قتل سے خوشی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔ حضرت علیؑ کی رائے یہ تھی کہ مصر کو فاجروں اور ظالموں نے چھین لیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جب مصر میں محمد بن ابوبکرؓ کو قتل کیا جا چکا تو عبداللہ بن عباسؓ بصرہ چھوڑ کر حضرت علیؑ کے پاس کوفہ تشریف لے گئے اور اپنی جگہ زیاد بن حفصہ کو قائمقام بنا دیا۔ ان کے جانے کے بعد امیر معاویہ کے جانب سے ابن الحضرمی بصرہ آیا اور اس نے بنو تمیم میں آ کر قیام کیا۔ اس نے وہاں عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا اور جنگ کی دعوت دی۔ قبیلہ تمیم اور بصرہ کے اکثر باشندوں نے اس کی بیعت کر لی۔ حضرت علیؑ نے جاریہ بن قدامتہ السعدی کی زیر سرکردگی ایک فوجی دستہ زیاد کی امداد کے لئے بھیجا۔ اس دستہ نے جنگ کی۔ ابن الحضرمی نے شکست کھا کر ایک گھر میں پناہ لی۔ جاریہ نے گھر کو آگ لگا کر ابن الحضرمی اور اس کے سارے ساتھیوں کو جلا دیا۔[۳]

جب سن 39 ہجری میں بصرہ میں ابن الحضرمی کا یہ واقعہ ہوا تھا امیرالمومنین حضرت علیؑ کے خلاف چاروں طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ "شعبی کا بیان ہے کہ خارجیوں کے ساتھ نہروان کی لڑائی کے بعد ایک بہت بڑی جماعت حضرت علیؑ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی اور گرد و نواح میں ہر جانب بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ بنو ناجیہ بھی مخالف بن گئے۔ اہل

Marfat.com

اہواز نے بھی بغاوت کر دی اور ذمیوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ فارسیوں نے فارس سے سہل بن حنیف کو جو وہاں کے عامل تھے نکال باہر کیا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے یہ رائے پیش کی کہ آپ فارس زیاد کو بھیج دیجئے وہ وہاں کے لئے کافی ہے۔ حضرت علیؑ نے ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ تم زیاد کو فارس روانہ کر دو۔ ابن عباسؓ کوفہ سے بصرہ تشریف لائے اور زیاد کو ایک بڑا لشکر دے کر فارس روانہ کیا۔ زیاد نے اہل فارس کو خوب روندا حتیٰ کہ انہوں نے خراج ادا کیا۔ ۔ ۔ ۔ اہواز میں معقل بن قیس نے بنو ناجیہ کے باغیوں کی سرکوبی کی۔ ان کا لیڈر خریت بن راشد شکست کھا کر ساحل سمندر کی طرف بھاگ گیا وہاں اس کی قوم کے بہت سے لوگ رہتے تھے۔ وہ ان کے پاس پہنچ کر مقیم ہو گیا اور انہیں حضرت علیؑ کے خلاف ابھارتا رہا۔ وہ انہیں حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑنے پر اکساتا رہا اور انہیں یہ سمجھاتا کہ اصل ہدایت یہ ہے کہ علیؑ سے جنگ کی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے بہت سے لوگ اس کے پیروکار ہو گئے۔ ان پر دو سال کی زکواۃ واجب تھی۔ معقل کوفیوں اور بصریوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلے پر چلے اور فارس کے علاقہ میں سے گزرتے ہوئے سمندر کے ساحل کے قریب پہنچے۔ جب خریت بن راشد کو اس لشکر کشی کا علم ہوا تو اس نے اپنے ان تمام ساتھیوں کو جمع کیا جو خارجی عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کی حمایت حاصل کرنے کے بعد اس نے ہواخان عثمانؓ کو جمع کیا اور مظلوم عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں ان کی رائے سے اتفاق کر کے ان کو راضی کیا۔ پھر اس نے زکواۃ نہ دینے والوں سے کہا: اپنے صدقات کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کرو اور تم پسند کرو تو اپنے فقراء میں خرچ کرو۔ ان لوگوں میں بہت سے عیسائی تھے جو اسلام لا چکے تھے لیکن جب انہوں نے مسلمانوں میں یہ اختلافی صورت دیکھی تو کہنے لگے کہ اس سے بہتر تو وہ دین تھا جس کو ہم نے چھوڑا تھا۔ اور جس دین پر یہ لوگ ہیں اس سے زیادہ ہدایت تو ہمارے دین میں پائی جاتی تھی۔ یہ کیسا دین ہے جو آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی انہیں نہیں روکتا۔ اس دین میں نہ تو راہیں محفوظ ہیں اور نہ یہ دین ایک دوسرے کا مال چھیننے سے روکتا ہے۔ اس بات پر ان لوگوں نے دوبارہ دین عیسوی اختیار کر لیا۔ خریت نے ان مرتدین کو بھی یہ کہہ کر اپنے ساتھ ملا لیا کہ علیؑ تمہیں ارتداد کی سزا کے طور پر قتل کر دے گا۔ تاہم معقل نے خریت کے سارے حامیوں

Marfat.com

پر غلبہ پالیا اور مرتدین کو قتل کر دیا کیونکہ انہوں نے دوبارہ اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے پہلے دین سے افضل کوئی دین نہیں۔ اس جنگ میں خریت قتل ہوا اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔[۴]

اسی سال یعنی 39 ہجری میں "امیر معاویہ نے نعمان ابن بشیر کو دو ہزار لشکر دے کر عین التمر کی جانب بھیجا۔ یہاں حضرت علیؑ کی جانب سے مالک بن کعب امیر تھے اور ان کے ساتھ ایک ہزار کا لشکر تھا۔ یہاں حضرت علیؑ کا اسلحہ خانہ تھا۔ مالک ابن کعبؓ نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی کہ تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ اس پر اس کے سب ساتھی اسے چھوڑ کر کوفہ بھاگ گئے اور اس کے ساتھ صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ مالکؓ نے یہ تمام حالات حضرت علیؑ کو لکھ کر روانہ کئے۔ حضرت علیؑ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں جنگ پر جانے کا حکم دیا۔ لیکن ان حامیان علیؑ میں سے ایک شخص بھی جنگ پر جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت علیؑ کا کہنا یہ تھا کہ "افسوس میں تم سے کیا کیا امیدیں باندھے بیٹھا تھا لیکن تم ایسے اندھے نکلے جنہیں نظر تک نہیں آتا۔ تم ایسے گونگے ہو جن کے پاس قوت گویائی تک نہیں۔ تم ایسے بہرے ہو جو کوئی بات سن نہیں سکتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۔۔۔ تاہم مالک بن کعبؓ نے نعمانؓ کے لشکر کا بے جگری سے مقابلہ کیا۔ جب مالک کو مخنف بن سلیم کی پچاس سواروں کی امداد ملی تو شامی لشکری پیچھے ہٹ گئے اور وہ جدھر سے آئے ادھر ہی واپس ہو گئے ۔۔۔۔ امیر معاویہ نے سفیان ابن عوف کو چھ ہزار لشکر دے کر حکم دیا کہ اولاً ہیت پر حملہ کر کے اسے اپنے مقبوضات میں شامل کر لو اور وہاں جو کچھ سامان ملے لوٹ لو۔ پھر آگے بڑھ کر انبار اور مدائن پر قبضہ کر لو۔ سفیان بن عوف لشکر سے آگے بڑھا اور ہیت پہنچا۔ اسے وہاں ایک شخص بھی نظر نہ آیا۔ وہاں سے تمام حامیان علیؑ اس کے خوف سے فرار ہو چکے تھے۔ اس نے ہیت پر قبضہ کیا اور انبار کی جانب بڑھا۔ یہاں حضرت علیؑ کا اسلحہ تھا۔ اور اس کی حفاظت کے لئے پانچ سو آدمی معین تھے لیکن حملہ ہوتے ہی ان میں سے چار سو آدمی فرار ہو گئے۔ صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ انہوں نے سفیان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر اپنی قلت کے باعث شکست کھائی۔ اسلحہ خانہ کا امیر قتل ہو گیا۔ سفیان نے انبار کے اسلحہ خانہ پر قبضہ کیا اور لوگوں کے مال بھی اپنے قبضے میں لے کر امیر معاویہ کے پاس واپس لوٹ گیا ۔۔۔۔ ان ہی دنوں امیر معاویہ کے سترہ سو لشکریوں

Marfat.com

نے تیما پر حملہ کیا۔ اس لشکر کے امیر عبداللہ بن مسعدہ الفزاری کو حکم دیا تھا کہ جن جن دیہات سے گزر ہو وہاں کے دیہات سے زکواۃ وصول کرو اور جو زکواۃ دینے سے انکار کرے اسے قتل کر دو۔ پھر مکہ و مدینہ اور حجاز پہنچ کر وہاں بھی زکواۃ وصول کرو اور جو شخص زکواۃ نہ دے اسے قتل کر دو۔ عبداللہ فزاری کے پاس اس لشکر کے علاوہ اس کی قوم کے لاتعداد لوگ بھی جمع ہو گئے۔ تاہم تیما میں حضرت علیؑ کے لشکر نے فزاری کو شکست دے دی اور وہ قلعہ بند ہو گیا۔ مگر بعد میں علیؑ کے سپہ سالار مسیب کی غداری کی وجہ سے عبداللہ اور اس کا شامی لشکر قلعہ سے نکل کر فرار ہو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ امیر معاویہ نے ضحاک بن قیس کو واقصہ کے نشیبی علاقے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تو اس کے ساتھ تین ہزار کا لشکر تھا۔ وہ جدھر سے گزرا اس نے لوگوں کا مال چھین لیا اور جو اعراب علیؑ کے حامی تھے انہیں قتل کر دیا۔ لیکن جب وہ تدمر کے مقام پر پہنچا تو اسے علیؑ کے سپہ سالار حجر بن عدی نے شکست دی اور ضحاک اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔[5]"

"امیر معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو تین ہزار لشکر دے کر حجاز پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جب یہ لشکر شام سے نکلا اور مدینہ پہنچا۔ حضرت علیؑ کی جانب سے اس وقت مدینہ کے گورنر حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے۔ ابو ایوب ڈر کر بھاگ گئے اور کوفہ حضرت علی کے پاس پہنچے۔ بسر بن ابی رطاۃ لشکر لئے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص نے بھی اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ وہ منبر پر چڑھ کر چلا چلا کر بولا' میرا امام کہاں ہے' میرا امام کہاں گیا۔ جس سے تم نے کل عہد کیا تھا۔ وہ کہاں ہے۔ یعنی عثمانؓ۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے اہل مدینہ اگر معاویہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں مدینہ کے ایک ایک بالغ کو قتل کرواتا۔ پھر اس نے اہل مدینہ سے بیعت لی ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد بسر نے یمن کا رخ کیا۔ اس وقت یمن پر حضرت علیؑ کی جانب سے عبیداللہ بن عباسؓ تھے۔ جب انہیں بسر کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ کر کوفہ حضرت علیؑ کے پاس چلے آئے اور اپنی جگہ یمن پر عبداللہ بن عبدالمدان الحارثیؓ کو اپنا جانشین کر آئے۔ بسر نے یمن پہنچ کر عبداللہ بن عبدالمدان اور اس کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ راہ میں بسر کو عبیداللہ بن عباسؓ کے گھر والے ملے جن میں عبیداللہ کے دو بچے بھی تھے۔ اس نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے یہ دونوں بچے بنو کنانہ کے ایک شخص کے پاس سے ملے۔

Marfat.com

جب اس نے ان دونوں، کو قتل کرنا چاہا تو کنانی نے کہا ان بچوں کا کیا قصور ہے۔ جو ان دونوں کو تو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اگر تو انہیں واقعتاً" قتل کرنے پر آمادہ ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ بسر نے جواب دیا ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ اس نے پہلے کنانی کو قتل کیا۔ پھر ان بچوں کو قتل کیا اور اس کے بعد شام کی جانب لوٹ گیا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کنانی نے مقابلہ کیا حتیٰ کہ لڑتا لڑتا مارا گیا اور یہ دو بچے جو بسر نے قتل کئے تھے ان میں سے ایک کا نام عبدالرحمان اور دوسرے کا قثم تھا۔ بسر نے یمن میں شیعان علیؓ میں سے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا۔ حضرت علیؓ کو جب بسر کے حملے کی اطلاع ملی تو انہوں نے جاریہ ابن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار لشکر دے کر روانہ کیا۔ جاریہ اپنا لشکر لے کر نجران پہنچا۔ اور پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیا اور حضرت عثمانؓ کے حامیوں میں سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر قتل کیا۔ بسر اور اس کے ساتھی شام بھاگ گئے۔ جاریہ اس کی تلاش میں چلا اور یمن سے مکہ پہنچا اور انہیں حکم دیا کہ ہماری بیعت کرو۔ اہل مکہ نے جواب دیا امیرالمومنین تو ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب ہم کس کی بیعت کریں اس نے جواب دیا جس کی شیعان علیؓ بیعت کریں اس کی تم نامعلوم بیعت کر لو۔ یہ بات اہل مکہ کو بہت گراں گزری۔ لیکن مجبوراً انہوں نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد جاریہ مدینہ کی جانب بڑھا۔ وہاں لوگوں کو حضرت ابوہریرہؓ نماز پڑھاتے تھے۔ ابوہریرہؓ جاریہ کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ جب جاریہ کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا: خدا کی قسم اگر میں اس بلی والے کو پا لیتا تو اس کی گردن اتار لیتا۔ پھر جاریہ نے اہل مدینہ سے کہا کہ حسنؓ ابن علیؓ کی بیعت کرو۔ اہل مدینہ نے حضرت حسنؓ کی بیعت کی۔ جاریہ اس روز مدینہ میں مقیم رہا۔ پھر کوفہ لوٹا۔ جب یہ چلا گیا تو ابوہریرہؓ مدینہ واپس آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسی سال حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان جنگ بندی کا فیصلہ ہوا۔ باہمی طویل خط و کتابت رہی۔ یہ فیصلہ قرار پایا کہ باہم جنگ بند کر دی جائے۔ عراق علیؓ کی حکومت میں شمار ہو گا اور شام معاویہ کی حکومت میں اور دونوں فریق ایک دوسرے کے علاقے پر نہ لشکر کشی کریں گے اور نہ کسی قسم کی غارت گری مچائیں گے۔ یہ تجویز امیر معاویہ نے پیش کی اور حضرت علیؓ اس پر راضی ہو گئے[۶]" یہ واقعہ 40ھ کے اوائل کا ہے۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان یہ جنگ بندی تو ہو گئی لیکن تقریباً دو سال کی

Marfat.com

خرابی بسیار کے بعد۔ جنگ صفین کے بعد دو سال کی خانہ جنگی میں مسلمانوں کی خون ریزی ہوئی۔ اس عرصے میں حضرت علیؓ، امیر معاویہ اور عبداللہ بن وہب الراسبی ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے رہے۔ ایک دوسرے کو کافر، فاسق اور فاجر کہتے رہے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے محمد بن ابوبکرؓ کو گدھے کی کھال میں لپیٹ کر زندہ جلایا گیا۔ رسول اللہؐ کے ممتاز صحابی عبداللہ بن خبابؓ کو قتل کیا گیا اور ان کی لونڈی کا پیٹ چاک کر کے اس کے پیٹ میں جو بچہ تھا اسے پھینکا گیا۔ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمیؓ کو زندہ جلا دیا گیا۔ عبیداللہ بن عباسؓ کے دو معصوم بچوں کو قتل کیا گیا۔ نجران کا شہر جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ مدینہ میں سے پہلے حضرت ابو ایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اور پھر ابو ہریرہؓ جیسے واجب الاحترام صحابی کو اپنی جانیں بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا۔ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہوا۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے اور ملت اسلامیہ میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ لیکن ان کی ساری کارروائیوں کے نتیجہ میں مسلمانوں میں انتشار و افتراق بڑھتا ہی چلا گیا۔ شعبان 37 ہجری میں دومتہ الجندل کے فیصلے کا مقصد تو بظاہر یہ تھا کہ ملت اسلامیہ میں اتحاد ہو اور مسلمان ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں مگر اس کا نتیجہ بالکل الٹ نکلا۔ جب 40 ہجری کے اوائل میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان جنگ بندی ہوئی اس وقت مملکت اسلامیہ دو حصوں میں منقسم تھی۔ ایک حصہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے زیر اقتدار تھا اور دوسرا حصہ امیر معاویہ کے زیر نگیں تھا اور وہ بھی اپنے آپ کو امیرالمومنین کہلواتا تھا۔ مسلمان عوام کم از کم تین بڑے فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک فرقہ شیعان علیؓ تھا دوسرا فرقہ حامیان عثمانؓ یا حامیان معاویہ کا تھا اور تیسرا فرقہ خارجیوں کا تھا۔ ان تینوں فرقوں کے لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے تھے۔ مسلمانوں کی اس خانہ جنگی اور فرقہ بندی سے اسلام کے وقار کو اس قدر نقصان پہنچا تھا کہ اہواز کے عیسائی لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے وہ پھر یہ کہہ کر عیسائی ہو گئے تھے کہ دین اسلام خانہ جنگی اور فرقہ بندی کو نہیں روکتا اس لئے اس سے ہمارا پہلا دین مسیحیت اچھا ہے۔ مسلمانوں میں اس خانہ جنگی اور فرقہ بندی کی ذمہ واری محض عبداللہ بن سبا، معاویہ بن سفیان، عمرو بن العاص، عبداللہ بن وہب، مالک الاشترؒ یا بعض دوسرے چند افراد پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ اس خانہ جنگی اور فرقہ بندی میں صحابہ کبارؓ کے علاوہ ہر درجہ کے مسلمان شامل تھے۔ ان میں

Marfat.com

اعرابی اور عجمی بھی تھے اور اشراف و امراء بھی تھے۔ ان میں ان پڑھ جاہل بھی تھے اور عالم فاضل بھی تھے۔ یہ سب کے سب پاگل نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے یہ رویہ مسلمانوں کے معاشرے میں ٹھوس سیاسی، معاشرتی، معاشی، نسلی، قبائلی اور طبقاتی تضادات کی بنا پر اختیار کیا تھا اور تاریخ اسلام کے کسی بھی سنجیدہ طالب علم کے لئے یہ تضادات غیر متوقع اور تعجب انگیز نہیں تھے۔ ملت واحدہ کا تصور ایک تجریدی تصور تھا جس پر رسول اللہؐ کی وفات کے بعد زیادہ دیر تک عمل ہونا ممکن نہیں تھا۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس جنگ بندی کے بعد عبداللہ بن عباسؓ امیرالمومنین حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئے اور یہ علیحدہ ہو کر مکہ چلے گئے۔ یہ ناگوار واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ ایک شخص ابوالاسود دوئلی نے تحریری طور پر الزام عائد کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے والی کی حیثیت سے مسلمانوں کی امانت میں خیانت کی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کی انکوائری کی تو عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کی ولایت چھوڑ دی اور اپنا مال و اسباب لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں قبیلہ بنو تمیم کے بعض لوگوں نے انہیں روکا اور دو دو چار چار ہاتھ بھی چلے لیکن احنفؓ نے درمیان میں پڑ کر لڑائی بند کرا دی۔ اس جھڑپ میں کوئی شخص قتل نہ ہوا لیکن بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ عبداللہ بن عباسؓ کا یہ واقعہ سن 40 ہجری کے کونسے مہینے میں ہوا اس کے بارے میں سارے مورخین خاموش ہیں۔

اسی سال یعنی سن 40 ہجری میں ہی 17 یا 18 رمضان المبارک کو امیرالمومنین حضرت علیؓ شہید کئے گئے۔ ان کے شہید کئے جانے کا سبب یہ ہوا کہ "جنگ نہروان کے بقیتہ السیف خوارج عبداللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی سعدی حجاز میں ایک مقام پر اکٹھا ہو کر خلفاء اور امراء اسلام کے معائب بیان کرنے لگے۔ نہروان کے مقتولوں پر افسوس ظاہر کیا بہت دیر تک خاموش اور مغموم بیٹھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے مہر سکوت توڑ کر کہا: کاش ہم لوگ اپنی جانوں پر کھیل کر آئمتہ الضلال (سرداران گمراہی) کو مار ڈالتے تو بہت اچھا ہوتا۔ مسلمان ان کے ظلم کے ہاتھوں نجات پا جاتے۔ ابن ملجم، جو مصر کا رہنے والا تھا، بولا، میں علیؓ کے لئے کافی ہوں۔' برک نے کہا میں معاویہ کا کام تمام کر دوں گا۔' عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے بعد

Marfat.com

سب نے یہ عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص "آمتہ الضلال" کو نہ مارے واپس نہ آئے یا وہیں مرجائے اور یہ کام 17 تاریخ رمضان المبارک کو نماز فجر کے وقت انجام دیا جائے۔ چنانچہ اس اقرار و عہد کے مطابق ابن ملجم کوفہ آیا۔ اپنے دوستوں سے ملا۔ لیکن اپنے راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔ پھر شبیب بن شجرہ اشجعی کے پاس گیا۔ اپنے قصد سے واقف کیا۔ اعانت کی درخواست کی۔ شبیب نے کہا: تیری ماں مرجائے۔ تو کیسے ان کو شہید کرنے پر قادر ہو گا۔ ابن ملجم نے جواب دیا۔ نماز فجر کے قبل مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جس وقت وہ (حضرت علیؑ) مسجد میں آئیں گے میں فوراً حملہ کر دوں گا۔ پس اگر میں نے ان کو مار ڈالا اور بچ کر نکل گیا تو فبہا ورنہ شہادت نصیب ہو گی۔ لوگ ان کے ظلم کے ہاتھ سے نجات پا جائیں گے۔ شبیب نے کہا' تف ہو تجھ پر! تو ایسے شخص کو مارنے آیا ہے جو سابق اسلام اور سب لوگوں سے افضل ہے۔ ابن ملجم نے جواب دیا' کیا خوب! کیا انہوں نے جنگ نہروان میں نیک بندوں کو قتل نہیں کیا؟ شبیب نے کہا ہاں' پھر ابن ملجم نے کہا ہم اس کو ان ہی مقتولوں کے عوض قتل کیا چاہتے ہیں۔ شبیب ان فقروں میں آگیا اور اس کا ہم آہنگ بن گیا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ابن ملجم کی نظر ایک حسین عورت پر پڑی جو قبیلہ تمیم کی تھی۔ جس کے باپ بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ نکاح کا پیام دیا۔ عورت نے اس شرط سے منظور کیا کہ ایک غلام اور ایک لونڈی مہر میں دو اور علیؑ کو قتل کر ڈالو۔ ابن ملجم نے کہا "علیؑ" کا قتل کرنا تو کچھ مشکل نہیں البتہ پہلی دو شرطوں پر مجھے کلام ہے اور وہ شاید مجھ سے ادا نہ ہو سکیں۔ عورت نے کہا بہتر' تم اسی پچھلی شرط کو پورا کرو۔ اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو کافی ہے اور میں تمہارے ساتھ ایسے شخص کو مقرر کرتی ہوں جو تمہاری مدد کرے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے قبیلہ سے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کے ہمراہ متعین کیا۔ جب وہ شب آئی جس میں ابن ملجم نے اپنے ہمراہیوں سے امیرالمومنین حضرت علیؑ کو شہید کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ رات جمعے کی تھی تو ابن ملجم مع شبیب اور وردان مسجد میں آیا۔ دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھا جس طرف سے امیرالمومنین علیؑ مسجد میں آتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت علیؑ تشریف لائے شبیب نے لپک کر تلوار چلائی۔ آپ آگے بڑھ گئے تھے۔ دروازے پر پڑی۔ ابن ملجم نے بڑھ کر پیشانی پر تلوار کا وار کیا۔ اس

Marfat.com

واردات کے بعد شبیب تو بھاگ گیا لیکن لوگوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر لیا۔ حضرت علیؓ کو زخمی حالت میں گھر لایا گیا اور دریافت کیا گیا کہ اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کیا حسنؓ کی بیعت کریں گے؟ ارشاد کیا نہ میں یہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس کو منع کرتا ہوں۔ تم خود سمجھدار ہو۔ پھر آپ نے اپنے بیٹوں حسن و حسینؓ اور محمد بن الحنفیہؒ کو نیکی کی ہدایات کیں اور پھر کلمہ پڑھ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت حسنؓ بن علیؓ نے ایک ہی وار میں ابن ملجم کا کام تمام کر دیا۔ پھر اسی روز حضرت علیؓ کے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں غسل دیا۔ تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جس میں قمیض نہ تھی۔ حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ انسٹھ سال کی عمر میں قتل کئے گئے۔ حضرت حسنؓ فرمایا کرتے تھے میرے والد اٹھاون سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ بعض روایات کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔ جعفر صادقؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کئے گئے اور یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ آپ کے قاتل ابن ملجم کا دوسرا ساتھی برک بن عبداللہ تھا جو معاویہ کو قتل کرنے کا بیڑہ اٹھا کر شام گیا تھا اس نے اسی شب کو فجر کے وقت معاویہ پر حملہ کیا لیکن اتفاق سے زخم کاری نہ پڑا۔ زیریں جسم پر معمولی سا زخم آیا۔ پلٹ کر برک کو گرفتار کر لیا۔ برک نے خوفزدہ ہو کر کہا میں تم کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں اگر تم اس کے عوض مجھ کو کچھ فائدہ پہنچاؤ۔ (مطلب یہ تھا کہ رہا کر دو) اور وہ یہ ہے کہ آج ہی شب کو میرے ایک بھائی نے علیؓ کو مار ڈالا۔ معاویہ نے متعجب ہو کر کہا شاید وہ اس امر پر قادر نہ ہوا ہو گا۔ برک نے جواب دیا' یہ غیر ممکن ہے۔ علیؓ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں رہتا۔ اس سلسلہ کلام کے تمام ہوتے ہی معاویہ کے حکم سے برک قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد معاویہ نے دربان رکھے۔ باڈی گارڈ مقرر کیا۔ پولیس کا پہرہ نماز کی حالت میں رہنے لگا۔ ابن ملجم کا تیسرا ساتھی عمرو بن بکر تھا۔ اسی شب میں یہ بھی عمرو بن العاص کو قتل کرنے کو چھپ کر بیٹھا۔ اتفاق یہ کہ اس رات کو علالت کی وجہ سے عمرو بن العاص نماز پڑھنے مسجد میں نہ آئے۔ اپنے ایک فوجی افسر خارجہ بن ابی حبیبہ بن عامر بن لوی کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا۔ عمرو بن بکرؓ نے اس پر عمرو بن العاص کے شبہ پر تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ لوگ اسے عمرو بن العاص کے پاس لائے جس کے حکم پر

Marfat.com

وہ قتل کر دیا گیا۔"

حضرت علیؓ عہدہ خلافت پر تقریباً پونے پانچ سال مامور رہے۔ انہوں نے نو شادیاں کی تھیں۔ آپ کی پشت سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔ فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ ان کی پہلی زوجہ تھیں۔ جب تک آپ زندہ رہیں حضرت علیؓ نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ حضرت فاطمتہ الزہراؓ سے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ تھے۔ تین اور بیٹے محمد بن الحنفیہ' عباس بن الکلابیہ اور عمر بن التغلبہ تھے۔ تاہم انہوں نے اپنے ترکہ میں نہ کچھ سونا چھوڑا اور نہ کچھ چاندی چھوڑی تھی۔ صرف آٹھ سو یا سات سو درہم اپنے خادم کے لئے چھوڑے تھے۔ حضرت علیؓ کی زندگی اور ان کے عہد اقتدار پر ایک نظر ڈالنے سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ بلاشبہ آپ علم و فضل' شجاعت و بہادری' زہد و تقویٰ' نیکی و پرہیزگاری' صبر و تحمل' حق پسندی و حق گوئی' ایثار و قربانی اور سادگی و بے نیازی کا مجسمہ تھے۔ دنیا اور متاع دنیا سے آپ کی بے نیازی اتنی زیادہ تھی کہ یہ اسلام کی بعد کی تاریخ میں اہل طریقت و اہل معرفت کے لئے ایک مثال بن گئی اور یا علیؓ کا نعرہ اہل تصوف اور ان کے مریدوں کا مقبول ترین نعرہ بن گیا۔ آپ نے کبھی بھی نیکی کی حمایت میں اور برائی کی مخالفت میں ذرا سا پس و پیش نہیں کیا تھا یہی وجہ ہے کہ خارجیوں کے سوا مسلمانوں کے ہر مذہبی فرقہ کے افراد آپ کے ان اوصاف حمیدہ کے صدق دل سے قائل ہیں۔ اور اہل تشیع تو آپ کو رسول اللہؐ کے بعد دوسرے درجے پر فائز کر کے آپ کو منزہ عن الخطا تصور کرتے ہیں۔ بایں ہمہ تاریخ اسلام کا جو طالب علم آزادیِ غور و فکر سے گریز نہیں کرتا اور تاریخی حالات کا مذہبی عقیدہ سے بالاتر ہو کر معروضی تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور مذہب کو سیاست سے ملوث نہیں کرتا وہ حضرت علیؓ کے ان ذاتی اوصاف کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ معاشرت' معیشت اور سیاست کے بارے میں حضرت علیؓ کے نظریات ساتویں صدی عیسوی کے عرب معاشرے کے تقاضوں اور ضروریات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ان کو ہر مرحلہ پر اپنے مقاصد و عزائم میں کامیابی نہ ہو سکی تھی۔ ان کا دنیاوی نقطہ نگاہ قبائلی تھا۔ ان کا طرز زندگی قبائلی تھا۔ اور ان کی سیاست' معاشرت' معیشت اور ثقافت بھی قبائلی تھی۔ ان کے دعویٰ خلافت کی بنیاد بھی قبائلی روایات پر تھی۔ وہ قبائلی جمہوریت و مساوات کے قائل تھے۔

Marfat.com

اس لئے خود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور غریبوں سے ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی بھی حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے آپ سے کسی مسئلہ پر مشورہ طلب کیا تھا تو آپ نے اس کا جواب قبائلی نقطہ نگاہ سے دیا تھا۔ مثلاً حضرت عمرؓ کو آپ کا مشورہ یہ تھا کہ مال غنیمت کو بیت المال میں جمع نہ کیا جائے بلکہ اس کو مسلمانوں میں فوراً مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ آپ ہی کی تجویز کے مطابق مدائن سے حاصل کردہ 90 گز لمبے اور 60 گز چوڑے شاہی قالین کے ٹکڑے کئے گئے تھے اور ان ٹکڑوں کو اہل مدینہ میں تقسیم کیا گیا تھا۔ آپ امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی تنخواہ بڑھانے کے بھی خلاف تھے۔ آپ کی رائے تھی کہ امیرالمومنین کو اتنی مقرر تنخواہ لینی چاہئے جس قدر آپ کے اور آپ کے اہل و عیال کے کافی ہو۔ آپ حضرت عثمانؓ کے نئے نظام اراضی کے حق میں نہیں تھے اور قریش میں طبقہ امراء کے ظہور کے خلاف تھے۔ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ جو قدم بھی اٹھاتے تھے یا جو اجتہاد کرتے تھے آپ، عمار بن یاسرؓ، ابوذر غفاریؓ اور ابن مسعودؓ کی طرح اسے بدعت و گمراہی قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بصرہ، کوفہ اور مصر کے اعرابیوں نے جب حضرت عثمانؓ کے نئے جاگیردارانہ نظام، ان کے اموی عمال کی زر اندوزی اور قبیلہ قریش کے طبقہ امراء کے خلاف بغاوت کی تھی تو حضرت علیؑ کو نظریاتی طور پر ان سے ہمدردی تھی اور ان باغیوں کی اکثریت بھی حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھی۔ اگر عصر حاضر کے انسانی معاشرے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا جائے تو حضرت علیؑ کا یہ نظریہ بہت ترقی پسندانہ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر ساتویں صدی عیسوی میں عربوں کے قبائلی معاشرے کے تقاضوں کو سامنے رکھا جائے تو ان کا یہ نظریہ رجعت پسندانہ نظر آتا ہے۔

ساتویں صدی عیسوی میں عرب قبائل کی سیاسی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی ترقی کے لئے یہ ضروری تھا کہ انہیں صدیوں پرانے قبائلی نظام زندگی سے نکال کر نئے جاگیردارانہ نظام زندگی میں داخل کیا جائے اور انہیں نئے طریقہ پیداوار سے روشناس کر دیا جائے۔ ان کی ہمہ جہت ترقی کے لئے ان کے بے مہار معاشرے کو طبقات میں تقسیم کرنا بھی ضروری تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ ان کے ہر شعبہ زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لئے طبقہ امراء کی جاگیردارانہ سیاست، معاشرت، معیشت، تہذیب اور تمدن کو رواج دیا جائے۔ کوئی چیز ازل سے لے کر ابد تک اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ ہر چیز کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ

Marfat.com

زمان و مکان کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون نے عرب قبائل کی سیاسی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی زندگی کی وحشت اور بے مہاری کا جو ہولناک نقشہ کھینچا ہے اس کی اصلاح و ترقی پرانے قبائلی نظام زندگی میں نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عمرؓ نے عہدہ خلافت سنبھالا تھا تو حضرت علیؑ نے اسے پسند نہیں کیا تھا تاہم ان کے فاروق اعظم کے ساتھ تضاد نے کبھی معاندانہ صورت اختیار نہیں کی تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کا انفرادی اور اجتماعی نظریہ زندگی دیرینہ قبائلی روایات کے مطابق تھا۔ حضرت عمرؓ کے ایثار و قربانی، شجاعت و بہادری، حق پسندی و حق گوئی، سادگی و بے نیازی، زہد و تقویٰ، خلوص و دیانت، نیکی و پرہیز گاری سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا اور ان کا کوئی بدترین دشمن بھی ان پر کنبہ پروری، خودغرضی یا مفاد پرستی کا الزام عائد نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ میں کوئی فرق تھا تو وہ یہ تھا کہ حضرت عمرؓ دینی و دنیاوی دونوں ہی معاملات میں شدت اختیار کرتے تھے۔ ان میں فیصلہ اور کردار و عمل کی قوت زیادہ تھی جبکہ حضرت علیؑ صرف دینی معاملات میں شدت کے قائل تھے۔ اور دنیاوی معاملات میں وہ زیادہ تر درگذر اور صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا طریقہ حکومت، حضرت ابوبکرؓ کی طرح قبائلی تھا اور حضرت علیؑ نے بھی اپنی قلیل المدت خلافت میں اسی قبائلی طریقہ حکومت کو اپنایا۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کی طرح اپنے عمال کو یہ کھلی چھٹی نہیں دی تھی کہ وہ اپنے علاقوں میں نئی جاگیردارانہ سیاست، معاشرت اور معیشت کا نفاذ کریں۔ انہیں حضرت عثمانؓ سے شکایت رہتی تھی کہ وہ اپنے عمال کے بارے میں حضرت عمرؓ کی سخت گیر پالیسی پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ایسی نرمی و بردباری کا مظاہرہ کرتے تھے جو حضرت علیؑ کی رائے میں ملت اسلامیہ میں رخنہ ڈالنے کا باعث بن رہی تھی۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتا ہے کہ "حضرت علیؑ نے اپنی قلیل المدت خلافت میں اسی طاقت کا اظہار کیا جو حضرات صدیقؓ و فاروقؓ کو حاصل تھی۔ بلکہ حضرت علیؑ نے اس سے بھی کچھ زیادہ کر دکھایا۔ کیونکہ حضرت علیؑ نے عمرؓ کا طرز عمل اس رعیت کے ساتھ روا رکھا جو حضرت عمرؓ کی رعیت کے مقابلے میں زیادہ سرکش، تند خو اور دنیادار تھی۔ وہ حضرت عمرؓ کے طریق پر اس وقت کاربند رہے جب امت میں انتشار و افتراق اور نظریات میں اختلاف پیدا

Marfat.com

ہو چکا تھا' فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا اور پے در پے جنگیں لڑی جا رہی تھیں۔ حضرت علیؓ کا طرز زندگی فتوحات اسلامیہ کے بعد بھی وہی رہا جو اس سے قبل تھا۔ یعنی ایسی زندگی جو آرام طلبی اور تن آسانی کی بہ نسبت خشونت و جفاکشی سے قریب تر تھی ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی قلیل المدت خلافت میں حضرت علیؓ (حضرت عمرؓ کی طرح) موٹے جھوٹے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ اور کوڑا ہاتھ میں لئے بازاروں میں گھوما کرتے تھے اور لوگوں کو اس طرح تنبیہہ و نصیحت کرتے جس طرح حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔[8]" لیکن حضرت علیؓ اس سرکش رعیت کو قابو میں اس لئے نہ رکھ سکے کہ ان کے عہد میں عرب کا حکمران قبیلہ قریش اندرونی تضاد و اختلاف میں مبتلا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں قریش کا جو طبقہ امراء پیدا ہو گیا تھا اسے کھلم کھلا خدشہ تھا کہ ان کے مفادات کو حضرت علیؓ کے ہاتھوں نقصان پہنچے گا کیونکہ بصرہ' کوفہ اور مصر کے جس طبقہ غرباء کی حمایت سے وہ خلیفہ بنے تھے وہ طبقہ امراء کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ اعرابیوں کے اس طبقہ غرباء پر وحشت و بربریت غالب تھی اور وہ روایتاً" سرکش' تند خو اور دنیادار تھا۔ یہ وحشی الخلق تھا۔ طبقہ غرباء حضرت عمرؓ کے عہد میں اس لئے قابو میں رہا تھا کہ مال غنیمت کے لالچ نے اسے بیرونی فتوحات میں مصروف رکھا تھا اور اس میں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی خاص شکایات پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ جب حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس طبقہ غرباء کی وقتی طور پر کامیابی ہو چکی تھی تو اسے حضرت علیؓ کے قبائلی طریقے سے قابو میں نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اسے قابو میں لانے کے لئے قریش کے طبقہ امراء کے بھرپور تعاون کی ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ نے خلیفہ بننے کے فوراً بعد قریش کی فضیلت پر خطبہ دے کر اس طبقہ کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مگر انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اس طبقہ میں سے کچھ لوگ مکہ جا کر حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھ مل گئے تھے اور باقی نے دمشق میں امیر معاویہ کے ہاں جا کر پناہ لے لی تھی۔

حضرت علیؓ کے قبائلی میلان طبع کی ایک بڑی مثال اس واقعہ سے ملتی ہے جو جنگ صفین کے دوران رونما ہوا۔ یہ واقعہ یوں تھا کہ جب اس جنگ میں مسلمانوں میں زبردست خونریزی ہو رہی تھی تو حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کو یہ چیلنج دیا کہ وہ مباہلہ یا انفرادی مقابلہ کے ذریعے اس جنگ کا فیصلہ کر لے تاکہ مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو۔ عرب قبیلوں کی باہمی

Marfat.com

جنگوں کی تاریخ سرداران قبائل کے اس قسم کے انفرادی مقابلوں کی روایات سے بھرپور تھا علیؑ ان ہی روایات کے مطابق انفرادی مقابلے کے ذریعے یہ فیصلہ کروانا چاہتے تھے کہ عرب، یمن، ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ کے وسیع و عریض علاقوں پر مشتمل مملکت اسلامیہ کی عنان حکومت کس کے ہاتھ میں ہو گی؟ مگر امیر معاویہ اس انفرادی لڑائی پر آمادہ نہ ہوا اس لئے کہ اس میں خاصی حد تک جاگیردارانہ عصبیت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ اس مملکت کا خود سربراہ بننے کا عزم رکھتا تھا۔ اس بناء پر وہ انفرادی لڑائی کے خطرے میں نہیں پڑ سکتا تھا۔ حضرت علیؑ کے برعکس امیر معاویہ کو پندرہ بیس سال سے حکومت کرنے کا تجربہ تھا۔ اس نے رومیوں سے روابط کی بناء پر جاگیردارانہ حکومت کے طور طریقے سیکھ لئے تھے۔ وہ جنگی حیلہ بازی اور سیاسی تدبیروں دونوں ہی کا ماہر ہو گیا تھا۔ اس کے پاس ایک فرمانبردار اور منظم فوج تھی جس میں شامیوں کے علاوہ حجاز کے قریش اور مضر بھرے ہوئے تھے۔ جو زمانہ فتح سے حدود شام میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس فوج کو باقاعدہ اور معقول تنخواہ ملتی تھی اس لئے اس میں بدنظمی نہیں تھی اور قریش و مضر میں قومی جوش اور محبت و شوکت بڑھی ہوئی تھی۔ جبکہ حضرت علیؑ کا لشکر بہت سے قبیلوں کے ایسے بے مہار اعرابیوں پر مشتمل تھا جن میں نظم و ضبط کا نام و نشان نہیں تھا۔ یہ اعرابی قتل عثمانؓ کے بعد بہت سرکش ہو گئے تھے اور اپنے آپ کو بادشاہ گر تصور کرتے تھے۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضرت علیؑ کے خلاف حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کی امداد سے قصاص عثمانؓ کا نعرہ لگا کر جو بغاوت کی تھی اس کے پس پردہ امیر معاویہ کی سیاسی تدبیر کی کارفرمائی تھی۔ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی فوجی قوت کو خاصا نقصان پہنچا تھا اور اس طرح معاویہ کی فتح کے لئے خاصی زمین ہموار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد معاویہ نے سیاسی تدبیر کے ذریعے عمرو بن العاص سے گٹھ جوڑ کر کے اپنی فوجی اور سیاسی قوت میں اضافہ کیا جنگ صفین کے دوران اس نے حضرت علیؑ سے مبارزت کرنے کی بجائے سیاسی تدبیر کے ذریعے ان کی فوج میں پھوٹ ڈلوائی۔ آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ جنگ حیلہ بازی کا نام ہے اور عربوں میں یہ مثل مشہور ہے کہ بسااوقات حیلہ قبیلہ سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے چنانچہ اس جنگ میں ایسا ہی ہوا۔ معاویہ اور عمرو بن العاص کے حیلہ نے حضرت علیؑ کے نادان لشکریوں کو مغلوب کر لیا۔ ان لشکریوں نے امیرالمومنینؓ کو نہ صرف جنگ بند

Marfat.com

کرنے پر مجبور کیا بلکہ اس بات پر بھی مجبور کیا کہ وہ ابو موسیٰ الشعری اور صرف ابو موسیٰ الشعری ہی کو اپنا حکم مقرر کریں۔ ان ہی لشکریوں نے قبل ازیں حضرت عثمانؓ کو مجبور کیا تھا کہ وہ سعید بن العاص کو معزول کر کے ابو موسیٰ الشعری کو دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کریں۔ حضرت علیؑ قبائلی روایات کے مطابق ان کی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر مجبور تھے جبکہ معاویہ کو کسی شامی نے جنگ بند کرنے یا جنگ جاری رکھنے پر مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی نے عمرو بن العاص کے حکم مقرر کئے جانے پر اعتراض کیا تھا۔ جب دومتہ الجندل میں حکمین کا اجتماع ہوا تو امیر معاویہ کے مندوب عمرو بن العاص نے سیاسی حیلہ بازی کے ذریعے حضرت علیؑ کے عمر رسیدہ مندوب ابو موسیٰ الشعری کو سفارتی شکست دی۔ اس موقع پر معاویہ کی جماعت نے اعلیٰ جاگیردارانہ نظم و ضبط و فرمانبرداری کا مظاہرہ اور حضرت علیؑ کی جماعت نے قبائلی بدنظمی و بے مہاری کا ثبوت دیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ حکمین کے اس اجتماع کے دوران جب معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص کو کوئی خط یا پیغام ملتا تھا تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی اور شامیوں میں سے کوئی بھی عمرو بن العاص سے نہیں پوچھتا تھا کہ معاویہ نے تمہیں کیا ہدایت بھیجی ہے۔ اس کے برعکس جب عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت علیؑ کی جانب سے کوئی خط ملتا تھا تو عراقی فوراً ابن عباسؓ سے سوال کرتے تھے کہ امیرالمومنین نے آپ کو کیا تحریر کیا ہے اور اگر ابن عباسؓ کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے بیان کیا ہے کہ "حضرت علیؑ کے آخری عہد میں اہل کوفہ مختلف قبائل پر مشتمل تھے ایک آدمی اپنے قبیلے کے محلے سے نکلتا اور کسی دوسرے قبیلے کے محلے پر سے گزرتا۔ اپنے قبیلے کا نام لے کر پکارتا۔ اے قبیلہ نخع' یا اے قبیلہ کندہ' تو اس پر اس قبیلہ کے نوجوان جس پر وہ گزر رہا ہوتا تھا اس پر بھڑک اٹھتے اور وہ اپنے قبیلے کو پکارنے لگتے۔ اے قبیلہ بنو تمیم' یا اے قبیلہ بنو ربیعہ' لوگ اس پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑتے اور اس شخص کو پیٹ ڈالتے۔ پٹ پٹا کر یہ اپنے قبیلے میں پہنچتا اور انہیں مدد کے لئے پکارتا۔ طرفین سے تلواریں بھی سونت لی جاتیں اور فتنہ بھڑک اٹھتا۔"[9]

حضرت علیؑ کے خلاف خارجیوں کی بغاوت بھی قبائلی روایات کے مطابق تھی۔ ابن خلدون کا بیان یہ ہے کہ عرب قبائل چونکہ وحشی الخلق تھے اور درشتی' خودداری' بلند ہمتی

Marfat.com

اور حکمرانی کا چسکا بڑے پیمانے پر اپنے اندر رکھتے تھے اس لئے یہ محکوم بننا بڑی مشکل سے گوارا کرتے تھے۔ ان میں وحشیانہ عادات و خصائل ایسی جڑ پکڑ گئے تھے کہ یہ ان کے جبلی و فطری عادات شمار ہونے لگے تھے اور یہ وحشت عربوں کو یوں زیادہ پسند تھی کہ اس میں ان کو دوسروں کی تابعداری سے چھٹکارا ملتا تھا اور کسی کی سیاست کے سامنے وہ اپنا سر نہیں جھکاتے تھے۔ چنانچہ جب تحکمین کا فیصلہ ہو گیا اور حضرت علیؑ کی پوری مملکت اسلامیہ پر فرمانروائی کا امکان ختم ہو گیا تو ان خارجیوں نے مذہبی عصبیت کا پرچم اٹھا کر علم بغاوت بلند کرایا۔ ان کا نعرہ یہ تھا کہ "اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔" بالفاظ دیگر یہ قبائلی نزاجیت کے علمبردار تھے۔ ان کے ذہن میں ایک منظم مملکت کا تصور نہیں تھا اور وہ تہذیب و تمدن سے بدستور ناآشنا تھے وہ مذہب کے نام پر قبائلی بدامنی و بدنظمی پھیلانے اور لوٹ مار کرنے پر مصر تھے۔ حضرت علیؑ نے پہلے تو پند نصائح کے ذریعے انہیں نظم و ضبط کی راہ پر لانے کی کوشش کی مگر جب یہ وحشی الخلق عناصر بالکل ہی بے قابو ہو گئے تو امیرالمومنین نے نہروان کی جنگ میں شکست دے کر انہیں منتشر کر دیا۔ مگر یہ جنگ سیاسی طور پر حضرت علیؑ کو بہت مہنگی پڑی کیونکہ اس کے بعد ان کے زیر نگیں علاقے میں بدامنی، بغاوتوں اور افراتفری کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کے لشکریوں نے شامیوں کے خلاف حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہ نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور وہ مختلف علاقوں میں فوجی کارروائیاں کر کے حضرت علیؑ کی مملکت کو کمزور سے کمزور تر کرتا چلا گیا۔ یہ صورت حال تقریباً دو سال تک جاری رہی حتیٰ کہ فریقین جنگ بندی پر آمادہ ہو گئے۔ قدرتی طور پر خارجیوں کو یہ صلح بہت ناگوار گزری۔ چنانچہ ان میں سے دو تین افراد نے سازش کر کے حضرت علیؑ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؑ کا یہ قتل بھی ایسے ہی ہوا جیسے حضرت عمرؓ کا قتل ہوا تھا۔ اگرچہ دونوں ایک بڑی مملکت کے سربراہ تھے لیکن انہوں نے اپنی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا ہوا تھا کیونکہ سادہ تر قبائلی معاشرت کی روایت ہی ایسی تھی۔ حضرت علیؑ کے دشمنوں کی تعداد حضرت عمرؓ کے دشمنوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی لیکن انہوں نے اپنے سادہ قبائلی طریقہ زندگی کو نہیں چھوڑا تھا اور بالآخر انہوں نے اسی راہ پر چلتے ہوئے اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔ خارجیوں نے اسی قسم کے حملے معاویہ اور عمرو بن العاص پر بھی کئے مگر وہاں انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم امیر معاویہ نے اس واقعہ سے

Marfat.com

سبق سیکھا۔ اس نے مسجد میں محرابیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ راتوں کو پہرہ دار متعین کیے اور جس وقت وہ مسجد میں جاتا تھا تو پولیس کے دو آدمی ننگی تلواریں لے کر اس کی حفاظت کرتے تھے کیونکہ جاگیردارانہ نظام زندگی کا تقاضہ یہی تھا۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ تاہم آپ کے ہوا خواہوں نے باتفاق حضرت حسنؓ ابن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان ہی دنوں امیر معاویہ نے بھی دمشق میں اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور امیرالمومنین کا خطاب اختیار کیا۔ یہ ان کی بیعت ثانی تھی کیونکہ قبل ازیں شعبان 37 ہجری میں حکمین کا فیصلہ ہوا تھا تو اس نے اپنی خلافت کی بیعت لی تھی۔ اور پھر تقریباً دو سال تک علیؓ اور معاویہ دونوں ہی خلافت کا دعویٰ کرتے رہے تھے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے رہے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "شہادت سے چند روز قبل امیرالمومنین حضرت علیؓ نے بہ قصد شام ایک لشکر مسلمانوں کا مرتب کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیوں سے جنگ اور موت کی بیعت لی تھی لیکن اتفاق وقت سے لشکر کشی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شہید ہو گئے۔ پس جب لوگوں نے حسنؓ ابن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو امیر معاویہ اہل شام کو لے کر کوفہ کی طرف بڑھے۔ امام حسنؓ بھی بہ قصد جلوگری کوفہ سے نکلے ان کے مقدمتہ الجیش پر بارہ ہزار کی جمعیت سے قیس بن سعد اور بقول بعض مورخین عبداللہ بن عباس تھے اور ساقہ پر قیس۔ مدائن پہنچنے اور قیام کرنے کے ساتھ ہی یہ مشہور ہو گیا کہ قیس بن سعد مارے گئے۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ لشکر میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے سے الجھ گیا چند لوگ امام حسنؓ کے خیمے کی طرف جھپٹے۔ جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ اندر گھسے تو اس بساط (بچھونا) اور چادر کو بھی چھین لیا جس پر آپ بیٹھے اور جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ بعض نے ناعاقبت اندیشی سے آپ کی ران میں نیزہ بھی مارا۔ بنو ربیعہ اور بنو ہمدان آپ کی حمایت پر اٹھے۔ اوباشوں کا مجمع منتشر ہو گیا۔ آپ کو ایک تخت پر اٹھا کر مدائن لائے۔ قصر ابیض میں قیام کیا۔ شور و شغف فرو ہونے کے بعد امام حسنؓ نے لوگوں کی خود رائی اور نفاق کی وجہ سے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ خلافت و حکومت سے دستکش ہونا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھ کو جو کچھ کوفے کے بیت المال میں ہے دے دو (اس وقت بیت المال میں پانچ لاکھ دینار موجود تھے) اور دارالابجرد (مضافات فارس) کا خراج مجھے دیا جائے اور میرے پدر بزرگ کو میرے سامنے سخت و

Marfat.com

ناملائم کلمات سے نہ یاد کیا جائے۔ خط روانہ کرنے کے بعد حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ اور عبداللہ بن جعفرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ ان لوگوں نے سمجھایا بجھایا۔ لیکن حسنؑ اپنی رائے پر قائم رہے۔ اس خط کے پہنچنے سے چند دن پیشتر معاویہ ایک سادہ کاغذ پر دستخط اور مہر کر کے عبداللہ بن عامرؓ اور عبداللہ بن سمرہؓ کی معرفت امام حسنؑ کی خدمت میں بھیج چکے تھے اور علیحدہ یہ تحریر کیا تھا کہ آپ کو جو شرط منظور ہو اس سادہ کاغذ پر لکھ دیجئے۔ ہم اس کو منظور کر لیں گے۔ امام حسنؑ نے اس سادہ کاغذ پر جس کے نیچے امیر معاویہ کے دستخط اور مہر تھی پہلی شرطوں سے دو چند شرائط لکھیں پس جب امام حسنؑ بعد تفویض امارت ان پچھلی شرائط کے ایفا کے خواستگار ہوئے تو امیر معاویہ نے پہلی خط کی شرائط پر عمل کیا اور کہا یہ وہی ہے جو تم طلب کرتے ہو۔ بعد تفویض امارت، اہل بصرہ نے خراج دارالابجرد امام حسنؑ کو دینے سے انکار کر دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ تو ہمارا مال غنیمت ہے ہم اس کو نہیں دے سکتے۔ تاہم امام حسنؑ نے اپنی خلافت کے چھٹے مہینے میں امیر معاویہ کی بیعت کی۔ امیر معاویہ کوفہ آئے۔ اور لوگ بھی شریک بیعت ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد امام حسنؑ مع اپنے اہل بیت اور جملہ متعلقین کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ تھوڑی دور تک روتے ہوئے آئے۔ جناب موصوف تاحیات مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ حتیٰ کہ 49 ہجری میں اور بر روایت ابو الفرح اصفہانی 51 ہجری میں انتقال فرما گئے۔ اہل تشیع کا الزام یہ ہے کہ امیر معاویہ نے آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث سے سفارش کر کے آپ کو زہر دلوا دیا تھا۔ لیکن ابن خلدون اور دوسرے مورخین اس الزام کو صحیح نہیں سمجھتے۔[1]

امیر معاویہ اور امام حسنؑ کے درمیان عہد نامہ ربیع الاول 41 ھ میں مکمل ہوا۔ بعض روایات کے مطابق ”اس معاہدے کے تحت امام حسنؑ کو علاقہ اہواز کا خراج دیا گیا تھا اور ان کے بھائی حسینؑ کے لئے بیس لاکھ درہم سالانہ دیئے گئے تھے اور یہ بھی طے ہوا تھا کہ عطیہ و صلہ میں بنو ہاشم دوسرے لوگوں سے مقدم رکھے جائیں گے اس کے بعد امام حسنؑ اور حسینؑ وغیرہ سب لوگوں نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ پھر ساری امت ایک علم کے نیچے آ گئی تھی اس لئے اس سال کو عام الجماعت کہا گیا تھا۔ لیکن حسنؑ ابھی کوفہ سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ پندرہ سو خارجیوں نے معاویہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور انہوں نے معاویہ کے گورنر کو شکست دے دی۔ اس پر معاویہ نے اہل کوفہ کو دھمکی

Marfat.com

دے کر انہیں خارجیوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ خارجیوں سے نبرد آزما ہوئے۔ جب خارجیوں کا سردار فروہ بن نوفل لڑائی میں مارا گیا تو ان لوگوں نے اپنا رئیس عبداللہ بن ابی الحر طائی کو مقرر کر کے قتال کیا اور مارے گئے۔" گویا امام حسنؑ نے خلافت سے دستبردار ہو کر ملت اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق کے بارے میں جو امید پیدا کی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور خارجیوں کی فتنہ انگیزی جاری رہی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ پانچ سالہ خانہ جنگی ختم ہونے کے بعد اب دنیا کا ہر مسلمان ایک خدا' ایک رسول' ایک قرآن' ایک کعبہ اور ایک خلیفہ سے وابستہ ہو گیا ہے۔ مگر یہ خیال خام تھا۔ یہ خواب پورا نہ ہوا اور معاویہ کے عہد میں بھی مسلمانوں میں انتشار و افتراق قائم رہا۔

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب ادوار

عہد رسالت مآبؐ

حضرت محمدؐ	11ھ تک	571ء تا 632ء	63سال

عہد خلافت راشدہ

حضرت ابو بکرؓ	11ھ تا 13ھ	632ء تا 634ء	2سال
حضرت عمرؓ	13ھ تا 23ھ	634ء تا 644ء	10سال 6ماہ
حضرت عثمانؓ	23ھ تا 35ھ	644ء تا 656ء	12سال
حضرت علیؓ	35ھ تا 40ھ	656ء تا 661ء	پونے پانچ سال

Marfat.com

Marfat.com

تقویم

(Chronology)

Marfat.com

Marfat.com

عہدِ رسالت مآبؐ و خلافت راشدہ کے اہم واقعات

(41ھ تک)

571ء (اپریل) رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے

610ء (اگست) نزول وحی کی ابتدا۔ آپؐ نے مکہ اور گرد و نواح میں اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ قریش مکہ نے آپؐ سے معاندانہ رویہ اختیار کیا۔

1ھ- 622ء کفار مکہ کے برے سلوک سے تنگ آکر رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ آپؐ کے ہمراہ مکہ میں ایمان لانے والوں نے بھی ہجرت اختیار کی۔

2ھ- 624ء (مارچ) غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح۔ مال غنیمت کی تقسیم پر تنازعہ۔ جس پر سورۃ انفال کا نزول ہوا۔

3ھ- 625ء غزوہ احد۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت حمزہؓ شہید اور رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے۔

6ھ- 628 غزوہ بنو المصطلق۔ غزوہ کے بعد مریسیع چشمہ پر مسلمانوں کے مابین تنازعہ۔ حضرت عائشہؓ کے خلاف بہتان تراشی کا واقعہ جو واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔

6ھ-628ء (ذی الحجہ) صلح حدیبیہ۔ رسول اللہ نےکفار مکہ کے ساتھ ان کی شرائط پر صلح کی

6ھ-628ء رسول اللہؐ نے مصر، روم، حبشہ، ایران، یمن اور بحرین کے فرمانرواؤں کو بذریعہ خطوط دعوت اسلام دی۔ ایران کے کسریٰ نے نامۂ رسول پھاڑ دیا۔

7ھ 629ء غزوہ خیبر۔ یہودیوں کے قلعے فتح کیے گئے۔ کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔

8ھ-630ء (جنوری) فتح مکہ۔ ابو سفیان بن حرب اور دیگر قریش مکہ کا قبول اسلام۔

Marfat.com

8ھ-630ء	(اواخر جنوری) غزوہ حنین۔ مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ فتح مکہ کے وقت اسلام لانے والوں کو زیادہ مال غنیمت دیا گیا جس پر انصار کو شکایت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے سمجھانے پر معاملہ رفع ہو گیا۔
9ھ-631ء	غزوہ تبوک۔ مسلمان کو فتح حاصل ہوئی۔
9ھ-631ء	سنتہ الوفود۔ عرب قبائل کے وفود کی مدینہ آمد اور قبول اسلام۔
9ھ-631ء	مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت۔
10ھ632ء	حجتہ الوداع۔ حضورؐ کا تاریخی خطبہ جس میں عربی عجمی، کالے گورے، امیر غریب کے امتیاز کو ختم کرنے کا پیغام دیا گیا
11ھ-632ء	(محرم) بلاد شام پر حملہ کے لیے رسول اللہؐ نے اسامہؓ بن زید کی قیادت میں لشکر (جیش اسامہ) بھیجنے کا حکم دیا۔
11ھ-632ء	(محرم) رسول اللہؐ کی علالت۔
11ھ632ء	(ربیع الاول۔ جون) رسول اللہؐ کی رحلت۔ انصار سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بروقت پہنچ کر مداخلت کی۔ قریش کی انصار پر برتری کو بنیاد بنایا گیا۔ مہاجر و انصار کے مابین تکرار ہوئی۔ اوس اور خزرج کے مابین تضاد بھی کھل کر سامنے آگیا۔ عمرؓ کی کوشش سے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی۔
11ھ-632ء	(جون) ابو بکرؓ خلیفتہ الرسول بن گئے۔
11ھ-632ء	(جون) اسامہؓ بن زید کے لشکر کی روم کیلئے روانگی۔ چند سرحدی علاقے فتح کرنے کے بعد مال غنیمت سمیت واپس لوٹا۔
11ھ-632ء	۔ قبیلہ قریش و ثقیف کے علاوہ تمام عرب یا تو کلیتاً یا جزوی طور پر مرتد ہو گئے۔
11ھ-632ء	چند قبائل کے وفد نے حضرت ابو بکرؓ سے نماز اور زکوۃ کی معافی کی درخواست کی۔
11ھ-632ء	اسود عنسی کا دعویٰ نبوت
11ھ- 632ء	طلیحہ (بنو اسد) کا دعویٰ نبوت

Marfat.com

11ھ-632ء	مرتد قبائل عبس اور ذبیان کا مدینہ پر حملہ۔ مرتدین کو شکست ہوئی۔
11ھ تا 12ھ	
632ء تا 633ء	مرتدین کے خلاف فوجی کارروائی
11ھ-633ء	حیرہ کی فتح کے ساتھ ہی مسلمان ایران کی سرحدوں تک جا پہنچے۔ ایرانی سلطنت کے صوبہ عراقعجے مرزبان (ایرانی گورنر) ہرمز کی شکست اور ہلاکت
12ھ 634ء	شام کی مہم کے لیے لشکر کی تیاری۔ خالد بن سعید کی بطور امیر لشکر تقرری کی حضرت عمرؓ نے مخالفت کی۔
12ھ 634ء	خالد بن ولیدؓ کی بہ حیثیت امیر لشکر تقرری اور شام کو روانگی۔ خالد بن ولیدؓ نے دریائے یرموک کے کنارے رومی لشکر کو شکست فاش دی
13ھ 634ء	(اگست) حضرت ابو بکرؓ کی وفات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کیا۔
13ھ 635ء	حضرت عمرؓ نے عہدہ خلافت سنبھالا۔ حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ نے ان کی بیعت کرلی۔ ایران میں ملکہ آزرمی دخت تخت نشین تھی۔
14ھ 636ء	حضرت عمرؓ نے کوفہ اور بصرہ میں چھاؤنیاں قائم کیں اور عرب قبائل کو یہاں آباد کیا۔
14ھ 636ء	جنگ قادسیہ۔ ایرانیوں کو شکست ہوئی
15ھ 637ء	جنگ اجنادین۔ عمرو بن العاصؓ نے فلسطین میں رومیوں کے خلاف جنگ میں فیصلہ کن فتح حاصل کی۔
15ھ 637ء	بیت المقدس (یروشلم) کو محاصرہ میں لے لیا گیا اور فتح کرلیا گیا
16ھ 638ء	تکریت بھی فتح ہو گیا
16ھ 638ء	جنگ جلولا۔ ایرانی بادشاہ یزدگرد کو شکست ہوئی۔
16ھ 638ء	مسلمانوں نے ایرانی سلطنت کا دارالحکومت مدائن فتح کرلیا۔ بے اندازہ مال غنیمت حاصل ہوا۔

Marfat.com

20ھ 642ء	عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں مسلمان فوج نے مصر فتح کر لیا۔
21ھ 643ء	نہاوند کے مقام پر ہونے والی جنگ میں عربوں نے ایرانیوں کو شکست فاش دی جس کے بعد ایرانی عربوں کا کہیں بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا۔
23ھ 645ء	(ذی الحجہ۔ نومبر) ایرانی غلام ابو لئو لئو فیروز نے حضرت عمرؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت عمرؓ زخموں کی تاب نہ لا کر 7 نومبر کو وفات پا گئے۔ حضرت عمرؓ نے جانشین کے انتخاب کے لئے مجلس شوریٰ قائم کی۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور سعد بن ابی وقاص اس کے ارکان تھے۔ حضرات علیؓ اور عثمانؓ خلافت کے امیدوار تھے۔ مجلس کے سربراہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مشاورت کے بعد فیصلہ عثمانؓ کے حق میں دے دیا۔ عثمانؓ کی بیعت ہو گئی اور وہ خلیفہ ہو گئے۔
24ھ 646ء	حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے اس کی جگہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر کر دیا۔
27ھ 649ء	ولید بن عقبہ کی بطور گورنر کوفہ تقرری کی گئی۔ اس کا کوفہ کے یمنی خواص سے تضاد پیدا ہو گیا۔
27ھ 649ء	عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن سعد کو گورنر مقرر کر دیا جس نے رسول خداؐ کا تمسخر اڑایا تھا اور جس کے کفر کی خود قرآن نے شہادت دی ہے۔
27ھ 649ء	عبداللہ بن سعد نے افریقہ کا ملک فتح کیا۔ 2 لاکھ 50 ہزار دینار غنیمت میں حاصل ہوئے لیکن اس نے خمس بیت المال میں جمع نہیں کروایا بلکہ مروان بن حکم کو بخش دیا۔
29ھ 651ء	حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کا تقرر کر دیا۔
29ھ 651ء	حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے گورنر سعید بن العاص کی رپورٹوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفتوحہ اراضی اور سرمایہ اندازی کے بارے میں حضرت عمرؓ کی پالیسی تبدیل کر دی اور جاگیرداری نظام کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

31ھ 652ء محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مصر میں حضرت عثمانؓ کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔

32ھ 653ء حضرت عثمانؓ کے حکم سے عبداللہ بن مسعودؓ کو مسجد نبوی میں زدوکوب کیا گیا کیونکہ جب وہ کوفہ میں تھے تو حضرت عثمانؓ کے خون کو مباح قرار دیتے تھے۔ اس واقعہ کے چند دن بعد عبداللہ بن مسعودؓ کا انتقال ہو گیا۔

33ھ 654ء کوفہ کے یمنی خواص کا کوفہ کے حجازی گورنر ولید بن عقبہ سے تضاد شدید ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ نے اسے برطرف کر دیا اور شراب نوشی کے الزام میں کوڑے لگوائے۔

34ھ 655ء اہل کوفہ نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کر دی۔

34ھ 655ء رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے مابین باہمی خط و کتابت ہوئی کہ اگر وہ جہاد کرنا چاہتے ہوں تو مدینہ آ جائیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان تلخ گفتگو۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ پر اقربا پروری کا الزام لگایا۔

34ھ 655ء حج کے بعد مدینہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان تضاد شدید تر ہو گیا۔ امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی ذاتی حفاظت کے لیے لشکر جرار بھیجنے کی پیشکش کی جسے حضرت عثمانؓ نے رد کر دیا۔

35ھ 656ء مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے مخالفین کی کارروائیاں بڑھ گئیں۔

35ھ 656ء مصر، کوفہ اور بصرہ کے بلوائیوں کی مدینہ پر یلغار۔ ہر شہر سے آنے والے بلوائیوں کی تعداد ایک ایک ہزار تھی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

35ھ 656ء ذی الحجہ۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے فرزند محمد بن ابی بکر قاتلین عثمانؓ کی قیادت کر رہے تھے۔

35ھ 656ء حضرت علیؓ کو ان کے انکار کے باوجود خلیفہ بنا دیا گیا۔ ا۔ بنو امیہ مدینہ سے بھاگنے لگے۔ حضرت علیؓ نے عثمانؓ کے زمانے کے تمام گورنر یک قلم برطرف کر دیے۔

36ھ 657ء حضرت علیؓ نے مختلف صوبوں میں اپنے گورنر روانہ کیے۔ شام کا گورنر

Marfat.com

راستہ سے لوٹا دیا گیا۔ جبکہ بصرہ، کوفہ اور یمن میں ان کے مقرر کردہ عمال کی شدید مخالفت شروع ہو گئی۔

امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کی طرف سے جاری بر طرفی کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔

36ھ 657ء	جنگ جمل۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان زبردست جنگ جس میں فریقین کے دس ہزار افراد جاں بحق ہوئے۔ مسلمانوں کے درمیان زبردست خانہ جنگی بصرہ کے نزدیک خربتہ کے مقام پر ہوئی۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ مارے گئے جو حضرت عائشہؓ کا ساتھ دے رہے تھے۔
36ھ 657ء	امیر معاویہ اور عمرو بن العاصؓ نے مصر پر لشکر کشی کی اور محمد بن ابی حذیفہ کو قتل کر کے وہاں اپنا قبضہ مستحکم کر لیا۔
36ھ 657ء	ذی الحجہ کے ماہ میں جنگ صفین ہوئی۔ یہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان لڑی گئی۔ پہلے مرحلہ میں حضرت علیؓ نے دریائے فرات پر قبضہ کر لیا۔
37ھ 658ء	محرم کے ماہ کے دوران بھی لڑائی جاری رہی۔
37ھ 658ء	ممکنہ شکست سے بچنے کے لیے امیر معاویہ کے شامی فوجیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھا لئے۔ جنگ بند ہو گئی۔
37ھ 658ء	حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان ثالثی ٹربیونل مقرر کر دیا گیا۔ جس کا فیصلہ حتمی تھا۔ حضرت علیؓ کی جانب سے ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاویہ کی جانب سے عمرو بن العاصؓ ثالث (حکم) مقرر کیے گئے۔
37ھ 658ء	ثالثی ٹریبونل مقرر کیے جانے پر حضرت علی کے حامیوں کا ایک گروہ ناراض ہو کر باغی ہو گیا جو خوارج یا خارجی کہلایا۔ مسلمانوں میں تین خلیفہ ہو گئے۔ شام میں امیر معاویہ، کوفہ میں حضرت علیؓ اور خارجیوں نے عبداللہ بن وہب الراسبیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔
37ھ 658ء	(شعبان)۔ دومتہ الجندل کے مقام پر ثالثوں کا فیصلہ۔ (بقول واقدی فیصلہ شعبان 38ھ میں دیا گیا) عمرو بن العاص نے چالاکی سے کام لیا۔ ابو موسیٰ اشعری سے مکر کر کے حضرت علیؓ کو بر طرف کروا دیا اور امیر معاویہ کی

Marfat.com

خلافت کا اعلان کر دیا۔

38ھ 659ء جنگ نہروان۔ 38ھ کے وسط میں نہروان کے مقام پر حضرت علیؓ نے خارجیوں کو شکست دی۔ خارجی حضرت علیؓ کے جانی دشمن بن گئے۔

عمرو بن العاص کے ہاتھوں مصر میں حضرت علیؓ کی طرف سے مقرر کردہ والی محمد بن ابو بکر کا قتل۔

39ھ 660ء امیر معاویہ نے بصرہ میں ابن الحضرمی کو بھیجا جس نے عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ حضرت علیؓ کے بھیجے گئے دستہ نے ابن الحضرمی کو شکست دی۔

39ھ 660ء امیر معاویہ نے عین التمر، ہیئت، تیما اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔

40ھ 661ء حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں جنگ بندی کا سمجھوتا ہو گیا جس کے مطابق طے ہوا کہ عراق علیؓ کی حکومت میں اور شام معاویہ کی حکومت میں شمار ہو گا۔

40ھ 661ء (رمضان)۔ ایک خارجی ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ خارجیوں نے امیر معاویہ اور عمرو بن العاصؓ پر بھی قاتلانہ حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔ امیر معاویہ قاتل کے وار سے بچ گئے جبکہ عمرو بن العاصؓ بیماری کا بہانہ بنا کر گھر سے باہر نہ نکلے اور قاتل سے محفوظ رہے۔

41ھ 662ء امیر معاویہ اور امام حسنؓ کے درمیان معمولی جنگ کے بعد معاہدہ صلح کی تکمیل ہوئی جس کے تحت امام حسنؓ کو علاقہ اہواز کا خراج اور امام حسینؓ کو 20 لاکھ درہم سالانہ دیئے گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

Marfat.com

Marfat.com

حوالہ جات

باب 1: پہلی اسلامی ریاست میں قبائلی عصبیت کی باقیات

1- القرآن۔ سورۃ الروم۔ آیات 11 تا 16

2- ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ لاہور۔ 1974- جلد سوم۔ ص ص 738-39

3- علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری۔ تاریخ الامم و الملوک۔ مترجم سید محمد ابراہیم' ندوی۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ 1970- جلد اول۔ ص ص 354 ,351 ,349 ,345-46

4- علامہ احمد امین۔ فجرالاسلام۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ سن (نامعلوم) جلد دوم۔ ص ص 653-54

5- ابن ہشام۔ سیرۃ النبی الکامل۔ ترجمہ' مولانا عبدالجلیل صدیقی۔ نظر ثانی و تہذیب' مولانا غلام رسول مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور۔ 1979- جلد اول۔ ص ص 629-30

6- ایضاً"۔ ص 739

7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 188-89

8- ایضاً"۔ ص ص 229-31

9- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 62-63 ,60

10- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 235

11- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 61-62

12- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 700

13- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 312-13

14- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 346-47

15- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 314-15

Marfat.com

16- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 360

17- ابن اثیر الجزری۔ تاریخ الکامل۔ مترجم مولوی مقصود علی خیر آبادی۔ مرتب ڈاکٹر سید معین الحق۔ ادارہ معین المعارف۔ کراچی۔ 1966 جلد دوم۔ ص ص 314-15

18- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 317-18

19- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 357-60, 362, 364-65

20- ایضاً۔ ص ص 530-31

21- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 413

22- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 595-97, 599, 601-3

23- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 435

24- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 620-21

25- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 436-37

26- ابن اثیر۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 464-65

27- آغا محمد سلطان مرزا دہلوی۔ البلاغ المبین۔ جمال پریس۔ دہلی۔ 1947- جلد اول۔ ص 840

28- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 477

29- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 685-86

30- ایضاً۔ ص ص 797-98

31- آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 232, 234

32- حکیم احمد حسین عثمانی مترجم تاریخ ابن خلدون میں یہ نوٹ تاریخ ابن خلدون جلد اول' ص 206 پر درج کیا ہے۔

33- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 799-801

34- مودودی۔ تفہیم۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 226

35- عنایت اللہ مشرقی۔ تذکرہ۔ ادارہ دارالاشاعت لاہور 1964- ص ص 67-68

باب 2 : جزیرہ نما عرب کے قبائلی اختلافات کا تاریخی پس منظر

1- احمد امین۔ محولا بالا۔ جلد اول۔ ص ص 55-60

Marfat.com

2- محمد ابن سعد۔ طبقات الکبریٰ (طبقات ابن سعد)۔ مترجم علامہ عبداللہ العمادی۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ سن (نامعلوم)۔ حصہ اول۔ ص ص 39, 41

3- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 31

4- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 36

5- ابن سعد۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 114-15

6- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 36-37

7- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 49-51

8- عبدالرحمٰن ابن خلدون۔ مقدمہ ابن خلدون۔ مترجم مولانا سعد حسن خان یوسفی۔ ناشر نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت۔ کراچی۔ سن (نامعلوم) ص ص 147, 151

9- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 60-64

10- ابن خلدون۔ مقدمہ۔ محولہ بالا۔ ص ص 176-179

باب 3: رسالت مابؐ کی وفات اور مسئلہ خلافت پر مسلمان گروہوں کی سیاسی کشمکش

1- آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 25-26

2- ایضاً۔ جلد دوم۔ ص 532

3- ایضاً۔ جلد اول۔ ص 29

4- ایضاً۔ جلد اول۔ ص ص 254-55

5- ایضاً۔ ص 261

6- ابن سعد۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 345-48

7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 520-21

8- ابن اثیر۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 523-24

9- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 806, 808-12

10- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 528-31

11- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 32-34

Marfat.com

12- ابن ہشام- محولہ بالا- جلد دوم- ص 808

13- طبری- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 35-534 ,532

14- (i) آغا سلطان مرزا- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 90-87

(ii) ابن خلدون- تاریخ ابن خلدون- مترجم حکیم احمد حسین عثمانی- جلد اول- نفیس اکیڈمی- کراچی- 1966- ص ص 225-218

15- آغا سلطان مرزا- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 34

16- ایضاً- جلد دوم- ص 25

17- ایضاً- جلد اول- ص 47 ,11

18- ایضاً- جلد اول- ص 34

19- ایضاً- جلد اول- ص ص 34-732

20- ایضاً- جلد اول- ص 120

21- ایضاً- جلد اول- ص 45-844 ,741' جلد دوم- ص ص 29-26

22- ایضاً- جلد دوم- ص ص 6-102

23- ابن ہشام- محولہ بالا- جلد دوم- ص 803

24- ابن سعد- محولہ بالا- جلد دوم- ص 50-349

25- امام غزالی- مذاق العارفین- ترجمہ احیاء العلوم- مترجم مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی- شیخ غلام حسین اینڈ سنز- لاہور- 1963- جلد اول- ص 158

26- عبدالرحمٰن ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 24-223

27- طبری- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 38-537

28- ابن اثیر- محولہ بالا- جلد دوم- ص 530

29- طبری- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 36-535

30- ابن سعد- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 14-413

31- ابی الحسن البلاذری- فتوح البلدان- مترجم' سید ابوالخیر مودودی- نفیس اکیڈمی- کراچی- 1962- ص ص 58-57

32- آغا سلطان مرزا- محولہ بالا- جلد دوم- ص 245

Marfat.com

33- ایضاً"۔ ص 250

34- ایضاً"۔ ص ص 256-57

35- ایضاً"۔ ص 533

36- ایضاً"۔ ص 273

باب 4 : مسئلہ خلافت کے سیاسی تنازعہ کے دور رس مذہبی اثرات

1- سر سید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ مرتبہ' مولانا محمد اسماعیل پانی پتی۔ مجلس ترقی ادب۔ لاہور۔ 1962- حصہ اول۔ ص ص 164-66

2- آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 534

3- ایضاً"۔ ص ص 595, 598, 601, 608, 616

4- سید امیر علی۔ روح اسلام ترجمہ سپرٹ آف اسلام۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ 1980- ص ص 6-7

5- ایضاً"۔ ص ص 27-28, 49-50

6- ایضاً"۔ ص ص 352-53

7- ایضاً"۔ ص ص 448-49

باب 5 : فتنہ ارتداد' جھوٹے دعویداران نبوت اور قبائلی عصبیت

1- ابن ہشام۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 818

2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 36-37

3- ایضاً"۔ ص 77

4- ایضاً"۔ ص ص 81-82

5- ایضاً"۔ ص ص 87-98

6- ایضاً"۔ جلد اول۔ ص 405-7

7- ابن اثیر۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 420

8- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 121

9- ایضاً"۔ ص ص 225-26

Marfat.com

10- ابن خلدون- مقدمہ- محولہ بالا- ص ص 24-223
11- احمد امین- محولہ بالا- ص 264
12- ڈاکٹری طہٰ حسین- الفتنۃ الکبریٰ- مترجم پروفیسر محمد منور- ادارہ طلوع اسلام- لاہور- 1959- ص ص 83-81
13- ابن خلدون- تاریخ- محولہ بالا- جلد اول- ص 259
14- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 60-259
15- ابن سعد- محولہ بالا- جلد دوم- ص 72
16- طبری- محولہ بالا- ص 275

باب 6 : عجم کے خلاف عرب کی فقید المثال کامیابی' عرب کی ثروت و خوش حالی کا سرچشمہ

1- ابن خلدون- تاریخ- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 289 ,87-286
2- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 306-300
3- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 295
4- بلادری- محولہ بالا- ص 365
5- ایضاً- ص ص 67-366
6- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 27-326
7- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 299
8- بلاذری- محولہ بالا- ص 368
9- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 63-362
10- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 304
11- ایضاً- ص 305
12- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 72-371
13- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 6-305
14- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 67-366

Marfat.com

15- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 312-14

16- ایضاً"- ص ص 329-31

17- اسلم جیراج پوری- تاریخ الامت- ادارہ طلوع اسلام- لاہور- سن (نامعلوم)- جلد دوم- ص ص 103-4

18- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 347-48

19- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 48-49

20- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 349-50

21- بلاذری- محولہ بالا- ص ص 268-70

22- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص 55

23- ابن سعد- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 103-4

24- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 332-33

25- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 43-44

26- ابن سعد- محولہ بالا- جلد سوم- ص 107

27- شبلی نعمانی- الفاروق- شیخ نیاز احمد پرنٹر پبلشر- لاہور- سن (نامعلوم) ص ص 202 175-76,

28- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 105-6

29- احمد امین- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 524-25

30- محمد حسنین ہیکل- فاروق اعظم- مترجم' حبیب اشعر- مکتبہ جدید- لاہور- 1959- ص 257

31- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 26-46 ,59

32- بلاذری- محولہ بالا- ص ص 395, 400

33- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 95-96

34- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 357-59

35- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 89-90

36- ایضاً"- ص ص 107-108, 139, 167-173

Marfat.com

37- ایضاً"- ص ص 47-144

38- ایضاً"- ص ص 51-150 ,148

39- ایضاً"- ص ص 41-140

باب 7 : بیرونی فتوحات- طبقاتی تقسیم کا شاخسانہ اور ایران کی ہزیمت- شیعیت کا پیش خیمہ

1- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 37-136

2- آغا سلطان مرزا- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 621 ,601 ,598 ,595

3- ابن خلدون- مقدمہ- محولہ بالا- ص ص 79-178

4- سید امیر علی- محولہ بالا- ص ص 7-6

5- ابن خلدون- تاریخ- محولہ بالا- جلد اول- ص 229

6- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص 44

7- ابن خلدون- مقدمہ- محولہ بالا- ص ص 33-232

8- ابن خلدون- تاریخ- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 43-342

9- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص 266

10- احمد امین- محولہ بالا- ص 751

11- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 83-381

12- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 46-345

13- ڈاکٹر طٰہٰ حسین' محولہ بالا- ص 11

14- ابن خلدون- مقدمہ- محولہ بالا- ص 496

15- ڈاکٹر طٰہٰ حسین- محولہ بالا- ص 12

16- ابن خلدون- تاریخ- جلد اول- ص 331

17- ابن خلدون- مقدمہ- ص 496

18- احمد امین- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 95-294

19- ایضاً"- جلد دوم- ص 521

Marfat.com

20- آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 601-2

21- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 777-78

22- ایضاً۔ جلد اول۔ ص ص 347-48

باب 8: شہادت عمرؓ اور جانشینی پر اختلاف

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 292

2- ایضاً۔ ص ص 292-94

3- ایضاً۔ ص ص 295-96

4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 406

5- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 299

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 407

7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 299-301

8- ایضاً۔ ص ص 306, 308, 310

9- احمد امین۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 716

باب 9: اقربا پروری، جاگیرداری نظام، اور طبقاتی کشمکش کی ابتداء

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 311-13, 317

2- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 160, 165, 171

3- ایضاً۔ ص ص 31-32

4- ایضاً۔ ص ص 79, 178, 197

5- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 162

6- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 325-26

7- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 201-2

8- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 327-29

9- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 263-69

10- ایضاً۔ ص ص 213-16

Marfat.com

11- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 60-359 ,53-350

12- ایضاً"۔ ص 362

13- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 23-221

14- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 64-362

15- بلاذری۔ محولہ بالا۔ ص ص 511 ,388 ,385 ,82-380

16- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 46-44

17- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 32-231

18- ایضاً"۔ ص ص 29-225

19- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 69-367

20- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 54-352

21- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 379

22- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ ص ص 170-167

23- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 90-285

24- ایضاً"۔ ص ص 295 ,91-290

25- ابن خلدون۔ مقدمہ۔ محولہ بالا۔ ص 234

26- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 316 ,234

27- بحوالہ آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص ص 32-630

باب 10 : نئے طبقہ امراء کے خلاف طبقاتی' قبائلی اور قومیتی تضادات

1- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص 236

2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 416 ,413

3- ایضاً"۔ ص ص 21-420

4- ایضاً"۔ ص ص 23-421 ,16-414

5- ایضاً"۔ ص 424

6- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 45-243

Marfat.com

7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 418

8- ایضاً"۔ ص ص 32-430

9- ابن خلدون۔ تاریخ۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص 446

10- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 80-279

11- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 437 ,31-430

12- ایضاً"۔ ص ص 35-434

باب 11: عثمانؓ کے خلاف علیؓ و دیگر صحابہ کبار کا شدید تضاد

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 41-437

2- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 47-446

3- آغا سلطان مرزا۔ محولہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 634

4- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص 295

5- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 47-446

6- ڈاکٹر طٰہٰ حسین۔ محولہ بالا۔ ص ص 39-337

7- ایضاً"۔ ص ص 49-346

8- ایضاً"۔ ص ص 64-362

9- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 463

باب 12: جملہ تضادات کی شدت میں اضافہ' بلوہ عام اور شہادت عثمانؓ

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد اول۔ ص ص 49-448

2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 452

3- ایضاً"۔ ص ص 59-457

4- ایضاً"۔ ص 472

5- ایضاً"۔ ص ص 60-459

6- ایضاً"۔ ص ص 70-467 ,461

7- ایضاً"۔ ص 465

Marfat.com

8- ایضاً"- ص 481

9- ایضاً"- ص 485

10- ایضاً"- ص ص 482-83

11- ایضاً"- ص ص 489-90

12- ڈاکٹر طہٰ حسین- محولہ بالا- ص 323

13- ایضاً"- ص 373

14- ایضاً"- ص 482

15- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 511-13

16- ڈاکٹر طہٰ حسین- محولہ بالا- ص ص 483-85

باب 13: مسئلہ قصاص عثمانؓ، نئی صف بندی اور جنگ جمل

1- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 44-45

2- ایضاً"- ص ص 49-50

3- ایضاً"- ص 45

4- ایضاً"- ص ص 56-58

5- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 483

6- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- (حصہ دوم)- ص 63

7- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 485

8- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 89-90

9- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 485-86

10- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص 92

11- ایضاً"- ص 74

12- ایضاً"- ص ص 104-6

13- ایضاً"- ص ص 108-10

14- ایضاً"- ص 133

Marfat.com

15- ایضاً"- ص 134

16- ایضاً"- ص ص 113-16

17- ایضاً"- ص 127

18- ایضاً"- ص ص 129-30, 138-39

19- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 502-5

20- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 234, 197-98

21- ایضاً"- ص 186-87

22- ایضاً"- ص 243

باب 14: قبائلی سادگی اور جاگیردارانہ عیاری کی جنگ' جنگ صفین

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 519-20

2- (i) ایضاً"- ص ص 520-21

(ii) طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 293-94

3- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 296-97

4- ایضاً"- ص ص 349, 357-58, 360-62

5- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 532

6- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص 371

7- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 534

8- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص 374

9- ایضاً"- ص ص 385, 387-88

10- ایضاً"- ص ص 391-93

11- ایضاً"- ص ص 392-93

12- ایضاً"- ص ص 393-94

13- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص 537

14- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 394-95

Marfat.com

15- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 537-38

16- ایضاً"- ص 538

17- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 397-99

باب 15 : عمرو بن العاصؓ کا سیاسی پس منظر

1- طبری- محولہ بالا- جلد دوم- ص ص 495-98

2- ایضاً"- جلد سوم- ص 310

3- ڈاکٹر طٰہٰ حسین- محولہ بالا- ص ص 263-70

4- طبری- محولہ بالا- جلد سوم- ص ص 462-63

5- ایضاً"- ص 434

6- ایضاً"- ص 463

7- ایضاً"- ص 467

8- ابن سعد- محولہ بالا- جلد چہارم- ص ص 386-87

9- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 366-67

باب 16 : قبائلی سادگی کی پسپائی - ملوکیت کا عروج - اور شہادت علیؓ

1- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 416, 433

2- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 546-47

3- طبری- محولہ بالا- جلد سوم (حصہ دوم)- ص ص 441, 454, 457-58, 460-63

4- ایضاً"- ص ص 476, 479 -80, 89

5- ایضاً"- ص ص 488-91

6- ایضاً"- ص ص 493-95

7- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 550-53

8- ڈاکٹر طٰہٰ حسین- محولہ بالا- ص ص 332-33

9- احمد امین- محولہ بالا- جلد اول- ص 262

10- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد اول- ص ص 555-57

11- طبری- محولہ بالا- جلد چہارم- ص 29

Marfat.com

کتابیات

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

کتب اردو

ابن اثیر، الجزری۔ تاریخ الکامل۔ مترجم، مولوی مقصود علی خیر آبادی۔ مرتب، ڈاکٹر سید معین الحق۔ ادارہ معین المعارف۔ کراچی۔ جلد دوم 1966، جلد سوم (حصہ۔ 1) 1970، جلد سوم (حصہ۔ 2) 1975۔

احمد امین۔ فجرالاسلام۔ جلد اول و دوم۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ (سن نامعلوم)۔

امیر علی، سید۔ روح اسلام ترجمہ سپرٹ آف اسلام۔ مترجم محمد ہادی حسین۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ طبع دوم 1980۔

بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر۔ فتوح البلدان۔ پہلا اور دوسرا حصہ۔ ترجمہ، سید ابوالخیر مودودی۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ 1962۔

جیراج پوری، اسلم۔ تاریخ الامت۔ ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی۔ جلد اول 1954 - جلد دوم۔ (سن نامعلوم)۔

ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔ مقدمہ ابن خلدون۔ مترجم، مولانا سعد حسن خان یوسفی۔ نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت۔ کراچی۔ (سن نامعلوم)۔

ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔ تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول۔ مترجم، حکیم احمد حسین عثمانی (الہ آبادی)۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ 1966۔

سرسید احمد خان۔ مقالات سرسید۔ مرتبہ، مولانا محمد اسماعیل پانی پتی۔ مجلس ترقی ادب۔ لاہور۔ حصہ اول۔ 1962۔

ابن سعد، محمد۔ طبقات الکبریٰ (طبقات ابن سعد)۔ مترجم علامہ

Marfat.com

عبداللہ العمادی۔ اول ایڈیشن۔ دارالترجمہ، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن۔ 1944- دوسرا ایڈیشن۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ حصہ اول و دوم (سن نامعلوم)، حصہ سوم فروری 1977، حصہ چہارم 1970-

شبلی نعمانی۔ الفاروق۔ شیخ نیاز احمد پرنٹرز و پبلشرز۔ لاہور۔ (سن نامعلوم)۔

طبری، ابی جعفر محمد بن جریر۔تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)۔ اردو ترجمہ۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ حصہ اول و دوم۔ مترجم، سید محمد ابراہیم ندوی 1970 1967- حصہ سوم۔ مترجم، سید رشید احمد ارشد 1967- حصہ سوم کا حصہ دوم۔ مترجم، حبیب الرحمٰن صدیقی 1977-

طٰہٰ حسین، ڈاکٹر۔ الفتنۃ الکبریٰ۔ مترجم، پروفیسر محمد منور۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ 1959-

غزالی، امام۔ مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء العلوم۔ مترجم مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی۔ شیخ غلام حسین اینڈ سنز۔ لاہور۔ 1963-

مرزا، آغا محمد سلطان دھلوی۔ البلاغ المبین۔ جلد اول۔ جمال پریس۔ دہلی۔ 1947- جلد دوم۔ امامیہ کتب خانہ۔ لاہور۔ 1953-

مشرقی، علامہ عنایت اللہ۔ تذکرہ۔ اداراہ دارالاشاعت۔ لاہور 1964ء - طبع، اول۔ مطبع روز۔ امرتسر 1922ء

مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔تفہیم القرآن (جلد سوم)۔ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ لاہور۔ 1974-

ابن ھشام۔ سیرۃ النبی الکامل۔ جلد اول و دوم۔ ترجمہ، مولانا عبدالجلیل صدیقی۔ نظر ثانی و تہذیب، مولانا غلام رسول مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور۔ 1979-

ھیکل، محمد حسنین۔ فاروق اعظم۔ مترجم، حبیب اشعر۔ مکتبہ جدید۔ لاہور۔ 1959-

Marfat.com

کتب عربی

القرآن۔

البلاذری، امام ابی الحسن۔ فتوح البلدان۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان 1412ھ / 1991 م۔

الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک (تاریخ الطبری)۔ منشورات، محمد علی بیضون۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1417ھ / 1997 م۔

ابن ہشام، ابی محمد عبدالملک المعافری۔ السیرۃ النبویہ (المعروفہ بہ سیرۃ ابن ہشام)۔ ضبط و تحقیق، الشیخ محمد علی القطب، الشیخ محمد الدالی بلطہ۔ المکتبۃ العصریہ۔ سیدا۔ بیروت 1999۔ (4 مجلدات)۔

Marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com

Marfat.com

اقوام وقبائل

آریہ 118، 121
اباضیہ 114
ابلہ 155
اثناعشریہ 129
ازارقہ 114
بنی ازد 56، 65، 153، 171-173، 317
اساورہ 179، 183
بنو اسد 65، 66، 126-129، 136، 171-173، 255
بنی اسرائیل 83
بنی اسلم 89
بنو الاصفر 54
افک 49، 79
بنو امرء القیس 65
بنو امیہ 26، 50، 69، 70، 76، 79، 80، 96، 111، 113، 210، 214، 215، 225، 228، 232، 247، 281، 282، 284-286، 291-293، 296، 300-306، 309، 320 اموی خلفاء 202-204
انصار 16، 33-35، 40، 41، 51-53، 55، 58-62، 79، 84-88، 91-93، 100، 101، 116، 122، 128، 133، 145، 169، 172، 190، 195، 206، 209، 214، 220، 246، 281، 301
بنو انعم 177
انگریز 189
اوس 34، 35، 46، 64، 65، 79، 89
ایاد 164-168، 173، 177
ایاد بن نزار 166
بازنطینی 120، 121، 142
بازنطینی چرچ 204
بجالہ 171، 172
بجیلہ 65، 153، 154، 171-173
بخاریہ 114
بدھ 13، 14، 16، 29، 111، 117، 118
بربر 14، 15، 71
بنو بکر بن وائل 66، 317، 330، 346
بنو بہرا 56
بورژوا 17
اہل بیت 96، 97، 122
پارتھی 121
پارسی دیکھئے زرتشتی
تاتاری 16، 203
ترکمان 71
بنو تغلب 66، 130، 136، 164-177، 231
بنو تمیم 51، 56، 57، 66، 115، 127، 129، 130، 171-174، 214، 215، 274، 317، 329، 330، 346، 349، 355، 356، 363
تنوخ 66
تیم اللات 171، 172
ثقیف 126، 171، 172، ثقفی 224
ثمر 65
جبانہ 55
جدیلہ 172، 173
جدیلہ و اخلاط 171
جذام 65
بنی جذیمہ 131
جفینہ 219، 220
جہمیہ 114
جہینہ 66، 171، 172
جین (مت) 117، 118
بنو حارث 48، 65
بنو حارث بن خزرج 48
بنی حارث بن کعب 56
بنی حارثہ بن الحارث 34
حبشی 76، 77، 132، 173
بنو حرب = بنو امیہ 281
حمیر 56، 79، 173
حنفی 59، 81، 98، 100، 112، 114
بنی حنیفہ 57، 126
خارجی 114، 203، 327، 330، 346، 347، 350،

Marfat.com

354، 358، 363، 364، 366، 367
خثعم 173
خزاعہ 65
خزرج 34، 35، 41، 43، 44، 46، 62، 64، 79، 89،
93، 140
دلث 177
ذبیان 66، 127، 128
رافضی 100، 204
رباب 173
ربیعہ 66، 79، 165، 166، 313، 315، 363، 365،
زناتہ 71
بنو زہرہ 51
ساسانی 119، 120، 197، 240
بنو سالم بن عوف 55
سبائیہ فرقہ 320
سریانی 65
بنو سعد بن بکر 66، 313
سکینہ 66
بنو سلمہ 54، 55
بنو سلیم 129، 171، 172
سنی فرقہ 59، 110، 111، 114، 119، 194، 202،
244، 293، 303، 309، 316،
شہارجہ 165، 177
شیعہ 56، 59، 79-81، 94-99، 108-115، 118،
119، 190، 194، 200، 201، 247، 270، 293،
358، 366 شیعیت 186، 202-204 شیعان علی 327
329، 330، 345، 347، 353، 354
بنو ضبہ 317
بنو ضبیعہ 173
ضراریہ 114
بنی طے 56، 65، 126، 129
بنو العاص 281
بنی عامر 127، 129
عاملہ 65
بنی عباس (عباسی) 113، 203، 247 عباسی خلفاء 203،
204
بنو عبدالدار 51
بنو عبدالاشہل 84
عبدالقیس 173، 310-313، 315
بنو عبدالمطلب 98، 99، 319
بنی عبد مناف 102، 134، 135، 209، 274
عبس 66، 127، 128
بنو العجلان 86
بنو عدویہ بن حنظلہ 176
بنو عدی 79، 115، 214، 215، 274
عدنانی 64-66
عرب 14، 16، 27، 31، 48، 53، 57، 58، 62، 64،
65، 70-72، 74 -78، 82، 84-86، 103، 108،
114-118، 121، 125-128، 134-141، 149،
150، 153، 154، 157، 159، 160، 164-167،
170، 172، 174، 177، 172، 174، 186-191،
196-198، 200-203، 326
عذرہ 66
عک 134، 173
بنی عم بن مالک 176، 177
عنانی 65، 141
عنس 126
بنی عمرو بن عوف 55
بنو عمرو بن قیس 173
بنی عوف 41
بنو عوف بن خزرج 41، 42، 55
عیسائی 16
بنی العیص 281
عیینہ 129
غطفان 66، 126، 129، 173
فرنگی 116
بنی فزارہ 56
قبطی 49
قحطان 62، 63، 126
قدریہ 114

Marfat.com

قریش (قریشی)16`41`42`50-52`57`65`67-
69`76-78`85-89`92`100`102`122`126`
128`130`136`137`138`140`190-195`
210-212`221`224`228-232`238`240`
243`254`257-262`269`270`279`291`
292`294`301`303`305`306`317`326`
333`342`361`362
قضاعہ66`173
قطامی40
بنوقیس = (قیس عیلان)33`66`128`136`196`
317
بنی قینقاع53

کرد71`176`177
کلابیہ(فرقہ)114
بنوکلب`66`129`231
بنوکلب بن عوف بن عامر بن لیث بن بکر41
کلدانی120
بنوکنانہ67`127`173`352`353
کندہ65`171`172`173
کہلان55

محارب171-173
مخزوم210
مذحج65`126`171`173
مرجیہ114
مزینہ171`172
مسلمان16`17`19`21`24`112`117`119`
121`126`128`131`134`153`154`156`
158`166`175`177`179`184`188`190`
191`199`201`202`204`206`223`224`
228`231`235`237`238`243`248`268`
276
مسیحی13`117`118`121`122
مشبہ(فرقہ)114
بنوالمصطلق (غزوہ)41`43-45`61
مضر48`49`51`52`67`79`137`138`229`
313`315`317`329`362

معتزلہ114`119`204
معدی64
آل ابی معیط225
مغل115
بنومنذر140`141
منگول14`15
مہاجرین16`33`34`40`52`55`58`59`61`62
`79`84-88`91`97`100`101`106`122`
133`143`145`169`195`209`220`222`
223`246`271`281`333

بنوناجیہ164`349`350
نخع172
نزادی = معدی64
نسطوری122
نصاریٰ126 نصرانی53 نصرانیت125`130
بنی النضیر107`108
نمر153`164-168`173`177

بنی واقف55
بنی وائل66
وہابی112

بنوہاشم59`67`69`70`76`79`80`94-96`100
`104`109`114`115`122`194`207`210`
211`214`215` 274`291`293`300`304`
366
بنوہذیل66`225`231
ہمدان = ہمدا65`171-173`365
ہندو16`87`ہندومت13`118
ہوازن49`50`66`129`171

بنی یربوع130
آل یعقوب106
یقطان دیکھیے قحطان
یہود34`87`126`197`202`247`296 یہودی44
`97`136`207`212`257`306
یہودیت7`29`125`202

Marfat.com

مقامات وممالک

آذربائیجان 71، 179، 299
آرمینیہ 299
آسٹریلیا 13

ابرق 127
اجا پہاڑ 65
اجل 227
اجنادین 336، 337
احجار الزیت 280
احد 37، 40، 43، 50، 51، 55، 61، 132، 276، 281
اذرح 331
اردن 58، 185، 299
اسرائیل 29
اسکندریہ 31، 248، 249
اصفہان 16، 179، 180
اعوص 280
افریقہ 62، 226، 227، 250 شمالی افریقہ 291، 299، 338، 339، 362
امریکہ 13، 15
انبار 155، 351
اندلس 21
انڈونیشیا 16
انقرہ 68
اومان 127
اہواز 162، 175-178، 181، 349، 350، 354، 366
ایران 16، 18، 30، 58، 61، 75-78، 114-116، 118، 119، 121، 140-143، 149-157، 160، 164، 168، 171، 179، 180، 183-189، 191، 194، 196-199، 201، 204، 229، 253، 262، 291، 292، 294، 299، 344، 350، 362، 365
ایرانی 65، 111، 114، 120، 121، 160-162، 164، 175، 177، 178، 181، 183، 190، 194، 196، 198، 200، 202
ایشیا 62، 120، 121، 184

بابل 14، 149، 162
بادوریا 154
باروسما 151
باقسیانا 151
بحر احمر 64، 77
بحر ہند 76
بحرین 30، 58، 133، 136، 169، 179، 180، 221، 258، 299
بحیرہ قلزم 349
بخارا 14
بدر 35-37، 40، 41، 67، 195، 196، 243، 275، 276
بربیسما 154
برصغیر دیکھئے ہندوستان
براخہ 128، 129
برورود 156
بصرہ 66، 171-176، 179-183، 215، 221، 229، 235، 236، 244، 245، 248، 249، 255، 264، 270، 271، 279، 280، 286، 292، 293، 299، 301، 304، 305، 308-317، 320، 321، 324، 329، 336، 338، 342، 349، 350، 355، 359، 361، 366
بعاث 34
بغداد 16، 154، 179، 189
بلقاء 58
بویب 153، 166
بین النہرین 121
بیت المقدس 31، 190، 252، 331، 336، 343

پاکستان 23

تبوک 53-56، 61، 95
تدمر 352
ترکی 113
تشتر = تستر 176، 177
تکریت 154، 163-165، 189
تہامہ 134
تیما 135، 136، 352

Marfat.com

ثنیۃ الوداع 55

جاپان 13
جبال 177`180
جرعہ 260`262
جرف 59`60
جرمنی (سلطنت) 187
جزیرہ 164`166`167`232`260`
جسر 166
جلولاء 162`163`169`174`175`190`237
جند 221`229

چین 13`14`16`163

حبشہ 30`58`68`77
حجاز 63`66`200 `238-240`329`352`355`
362 حجازی 64`70`77`79`171`229`313
حدیبیہ 195`196
حروراء 330`347
الحرہ 34
حضرموت 65`77`134`136`173
حلوان 162`163`173`175`180
حمراء 173
حمص 31`142`166`221`226`260-262
حنین 50`52`61`62`248
حیرہ 65`77`140-142`145`149`150`152`
154-156`159`160`174`194`219`220

خانہ کعبہ 76`103
خراسان 150`180`183`299
خربتا 304`347`348
خریبہ 315
خفان 150
خلیج فارس 77
خم 122
خوارزم 16
خوزستان 175`176.
خیبر 103`105-108`235`239`296

دارالابجرد 365
داروم 58
دارالرزق 312
دبا 127`133
دریائے دجلہ 149`153`162`164`165`260
دریائے دجیل 176`177
دریائے فرات 65`120`141`150`152`153`
156`164`168`255`260`322
دمشق 16`31`221`226`304`305`322`345`
346`349`361`365
دورق 176
دومۃ الجندل 329`331`345`348`354`363
دہلی 16`115
دیوبند 19

ذی القصہ 127
ذی وقار 315

رام ہرمز 176`177
رباب 173
ربذہ 242`253`309`311`314
ردت 153`180
رمادہ 231
رملہ 226
روم 14`16`30`53`54`58`76`77`83`116`
127`142`145`166-168`177`182`189`
197`203`279`344`362 رومن ایمپائر 111`187
رومن چرچ 111`204 رومن کیتھولک 112`113 رومی 64
119`165`188`189`197`293`322`336`
338`362
رومان = رومقان 69
رے 179`299

زابوقہ 312
زابلستان 299

ساباط 156`159
السبیع 278`341
سپین 16`291
سجستان 183`321
سرف 307
سقیفہ بنی ساعدہ 84-88`91`92`94-96`101`108`
110`111`115`116`206

Marfat.com

سلمٰی پہاڑ 65
سمرقند 16
سندھ 180
سورستان 174
سوق اہواز 176، 177

شام 14، 16، 31، 58، 61، 65، 66، 68، 69، 76، 78، 93، 117، 121، 135، 142، 145، 149، 153، 167، 182، 185، 190، 194، 195، 197، 226، 241، 242، 245، 246، 250، 257، 259، 270، 271، 276، 279، 291، 292، 299، 304، 305، 308، 313، 321-323، 326، 327، 330، 331، 335، 336، 341، 343، 347، 348، 352، 357، 362-365
شیراز 16

صحرائے اعظم 14، 15
صحرائے گوبی 14
صراۃ جاماسب 154
صفین 321، 322، 329، 330، 354، 361، 362
صنعا 126، 221، 244، 299

طائف 65، 221، 240، 299
طبرستان 299

عانات 167
عتیق 163
عجم 32، 58، 103، 111، 149، 152-156، 164-166، 169، 174، 177، 179-184، 191، 233، 236، 237، 243، 261، 262، 270، 286، 293، 323، 344
عذیب الھجانات 156
عراق 14، 16، 117، 122، 141، 145، 149، 153، 164، 168، 171، 175، 179، 180، 185، 194، 234-240، 245، 248، 291، 292، 299، 302، 326-328، 331، 348، 362، 363
عرب 14، 16، 27، 31، 48، 53، 57، 58، 62، 64، 65، 186، 187، 196، 206، 214، 215، 223، 230، 233، 237، 238، 240، 241، 247، 251، 254، 255، 257، 258، 261، 262، 279، 281، 284، 294، 296، 302، 333، 336، 342، 344، 347، 358-364 دیکھیے عرب قبائل
عربی زبان 93
علی گڑھ 20، 23
عمان 30، 58، 65، 133، 134، 136، 136، 258
عین التمر 154

غدیر خم 94
غرناطہ 16
غزہ 68، 69
غمیصا 131

فارس دیکھیے ایران
فدک 103، 105-109
فرات دیکھیے دریا
فرات الشامی 167
فرانس 17
فسا 183
فسطاط 249، 279، 280، 338، 348
فلج 128
فلسطین 58، 185، 194، 226، 271، 278، 289، 292، 299، 324، 336، 337، 341، 342، 362

قادسیہ 156، 159، 160، 162، 163، 174، 180، 195، 196، 198، 234، 255
قاہرہ 16
قبرص 299
قذق 178
قرطبہ 16
قرقیسیا 164، 173
قریہ شغر 176
قسطنطنیہ 53
قصر ابیض (مدائن) 163
قنسرین 299
قیروان 227، 299

کابل 16، 299
کردستان 71
کرمان 179، 183
کسکر 150، 151، 154
کوش 154
کوثی 160

Marfat.com

کوفہ 168، 171-175، 179-183، 215، 221، 224، 229، 230، 232-235، 238، 244، 245، 248، 249، 256، 259-262، 264، 265، 270، 276، 279، 280، 286، 290، 292، 293، 299، 301، 304، 305، 308، 313-315، 324، 328-330، 338، 340-347، 349-352، 356، 359، 361، 363، 365، 366
کوہ ذباب 40، 55
کیہان دیکھیے ایران

لبنان 142، 185، 194، 271، 299

ماسبذان 164، 173
مثقب 128
مدائن 141، 149، 150، 152، 155، 159، 162-164، 168، 169، 173-175، 189، 190، 199، 224، 236، 238، 351، 359، 365
مدینہ منورہ 16، 27، 35، 37، 40-45، 55-63، 78، 79، 86، 89، 100، 105، 106، 116، 126، 128، 130، 134-136، 142، 145، 152، 155، 164، 167، 168، 172، 177، 181، 182، 184-186، 189، 191، 194، 198، 200، 204، 220، 222، 227، 232، 234-236، 238، 240، 242، 245، 249، 253، 263، 264، 269، 273، 275، 276، 278، 281-284، 286، 288، 290، 292، 295، 299، 301-314، 320، 321، 338، 341، 343، 349، 352-354، 366
مراکش 21
مرو 180
مریسیع 42
مسجد ضرار 55
مسجد نبوی 110، 111، 131
مشرق وسطیٰ 13
مشہد 16
مصر 14، 16، 30، 58، 66، 76، 77، 121، 185، 191، 194، 197، 221، 227، 228، 235، 243، 245، 246، 248، 270، 271، 277، 279، 280، 283، 284، 286، 287، 291-293، 299، 304، 305، 321-324، 337-339، 341-344، 347-349، 355، 359، 361، 362، مصری 139، 226، 229، 281
مغرب (مراکش) 71
مقدونیہ 111، 189
مکران 183
مکہ المکرمہ 27، 37، 44، 49، 61، 62، 65، 66، 69، 70، 76-79، 103، 111، 125، 128، 129، 131، 135، 136، 167، 174، 195، 214، 221، 223، 240، 269، 276، 296، 299، 300، 304، 306-309، 320، 322، 325، 335، 336، 352، 353، 355، 359
ملائیشیا 14، 15، 16
مناذر 176
منگولیا 14، 15، 189
موتینس 121
موصل 163، 172، 173
میسان 176
میسوپوٹیمیا 164

ناحیہ سراۃ 248 (دیکھیے سراۃ)
نجد 63، 77، 134، 136
نجران 126، 134، 353، 354
ندوہ 19
نشاتج 255، 307
نقع 129
نمارق 150
نہاوند 162، 178-180، 183، 184، 198، 201
نہر تیری 176، 177
نہر جوبر 151
نہر سودا 154
نہر الملک 154
نہروان 337، 347، 355، 356، 364
نینوا 11

وادی اضم 66
وادی آمو 14
وادی برہم پتر 11
وادی جمنا 14
وادی جیحوں 14
وادی چانگ زبانگ 14
وادی دجلہ 14
وادی ڈینوب 14
وادی السباع 316، 319

Marfat.com

وادی سندھ 14

وادی سینا 63

وادی عقبہ 56

وادی فرات 14

وادی قرٰی 248

وادی کرشنا 14

وادی گنگا 14

وادی گوادری 14

وادی میکانگ 14

وادی نیل 14

واسط 128

واقصہ 352

والق 151

ولیم 174، 177

ہجر 173

ہرات 16، 297

ہمدان 56

ہند چینی 14

ہندوستان 13، 14، 16، 19، 23، 111، 117-119، 184، 204، 291

ہسپانیہ دیکھئے سپین

ہیت 164، 351

یثرب دیکھئے مدینہ منورہ

یرموک 142، 145، 195، 196، 246

یمامہ 56-58، 65، 132، 133، 136، 196، 243، 276

یمن 30، 56، 58، 64، 68-70، 76، 77، 126، 131، 133-135، 167، 172، 196، 198، 258، 296، 299، 304، 305، 308، 315، 317، 353، 362

یمنی 64-66، 70، 79، 171، 172، 229، 231، 232، 243، 261، 270، 276، 314، 315

ینبع 254، 302

یورپ 16، 18، 23، 62، 120، 204

یونان 14، 111، 197، 203 یونانی چرچ 111

Marfat.com

نام

آدمؑ 30‘67‘259
ابوالکلام آزاد 19
آزرمیدخت 149‘150
آزر بن ناحورا 67
آغا مرزا محمد سلطان 93‘115‘117‘119‘201‘318

ابراہیم بن تارخ (آذر) 67,27
ابراہیم بن محمد ﷺ 31
ابراہیم النخعی 235
ابرہہ بن الصباح 333,332
ابن اثیر 20‘44,53,84,132
ابوبکر بن محمد الخزاعی 89
ابوعبیدۃ (راوی) 125
ابوقتادہ 130
اُبی بن کعب (راوی) 192
احمد (راوی) 318
احمد بن علی الخطیب 22
احمد امین مصری 70-72‘138‘171‘200‘204‘ 215
احمد حسین عثمانی 60,93,100,195
احنف بن قیس 178,183,316,345,355
احیاء العلوم 100
اخنوخ بن یارد = ادریسؑ 67
اردشیر 120,142,183,188
ارطبون 336,337,344
ارفخشاد بن سام 67
اسامہ بن زید بن حارث 47‘58-62‘78‘80‘125
‘126‘128‘195‘245‘300‘310
ابن اسحاق 31‘34‘39‘43‘48‘50-52‘57‘60‘
125‘131
اسلام 14‘15‘17‘19‘21‘22‘27‘28‘ 30‘ 38‘
49‘70‘76‘94‘111‘113‘116-119‘122‘
127‘129‘131‘134-136 ‘139‘ 154‘156‘
175‘177‘ 192‘197-199‘202‘203‘209‘
215‘223‘226‘293‘294‘318‘326‘336‘
350‘355‘358
اسلم جیراج پوری 171,314,318
اسماعیل بن ابراہیم 57,67
اسماعیل بن محمد (راوی) 282
ابوالاسود دؤلی 355
اسود بن یزید نخعی 256
اسود عنسی 126,136
ابواسید بن حضیر 34,46,84,89,93,96
اسیری (سلطنت) 14
اشعث بن قیس الکندی 157,328,320
اشوک (مہاراجہ) 14
اصحاب الحسین 51
اصطخر 183
ابوالاعور بن سفیان 299
اعیسر دیکھیے عمر فاروق
اقرع بن حابس تمیمی 351
اکبر = جلال الدین محمد (شہنشاہ ہند) 20
الطف 154
ابوالہیاج الاسدی 171,174
الامامت والسیاست (کتاب) 96
الیاس بن مضر 67
امیہ بن عبد شمس 68,69

Marfat.com

انس بن مالک 87
انس بن ہلال 153,154,166
انساب الاشرافیہ 246,275
انفال (سورۃ) 33,36
انوش بن شیث 67
اود بن مقوم 67
اوس بن قیظی 34
ایزد 159
ایلیا 336
ام ایمن 106,107
ابوایوب انصاری 352,354

بازنطینی سلطنت 10
بخاری، محمد بن اسماعیل 81
البدایہ والنہایہ 20
برک بن عبداللہ تمیمی 355,357
بریرہ 47
بسر بن ابی ارطاۃ 352,353
بسر بن ابی رہم 157
بشیر بن الخصاصیہ 156
بشیر بن سعد 89-93,97
بشیر بن عمرو بن محصن انصاری 322
ابوبکر الصدیقؓ 58-60، 84-109، 113-115، 122،
125-136، 140-143، 149، 150، 170، 174،
180، 182، 186، 191، 192، 202، 206، 210،
212، 214، 223، 243، 244، 246، 252، 269،
271، 274، 289، 295، 300، 309، 311، 325،
354، 360
بکیر بن عبداللہ اللیثی 64
بلاذری 20، 67، 155، 167، 174، 184، 246،
273، 274
البلاغ المبین (کتاب) 115
بوران 150، 151، 155
بہرام گور سیاوخش 163
بہمن جاذویہ ذوالحاجب 152,153

پاپائے روم 29,112,113
پال، سینٹ 122
پیٹر، سینٹ 122

تارخ بن یعرب 67
تاریخ الامم والملوک (کتاب) 20
تاریخ بغداد (کتاب) 21
تاریخ الخلفاء (کتاب) 20
تاریخ الکبیر (تاریخ دمشق الکبیر) (کتاب) 20
تبع التابعین (کتاب) 114
تجاریب الامم (کتاب) 21
تفسیر کبیر (کتاب) 56
توبہ (سورۃ) 33
تیمور 187

ثابت بن قیس بن شماس 48
ثابت بن قیس بن منقع 257

جابان 150,151,153
جابر بن عبداللہ الانصاری 82,192
جاریہ بن قدامہ السعدی 349,353
جالینوس 151,152,159
جبار بن صخر 34
جبرائیل 67

Marfat.com

جبلہ بن حنبل = کلدۃ بن حنبل 49
جبلہ بن عتاب حبطی 321
جدابن قیس 54
جرجی زیدان 270,250
جریر بن حازم 320
جریر بن عبداللہ 154,153
جزء بن معاویہ 176
جعدہ بنت الاشعث 366
ابوجعفر 40
جعفر بن محمد 107,106
جعفر صادق 357
ابوجناب الکلبی 329
جنگ جمل 315`316`321`323`362
جنگ بعاث 34
جوزفس 20
جویریہؓ زوجہ رسول اللہؐ 106
جہجاہ بن سعید الغفاری 42,41
جہجاہ بن مسعود 42
ابوجہم بن حذیفہ العدوی 331
چنگیز خان 22`187,189
حارث ابن کلدہ 51
حارث بن حسان 157
حارث بن حکم 242
حارث بن عبد کلال 56
حارث بن عبدالمطلب 68
حارث بن مرہ العبدی 347
حارث بن ہشام 142,51
حاطب بن ابی بلتعہ 31
حافظ ابن عبدالبر 249
حباب بن المنذر 90-93
حبیب بن ابی ثابت 91
حبیب بن مسلمہ فہری 299,325-327,335
ابوحبیبہ (راوی) 288
ام حبیبہ بنت ابی سفیان 77
حتات بن یزید 58,57
حجر بن عدی 352
الحجرات (سورۃ) 33
ابن ابی الحدید 363
حجل بن عبدالمطلب 68
حذیفہ 56`263
ابوحذیفہ 348
حذیفہ بن محصن 128,133,134,160,192
حرب بن امیہ 68,69,259,323
حرقوص بن زہیر سعدی 313,176
حسان بن ثابت 48-52,300
حسنؓ بن علیؓ 11`178`196`209`252`282`314`320`335`353`357`365`367
حسینؓ بن علیؓ 114`196`200`209`282`335`357`358`366
حرملہ بن مریطہ 177,176
ابن حزم 114
ابن الحضرمی 349
حضیر سماک الاشہلی 34
حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ 258,80
حکم بن عمیر تغلبی 183
حکیم ابن حزام 51
حکیم بن جبلہ 282,309,310,312
حمزہؓ بن عبدالمطلب 209

Marfat.com

حملہ بن جویۃ الکنانی 157
حمنہ بنت جحش 48,46
ابن حمینہ = ہاشم بن عتبہ 225
حنظلہ ابن ربیع التمیمی 157
حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابوقیس 51

خارجہ بن حبیبہ بن عامر بن لوی 357
خالد بن سعید 128، 134-136، 140، 192، 215
خالد بن ملجم 246
خالد بن ولید 38، 39، 129-133، 140-145، 149
، 166، 190، 250
خذام بن خالد 55
ابن خدیج 348
خریث بن راشد 350، 351
الخزاعی کاہن 69
خزیمہ بن مدرکہ 67
ابن خلدون 20، 53، 71، 72، 74، 92-94، 100
، 137، 149، 164، 169، 175، 197، 299، 252
، 279، 280، 309، 329، 332، 333، 348، 355،
360، 363، 365، 366
ابن خلکان 21
خنیس 255
خوات بن جبیر 38
ابوخیثمہ 55

دارا 197
داہر، راجہ 163
دربار اکبری (کتاب) 20
وردان 356

ڈوزی، رہائن ہارٹ (پروفیسر) 202

ابوذر غفاری 58، 59، 192، 196، 241، 242، 246،
252، 253، 292، 359
ذوخشب 280
ذوالخویصرہ 51
ذوالمرہ 280

رباح (رسول اللہ کا غلام) 107
ربعی بن عمر 160
ربیع 196
ربیع الابرار (کتاب)؟ 199
رستم بن فرخ زاد ارمنی 150- 163، 174، 188، 189
رفاعہ بن زید بن التابوت 55
رقیہ بنت عمر فاروقؓ 185
رعو بن فالج 67
الروم (سورۃ) 28

زبرقان بن بدر 129
ابوزبید (شاعر) 229-232
زبید بن کثیر 275
زبیر بن عبدالمطلب 58
زبیر بن العوام 38، 58، 59، 84، 85، 88، 89، 96، 99
، 100، 127، 155، 181، 205-207، 209، 221
، 225، 235، 248، 250، 253، 269-273، 278-
282، 292، 299-302، 305-319، 325،
340، 343، 344، 361، 362
زرتشت 119، 188، 204 زرتشتیت 119-121، 197
، 198، 203
زرعہ بن النعمان = النعمان بن زرعہ 167، 168

Marfat.com

زمخشری 199

الزوابی 151

زہرہ بن حویہ السعدی 174

زہری (راوی) 86، 87، 104، 168، 170

زہری، امام 244

زیاد بن جبیر 179

زیاد بن خصفہ التیمی 323، 324

زیاد بن ابی سفیان 320، 350

زیاد بن کلیب 88

زید بن حصین الطائی 327، 328

زید بن الخطاب 132

زید بن ارقم 41-43، 99

زید بن اسلم 106

زید بن ثابت 144، 242، 248، 282، 300

زید بن عمر فاروقؓ 185

زید بن کلاب 67

زین العابدین (علی ابن حسینؓ) 200

زینب بنت جحش 46، 79، 83

سابور بن شہر براز بن اردشیر 150، 183

ساریہ بن زنیم کنانی 183

سالم بن عبداللہ بن عمر 200

سام بن نوح 67

سبط ابن الجوزی 108

سپرٹ آف اسلام (کتاب) 118

سجاح بنت حارث 130، 136

سرجس 319

سریانیوں کی تاریخ (کتاب) 20

سروج بن رعو 67

ابن ابی سرح (عبداللہ بن سعد=ابن سعد) 210، 314

سرسید احمد خان 19، 23، 61، 112، 113

ابن سعد (راوی) 67، 68، 81، 221، 343

سعد بن عبادہ 46، 52، 62، 84-96، 100، 140، 206

سعد بن عبید 150

سعد بن ابی وقاص (سعد بن مالک) 155-157، 159-163، 168-175، 179-181، 199، 205-207، 209-214، 220، 224-226، 232، 235، 236، 249، 250، 272، 273، 288، 299، 300

ابو سعید مولی ابو اسید انصاری 283

ابو سعید خدری 53، 300

سعید بن زید بن عمرو العدوی 91، 155، 156

سعید بن العاص 229، 232-234، 238، 244، 255، 265-285، 286، 288، 300، 306، 309، 363

سعید بن المسیب 219

سعید بن نمران 173

ابو سفیان بن حرب 38، 40، 49، 51، 68، 70، 100-103، 115، 136، 140، 192، 214، 215، 259

سفیان بن عبداللہ ثقفی 222

سفیان بن عوف 351

سکندر اعظم 162، 187، 189، 197

سلام بن مسکین 253

سلامت بن روح جذامی 341، 342

سلمان فارسی 192، 196

ام سلمہ (زوجہ رسول اللہ ﷺ) 80، 277، 307، 309

سلمہ بن سلامہ بن وقش 300

سلمٰی بن القین 176، 177

سلیط بن قیس 150

سلیمان بن ربیعہ باہلی ؟163، 169

ابو سماک اسدی 231

سنان الجہنی 41

Marfat.com

سودان بن حمران 246' 287
سودہؓ (زوجہ رسول اللہ ﷺ) 80
سوید بن مقرن 128
سہیل بن حنیف 304' 350
سہیل بن عدی 183
سہیل بن عمرو 51' 103' 128
سیاوخش 140' 163
ابوسیدہ 180
ابوسیف (راوی) 172' 179' 180' 221' 226' 231
' 232' 283' 294
سیرین 49
سید امیر علی 19' 20' 118' 119' 121' 122' 271
' 328
سید سلیمان ندوی 19
سینٹ پیٹرز 112
سیوطی، علامہ جلال الدین 20

شارلمین 187
شاس بن قیس 34' 35
شالخ بن ارفخشاد 67
شاہ فارس 31
شبث بن ربعی تمیمی 322-324' 330
شبث بن عمر تمیمی 329
شبلی نعمانی 19' 115' 171
شبیب بن شجرہ اشجعی 356' 357
شجاع بن وہب 31
شرجیل بن حسنہ 128' 132' 133
شرجیل بن السمط 325
شریح بن ہانی الحارثی 331' 335
شعبی (راوی) 171' 224' 256' 349

شعیب (راوی) 221
شہر براز بن اردشیر 149
شہرستانی، علامہ 20' 81
شہرک 180
شہرویہ 155
شہریار بن کسریٰ 155
شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ 49
شیبہ بن ہاشم 66
شیث بن آدم 67
شیخ جیلانی 114

صخر = ابوحرب 323
صفوان بن امیہ 49' 51
صفوان بن المعطل السلمی 45' 48' 49
صلیبی جنگ 29
صعصعہ بن صوحان 257' 259' 261
صہیب بن سنان 206' 220' 300

ضحاک بن خلیفہ 90
ضحاک بن قیس الفہری 327' 352
ضرار بن الازور 142
ضرار بن خطاب 164
ضرار بن عبدالمطلب 68
ابوطالب (عبد مناف) بن عبدالمطلب 68

طالقان 299
طبری، ابی جعفر محمد بن جریر 36' 37' 44' 68' 83' 88' 89
' 91' 93' 94' 102' 127' 142' 154' 155' 165
' 170' 172' 174' 177' 194' 205' 206' 210
' 221' 231' 244' 255' 262' 281' 300' 301

Marfat.com

'307'309'318'341

ابوطریف (دیکھئے عدی بن حاتم)

طریفہ بن حاجز128

طلحہ(راوی)88

ابوطلحہ انصاری (زید بن سہل) 188'225

طلحہ بن عبیداللہ (صحابی)40'58'84'100'127'144

'155'181'205-207'221'225'239'248-

250'253'255'269-273'278-282'289

'292'299'300-302'305-320'325'340

'343'344'361'262

طلحہ بن عثمان38

طلیحہ(بنواسد)126'128'129'136

ابوطمعہ ثقفی180

طہٰ حسین 139'140'198'225'227'229'231-

233'246'255'261'271'281-295'360

ابوطیبہ(راوی)237

عابر بن شالخ 67

العاص بن امیہ 68

عاص بن وائل340

عاصم بن عدی92

عاصم بن عمرو157'159'183

عاصم بن وائل340

عاصم بن عدی90

عاصم بن عمرو151'157'159'183

عامر(راوی)106'173

عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری المعروف عامر بن عبدقیس264

ابوعامر40

عائشہ صدیقہ (زوجہ رسول اللہ ﷺ)45'46'48'49

'52'60'80'94'103'105'107'110'125

'144'192'195'203'244'275'289'306-

320'343'349'362

عباد بن بشر بن وقش42'43

عبادہ بن الصامت36'41

عباس بن الکلابیہ358

عباس بن عبدالمطلب60'68'96'98-103'106

'155'192'195'205'207'208'213'214

'273-275

عبد بن ابی سلمہ307

عبدالحق محدث دہلوی78

عبدالرحمٰن96'181

عبدالرحمٰن اسدی257

عبدالرحمٰن بن ابی بکر219'348

عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی 331

عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید260'261'335

عبدالرحمٰن بن خنیس255

عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن عباس353

عبدالرحمٰن بن عتاب319

عبدالرحمٰن بن علقمہ کنانہ248

عبدالرحمٰن بن عوف 58'59'96'131'132'144

'155'169'170'181'205-214'225'248

'249'273'290'338

عبدالعزیز(راوی)213

عبداللہ(راوی) 280'320

عبداللہ بن ابی بکر56

عبداللہ ابن ابی الحر طائی367

عبداللہ بن اُبی بن سلول37'41-46'55

عبداللہ بن ارقم169'170

عبداللہ بن جبیر37'38

عبداللہ بن جعفر357'366

Marfat.com

عبداللہ بن حا زم 235

عبداللہ بن حضرمی 299

عبداللہ بن حذافہ السہمی 132

عبداللہ بن خالد بن اسید 269

عبداللہ بن ابی ربیعہ 210، 221، 299

عبداللہ بن رواحہ 48

عبداللہ بن زبیرؓ 39، 317، 318، 331، 333

عبداللہ بن سبا (ابن سوداء) 202، 244-247، 262، 293

، 318، 354

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (دیکھئے ابن ابی سرح)

عبداللہ بن سعدہ الفرازی 352

عبداللہ بن سلام (راوی) 300

عبداللہ بن سمرہ 366

عبداللہ بن شہاب زہری 39

عبداللہ بن عامر 228، 229، 244-246، 264، 267

، 286-288، 299، 308

عبداللہ بن عباسؓ 37، 81-83، 97-99، 170، 191-

194، 274، 275، 302، 303، 305، 320، 321

، 327، 331، 334، 335، 345، 349، 350، 355

، 363، 365

عبداللہ بن عبدالرحمٰن 89

عبداللہ بن عبدالمطلب (والد رسول اللہؐ) 67، 68

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان 181

عبداللہ بن عمر 200، 205، 206، 245، 299، 300

، 306-308، 331، 333

عبداللہ بن قیس فزاری 299

عبداللہ بن کعب 98

عبداللہ بن الکداء الیشکری 329، 330

ابوعبداللہ محمد 266

عبداللہ بن مسعودؓ 38، 225، 231، 253، 275، 276

، 290، 292، 359

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ 96

عبداللہ بن المعتم 164-166

عبداللہ بن نافع بن حصین فہری 226

عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس فہری 226

عبداللہ بن نجل 55

عبداللہ بن وہب الراسبی 346، 347، 354

عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن بقیلہ 174

عبدالمطلب بن ہاشم 68، 69، 211، 214

عبدمناف بن قصی 67-69، 100

عبیداللہ بن عباس 304، 352، 354

عبیداللہ بن عبداللہ 83

عبیداللہ بن عمر 219-221، 326

ابوعبید ثقفی 145، 150-152

ابوعبیدہ بن الجراح 59، 86، 88، 92، 93، 97، 142

، 143، 190، 337

عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ 103، 125

عتبہ بن غزوان 175، 176، 180

عتبہ بن ابی وقاص 39، 40

عثمان بن حنیف 304، 309، 310، 311، 312

عثمان بن ابی العاص ثقفی 183، 221، 229

عثمان بن عفانؓ 58، 60، 96، 100، 107، 127، 134

، 143، 155، 173، 181، 194، 196، 202، 195-

250، 253، 255-296، 299، 300، 302-316

، 319، 321-327، 332-334، 338-344، 348-

354، 359، 360

عدنان بن ادد 67

عدی بن حاتم 232، 323

عدی بن سہیل 157

ابن عدیس 286

Marfat.com

عرفجہ بن ہرثمہ 128، 133، 134
عروہ بن اذیہ 329
عروہ بن زبیر 86، 87
عصمۃ بن عبداللہ (بنو الضبی) 153
عطارد ابن حاجب 157
عفان 327، 340
عقبہ بن ابی معیط 327
عکرمہ بن ابو جہل 128، 132-134، 142، 154
علاء بن جاریہ ثقفی 51
علاء بن الحضرمی 128، 133، 179، 180
علی بن حسینؓ المعروف زین العابدینؒ 114
علی ابن ابی طالبؓ 38، 40، 47، 56، 59، 60، 80، 82، 84، 85، 89، 91، 94-122، 127، 131، 124-136، 140، 144، 155، 168، 173، 181، 182، 189، 192، 194، 194، 199-219، 221، 243، 245، 252-254، 256-293، 299-319، 321-330، 333-336، 338، 340، 342-365
علی متقی (مصنف) 79
علی بن معبد (راوی) 228
علی بنامیہ 249
علقمہ بن قیس نخعی 258
عمار بن یاسر 56، 59، 190، 210، 212، 245، 246، 276، 277، 282، 290، 292، 317، 320، 324، 326، 359
عمارہ بن ربیعہ 329
عمارہ بن شہاب 304
عمر (پسر ام سلمہ) 309
ابو عمر 322
عمر بن التغلبہ 358
عمرو بن الحارث 106
عمر بن الخطابؓ 41، 43، 58-60، 80-101، 104، 106-108، 113، 119، 127، 128، 130، 131، 133، 135، 142-144، 147، 149-153، 155، 162، 164-202، 205، 206، 208، 210-224، 231، 235-238، 240، 243، 246، 250، 252، 253، 267-269، 274، 291-295، 300، 309، 311، 325، 333، 336-340، 343، 359-361، 364
عمر بن سعد بن ابی وقاص 331
آل عمران (سورۃ) 33
عمران بن الفصیل البرجمی 321
عمرو بن بکر تمیمی 355، 357
عمرو بن الجرموز 316
عمرو بن حریث 91
عمرو بن العاص 127، 128، 139، 213، 220، 221، 226-228، 235، 264، 277، 278، 281، 289، 321، 322، 324، 326-328، 331، 349، 354، 355، 357، 362، 363، 364
عمرو بن عبد مناف 67
عمرو بن مالک بن جنادہ 174
عمرو بن معدی کرب 157
عمرو بن مقرن 163
عمرو بن نعمان البیاضی 34
عمیر بن سعد 167، 222، 226
عنایت اللہ مشرقی 63
عوانہ (راوی) 102
ابو الاعور السلمی 335
عوف بن عبد عوف 131
عون بن عبداللہ بن جعفر 231
عویم بن ساعدہ 76، 92
عیسیٰ 27، 112، 119، 121، 122، 188 عیسائی 12

Marfat.com

، 130، 153، 154، 159، 166، 184، 190، 197

، 204 عیسائیت 119-121، 197

عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر 51

غافقی 287

غالب بن عبداللہ اسدی 161

غالب بن فہر 67

غالب بن قریش 67

غالب وائلی 176، 177

غزالی، امام 100

ابن غزوان 236

غسان بن شبام 173

غیلان بن خرشہ 228

الفاروق (کتاب) 115

فاروق اعظم دیکھئے عمر بن خطاب

فاطمہ بنت حسین 99

فاطمہؓ بنت محمد ﷺ 84، 95، 97، 101، 103 - 110

، 185، 358

فاکہہ بن مغیرہ 131

فتوح البلدان (کتاب) 76، 153، 156، 235

فخر الدین رازی (امام) 56

فرات بن حیان العجلی 157، 167

ابوالفرج اصفہانی 366

فرخ زاد بن بندوان 142، 150

فروہ بن نوفل 366

فزاری 349

فضالہ بن عبیداللہ انصاری 300

فہر بن مالک 67

فیرزان فیروز، کسریٰ 153-155، 189

فیروز، کسریٰ 163

فیروزان 162، 180، 184

قاسم بن محمد بن ابی بکر 200، 349

قباد، کسریٰ 163

قثم بن عبیداللہ (کنانی) 353

قدامہ بن مظعون 300

قرآن مجید 28، 29، 33، 61، 63، 85، 95، 97، 100،

117، 139، 226، 244، 247، 293، 316، 326،

367

قرۃ بن ہبیرہ 129، 139

قریش بن مالک 67

قصیٰ بن کلاب 67

قعقاع 161، 163، 262، 315، 317

قیس بن ابی حازم 225

قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری 304، 321-324، 365

قیس بن سعد ہمدانی 322، 344، 347، 348

قیس بن عاصم 129

قینان بن انوش 67

قیصر روم 31، 68، 103، 187، 189

ابن قمیہ 39، 40

کتاب الکامل فی التاریخ (کامل ابن اثیر) 200

کسریٰ 31، 77، 103، 141، 142، 150، 153، 155،

162، 163، 179، 198، 199، 237

کعب بن سور 310، 311، 315، 316، 318

کعب بن عجرح 300

کعب بن لوئی 67

کعب بن مالک 300

کعب بن مالک بن ابی کعب 55، 56

Marfat.com

کلاب بن مرۃ 67
ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط 289`339
ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب 185
کلدۃ بن حنبل = جبلہ بن حنبل 49
کلواذی 154
کلیب بن وائل کلبی 176`177
کمیل بن زیاد نخعی 257
کنانہ بن بشر 246`348
کنانہ بن خزیمہ 67
کنز العمال (کتاب) 79

لامک بن متوشالح 67
لقیط بن مالک الازدی 133
لوی بن غالب 67
ابولولو فیروز 184`185`219`220
ابولہب (عبدالعزیٰ) بن عبدالمطلب 58

ماریہ (زوجہ رسول اللہ ﷺ) 31
مالک بن اشتر 255-257`260-263`286`287`
300`314`326-328`335`348`349`354
مالک بن جعونہ 107
مالک بن سنان 40
مالک بن عوف نصری 51
مالک بن قیس 67
مالک بن کعب الارجی 256
مالک بن کعب الھمدانی 351
مالک بن النضر 67
مالک بن نویرہ 129-131
مالک بندخشم 55
مانی 204
ماھان (راوی) 237
متلمس (شاعر) 102
متوشالح بن اخنوخ 67
مثنیٰ بن الحارث 140`141`143`45`149-156`
196
مجاشع بن مسعود سلمی 183
مجاعہ (یمامہ کا سردار) 123
مجاہد (راوی) 235
مجوس 174
مجوسیت 120`121`184
محمد ﷺ 27`31`32`35`38`39`42`43`50`51`
53`57`61`67`68`70`78`86`95-97`103`
110`125`134`137`165`180`192`202`
212`244`245`282`287`340 آل محمد 105
شجرہ نسب 67 دین 122
محمد (راوی) 151`221`294
محمد بن اسحاق (راوی) 133
محمد بن ابی بکر 200`243`244`246`283`287`
289`307`314`317`320`347`349
محمد بن جعفر بن ابی طالب 314
محمد بن ابی حذیفہ 243`244`246`263`282`289`
292`319`321
محمد بن الحنفیہ 357`358
محمد بن ابی سلمہ (راوی) 170
محمد بن طلحہ 317
ابومحمد = عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ 96
محمد بن ابی قتیرہ 282
ابومحمد القرشی 102
محمد بن عبداللہ الثقفی 236
محمد بن عمرو بن عاص 341

Marfat.com

محمد بن مسلمہ 225، 245، 282، 300، 310

ابو مخنف 329

مخنف بن سلیم 351

المدائنی 164

مدرکہ (عمرو) بن الیاس 67

مرارہ بن الربیع 55، 56

مروان بن الحکم 215، 239، 242، 250، 269، 274، 276، 281، 285، 286، 288، 300، 309، 317، 320، 340، 342

مردان شاہ 153

مرزبان عراق 141

مرزبانان فارس 150

مرہ بن کعب 67

مزدک 120، 204

مسطح بن اثاثہ 48

مسعر بن فدکی التمیمی 327

ابن مسعود (دیکھئے عبداللہ بن مسعودؓ)

مسعودی (راوی) 143

مسلم (راوی) 44، 58

مسلمہ بن اشیم 96

مسلمہ بن مخلد 300

مسور بن عمرو 212 (عبدالرحمٰن بن عوف کا بھتیجا)

مسیب بن نجبہ فزاری 352

مسیلمہ الکذاب 57، 126، 130، 132، 133، 136

مشعلہ بن نعیم 173

مصباح بن مالک 171

مضر بن نزار 67

معاویہ بن ابوسفیان 50، 51، 57، 58، 102، 173-175، 190، 203، 221، 226، 241، 242، 246، 250، 256-264، 268-274، 279، 286-288، 299، 302، 303، 305، 306، 308، 320-336، 339، 341، 343-355، 357، 361-367

معد بن عدنان 67

معقل بن قیس 350

معقل بن یسار 179

معن بن عدی 86، 87

معن ابن یزید ابن الاخنس 325، 330

مثنیٰ بن حارثہ 157

مغیرہ بن زرارہ 157، 158

مغیرہ بن شعبہ 157، 160، 161، 168، 174، 183، 184، 205، 221، 224، 249، 267، 294، 300، 331

المغیرہ بن قصی 67

مقداد بن الاسود = مقداد بن عمرو بہرانی 38، 58، 59، 213، 249 (صحابی)

مقریزی 201، 202

مقوقس 31

المقوم بن عبدالمطلب 68

مقوم بن ناحور 67

مقیس بن ضبابہ 44

ملل ونحل (کتاب علامہ شہرستانی) 81، 116

منافقین (سورۃ) 33

موتبنس 121

مہلائیل بن قینان 67

میور 121

ابن ابی ملیکہ 309

منذر بن الحارث 31

منذر بن حسان بن ضرار الضبی 153، 154

مودودی، ابوالاعلیٰ 28، 62

موسیٰ (پیغمبر) 27، 63، 83، 119، 122، 188

Marfat.com

ابوموسیٰ اشعری 171`183`228`229`236`253`
261`263`264`292`299`305`314`328`
331-335`345`363
موسیٰ بن طلحہ 272`273
مہاجر بن امیہ 128`134
مہران بن بہرام رازی 159`162
مہران بن باذان ہمدانی 153
مہرجان 178

نائلہ بنت فرافصہ 287
ابوت بن اسمٰعیل 67
ناحور بن تارخ 67
ناحور بنسا روغ 67
نادر شاہ 173
ابن نافع 249
نافع (ابوعبداللہ) 236
نافع بن عبدالحارث خزاعی 221
نپولین بوناپارٹ 187`189
نجاشی 68`69
نرسی 150`151
نزار بن معد 67`171`172
النضر (قیس) بن کنانہ 67
نصاریٰ دیکھئے عیسائی
نعثل (دیکھئے عثمانؓ بن عفان) 290`307
نعمان بن بشیر 300`351
النعمان بن زرعہ = زرعہ بن النعمان 167
نعمان بن مقرن 157`183`184
نعمان بن منذر 163`199
نعیم بن مقرن 175-177
نعیم بن مسعود 175

نعیم بن عبد کلال 56
نفیل بن عبدالعزیٰ 69
نوحؑ بن لامک (پیغمبر) 27`67
نوشیرواں (کسریٰ ایران) 120`163`199
نہج البلاغہ (کتاب) 108

واقدی (مورخ) 266`331
واثلہ بن اسقع 67
ابن وثیمہ نصری 227
وحشی (غلام جبیر بن مطعم) 132
ابن وضاح (راوی) 249
وکیع بن مالک 129`130
ولہوسن 202
ولید بن عقبہ بن ابی معیط 225`229-232`256`261`
263`275`290`300`306`335
وہب بن مسعود 353

ہارون (پیغمبر) 122
ہاشم بن عبد مناف 67-69`219
ہاشم بن عتبہ۔ ابن حمینہ 225
ام ہانی 106`107
ابن ہبار 231
ہرقل 31`53`77`142`166`167
ہرمز 141`149`161`163
ہرمزان 159`162`175-180`219-221`253
ابوہریرہؓ 78`169`282`353`354
ہینی بال 187
ابن ہشام 34`35`42`49`52`54`57`58`67`
76`84`86`87`90`94`128
ہشام بن صبابہ 41`44

Marfat.com

ہشام بن عروہ 125

ہلال بن امیہ 55`56`161`162

ہند بنت عتبہ 39

ہند بن عمرو الجملی 167

یرفا 268

یزدگرد (کسریٰ) 155`157-163`175`177`179`199`200

یزید بن ابی حبیب المصری 31

یزید بن ابی سفیان 135`190

یزید بن قعقعی 232

یزید بن قیس 262`263

یزید بن قیس الارجی 323

یشجب بن نبایوت 67

یعرب بن یشجب 67

ابو یعقوب 128

یعلی بن امیہ = یعلی بن منیہ 221`299`305`308

ابو الیقطان 320

یارد بن مهلائیل 67

یوسف پیغمبرؑ 60

یونس (سورۃ) 283

Marfat.com

تصحیح

صفحہ 51 پر کلدۃ کو کلدہ پڑھیے

66	جہنیہ	جہینہ
67	ناحور	ناحورا
67	تارح	تارخ
67	شالح	شالخ
67	ارفکشاد	ارفخشاد
67	عامر بن الیاس	عمرو بن الیاس
67	سروج	ساروغ
132	عبداللہ بن خداقت	عبداللہ بن خداقہ
147	عطارو	عطارد
156	بشیر بن الخاصہ	بشیر بن الخاصیہ
160	ربعی بن عمر	ربعی بن عامر
172	سیف	ابوسیف (راوی)
174	عبدالمسیح بن بقیلہ	عبدالمسیح بن عمرو بن ابی ربیعہ
299`210	عبداللہ بن ربیعہ	عبداللہ بن ابی ربیعہ
210	محزوم	مخزوم
219	سعید بن الحیبب	سعید بن المسیب
231	ابوسمال اسدی	ابوسماک اسدی
235	ابراہیم الخی	ابراہیم الحنفی
289	ام کلثوم بنت عتبہ	ام کلثوم بن عقبہ

Marfat.com

300	فضالہ بن عبید	فضالہ بن عبید اللہ انصاری
313	زیاد بن حفصہ	زیاد بن خصفہ
324`323	زیاد بن حفصہ	زیاد بن خصفہ
323`232	ابوالعریف	ابوطریف
329	محنف	مخنف
350`35	خریت	خریث
355`57	عبداللہ بن ملجم	عبدالرحمن بن ملجم

Marfat.com

جلد 1

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

دور رسالت مآب ﷺ و خلافت راشدہ

چوہدری

تکمیل و ترتیب
حسن جعفر زیدی
خالد محبوب

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com